DATE DUE

This book is due on the date last stamped. An overdue charge of 10 P. will be charged for each day the book is kept over-time.

جسٹرڈ ایل نمبر ۱۲۱
جولائی ۱۹۱۰ع
نمبر ۱
قیمت سالانہ عہ

۱۳۲۸

نظام المشائخ

...صوفیہ مشائخ کی دینی و دنیاوی اغراض کا حامی اُردو زبان کا ماہوار رسالہ
... حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمہ اللہ
... خادم الفقرا سید محمد ارتضیٰ واحدی دہلوی

فہرست مضامین

(دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے)

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک قسم اول پانچ روپیہ فی پرچہ ۸ قسم دوم سالانہ مع محصول چار ... فی پرچہ ...
منشی فضل حسین کے ... مطبع ... میں چھپ کر محمد الواحدی مالک و ایڈیٹر نے دفتر ... حلقہ نظام المشائخ ... شائع کیا

اغراض و مقاصد حلقۃ المشائخ دہلی

حلقۃ المشائخ ایک انجمن کا نام ہے جو صوفیائے کرام کے تمام سلسلوں کی خدمت گزاری کے لیئے دہلی میں قائم ہے اسکے چار مقصد ہیں ؛

(۱) علم تصوف کی حفاظت و اشاعت (۲) سب سلسلوں کے مشائخ میں باہمی میل جول اور اخلاقی اتحاد قائم کرنے کی کوشش (۳) عرسوں اور خانقاہوں کی ان مراسم کو جو دائرہ شریعت و طریقت کے خلاف ہیں اصلی حالت پر لانے کی سعی ؛
(۴) عرسوں اور خانقاہوں کے ان انتظامی معاملات میں جن کا تعلق گورنمنٹ سے ہے

اس حلقہ کے ممبر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو خود درویش ہیں یا کسی درویشی تعلق کے سبب سے لوگوں میں کوئی امتیاز رکھتے ہیں انکو رکن حلقہ کے نام سے شریک کیا جاتا ہے اور دوسری قسم میں وہ حضرات ہیں جو نہ خود درویش ہیں نہ کسی درویش کی اولاد ہونیکے سبب سے لوگوں میں کوئی امتیاز رکھتے ہیں لیکن صوفیائے کرام کے عقیدتمند ہیں اور انکی خدمت گزاری چاہتے ہیں انکو خادم حلقہ کے لقب سے شامل کیا جاتا ہے ۔ ؛

ممبران حلقہ پر کوئی فیس یا نذر بطور داخلہ کے لازمی نہیں ہے لیکن ہر ممبر کو سال بھر میں کم از کم ایکروپیہ اخراجات حلقہ کے لیے دینا ہوگا ؛

ہر ممبر کا فرض ہے کہ مذکورہ مقاصد کی تکمیل کے لیئے زبان و قلم قدم و درم سے کوشش کرے ؛

تفصیلی حالات خواجہ حسن نظامی دبیر حلقۃ المشائخ ۔ کوٹھی نواب انصار جنگ بازار چتلی قبر دہلی سے دریافت کرنے چاہئیں ؛

(نائب مدیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظام المشائخ

طریق سہروردیہ کی تحقیق پر ایک نظر

پھلواری شریف کی خانقاہ کے ایک گوشہ نشین بزرگ نے یہ فاضلانہ مضمون عنایت فرمایا ہے۔ جو اپنا نام ظاہر کرنا کسر نفسی کے خلاف تصور فرماتے ہیں۔ ہم سید انصر علی صاحب کی تحریر اور بعد کی تحریروں پر اخیر میں اپنی رائے ظاہر کریں گے ناظرین اس مضمون کو غور سے پڑھیں۔ کیونکہ ان تحقیقات سے علاوہ معلومات کے اضافہ کے ایک پیچیدہ مسئلہ کے حل ہونیکی امید ہے + حسن نظامی

جناب مدیر رسالہ نظام المشائخ و نائب جوبیہ حلقہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔
نظام المشائخ مطبوعہ ربیع الاول میں بعنوان طریق سہروردیہ کی تحقیق حیدرآباد کے ایک بزرگ سید صاحب کی تحریر میری نظر سے گزری جسکی عبارت جستہ جستہ ذیل میں لکھ کر اُسکے متعلق اپنے علم ناقص کے موافق کچھ گزارش کرتا ہوں۔ گو میں نہ عالم ہوں نہ فاضل نہ محدث نہ محقق نہ درویش کامل۔ نہ جناب سید صاحب پر کوئی معاندانہ حملہ کرنا چاہتا

ہیں۔ نہ انکے علم وفضل کی تنقیص مقصود ہے۔ فقط اظہار امر حق نیک نیتی سے چاہتا ہوں +

اس تحریر میں اقوال سلف صالحین کو میں نے جمع کردیا ہے۔ جناب سید صاحب کی خدمت عالی میں التماس ہو کہ وہ اس ہیچمدان کی کمی علم سے قطع نظر فرماکر متقدمین کی تحریروں کیطرف غور کی نگاہ سے ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کیا لکھتے ہیں۔

میں حیدرآباد کی حالت سے واقف نہیں ہوں۔ ہندوستان میں اسلامی ریاستوں میں سب سے بڑی ریاست حیدرآباد ہے وہاں مال ودولت بھی بہت ہے۔ ممکن ہو کہ وہاں کے قادریہ طریقہ کے زمانۂ حال یا کچھ پہلے کے مشائخ میں سے کسی کو دربار سرکار نظام میں عزت و رسوخ سب مشائخ سے زیادہ ہوگیا ہو۔ اُنکے احتشام سے مرعوب ہوکر سہروردیہ کے کسی شیخ نے اپنے کو قادریہ مشہور کردیا ہو۔

ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں خصوصًا اودھ اور بہار کے علاقہ میں طریقہ سہروردیہ کے لوگ بہت ہیں۔ اور قادریہ طریقہ والے اُن سے بہت زیادہ۔ لیکن نہ قادریہ طریقہ میں ایسا احتشام جس سے دوسرے طریقہ کا آدمی اُن سے مرعوب ہوجائے۔ اور نہ سہروردیہ میں ایسا جُبن کہ اپنے سلسلہ کو چھوڑکر دوسرے سلسلہ میں اپنے کو جوڑدیں۔ مذکورہ بالا دو صوبوں میں سلسلہ قادریہ کے بہت خاندانوں کے لوگ شجرۂ قادریہ بواسطہ حضرت شیخ الشیوخ کے دیا کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت شیخ الشیوخ رضہ کو حضرت محبوب سبحانی رضہ سے خلافت اُنکے نزدیک مسلّم اور محقق ہے اہل البیت ادریٰ بمافیہ +

اگر حیدرآباد میں قادریہ طریقہ کے زمانۂ حال کے لوگ احتشام ظاہری ہی پر قانع ہوگئے ہیں۔ اور اتصال سلسلہ کے وجوہ سے بیخبر ہوگئے تو افسوس ہی۔

عنوان مذکورہ کے تحت میں جو مضمون جناب سید صاحب نے لکھا ہے۔ اُسکی غرض سعید

ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کی کمسنی میں حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی اور بجز دعا کے کوئی فیض نہ پہنچا۔ پھر غوث اعظم رضہ کو شجرہ میں شیخ الشیوخ کا شیخ لکھنا کیونکر جائز ہوگا۔ اسیطرح نقشبندیہ مجددیہ والوں نے غلطی کی ہے کہ قادریہ طریقہ کا شجرہ دیتے ہیں ساتھ اسکے کہ حضرت شیخ ابو یوسف ہمدانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ امام طریقۂ نقشبندیہ کو فیض صحبت حضرت غوث اعظم رضہ سے حاصل تھا اور انہوں نے اپنا اصلی شجرہ بیعت ارادت والا قائم وجاری رکھا۔ غوث اعظم رضہ کا نام شجرہ میں اپنے داخل نہ کیا۔ پھر اُنکی غلطی کو بتایا ہے جنھوں نے حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی رضہ کا شیخ شجرہ میں اپنے غوث اعظم محبوب سبحانی رضہ کو لکھ دیا ہے۔ اگرچہ حضرت شیخ کا محبوب سبحانی رضہ کی مجلس وعظ وغیرہ میں شریک ہونا فیض صحبت حاصل کرنا ثابت ہی۔ اس لیئے شیخ صحبت کہنا بجا ہے۔ محبوب سبحانی کا نام سہروردیہ یا نقشبندیہ کے شجرۂ پیران طریقت میں لکھنا کیونکر درست ہو سکتا ہی؟ جناب سید صاحب کی عبارت کا اقتباس اور اس ہیچمدان کی التماس کو ملاحظہ فرمائیں۔

"سہروردیہ نے اپنے کو قادریہ مشہور کر رکھا ہے۔ نہ صرف مشہور بلکہ شجرہ" "دیا جاتا ہے۔ اُسمیں حضرت شیخ الشیوخ کے اسم گرامی کے بعد حضرت غوث" "الاعظم محبوب سبحانی کا نام پاک درج ہے۔ کتب میں لکھا ہی کہ آپ حضرت غوث" "الاعظم کے زمانہ میں صغر سن تھے۔ معقولات کی جانب توجہ زیادہ تھی۔" "چچا شیخ ابو النجیب اُنہیں حضرت کے پاس لیگئے۔ اور عرض کیا کہ یہ دینی علوم" "کی جانب توجہ نہیں کرتا۔ آپنے تصرف سے اِس علوم کے نقوش کو دل" "سے مٹا دیا۔ اور کہا انت آخر المشہورین فی العراق۔ اور بس۔ اسی پر اُنکو" "فیض یافتہ غوث کہا جاتا ہے۔ اور قادریہ سلسلہ میں ہونا بتلایا جاتا ہے" "چونکہ عام طور پر قادریہ سلسلہ کی بڑی عزت ہوتی تھی۔ اور اکثر لوگ خصوصاً"

"ارباب دولت و عظمت رؤسا و امرا اس امر کے طالب رہتے ہیں کہ" قادریہ طریقہ میں بیعت نصیب ہو اور نیز اسکے بعد چشتیہ طریقہ میں بیعت "ہو تو دوسرے طریقے کے بزرگوں نے اپنے خاص طریقہ کو قادریہ مشہور" کر رکھا ہے۔ اور شجرہ بھی اسی عنوان کا دیا جاتا ہے"

التماس احقر

حضرت شیخ الشیوخ رح کی حاضری مجلس محبوب سبحانی رض میں معیت اپنے عم بزرگوار اور پیر کے کم سنی کے زمانہ میں ایک ہی بار پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ شباب کے زمانہ میں حاضر ہوتے۔ اور مکرر بار بار حاضر ہوئے۔

محبوب سبحانی کے احوال میں بعض روایت کو حضرت شیخ الشیوخ کی روایت سے مورخین محدثین محققین نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ حصول فیض صحبت کو بھی لکھا ہو۔ بلکہ الباس خرقہ کا بھی ذکر کیا ہو۔

کسی ایک بزرگ سے فیض پانے طریقہ پہنچنے کو اس زمانہ کی اصطلاح میں رجوع کرنا۔ اجازت و خلافت پانا کہتے ہیں۔ سلف کی اصطلاح میں صحبت پانا الباس خرقہ وغیرہ کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں ہی باتیں کتابوں میں مذکور ہیں۔ جن کو میں قریب میں لکھتا ہوں۔ ان شاء اللہ تعالی۔

حضرت شیخ ابو نجیب عبد القاہر سہروردی حضرت شیخ الشیوخ کو محبوب سبحانی کے حضور لیگئے۔ (رضی اللہ تعالی عنہم)۔ اسکو تو جناب سید صاحب خود تحریر فرما چکے ہیں۔ فرق اسقدر ہے کہ سید صاحب نے لکھا ہے کہ "آپ حضرت غوث الاعظم کے زمانہ میں صغیر سن تھے"۔ بہجۃ الاسرار شیخ نور الدین شطنوفی سے زمانہ جوانی کا ثابت ہوتا ہے شیخ شطنوفی ساتویں صدی کے وسط میں پیدا ہوئے اور آٹھویں صدی کی ابتدا میں وفات پائی۔ انکی روایات میں شیخ الشیوخ تک کل دو واسطہ ہوا کرتے ہیں اور محبوب

سبحانی تک دو یا تین واسطہ کبھی زیادہ بھی۔

شطنوفی نے بہجۃ الاسرار میں شیخ الشیوخ کے واقعہ مذکورہ کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے۔ صفحہ ۳۲ مطبوعہ مصر طبع اول ۱۳۰۴ھ۔

قال اشتغلت بعلم الكلام وانا شاب وحفظت فيه كتبا وصرت فيه فقيها وكان عمي يزجرني عنه ولا ازدجر فاتى يوما وانا معه الى زيارة الشيخ عبد القادر فقال لي يا عمر قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا اذا ناجيتم فقدموا بين يدي نجواكم صدقة وها نحن داخلون على رجل يخبر قلبه عن الله عز وجل فانظر كيف تكون بين يديه لتنال بركات رؤيته فلما جلسنا قال له عمي يا سيدي هذا ابن اخي عمر مشتغل بعلم الكلام قد نهيته عنه فلم ينته فقال لي يا عمر اي كتاب حفظته فيه قلت الكتاب الفلاني والكتاب الفلاني فمر يده على صدري فوالله ما نزعها وانا احفظ من تلك الكتب لفظة و انساني الله تعالى جميع مسائلها ولكن قر الله

شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ میں تحصیل علم کلام میں مشغول تھا اور اس وقت میں جوان تھا۔ اس علم کی کتابوں کو یاد کر لیا تھا اور اس میں سمجھدار ہو گیا۔ میرے چچا شیخ ابو نجیب سہروردی (رض) مجھے اس سے روکتے تھے اور میں باز نہ آتا تھا۔ ایکدن وہ شیخ عبد القادر کی زیارت کیلئے جا رہے تھے میں بھی انکے ساتھ تھا (راہ میں) مجھے فرمایا اے عمر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو جب کوئی راز کی بات پیغمبر سے کہنا چاہو تو پہلے اس راز کہنے کی کچھ خیرات دیدو۔ اس وقت ہم ایسے شخص کے پاس جا رہے ہیں کہ اللہ عز وجل کی طرف سے انکے دل میں (دوسروں کے دلوں کی) خبر دیجاتی ہے دیکھو تم کیونکر انکے سامنے رہتے ہو تاکہ ہم انکی ملاقات کی برکات پائیں جب ہم لوگ وہاں پہنچ کر بیٹھ چکے تو میرے چچا نے انسے کہا۔ یا سیدی یہ عمر میرے بھائی کا لڑکا علم کلام کی طرف مشغول ہے میں نے روکا۔ پر یہ ہرگز نہ رکا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے عمر اس علم کی کس کتاب کو تم نے یاد کیا ہے میں نے کہا فلاں فلاں کتاب۔ یہ سن کر انہوں نے میرے سینہ پر اپنا ہاتھ

فی صدری العلم اللدنی فی الوقت العاجل ففهمت من بین یدیہ وانا انطق بالحکمۃ وقال یا عمر انت اٰخر المشہودین فی العراق قال وکان الشیخ عبدالقادر سلطان الطریقۃ والمتصرف فی الوجود علی التحقیق ٭	اُسیوقت فوراً میرے سینہ میں اللہ تعالی نے علم لدنی ڈالدیا۔ اب جو میں واپس آنے کو اُنکے سامنے کھڑا ہوا تو حکمت کی باتیں بولنے لگا۔ مجھے فرمایا ای عمر عراق کے مشہور لوگوں میں سب آخر میں تو ہی۔ شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر سلطان الطریقہ تھے اور علی التحقیق وہ متصرف فی الوجود تھے ٭

بلا فرق انہی الفاظ میں قلائد الجواہر میں شیخ محمد یحیی تادفی نے بھی اسی روایت کو لکھا ہی صفحہ ۷۳ چھاپہ مصر۔ اور زبدۃ الاسرار شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۲۶ چھاپہ بمبی میں۔ انا شاب سے ظاہر ہے کہ جوان تھے نہ صغیر السن۔ علم کلام کا اتنا بڑا ہوا شوق اور اُسکا ذوق کہ اپنے سرپرست بزرگ کے روکنے سے بھی نہ رُکتے تھے۔ جوانی کے ولولے میں ہوسکتا ہے صغیر السن لڑکوں کا مذاق ایسا نہیں ہوتا۔ پھر اُن کا یہ فرمانا۔ وقر اللہ تعالی فی صدری العلم اللدنی فی الوقت العاجل ففہمت من بین یدیہ وانا انطق بالحکمۃ۔ فیض پانے کی دلیل صریح ہے۔ اس سے بڑھکر اور فیض کیا ہو سکتا ہے۔ علم لدنی حاصل ہونا۔ بزرگوں نے پیر کی نشانیوں میں سے لکھا ہے۔ نہ مبتدی مرید کے مذکورہ واقعہ سے فیضیاب ہونے کا اقرار خود حضرت شیخ الشیوخ کے ایک اور قول سے ثابت ہی۔ وہ روایت یہ ہے۔ صاحب بہجۃ الاسرار فرماتے ہیں صفحہ ۳۴ مطبوعہ مصر طبع اول ٭

اخبرنا الحسن بن موسی الخالدی و ابو الحسن بن ابی بکر ابی الثناء احمد ابن صالح القرشی الہاشمی التفلیسی بالقاہرۃ سنۃ احدی وسبعین و	ہمکو خبر دی حسن بن موسی خالدی اور ابو الحسن ابن ابی بکر ابی الثنار احمد بن صالح قرشی ہاشمی تفلیسی نے قاہرہ مصر میں سنہ ۶۷۱ھ چھ سو اکہتر ہجری میں۔

ستمائة فاذا سمعنا الشيخ نجم الدين
التفليسي صاحب الشيخ القدوة
الشيخ شهاب الدين احمد السهروردي
رضي الله عنه سنة احدى وثلاثين
وستمائة يقول في خلوة عند شيخنا
الشيخ شهاب الدين احمد السهروردي
بعد اربعين يوما فاشهدت في
الواقعة في اليوم الاربعين الشيخ
شهاب الدين على جبل عال وعنده
جواهر كثيرة وتحت الجبل خلق
كثير وبيده صاع يملاه من تلك
الجواهر يبثها على الناس فيبتدرون
اليها وكلما قلت الجواهر تمت كانها
تنبع من عين فخرجت من الخلوة
في آخر يومي من ذلك واتيته لاخبره
بما شاهدت فقال قبل ان اخبره
الذي رايته حق وامثاله وهو من
من مادة الشيخ محي الدين عبد القادر
رضي الله عنه لما عوضني من
علم الكلام فانه كانت له اليد المبسوطة
من الله تعالى والتصريف النافذ والفعل

ان دونوں نے کہا کہ ہم نے سنا شیخ نجم الدین
تفلیسی سے مرید شیخ پیشوا شیخ شہاب الدین
احمد سہروردی کے سنہ ۶۳۱ چھ سو اکتیس ہجری
میں وہ کہتے تھے کہ میں اپنے شیخ شہاب الدین
احمد سہروردی کے پاس بغداد میں خلوت (چلہ)
میں چالیس دن بیٹھا تو مکاشفہ میں چالیسویں دن
یہ دیکھا کہ شیخ شہاب الدین ایک بلند پہاڑ پر ہیں
اور انکے پاس بہت جواہر ہیں اور پہاڑ کے دامن
میں نیچے آدمیوں کی کثرت ہے۔ اور شیخ کے ہاتھ
میں ایک صاع (پیمانہ) ہے کہ اس سے بھر بھر کر جواہر
لوگوں کو لٹاتے ہیں اور خلقت انکے لینے کے
لیئے سبقت کرتی ہے۔ اور جتنا جواہر پیمانہ میں سے
لیا جاتا ہے اسقدر پھر بڑھ جاتا ہے گویا چشمہ ذخرانہ
سے نکلتا آتا ہے یعنی بانٹنے سے گھٹتا نہیں ہے
اسدن چلہ تمام کر کے میں نکلا اور شیخ کی خدمت
میں آیا کہ اپنے اس مشاہدہ کی خبر دوں میرے کہنے
سے پہلے ہی انہوں نے فرمایا کہ تم نے جو دیکھا صحیح ہے
اور اس طرح کی اور باتیں بھی۔ اور یہ شیخ محی الدین
عبد القادر رضی اللہ عنہ کے مادہ سے ہے جسکو میرے
علم کلام کا انہوں نے معاوضہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ
کی عطا سے انکا ہاتھ کشادہ تھا اور تصرف نافذ

الخارق الدائم + اور خرق عادت دائمی +

اسی طرح اس واقعہ کو زبدۃ الاسرار میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح نے لکھا کہ صفحہ ۲۶- فیض یافتہ ہونے کا ثبوت اسی ایک واقعہ سے پوری طرح سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم کلام کا ذوق و شوق اور اسکے کل مسائل کو دل سے۔ حافظہ سے مٹا کر اُسکے عوض میں اُسیوقت علم لدنی اور بعد اُسکے دوسری باطنی نعمتیں حضرت محبوب سبحانی نے عطا فرمائیں۔ شیخ الشیوخ رض کے مریدنے مکاشفہ میں دیکھا۔ شیخ الشیوخ نے اُسکو عطیۂ محبوب سبحانی ظاہر فرمایا۔ فرض کر لیا جاسکے کہ یہی ایک ملاقات ہوئی تھی تو اسی ایک ملاقات سے فیض یافتہ ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔ دوسری تیسری ملاقات کے ثبوت کی ضرورت نہیں باقی رہتی لیکن جب متعدد ملاقات ثابت ہو تو اُس کا لکھدینا بھی فائدہ سے خالی نہیں +

دوسری ملاقات

شیخ نور الدین شطنوفی بہجۃ الاسرار میں روایت کرتے ہیں صفحہ ۲۳۵ طبع اول مصری ۱۳۰۴ھ

اخبرنا الشیخ ابو الحسن علی بن عبد اللہ الابہری وابو محمد سالم بن علی الدمیاطی الصوفی قالا سمعنا الشیخ شہاب الدین ابا حفص عمر السہروردی یقول دخلت مع عمی شیخنا الشیخ ابی النجیب رضی اللہ عنہ فی سنۃ ۵۶۰ ستین وخمسمائۃ الی الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ فتادب عمی معہ ادباً عظیماً وجلس بین یدیہ۔ اُذُنا بلا لسان	مجھسے ابو الحسن علی بن عبد اللہ ابہری اور ابو محمد سالم بن علی دمیاطی صوفی نے بیان کیا کہ ان دونوں نے شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردی سے سنا۔ وہ فرماتے تھے۔ کہ میں اپنے چچا اور پیر شیخ ابو نجیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۵۶۰ھ پانچسو ساٹھ ہجری میں شیخ محی الدین عبد القادر کی خدمت میں گیا تو میرے چچا نے اُن کا بڑا ادب کیا۔ اور ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھے۔

فلما رجعنا الى النظامية قلت له
في ذلك الوقت من التادب مع الشيخ
فقال كيف لا اتادب معه وهو له
الوجود التام وقد صرف في عالم
الملك ويباهي به في جموع الملكوت
وانفرد في عالم الكون في هذا الوقت
وكيف لا اتادب مع من صرف له
سالكي في قلبي وحالي في قلوب الاولياء
واحوالهم ان شاء امسكها وان شاء
ارسلها۔

جب ہم دونوں آدمی پھر کر مدرسہ نظامیہ میں پہنچے
تو شیخ (عبدالقادر جیلانی) کے ساتھ انکے اسوقت
کے ادب کرنے کو (تعجب کے ساتھ) میں نے کہا
انھوں نے جواب میں فرمایا میں انکا ادب کیوں نہ
کروں انکے لیے وجود تام ہے۔ اس عالم میں انکو
تصرف دیا گیا ہے اور عالم ملکوت میں انکے ساتھ مباہات
کیا گیا ہے کل مخلوقات میں اسوقت وہ منفرد ہیں اور
میں کیوں نہ انکا ادب کروں جنکو میرے قلب میرے دل اور
حالت اور اولیاء کے دلوں اور احوال میں ایسا تصرف دیا
ہو کہ چاہیں تو لیلیں چاہیں تو چھوڑ دیں۔

قلائد الجواہر مطبوعہ مصر صفحہ ۹۸ میں بھی اسیطرح ہے اور زبدۃ الاسرار شیخ عبدالحق محدث دہلوی میں بھی صفحہ ۲۵) حضرت شیخ الشیوخ کا اپنے شیخ کے تادب پر تعجب صحیح تھا ہر مرید یہی چاہتا ہے کہ سب لوگ میرے پیر کی عظمت کریں۔ کیونکہ سب سے معظم وہ اپنے پیر ہی کو جانتا ہے۔ اور پیر کے ساتھ کمال حسن عقیدت مرید کا اقتضا بھی یہی ہے۔ پھر ایسی حالت میں کہ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی رض اسوقت میں اکابر اولیا سرآمد علما سرخیل فضلا سر دفتر اتقیا تھے۔ انکی عظمت انکا احترام لوگوں میں مسلم تھا۔ لیکن اہل خدمات یا غیر اہل خدمات اولیاء اللہ جس کسی اعلی درجہ تک ترقی کریں قطب الاولیاء اور غوث زمانہ (جو کسی زمانہ میں ایک سے زیادہ نہیں ہوتا) سے استفاضہ انکو ضرور اور ناگزیر ہے فیوض الہی جس کے دلمیں آئیگا عطیات الہی جس پر جو کچھ ہوگی اسیکے واسطے ہوگی۔ سب کے دلوں کا قبض و بسط سب کا عزل و نصب۔ ہر ایک کا تنزل یا ترقی اسکے اختیار میں ہے۔ اس زمانہ میں حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رض اسی مرتبہ کمال میں تھے جس کی طرف

حضرت ابو نجیب رضہ نے اشارہ فرمایا ہے وکیف لا اقادب مع من صرفه ما لکی فی قلبی - ای و فی قلوب الاولیاء واحوالهم ان شاء امسکها وان شاء ارسلها۔

تیسری ملاقات

جس مجلس میں حضرت غوث اعظم نے قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله فرمایا تھا اُس وقت بھی شیخ الشیوخ حاضر تھے۔ قلائد الجواہر مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵ اور صاحب بہجۃ الاسرار نے اس فہرست میں شیخ الشیوخ کے نام کے ساتھ شاہد بنا لکھا ہے مطبوعہ مصر طبع اول صفحہ ۷ ٭

چوتھی ملاقات

حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن عبد اللہ سہروردی فرماتے ہیں۔ بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر طبع اول ٭

سمعت الشیخ محی الدین عبد القادر	میں نے شیخ محی الدین عبد القادر رضہ کو اُنکے
یقول علی الکرسی بمدرسته کل ولی	مدرسہ میں منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہر
علی قدم نبی وانا علی قدم جدی صلی	ولی ایک کسی نبی کے قدم پر ہے اور میں اپنے جد
الله علیه وسلم وما رفع المصطفی	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں
صلی الله علیه وسلم قدما الا وضعت	اور حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے
انا قدمی فی الموضع الذی رفع قدمه	کوئی قدم اپنا نہیں اٹھایا مگر کہ میں نے وہاں پر
الا ان یکون قدما من اقدام النبوة	قدم رکھا۔ مگر نبوۃ کا قدم کہ سوائے نبی کے دوسرا
فانه لا سبیل ان ینال غیر نبی ٭	کوئی اُس تک نہیں پہنچ سکتا ٭

اِس روایت کو شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ نے بھی زبدۃ الآثار فارسی میں لکھا ہے صفحہ ۱۹ حاشیہ پر زبدۃ الاسرار عربی کے ٭

اس چوتھی ملاقات کے اندر روایت کا بھی ثبوت ملگیا۔ مکرر ملاقات آئندہ میں فیض پانے کا حال بھی ثابت ہوگیا۔ باقی رہی خلافت جسکو صوفیہ کی اصطلاح میں

کبھی الباس خرقہ کہتے ہیں اور کبھی فقط کلمہ صحبت پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت شیخ الشیوخ کے تذکرے میں جن لوگوں نے ایسا لکھا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔ لطائف اشرفی ملفوظ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر چشتی نظامی قدس اللہ سرہ السامی صفحہ ۳۸۳ شیخ الشیوخ کے حال میں فرماتے ہیں۔ "بصحبت سید عبد القادر گیلانی رسیدہ"۔

ملا عبد الرحمن جامی نقشبندی رحمہ اللہ تعالی نفحات صفحہ ۵۴۵ میں فرماتے ہیں "و بصحبت شیخ عبد القادر گیلانی رسیدہ است"۔

امام اسعد یافعی رحمہ اللہ تعالی مرآۃ الجنان میں فرماتے ہیں۔ یہ قلمی نسخہ کتب خانہ مولوی خدابخش خاں مرحوم میں ہے:-

وذکر بعضهم انه صحب ایضاً قطب الاولیاء قدوة الاصفیاء الشیخ عبد القادر الجیلی۔	بعض مورخین (ابن النجار) نے ذکر کیا ہے کہ شیخ الشیوخ نے قطب الاولیاء قدوۃ الاصفیا شیخ عبد القادر جیلی کی بھی صحبت پائی ہے۔

اسی مرآۃ الجنان میں ہے۔

وقال غیره نشاء فی حجر عمه ابی النجیب عبد القاهر واخذ عنه التصوف والوعظ وعلم الحدیث والفقه وصحب ایضا الشیخ عبد القادر۔	ابن النجار کے علاوہ دوسرے نے لکھا کہ شیخ الشیوخ نے کنار عاطفت اپنے چچا ابو النجیب عبد القاہر رضہ کے نشوونما پائی اور ان سے تصوف سیکھا اور وعظ اور علم حدیث اور فقہ پڑھا۔ اور شیخ عبد القادر رضہ کی بھی صحبت پائی:-

اسی کتاب میں ہے۔

قلت ویؤید ذلك ما ذکرت فی مناقب الشیخ عبد القادر انه قال له انت اخر المشهورین فی العراق ففتح علیه بعلوم المعارف والانوار الزاهرة	میں کہتا ہوں کہ اسکی تائید کرتا ہے وہ میں نے مناقب میں شیخ عبد القادر رضہ کے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے شیخ الشیوخ کو کہا تھا کہ عراق کے آخر مشہورین میں تم ہو تو کھل گیا اُنپر علوم معارف اور انوار روشن

وورحت علیہ الاحوال وحصلت لہ المواھب الوافرۃ وفاق الاقران بعلو شانہ وصار شیخ زمانہ بلا تنازع +	اور حالتیں وارد ہوتی گئیں اور اللہ کے دین بہت زیادہ ملے اپنے علو شان میں ساتھیوں سے بڑھگئے۔ اور اپنے زمانے میں بلا خلافت شیخ ہوگئے +

شیخ الاسلام امام تاج الدین سبکی محدث علیہ الرحمۃ طبقات شافعیہ کبرے میں فرماتے ہیں

صحب عمہ الشیخ ابا النجیب عبد القاھر واخذ عنہ التصوف والوعظ وصحب ایضا الشیخ عبد القادر جلد ۵ صفحہ ۱۴۳	صحبت پائی اپنے چچا شیخ ابو النجیب عبد القاہر کی اور اُنسے تصوف اور وعظ حاصل کیا اور شیخ عبد القادر رض کی بھی صحبت پائی +

مورخ ابن خلکان کہتے ہیں۔

صحب عمہ ابا النجیب عنہ اخذ التصوف والوعظ والشیخ ابا محمد عبد القادر بن ابی صالح الجیلی۔	اپنے چچا ابو النجیب کی صحبت پائی اور اُن سے تصوف اور وعظ سیکھا اور شیخ ابو محمد عبد القادر ابن ابی صالح جیلی کی بھی صحبت ملی +

وفیات الاعیان جلد اول صفحہ ۳۸۰ مطبوعہ مصر۔

اقتباس الانوار میں ہے۔ "مقتدائے طریق سہروردیہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نیز بخدمت آنحضرت (یعنی غوث اعظم) رسیدہ ونوازشہائے یافتہ وآنحضرت مرا ورا فرمود۔ انت اٰخر المشھورین فی العراق وولایت عراق ویرا داد" + یعنی شیخ الشیوخ بھی خدمت میں حضرت غوث اعظم کے پہنچے تھے اور بہت کچھ نوازش پائی۔ اور غوث اعظم محبوب سبحانی نے انکو فرمایا۔" انت اٰخر المشھورین" الخ اور عراق کی ولایت اُنکو عطا فرمائی +

اور سنئے۔ بعض تلمذ کے بھی قائل ہیں شیخ محمد وتری رفاعی روضۃ الناظرین میں لکھتے ہیں صفحہ ۹۳ +

ثم سمع من علم الاصول طرفا یسیرًا فی صبوتہ من الشیخ عبد القادر الجیلی۔	پہر علم اصول کا تہوڑا حصہ اپنے لڑکپن میں شیخ عبد القادر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیلی سے سنا۔

اب اجازت و خلافت جسکو زمانہ سلف میں الباس خرقہ کہتے ہیں اسکو بہی میں ایک بڑے جلیل القدر محدث علامہ امام حافظ شمس الدین ابو الخیر محمد بن محمد بن محمد الجزری شافعی دمشقی صاحب کتاب حصن حصین کے قول سے دکہاتا ہوں۔ یہ اپنے رسالہ اسنے المطالب فی مناقب امیر المومنین علی ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صفحہ ۷۵ مطبوعہ مکہ معظمہ مطبع میریہ۔ میں اپنا سلسلہ الباس خرقہ و تصوف کا حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک جو لکہا ہے ہمیں رفاعیہ سلسلہ کے بعد قادریہ اور سہروردیہ دونوں کو بواسطہ حضرت شیخ الشیوخ کے لکہتے ہیں۔ انکی عبارت یہ ہے۔

انی لبست الخرقة المتبرکة من ید شیخی واستاذی الشیخ الصالح المسند المعمر ابی حفص عمر بن الحسن مزید بن اُمیلة المراغی ثم الحلبی ثم المزی فی یوم الثلثاء الثانی عشر من شوال ۷۷۲ھ اثنین وسبعین وسبعمائة واخبرنی انه لبسها من ید شیخه الامام العلامة الزاهد العارف العابد الناسك عز الدین خطیب الخطباء ابی العباس احمد بن الشیخ الامام العالم الصالح الزاهد	میں نے متبرک خرقہ صوفیہ پہنا اپنے شیخ اور استاذ شیخ صالح مستند بڑی عمر والے ابی حفص عمر بن الحسن بن مزید بن اُمیلہ مراغی حلبی مزی کے ہاتہ سے سہ شنبہ کے دن بارہویں شوال ۷۷۲ھ میں اور مجہسے بیان کیا کہ انہوں نے پہنا اپنے شیخ امام علامہ زاہد عارف و عابد ناسک عز الدین خطیب الخطباء ابی العباس احمد بن شیخ الامام العالم الصالح الزاهد۔

محی الدین ابن ابراھیم بن عمر بن الفرج ابن احمد بن شابور الواسطی الفاروقی شیخ القرأة و التفسیر و التصوف فی سنہ ۶۹۰ تسعین و ستمائة و الشیخ عز الدین المذکور فی خرقة التصوف ثلث طرق احمدیة و قادریة و سہروردیة **فاما** الاحمدیة فانہ لبسہا من ید والدہ الشیخ محی الدین ابراھیم المذکور وھو لبسہا من ید شیخہ و مربیہ الشیخ الصالح الامام العالم سید مشائخ زمانہ سیدی احمد بن الشیخ ابی الحسن علی بن احمد بن یحیی بن حازم بن علی بن رفاعة المغربی المعروف بابن الرفاعی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ **واما** القادریة فانہ لبسہا من ید شیخہ الامام الشیخ العارفین و امام السالکین شہاب الدین ابی حفص عمر بن محمد بن عبد اللہ المعروف بعمویہ بن سعد بن الحسین البکری السہروردی **و** ھو لبسہا من ید الشیخ الامام العالم السید

محی الدین بن ابراہیم بن عمر بن الفرج ابن احمد بن شابور واسطی فاروقی شیخ القرات والتفسیر والتصوف کے ہاتھ سے سنہ ۶۹۰ ہجری میں۔ اور شیخ عز الدین مذکور کو خرقہ تصوف تین طریقے سے ملا۔ احمدیہ قادریہ سہروردیہ طریقہ احمدیہ (رفاعیہ) اس طرح کہ شیخ عز الدین نے خرقہ پہنا اپنے والد شیخ محی الدین ابراہیم مذکور کے ہاتھ سے اور انہوں نے پہنا ہاتھ سے اپنے شیخ اور مربی شیخ صالح امام عالم اپنے زمانہ کے مشائخ کے سردار حضرت سیدی احمد بن الشیخ ابی الحسن علی بن احمد بن یحیے بن حازم بن علی بن رفاعة المغربی معروف بابن الرفاعی کے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

اور قادریہ اسطرح کہ شیخ عز الدین نے خرقہ پہنا ہاتھ سے اپنے شیخ امام شیخ العارفین امام السالکین شہاب الدین ابی حفص عمر بن محمد بن احمد بن عبد اللہ معروف بعمویہ بن سعد بن الحسین البکری السہروردی کے۔

اور انہوں نے خرقہ پہنا ہاتھ اپنے شیخ امام العالم سید کبیر

الکبیر صاحب المواهب الکرامات
والعجائب الظاهرات ابی محمد عبد القادر
ابن ابی صالح موسی جنگی دوست
ابن ابی عبد الله بن یحیی الگیلانی

واما السهروردیة فان الشیخ
شهاب الدین السهروردیة رحمة الله
علیه لبسها من ید شیخه وعمه
الشیخ الامام العارف الکبیر
ضیاء الدین ابی النجیب عبد القاهر
ابن عبد الله بن سعد بن الحسین
ابن القاسم بن النضر بن القاسم
ابن عبد الله بن عبد الرحمن القاسم
ابن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی
الله عنه ولبسها من ید عمه
وجیه الدین عمر بن سعد هو لبسها
من ید والده سعد بن الحسین و
من ید الشیخ اخی فرج الزنجانی
ید احدهما مشارکة لید الاخر و
اما والده فلبسها من الشیخ
احمد الاسود الدینوری وهو لبسها
من ممشاد الدینوری وهو لبسها

صاحب مواہب وکرامات وعجائب ظاہرات
ابی محمد عبد القادر بن ابی صالح موسی جنگی
دوست بن ابی عبد اللہ بن یحیی گیلانی کے۔

اور طریقہ سہروردیہ اس طرح کہ شیخ شہاب الدین
سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے خرقہ پہنا ہاتھ
سے اپنے شیخ اور چچا شیخ امام عارف کبیر
ضیاء الدین ابی النجیب عبد القاہر بن عبد اللہ
ابن سعد بن الحسین بن القاسم بن النضر بن
قاسم بن محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمن
القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ
کے اور انہوں نے اپنے والد سعد بن الحسین
کے ہاتھ سے۔ اور اخی فرخ زنجانی کے ہاتھ
سے بھی۔ اس صورت سے کہ خرقہ پہنانے
کے اندر دونوں کا ہاتھ آپس میں ایک دوسرے
کی مدد میں شریک تھا۔

اور انکے والد سعد بن الحسین نے پہنا شیخ
احمد اسود دینوری سے اور انہوں نے پہنا
ممشاد دینوری سے اور انہوں نے پہنا

من ابی القاسم الجنید سید الطائفة **واما** اخی الفرج الزنجانی فلبسها من ابی العباس النہاوندی وھو لبسها من الشیخ الکبیر ابی عبد اللہ محمد بن خفیف الشیرازی وھو لبسها من ابی محمد رویم وھو لبسها من ابی القاسم الجنید وھو من خالہ السری السقطی الخ	ابو القاسم جنید بغدادی سید الطائفہ سے۔ اور اخی فرخ زنجانی کا سلسلہ جنید یہ ہے کہ اخی فرخ زنجانی نے پہنا ابو العباس نہاوندی سے اور انہوں نے پہنا شیخ کبیر ابی عبد اللہ محمد بن خفیف شیرازی سے اور انہوں نے پہنا ابی محمد رویم سے اور انہوں نے پہنا ابی القاسم جنید سے اور انہوں نے اپنے ماموں سری سقطی سے الخ

امام جزری رحمہ اللہ حفاظ حدیث سے ہیں۔ محدثین میں بڑے مستند بزرگ ہیں شیخ الشیوخ کے اور انکے درمیان میں کل دو واسطے ہیں ایک تو انکے شیخ و استاذ شیخ ابو حفص عمر۔ دوسرے شیخ عز الدین ابو العباس احمد اور انکو شیخ الشیوخ سے پہنچا قادریہ بھی اور سہروردیہ بھی۔ شیخ الشیوخ میں نسبت قادریہ اور سہروردیہ کی جمعیت کا ثبوت گو اور طرح سے ثابت ہے۔ لیکن اس سے زیادہ قوی دلیل دوسری شاید ہی ہو۔ اسکی علو سند میں کلام نہیں کہ واسطے زیادہ نہیں دو ہی ہیں۔ اور دونوں ہی مشہورین میں سے ہیں۔ معمولی درجہ کے علماء یا شیوخ نہیں ہیں بلکہ دونوں کی توصیف خود امام جزری نے کی ہے۔

صدیہ ادوہ اد بہار میں بعض خاندان ہیں جنکا طریقہ قادریہ حضرت شیخ الشیوخ ہی کے واسطے سے حضرت غوث الثقلین تک پہنچتا ہے۔ اور طریقہ سہروردیہ اور فردوسیہ بھی اس خاندان میں جاری ہے۔ اور ان ہرسہ طرق میں واسطوں کے اندر جو فرق ہے وہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ان طرق کے اندر نہ کوئی غلطی نادانستہ

واقع ہوئی ہے۔ اور نہ بقصد سہروردیہ کو قادریہ بنا دیا گیا ہے +

حضرت قطب الدین بیناول قلندر قادری سرانداز غوثی جونپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بزرگ بیعت ارادت و تربیت کی حیثیت سے قادریہ تھے۔ مشرب کے اعتبار سے قلندریہ اور اجازت کے سبب جامع تھے۔ طرق قادریہ و سہروردیہ و فردوسیہ و چشتیہ و مداریہ کی بیعت آپ کو اور تعلیم و تربیت و صول الی اللہ و عرفان کی اپنے پیر حضرت سید نجم الدین قادری قلندر سے ہوئی۔ اُن کو اپنے والد حضرت سید نظام الدین قادری سے۔ اُن کو اپنے والد حضرت سید مبارک غزنوی سے اُن کو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے۔ اُنکو حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی سے خلافت کے ذریعہ سے اور اُنکو بذریعہ خلافت حضرت ابو سعید مبارک مخزومی سے الخ +

سلسلہ سہروردیہ شیخ قطب الدین قادری قلندر رضہ کو اجازتاً حضرت شیخ شمس الدین عرف بدھن سے اُنکو حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح مسکین سے۔ اُنکو شیخ صدر الدین بن ناجی سے اُنکو رکن الدین ابوالفتح زکریا قریشی سے۔ اُنکو شیخ صدر الدین ابوالفضل محمد قریشی سے اُنکو حضرت شیخ بہاء الدین ابوالبرکات زکریا قریشی ملتانی سے اُنکو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے اُنکو حضرت شیخ ابوالنجیب ضیاء الدین عبد القاہر سہروردی سے الخ +

طریقہ فردوسیہ حضرت قطب الدین بیناول قلندر کو اجازتاً حضرت شیخ حسین نوشہ توحید بہاری سے اُنکو حضرت مخدوم مظفر بلخی سے اُنکو حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری سے۔ اُنکو حضرت نجیب الدین فردوسی دہلوی سے۔ اُنکو شیخ رکن الدین فردوسی سے اُنکو شیخ بدر الدین سمرقندی سے اُنکو شیخ سیف الدین باخرزی سے اُنکو نجم الدین کبریٰ سے اُنکو حضرت ضیاء الدین ابو نجیب عبد القاہر سہروردی سے الخ +

بحث فقط قادریہ و سہروردیہ میں تھی۔ فردوسیہ کے ذکر کی ضرورت بظاہر نہ تھی

لیکن اس بیان کی مصلحت قریب میں دوسرے صفحہ تک ان شاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہوگی ❊

چشتیہ طریقہ اس طرح پہنچا ہے کہ حضرت قطب الدین بینا دل رضہ کو اپنے پیر سید نجم الدین قادری قلندر سے انکو حضرت سید خضر رومی شعلہ قلندر سے انکو حضرت قطب الدین بختیار کاکی دہلوی سے انکو حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند سید معین الدین حسن سنجری چشتی سے رضہ الخ

مرقومہ بالا سلاسل بواسطہ اولاد و خلفا حضرت قطب الدین بینا دل رضی اللہ عنہ تمام صوبہ علاقہ اودھ میں اور کاکوری متصل لکھنو میں عظیم آباد بہار شریف پھلواری میں پہنچا ہے ان میں لاہرپور اور کاکوری اور پھلواری ۔ ہر ایک جگہ اہل علم و تحقیق سے گذر چکا ہے یہاں پہنچا ہے ان خاندانوں میں سے کوئی بھی ایسی غلطی کو روا اور برقرار نہ رکھ سکتا تھا کہ عنوان سہروردی کی تحقیق کے تحت میں مرقوم ہوا ہے ۔ اور جن کی اصل حقیقت ظاہر کرنے کی غرض سے ان سطور کے لکھنے کی نوبت آئی ❊

دوش با عقل در سخن بودم (قطعہ) کہ گذشت بر دلم خیالے چند

گفتم اے مایۂ ہمہ دانش — دارم الحق بہ تو سوالے چند
چیست ایں زندگانیٔ دنیا — گفت خوابیست یا خیالے چند
گفتم از وے چہ حاصل است بگو — گفت درد سر و وبالے چند
گفتم ایں نفس کے شود رام — گفت چوں یافت گوشمالے چند
گفتم اہل ستم چہ طائفہ اند — گفت گرگ و سگ و شغالے چند
گفتم ایں بحث اہل دنیا چیست — گفت بیہودہ قیل و قالے چند
گفتم اہل زمانہ در چہ فن اند — گفت در بند جمع مالے چند
گفتمش چیست کتخدائی گفت — ہفتۂ عیش و غصہ سالے چند
گفتم از امثال دنیا چیست — گفت زالے کشیدہ خالے چند

ترجمہ نزہت الارواح

جناب مولانا محمد احسن صاحب وحشی نگرامی نے نزہت الارواح کا ترجمہ شروع کیا ہے جو ماہ بماہ شائع ہوتا رہیگا۔ امید ہے کہ ناظرین اس سلسلہ کو پسند فرمائیں گے مولانا وحشی کے تعارف کی ضرورت نہیں۔ وہ موجودہ زمانے میں ایک نامور شاعر اور انشا پرداز تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ملک میں انکی تصنیفات نہایت عزت سے دیکھی جاتی ہیں۔ ہم مولانا کی اس عنایت کے احسانمند ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ اس ترجمہ کے علاوہ اُنکے اور مضامین بھی نظام المشائخ میں شائع ہوں گے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العلمين على كل حال وفي كل حين، والصلوة والسلام على رسوله محمد واله اجمعين قال سيدنا ومولانا الشيخ الاجل والامام الاكمل مرشد الانام في الايام سلالة النبوية وخلاصة المصطفوية محي السنة ماحي البدعة ركن الحق والدين حسين بن عالم ابن ابي الحسن الحسيني قدس الله روحه واوصل الينا فتوحه ۔ نظم[1]

بتوفیقش چو دیدم روشن آواز — سخن را ہم بنامش کردم آغاز
بگو اے مرغ زیرک حمد مولے — کہ ہست او را سپاس و منت اولیٰ

[1] چونکہ میں نے نطق وگویائی کی شمع کو محض اُس (باریتعالی) کی توفیق[عہ] سے روشن دیکھا۔ اس لیئے میں نے بھی اپنے کلام کو اُسی کے نام سے شروع کیا۔ اے مرغ زیرک (زبان وروح) اپنے مولے کی حمد بیان کر کیونکہ شکر و احسان بیان کرنا اُسی کی ذات کے واسطے اولیٰ و مناسب ہے ۱۲ مترجم۔

(عہ اشارہ ہے خلق الانسان علمه البیان کی طرف ۱۲ وحشی)

ملکش بے انباز ست و درگاہ لطفش
درگاہ و بے گاہ بر وِرنشستگان او باز است
قدیمے کہ پیک نیک رو وہم در دائرہ قدمش
قدم ننہادہ حکیمے کہ حاکم محکم رائے عقل در
محکمۂ قضاش دم نزدہ۔ رحیمے کہ نسیم لطفش
ہر بے برگے را در برگرفتہ۔ کریمے کہ قبول
فضلش ہر شاخ ناشگفتہ را بار دادہ۔ صانعے
کہ انگشت ارادتش نُہ فلک را بے پائے
در چرخ آوردہ۔ مبدعے کہ دست مشیتش
چار طبع مختلف را بے پنجہ برہم تافتہ

(سبحان اللہ عجب شان کبریائی ہے کہ) اُسکی سلطنت
بغیر سہیم و شریک کے اور اُسکی بارگاہ عنایت (کا
دروازہ) وقت و بیوقت اسکے دروازے پر (دھونی
رماکر) بیٹھنے والوں کے لیئے وا ہے۔ ایسا قدیم کہ وہم جیسا
پیک تیز رفتار اُسکے دائرہ قِدَم میں قدم نہ رکھ سکا ایسا
حکیم کہ عقل جیسا قوی بازو حاکم اسکے محکمۂ قضا (و قدر)
میں دم نہ مار سکا۔ ایسا رحیم کہ اُسکی نسیم لطف نے ہر بے سروسامان
کو اپنے کنار (عاطفت) میں لیا۔ اور ایسا کریم کہ اُسکے
فضل (وکرم) کی قبولیت نے ہر بے پھل ہونی شاخ کو پھل
عنایت فرمایا۔ ایسا صانع کہ اُسکی انگشت ارادہ نو آسمانوں

مثنوی[۱]

یگانہ کردگار پست و بالا ۔ نہ او جسم و نہ او جوہر تعالےٰ
طبائع[۲] گرچہ باشد ظلمت نور ۔ ہمہ اللہ ربی گفتہ از دور

[۱] ایسا کارساز بے نیاز کہ جس نے تن تنہا آسمان و زمین کا (اتنا بڑا) کارخانہ بنا کھڑا کیا۔ اور باایں ہمہ کارہائے اہم نہ وہ جسم ہے نہ جوہر بلکہ اسکی شان ان سب سے (ارفع و اعلیٰ یعنی) برتر ہے ۱۲ مترجم

[۲] تمام طبائع خواہ وہ ظلمانی ہوں یا نورانی دور سے (بتمنائے قرب حقیقی و وصول الی المطلوب) اللہ ربی کہتے ہیں۔ اسکی ذات کی باریکی و لطافت دریافت کرنے میں اندیشہ و خیال کا دل و جگر زخم زخم رہ گیا۔ اور اُسکی معرفت کے ادراک میں یقین بھی اپنے گمان جیسے اثرے میں (چکر کھاتا) رہ گیا۔ (حقیقت کو دریافت نہ کر سکا) اس کے کامل واکمل (اور لامتناہی و غیر محدود) ہونے نے ہر فکر و اندیشہ کا منہ پھیر دیا۔ اور اسی (ادراک) کے فکر و اندیشہ میں عقل کی پیٹھ ٹوٹ گئی چونکہ یہاں بے خودی کو جوش و خروش ہوتا ہے (کیونکہ ذات باری منزہ و تشبیہ سے پاک ہے اسکا احساس لطیفۂ جسم و جوہر نہیں ہو سکتا اور وراء الورا کے تصور سے طالب کے قلب پر ایک کیفیت ولولہ بیخودی کی پیدا ہو جاتی ہے) اسوجہ سے (عبارت میں بھی اسکی حقیقت کا بیان نہیں ہو سکتا بلکہ) اشارے نے عبارت سے کہدیا کہ چپ ہی رہو تو اچھا ہے (یہ بھی ظاہر ہے کہ اشارہ کرنیکے واسطے بھی کسی ایسے ہی وجود جسمانی یا محسوس کی ضرورت ہے جو اُس تنزیہ سے بعید ہے اسیلئے) اشارہ بھی وجہ نہایت کی طلب پر پہنچکر تحیر میں پڑ گیا یعنی کسی نے یہاں دم مارا یقیناً غلطی کی ۱۲ مترجم

 [۳] اغلاط میں یہ اشارہ لطیف ہے کہ جب تو وحدت کا راز نہیں کھلا۔ قرب حقیقی سے [illegible]
[illegible] شرم و تواضع والا مضمون معاملات وہاں گفت [illegible]

ازو اندیشہ را دل ریش ماندہ　　یقیں ہم زیر گمان خویش ماندہ
کمالش سوئے ہر اندیشہ در بست　　خرد را پشت زیں اندیشہ بشکست
چو اینجا بیخودی مے آرد و جوش　　عبارت را اشارت گفتہ خاموش
اشارت ہم نہایت اقتضا کرد　　کسے کہ دم زند ایں جا خطا کرد

بے عیبے کہ در غیب و شہادت بے ابات اوشی نیست۔ بے مثلے کہ مثل و وصف ہمہ وصافان در حضرت او شیئے ہست امکان ندارد کہ گوئی او را زمان و مکان است کہ پیر عقل اینجا کمتر از طفل مکان است۔

ایسا بے عیب کہ ظاہر باطن میں کوئی کوئی چیز بے اس کے ارادے کے موجود ہونا ممکن نہیں۔ ایسا بے مثال کہ تمام وصف کرنے والوں کی تعریفیں اور مثلیں اسکی جناب میں (دیکھے) خود ایک حیثیت ہیں یہ ممکن نہیں کہ تم کہہ سکو کہ اسکی ذات پاک کیواسطے مکان و زمانہ کی ضرورت یا امکان ہے کیونکہ پیر عقل (باوا اینہمہ بلند پروازی اب

مثنوی[ا]

آگہ از خویشتن چو نیست جنیں　　چہ خبر دارد از چنان و چنیں
اے ہمین است گر بجان نگری　　اے ہوائے آب و خاک ببیں
نور حق را بدیدہ پاک نگر　　نتوان دیدنش بدان و بدیں

علیمے کہ علم قدیمش بر دائرہ جزو کل محیط است۔ لطیفے کہ لطف عمیمش بر دامن نار و گل بسیط است۔ جانور را در دل سنگ نوازش از اثر رحمت او ست، سنگ را

ایسا علیم کہ اُسکا علم قدیم دائرہ جزو کل پر محیط ہے اور ایسا لطیف کہ اُسکی نوازش (وظل عاطفت) دامان خار و گل تک وسیع ہے پتھر کے اندر رہنے والے جاندار کیڑے پر (رزق رسانی کی) نوازش ہونا صرف (ذات پاک) کی رحمت کے اثر سے ہے اور پتھر کا۔

لہ چونکہ جنین اپنی اصلیت تک دانشمند نہیں (ہوتا) ہے۔ اس لیئے اسکو چناں و چنیں کی کیا خبر ہو سکتی ہے (یہی کیفیت عقل انسانی کی ہے کہ ہنوز اپنی حقیقت بھی اُسپر منکشف نہیں ہوئی تو وہ ذات پاک جناب باری کی حقیقت کیا دریافت کر سکتی ہے جو نہ جسم ہے نہ جوہر) البتہ اگر (اپنی حقیقت روحانی پر غور کرنے) اپنے باطن کو دیکھ تو وہ ہمو دلنے نحن اقرب الیہ من حبل الورید بالکل ظاہر ہے۔ لیکن اے بندہ نفس ہوا اس ظاہری جسم کو جو خاک و پانی سے بنا ہے درمیان میں دیکھکر دھوکا نہ کھا۔ حق کے نور کو پاک اور باطن کی نگاہ سے دیکھ۔ کیونکہ اُس (دیئے) اسباب ظاہرا کے ذریعہ سے اسکو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ (سب سے پہلے قطع نظر اسباب ظاہر علائق غیر طبعی مترجم

[redacted]

ور دل جانور گزارش. از آیتِ قدرت است
که بنسیم لطفش از سیب انار باغے را
صد باغے کند۔ گاہ سموم قہرش از سیب
انار باغی را و باغے دہد۔ مہندسِ حکمت
در ربیع ... ان رقم تغیر و تبدیل بتدبیر او
کشیدہ، نقاشِ منقش بر فرش بوقلموں
قلم تصویر بتقدیر او راندہ. گاہ از سحاب
نیسانی شاخ نیستاں را سر سبزی دہد
گاہ از ریاح ربیعی برگ ریاحین را سر خرمی
بخشد۔ قدرتش را در ہر بابے قوتے است
بے واسطہ آلت حکمتش را در ہر فصلے
صنعتے است بے شائبہ علت ۔

جانداروں کے معدے میں پہنچکر گلنا اور ہضم ہونا اُس کی
قدرت کاملہ کی نشانی ہے۔ کبھی اُسکی نسیم لطف رنگ
برنگ کے سیب و انار پیدا کرکے کسی باغ کو رنگین
بنادیتی ہے اور کبھی اُسکے قہر کی لو متمرد باغی کو
آگ کے بپاکوں سے (جلا بھنا کر) گوشمالی دیتی اور
غارت غول کردیتی ہے۔ مہندس حکمت (یعنی اثر
کواکب) نے دنیا کی چاروں طرف تغیر و تبدل کا کارخانہ
اُسی کی تدبیر سے جاری کر رکھا ہے۔ اور اسکے مصور
صنعت (یعنی سلسلہ خلق و توالد و تناسل) نے زمین
کے قلمکار فرش پر قلم تصویر اُسکی تقدیر کے مطابق رواں کیا
کبھی گندہ بہار کے ابر سے (پانی برساکر) نیستان کی شاخوں
کو سرسبز کرتا ہو اور کبھی بادِ بہاری چلاکر پھول پتیوں کو
تروتازگی اور سرسبزی کی عنایت فرماتا ہو۔ اسکی قدرت کو
بلا کسی مشین کی مدد کے ہر باب میں قوت (ایجاد و تکمیل) حاصل ہی
اُسکی حکمت کو ہر فصل میں بغیر کسی علاقہ ظاہری سبب کے

مثنوی[۱]

زبادِ خزاں صنعِ پاکش نگر — رواں کرد بر روئے برگ آب زر
زنقرہ ہمو بست ہنگام دے — کمر بر میانِ ہمہ چوب و نے
دگر بار نازاں عروس چمن — ہم از لطف او گفت کو ہمچو من

۱ه (اے مخاطب) بادِ خزاں کے آثار کو دیکھکر خدا کی صنعت پر غور کر کہ اُسنے پتوں کے چہرے پر سونے کا پانی پھیر دیا۔ (زرد کردیا) جاڑوں کی فصل میں تمام لکڑیوں اور درختوں پر نقرئی پٹکا اُسی نے باندھا۔ (یعنی برف باری سے اُن کا سپیدی سے رنگ جاتا ہو نقرہ سے مشابہ ہو اُسی کی قدرت کا ظہور ہو) پھر دوسری بار فصل بہار میں عروسان چمن یعنی درخت جو سرسبز و نہال ہوکر اکڑتے اور کہتے ہیں کہ ہمچو من دیگرے نیست۔ یہ بھی خدا ہی کی عنایت ہو ۱۲ مترجم

برہم کتھا

سنو! پہلے کچھ نہ تھا فقط ایک اللہ تھا یعنی ذات لاتعین بے نام و نشان تھی جیسی ہے ویسی۔ پھر اسی ذات سے یہ تمام اجسام ارضی یا اجزا فلکی یا ذی حیات و جمادات نباتات اور روح و نفوس و توریت و انجیل و بید و شاستر و چرند پرند و عرش و فرش فقیر شاہ و گدا وغیرہ ظہور میں آئے۔ اور جبکہ یہ سب موجودات [illegible] فنا ہو جائے گی تو بھی وہ ذات جیسی تھی ویسی ہی قائم و برقرار رہے گی [illegible] سب کچھ اسی میں سے آیا نہ کہیں گیا۔ نہ وجود غیر پہلے تھا نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگا لیکن باعتبار سنکلپ روپ ہے۔ اور باعتبار نرسنکلپ اروپ ہے۔ [illegible] اور حیثیت روح باقی نہ مرے نہ زندہ ہو۔ جیسا کہ [illegible] یہ آتما ہے [illegible] اور اسی کا نام پرم آتما یعنی ذات خدا ہے [illegible] متعلقات محسوسات کی سب جاتے رہے۔ اور [illegible] مرتفع ہو گئے تو باقی وہی ایک ذات ہے جو پہلے تھی۔ اور وہ ذات [illegible] مقام میں پہنچی ہے نہ وہ بے حرکت ہے۔ نہ کہیں سے آئی نہ [illegible]۔ اور نہ صاحب مکان ہے کیونکہ ہر مکان میں موجود ہے۔ اور لامکان ہے کیونکہ کسی مکان میں اسکی گنجائش نہیں وہ [illegible] یعنی صاحب علم ہے کہ ہر شے کے جزو کل سے واقف ہے۔ مگر کچھ علم نہیں رکھتا کیونکہ وہ عین علم ہے۔ سوائے اسکے کچھ نہیں۔

پس یہ جو نام جہان میں ہیں یعنی جن۔ انسان۔ بھوت چڑیل۔ شیطان۔ ایشر اوتار رشی منی۔ ملیکش۔ سرگ۔ نرگ۔ بہشت دوزخ۔ یہ سب حضرت انسان کا وہم خیال اور

عقل کی گھڑت ہے ۵

مالا لکڑ ٹھاکر پتھر تیرتھ میں سب فانی — رام کرشن مر گئے دیکھے چاروں وید کہانی

نہ کوئی ساجد نہ مسجود۔ نہ عابد نہ معبود۔ نہ آدم نہ ابلیس۔ صرف ایک ذات تمام صفات رنگا رنگ میں جلوہ گر۔ نہ اُسکی ابتدا نہ انتہا۔ نہ اسکو کسی نے دیکھا نہ سمجھا۔ نہ فہم دنیا میں آسکے نہ وہم و گمان میں سمائے۔ جیسا تھا ویسا ہی رہے گا۔ وہ بے مثال یگانہ و یکتا وہ ایک ہے۔ لیکن ایک بھی نہیں۔ کیونکہ اسکو موجودات سے اور موجودات کو اُس سے پرتھک سمجھنا محض نادانی ہے۔ کون طالب۔ کسکی طلب۔ اور کیسا مطلوب۔ دنیا میں طرح طرح کے کاروبار اور رنگا رنگ اشغال مروج ہیں۔ ایسی ہی خدا جوئی اور خداشناسی بھی ایک دھندا ہے۔ جس کا سرا ہے نہ پیر۔ وہ ذات پاک کہ اروپ و امر بیچون و بے نمون ہے۔ اسکا حصول و وصول خیال محال ہے۔ لیکن انسان جس صنعت جس فن جس کرتب میں ابھیاس کرتا ہے۔ اس میں کچھ نہ کچھ مشق و مہارت حاصل کر لیتا ہے۔ ایسا ہی جو لوگ تپشیا۔ تیاگ۔ محنت۔ مجاہدہ کرتے ہیں۔ آخرکار اس کا ثمرہ اور پھل پاتے ہیں۔ گوناگوں اوصاف و کمال اُن کی ذات میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ سب اپنے ہی کرتوتوں کا کھیل ہے۔ کیونکہ انسان ایک جوہر لطیف ہے جو چاہتا ہے بنا لیتا ہے۔ مثلاً کوئی سنیاسی اپنے انتش کرن گیان اندری اور کرم اندری کو بموجب بیدانت شاستر کے کرم کانڈ میں تیاگی ہو کر کشٹ کرے۔ اور بالغرض وہ صاحب کشف و کرامات بھی ہو جائے تو ذات نرا کار میں کیا نفع نقصان اور سود و زیان ہو جائے گا۔ اور پہلے کیا نہ تھا اور اب اسکو کیا مل گیا۔ جیسا کہ تھا ویسا ہی رہا۔ جو ذات اس میں ہے وہی سب میں بلا فرق و امتیاز موجود ہے البتہ ایک کرتب اس نے سیکھ لیا۔ جو ریاضت و عبادت کی تھی اُس کا پھل پایا۔ پہلے کھلی آنکھ سے دیکھتا تھا۔ اب آنکھیں بند کرکے دیکھ سکتا ہے۔ اور بغیر کانوں کے سن سکتا ہے۔ جہاں چاہے اُڑ کے چلا جائے۔ مرے اور جی اٹھے۔ دریا پر چلے اور

قدم تر نہو۔ یہ سب کرتب ہیں جو سیکھے اسیکھنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ ان باتوں میں کمال
حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن ان تمام قوتوں یا ورکرتبوں کا نام حق شناسی نہیں ہوسکتا۔ جو
پہچانا ہو نہ جانا نہیں او جو نہ جانا ہے وہ پہچان میں نہیں آسکتا۔ وہ سب سے پاک نفی کرنے
سے نہیں ہوتا ہے نہ اثبات سے ثابت۔ نہ طاعت سے خوش۔ نہ گناہ سے ناراض نہ
عقل اور زبان نہ جانا جاتا ہے۔ نہ بزرگ نہ عارف سے قریب نہ جاہل سے بعید کسی نے اسم
اللہ کہکر دل خوش کر لیا کسی نے بدھ ... کسی نے دلمیں اسکا دھیان جمایا۔ کسی نے
بہشت ... جپنا یا۔ سب اسی کے نام اور اسی کے کام ہیں۔ نرگن کہو یا سرگن۔
ذات کہو یا صفات۔ ہادی کہو یا مضل۔ وہی ایک ذات ہے۔ جسکو نہ کسی نے پہچانا اور نہ
پہچان میں آسکتا۔ یہ صرف عوام الناس کی استعداد اور لیاقت کے موافق ملت ومذہب
دید و شناسی ... آداب اخلاق۔ طاعت وعبادت اور بھلے برے کی تمیز قائم ہوئی۔
کوئی قوم ٹھاکر دیوی دیوتا کی مورتیں گھڑ کر اور استھان بنا کر ان کی پوجا اور استعمال پنا
کرتی ہے کوئی قوم ایک خیالی خدا کو دل میں جگہ دیتی ہے۔ جتنے اوتار۔ ہادی۔ رہنما اور
صاحب ملت ومذہب گزرے ہیں۔ ان کی تعلیم ظاہری عام کے عقل کے موافق تھی۔ اور
تعلیم باطنی خاص آدمیوں کے واسطے تھی جسکو جیسا کہ پایا ویسا ہی سکھایا۔ باشسٹ
جی نے راجہ رام چندر کو۔ اشٹاوکر نے راجہ جنک کو۔ راجہ جنک نے بیدا بیاس کے پتر سکھ دیو
جی کو۔ سری کرشن نے راجہ ارجن کو۔ کیونکہ یہ لوگ مہاپرش تھے جیسی انکی سمرتی تھی ویسا
علم ان کو دیا گیا۔ عوام الناس اسکے متحمل نہیں ہوسکتے۔ جو مہاپرش گیانی ہوگیا اسکے نزدیک
ہر کام ہر فعل عبادت ہے نہ کسی میں بھلائی نہ کسی میں برائی۔ نہ انکو امید ثواب نہ خوف عذاب
نہ طمع بہشت نہ ہیبت دوزخ۔ انکے نزدیک جو ہو رہا ہے سب بجا و درست ہے نہ کسی کام میں برائی
نہ کسی میں نیکی ہے گیان دھیان سب اٹھ گیا سبھا بھی سب ان ✦ اونچ نیچ انت نہیں نہیں باپ نہیں پن
میں نے تمکو سنایا۔ گیانی بنایا مجکو جسنے سنایا سکھایا۔ وہ بھی گیانی تھا۔ مگر میں سمجھنے کے
بعد گیانی ہوگیا اور یہی برہم کتہا کا بھید ہے ✦ راقم پریم کا داس اگیانی

شکر حق

(ماخوذ از انگریزی)

اڈیسن کہتا ہے کہ "روح کے لیئے شکر حق سے زیادہ اور کوئی چیز خوش کن نہیں ہوتی خدا تعالی کا شکر ادا کرنے کے بعد ہی کچھ ایسا اطمینان سا حاصل ہوجاتا ہے کہ گویا ادائیگی فرض ہی خود کام کا بدلا اور عوض ہے۔ یہ اور دوسرے نیک کاموں کی طرح مشکل اور تکلیف دہ نہیں ہے۔ بلکہ برخلاف اسکے اسمیں ایک خاص قسم کی لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے جسکے سبب دل قدرتی طور پر اپنا اطمینان حاصل کرنیکے لیئے شکر گزاری میں مشغول ہوجاتا ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ جب ایک شخص کسی دوسرے کا شکریہ ادا کرتا ہے تو اُسے کسقدر خوشی ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ جب وہ اپنے پروردگار کا شکر ادا کریگا تو یقیناً وہ بھی نہایت ہی مسرور و محظوظ ہوگا"۔

"ایک دوسرے کا شکریہ ادا کرنا قدرتاً محبت کا احساس پیدا کردیتا ہے تو شکر الٰہی ادا کرتے وقت دل ضرور ایسا مسرور و محظوظ ہوگا کہ اس ایک خیال میں اسے دنیا دنیا و ما فیہا کی مطلق خبر نہ رہے گی۔ کیونکہ وہ وہ خدا ہے جو ہمکو ہر ایک چیز جس کی ہمیں ضرورت ہوتی ہے دیتا ہے۔ اور جس سے ہمکو ہر ایک چیز کی امید رکھنی چاہیئے۔ جسکی آیندہ زمانے میں ہمیں ضرورت ہوگی"۔

اسلام کی تعلیم میں شکر گزاری کا عنصر بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں خود اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے "لئن شکرتم لازیدنکم۔ ترجمہ بیشک اگر تم شکر کروگے تو میں تم کو زیادہ دونگا۔" اس میں کچھ شک نہیں کہ شکر گزاری مال و دولت جاہ و جلال کو زیادہ کرتی ہے ؎

شکر سوے شہر سعادت برد ہر کہ کند شکر زیادت برد

اڈلین کہتا ہے کہ اے خدا جب میرا پُرجوش دل تیرے فضل و کرم کے دریا کو دیکھتا ہے تو فوراً وہ تیری محبت اور تعریف کے بھنور میں گرگرم ہو جاتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے الفاظ میرے شکریہ کے جوش کو ظاہر کرنے میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ لیکن اے خدا تو اس سوسہ کو جو میرے دل میں آگ کی طرح روشن ہے۔ میرے دل کے اندر ہی دیکھ سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میری زندگی صرف تیرے ہی وجود سے قائم و برقرار ہے۔ اور تو ہی میری تمام ضروریات کا پورا کرنے والا ہے۔ اُس وقت جبکہ میں شکم مادر میں چپ چاپ پڑا رہتا تھا۔ تو ہی تھا۔ جو میری کمزوریوں اور چیخوں کو اپنے رحم کے کانوں سے سنتا تھا۔ اور اس وقت بھی جب کہ میرے ناقص خیالات دعا کی صورت میں ظاہر ہو نا سیکھیں۔ میں نے تیری پدرانہ حفاظت کے سبب بہت سے آرام حاصل کیے۔ پیشتر اسکے کہ میرا ننہا دل یہ معلوم کر سکے کہ یہ آرام آسایش کس کی طرف سے ہیں۔ اُسوقت جب کہ میں جوانی کے پھسلواں راستے سے گزر رہا تھا تیرے ہی غیبی ہاتھ نے مجھے صحیح و سلامت منزل پر پہنچا دیا۔ حتے کہ میں پورا اور کامل انسان بن گیا۔ اِس غیبی ہاتھ نے محنتوں تکلیفوں اور خطروں میں آہستہ آہستہ میرا راستہ صاف کر دیا۔ اور بدی کے خوش کن پھندوں میں سے صحیح و سلامت نکال دیا۔ بیماری کی وجہ سے جب کبھی میں کمزور و نحیف ہو جاتا تھا۔ تو پھر تو ہی مجھے اپنی قدرت سے تندرست کر دیتا تھا۔ اور جب کبھی میں اپنے گناہوں کے سبب دریائے شرم میں غوطہ زن ہوا۔ تو ہی تھا جس نے معافی اور برکت کے ساحل پر پہنچا دیا"۔

"تیرے فیاض ہاتھوں نے دنیاوی برکت سے میری زندگی کے پیالہ کو پُر اور میری پونجی کو اپنی رحمت کیوجہ سے دوگنا (ڈبل) کر دیا۔ تجھے ہر روز میرا دل شکریہ کے ہزاروں قیمتی تحفے بھیجتا ہے۔ اور وہ دل جو اس قسم کے تحفے بخوشی نہیں بھیجتا۔ ہرگز

ہرگز کبھی مسرور نہیں ہوسکتا۔ میں زندگی کی ہر ایک حالت میں صرف نیکی ہی حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور موت کے بعد دوسرے عالم میں بھی اسی ایک خیال کا تعاقب کرونگا۔ جب یہ دنیا فنا ہوجائے گی۔ اور اسمیں دن اور رات کا نشان نہیں رہیگا اے خدا۔ اسوقت بھی میرا شکرگزار دل تیری ہی تعریف اور رحم کے گیت گائے گا میں ہمیشہ تیری شکرگزاری کے گیت گاؤنگا۔ لیکن اے خدا۔ یہ ہمیشگی بھی بہت ہی تھوڑی ہے کیونکہ تیرے شکر کے گیت کبھی ختم نہیں ہوسکتے۔"

عیسائیوں میں گیس کوائین نامی ایک شخص بہت زبردست عالم ہوگزرا ہے۔ اپنی زندگی کا اکثر حصہ مذہبی خدمت کے انجام دینے میں صرف کیا اور کچھ سیر و سیاحت میں۔ شکر کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتا ہے۔

"اے شخص! جب کہ تو نے اپنا تمام دن خوشی اور عیش میں بسر کیا ہے۔ یا دن بھر کی محنت کے بعد رات کو آرام کرنا چاہتا ہے تو دن بھر کی گزری ہوئی محنت میں اتنی تکلیف کا جو میں تجھسے کہتا ہوں۔ اور اضافہ کر۔ اور وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ نیند تیری آنکھوں کو بند کردے اپنے خدا کا شکریہ بھیج۔"

"اے شخص! جب کہ تو خاموش رات کو نیند اور آرام میں بسر کرچکا ہو اور چاہتا ہو کہ سورج کی روشنی کو جو مشرق سے اٹھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ دیکھے۔ اٹھ اور اپنے دل کو تمام آلائشوں سے پاک کر۔ اور میرے ساتھ حمد کے گیت گانے میں مشغول ہو مجھے یقین ہے کہ ہر ایک شخص اس صبح کو آسمان کے بادشاہ کی حمد میں مشغول و مصروف ہوگا۔"

آخر میں دعا ہے کہ خدا تعالی ہر ایک کو شکرگزار دل عطا فرمائے تاکہ خدا تعالی ہم ہم سے خوش ہو۔ اور اپنی برکتیں ہمپر نازل کرے۔

ضیاءالدین احمد خاں برنی دہلوی متعلم بی اے کلاس

کمندِ وحدت

۴۸۲

قال اللہ تبارک وتعالیٰ - ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

باز گو از مسکن و ماوای ما　　باز گو از یار بے پروای ما
باز گو از نجد و از یاران نجد　　تا در و دیوارہا آید بوجد
ایہا اللاہی عن العہد القدیم[۱]　　وایہا الساہی عن النہج القویم
استمع ماذا یقول العندلیب　　حیث یروی من احادیث الحبیب
ثم انل عنی بہار سم الہموم　　ان عمری ضاع فی علم الرسوم
علم رسمی سربسر قیل است قال　　نے ازو کیفیتے حاصل نہ حال
علم نبود غیر علم عاشقی　　ما بقی تلبیس ابلیس شقی
کیوں نہ عشق و عاشقی سے کام ہو　　کیوں نہ بدنامی میں اپنا نام ہو
مے پرستی کیوں نہو اپنا شعار　　کیوں نہ آنکھوں میں پھرے دیں بادہ خوار
کیوں نہ ذوق و شوق و بیتابی بڑھے　　کیوں نہ سوز و درد و بے تابی بڑھے
کب رہے اس قرب و جانی میں یاد　　یاد آیا کون مجھ سے کس کی یاد

---

[۱] اے عہد قدیم سے غافل اور اے راہ قویم (مضبوط) سے بھٹکے ہوئے (راہ بھولے ہوئے) سن کہ عندلیب کیا کہہ رہی ہے (عندلیب سے مراد روح ہے) ہاں وہ محبوب کی باتیں بیان کر رہی ہے کہ جس سے طالب کا ذوق و شوق طلب محبوب میں اور زیادہ ہو۔ آگے ظاہر کیا ہے کہ عشق ہی سے یہ صورت پیدا ہوگی) اٹھ اور غم و الم سے کنارہ ہو۔ علم ظاہری قیل و قال میں مفت برباد ہوئی۔ علم علم عاشقی ہی ہے اور کچھ نہیں کہ اسی سے وصال یار کی صورت پیدا ہوئی تھی ۱۲ منہ

اس سے مٹ جائیں اضافی نسبتیں　　دور سب ہوجائیں جسمی آفتیں
اس تو ہی نسبت ہے جب نسبت ہوئی　　وصل روحانی ہوا قربت ہوئی
قرب روحی میں کہاں تفریق ہو　　روح کو کیوں جسم کی سی ضیق ہو
روح میں کب ہو تغیر کا نشاں　　غیر محسوسہ ہو محسوسہ کہاں
روح اک جنسی حقیقت کا ہے نام　　امر ربی سے اسیکا احترام
روح میں کیا قیل و قال مدرسہ　　عقل جزئی کا ہے سب یہ وسوسہ
بو علی سینا ہیں یہاں زار و علیل　　اور ارسطو کی عبث ہی قال و قیل
شان ہے جسکی وما لا تبصرون　　ہو وہاں کیا حس ظاہر رہنمون
سمجھے ہیں روحانیاں اسرار روح　　جانیں کیا جسمانیاں اطوار روح
سر روحی کا ہے عارف رازداں　　جسم خاکی جس کا ہے مانند جاں
جسم عارف رکھتا ہے روحی خواص　　غیریت میں عینیت سے ہے خاص
جسم و جاں میں جب نہیں حائل نقاب　　پھر کہاں پردہ رہے کیسا حجاب
رازداں پھر کون کسکا راز ہو　　رازداری کسکی کس سے ساز ہو
ما و تو کا پھر کہاں رہ جائے نام　　واحد و اثنین سے ہو کس کو کام
فانی و باقی کا پھر ہو ذکر کیا　　جسم و جاں کا پھر کہاں ہو ماجرا
نیست گشتم من ز ہستی ہائے تو　　من بروں رفتم دروں شد جائے تو
اپنی ہستی کا اگر ہے کچھ خیال　　جسم و جاں پھر ایک ہوں یہ ہے محال
جسم و جاں کی ایک سی حالت نہ ہو　　جوہر قائم سے نسبت عرض کو
روح میں کب جسم کی سی حالتیں　　روح میں کب جسم کی سی نسبتیں
بے اشارت یا اشارت ہو نہ ایک　　فانی و باقی کی حالت ہو نہ ایک
روح میں کیا لوث جسمانی کا نام　　متصل اور منفصل سے کب ہے کام

صرف تدبیرات کا جاری ہے دَور — اور تصرف کا فقط ہے ایک طور
منحصر اِس دَور پر جسمی نظام — ٹوٹ جانا اسکا مرجانے کا نام
جانے والی چیز جاتی ہے کہیں — اور رہنے والی کھوتی ہے کہیں
جانے والی چیز میں ہیم زوال — رہنے والی چیز کا ہے ایک حال
جانے والی چیز کا پھر غم عبث — رنج ہے بیکار اور ماتم عبث
ہو کہاں اشیائے فانی کو قیام — کیوں نہ بدلیں عارضی اشیا مدام
فانی و باقی سے نسبت ہو کہیں — جمع ہوں اضداد یہ ممکن نہیں
ہیں غرضمندانہ جسمی رابطے — جسم ہی تک جسم کے ہیں واسطے
دَم کے دَم میں چھوٹ جائیں دم کیساتھ — دم جو ٹوٹے ٹوٹ جائیں دم کیساتھ
چھوٹنے والوں سے پھر کیوں تپاک — ہے شغف بیکار بے جا انہماک
کیوں نہو روحی تعلق کا خیال — ٹوٹنا اور چھوٹنا جس میں محال
رو بتاب از جسم و جاں را پاک کن — موطنِ اصلیٔ خود را یاد کن
پھر نہو نام و نشاں سے واسطہ — ہو اضافت دور ٹوٹے ضابطہ
نسبتیں یہ عارضی جاتی رہیں — آپ ہی اپنی کہیں اپنی سُنیں
کہنے سُننے سے بھی ملجائے نجات — دور ہو جائیں اگر جسمی صفات
فانی و باقی کا قصہ ہو تمام — رہ نہ جائے ہستیٔ وہمی کا نام
صرف ہستی سے ہی یہ سب شور و شر — صرف ہستی سے ہے یہ نفع و ضرر
صرف ہستی سے ہی فوج غم کی دہوم — صرف ہستی سے ہے یہ سارا ہجوم
اپنی ہستی اپنے حق میں شہد و قند — اپنی ہستی اپنے حق میں قید و بند
اپنی ہستی سے ہر آزادی تمام — اپنی ہستی خانہ بربادی کا نام
اپنی ہستی عیش و عشرت کی کفیل — اپنی ہستی درد و دکھ کی خود دلیل

اپنی ہستی سے ہی یہ کبر و غرور / اپنی ہستی سے ہی یہ حزن و سرور
خود یہ ہستی تاج نخوت ہو گئی / خود یہ ہستی جاہ و ثروت ہو گئی
ہے امارت میں کہیں یہ جلوہ گر / ہے کہیں افلاس میں اسکا گزر
تہنیت کی محفلوں میں اسکی دہوم / تعزیت کی مجلسوں میں بہی ہجوم
انقلاب دہر ہے ہستی کا نام / ورنہ کیسی رات دن کیا صبح و شام
اپنی ہستی سے ہی یہ شور و فغاں / اپنی ہستی سے ہی یہ سود و زیاں
اپنی ہستی سے ہی یہ لیل و نہار / شکل گل ہے گاہ گاہے شکل خار
اپنی ہستی سے ہے یہ رنج و ملال / اپنی ہستی مٹ گئی پہر کیا وبال
جب نہ ہو ہستی تو کس کا ہوش ہو / کیا ہو پہر محسوس کیسا ہوش ہو
پہر کہاں رنج و الم عیش و طرب / پہر کہاں آہ و بکا شور و شغب
پہر کہاں افسردگی فرخندگی / پہر کہاں یہ خستگی افسردگی
پہر کہاں یہ درد و دکھ کی داستاں / پہر کہاں یہ عیش و عشرت کا بیاں
تہنیت کی پہر کہاں رہے دہوم دہام / تعزیت کا پہر کہاں ہو ازدہام
مرنے جینے کا کہاں پہر ذکر ہو / اپنے بیگانے کی کسکو فکر ہو
کون اپنا کون بیگانہ رہے / کون جاں دے کون جانانہ رہے
دلبری کی ہو حکایت پہر کہاں / دلربائی کی شکایت پہر کہاں
کیوں ہوا ایذا اسے خیالی سے عذاب / امر وہمی سے عبث ہو پیچ و تاب
ہستی موہوم ہے خود بے ثبات / وہم سے فانی کہاں ہو اسکی بات
امر مفروضہ میں پہر کیوں ہو یقیں / کب ہو ظنیات دلمیں جاگزیں
اپنی ہستی خود فنا کی ہے دلیل / پہر وہ کیا دے گا جو ہو خود علیل
فانی و موہوم کا کیا اعتبار / عارضی و عرض کو کب ہی قرار

نیستی کہیے نہ ہستی جانیے — اور ہستی نیستی پہچانیے
اپنی ہستی کا مٹانا جاننا — بھول جانا آپ کا پہچاننا
جاننا پہچاننا عرفان ہے — خود نہ رہ جانا یہ ارفع شان ہے
تا بہ کے اے ہدہد شہر سبا — در غریبی ماندہ باشی بستہ پا
تا بہ کے در چاہ طبعی سرنگوں — یوسفی یوسف بیا از چہ بروں
تا عزیز مصر ربانی شوی — وا رہی از جسم و روحانی شوی
گوش کن اے جاں بہ بیت مثنوی — للحکیم المولوی المعنوی
ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش — باز جوید روزگار وصل خویش
تا بچند اے شاہباز پر فتوح — باز مانی دور از اقلیم روح
حیف باشد از تو اے صاحب ہنر — کاندریں ویرانہ ریزی بال و پر
جہد کن ایں بند از پا باز کن — بر فراز لامکاں پرواز کن
بشنو از رہرو کہ مرد رہ شوی — قال مولٰینا کذا فی المثنوی
آیت ہستی چہ باشد نیستی — نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی
سایہ ہائے کو بود جویائے نور — نیست گردد چوں کند نورش ظہور
نور میں ظلمت کا رہ جائے نہ نام — صبح کو باقی رہے کیا شب کا کام
صادق آئے مثنوی کا یہ کلام — اور اسی پر خاتمہ ہو والسلام

صورت از بے صورتی آمد بروں
باز شد کانا الیہ راجعون

محمد نذیر الحسن فتح اللہی

میں کون ہوں کہاں ہوں؟

از جناب منشی احمد خاں صاحب تاباں گدالیاری

تفصیلِ رازِ ہستی۔ تشریحِ کُن فکاں ہوں   کیا جانتے ہو مجھکو۔ عنقارِ لامکاں ہوں
واقف نہیں بیاں سے ہوں وہ زبان گویا   حاجت نہیں زباں کی جسکو وہ بیاں ہوں
اظہارِ کنزِ مخفی۔ اسرارِ نحنُ اقرب   جو ذات بے نشاں ہے اُس ذات کا نشاں ہوں
ذرہ مجھے نہ جانو۔ ہوں آفتاب تاباں   قطرہ مجھے نہ سمجھو۔ دریائے بیکراں ہوں
ہوں پھول۔ رنگ و بُو کا کچھ انتہا نہیں ہے   آرائشِ چمن ہوں۔ زیبائشِ جناں ہوں
عالم میں غلغلہ ہے وہ چہچہے ہیں میرے   گل گوش ہے ہمہ تن۔ وہ مرغِ نغمہ خواں ہوں
غنچوں میں میری نکہت پھولوں میں میری رنگت   شادابیاں ہیں میری گلزارِ جاوداں ہوں
آنکھوں میں نور میرا دل میں سرور میرا   میری طراوتیں ہیں کشتِ زعفراں ہوں
کیا شئے ہے رشک دشمن؟ دردِ فراق کیسا؟   معشوق کو بغل میں۔ رکھتا ہوں شادماں ہوں
کعبے میں مجکو ڈھونڈھو یا بتکدے کے اندر   ناقوس کی صدا ہوں میں بانگِ ہر اذاں ہوں
جامِ الست پی کر مے خانۂ ازل میں   فردِ سیاہ کاراں یکتائے میکشاں ہوں
لاہوت کی غزل ہے اصلی مکان میرا   کیا جانے کوئی خارج از فہم و انس و جاں ہوں
پابندیاں غضب ہیں میں اور قیدِ ہستی!   بارِ جہاں سے یارب میں اب سرگراں ہوں
صیاد نے قفس میں دل سے بھلا دیا ہے   مرغِ شکستہ پر ہوں محرومِ گلستاں ہوں
پُرخار ہے بیاباں چھالے ہیں پانوؤں میں   ظلمات کا ہے رستہ۔ گم کردہ کارواں ہوں
مدت سے کر رہا ہوں کعبہ میں بُت پرستی   توحید کا دھنی ہوں۔ سردارِ مشرکاں ہوں
مدہوش ہیں بہت سے اس میکدہ میں تاباں   اتنا کوئی بتادے "میں کون ہوں کہاں ہوں"

خادم حلقہ۔ تاباںؔ

تجلئ عرفاں

از جناب پنڈت جواہر ناتھ صاحب ساقی۔ دہلوی

آشفتہ کیا یار نے صورت کو دکھا کر — شوریدہ کیا حسن کا دیوانہ بنا کر
سرگشتہ کیا رنگ فنا اور بقا کا — یہ حکم ہے طالب کو بگڑ اور بنا کر
مجذوب جو سالک ہوئے سالک ہی ہیں مجذوب — نیرنگ دکھایا ہے رم و شوق ملا کر
جب عکس بنا شخص ہوا جلوہ معکوس — پروانہ بنی شمع خود اپنے کو جلا کر
حیرت کدہ دہر ہے نیرنگ تماشا — ششدر کیا ہستی کے طلسمات میں لا کر
عریان خرابات ہیں سرمست ازل ہیں — مستانہ کیا جام مے عشق پلا کر
عشاق لباس بشری میں ہوئے معروف — رکھا تھا انہیں تحت قبا تو نے چھپا کر
جو شیفتہ تیرا نہ ہوا اے گل رعنا — کیا اس نے کیا عشق کے گلزار میں آکر
اغیار نے دربار میں جو بار نہ پایا — شرمندہ ہوئے کوچہ دلدار میں جا کر
بیگانہ ہوئے آپ ہوئے ہم جو یگانہ — ہم آپ سے باہر ہوئے اپنے میں سما کر
جب سوز دل اور دم سرد کو دیکھا — رحمت کا بنا ابر وہ خود آگ لگا کر
ہر روز شب قدر ہوئی اپنی شب تار — خورشید بنی شمع حیات اپنی بجھا کر
جو سینہ صفا ہے وہ ہی مظہر جلوہ — گر طالب دیدار ہوا دل کو صفا کر
اے خفتہ غفلت تجھے کچھ اپنی خبر ہے — وہ تجھکو جگاتا ہے ترا شانہ ہلا کر
یہ جنگ ہے انجام کو مفتاح فتوحات — اس عربدہ جو شوخ سے مل مل کے لڑا کر
یہ ساقی سرگشتہ ہے پابند توہم — آزاد بنا بند تعین سے چھڑا کر

عریان خرابات پنڈت جواہر ناتھ

شانِ رسولؐ

از جناب شہزادہ مرزا محمد اشرف صاحب بی اے۔ ڈپٹی کمشنر منچن آباد۔ بہاولپور

عندلیبانِ ازل نغمہ سرایانِ رسولؐ
ساکنانِ حرم قدس غزلخوان رسولؐ

روکشِ مشک ختن کاکل پیچان رسولؐ
پرتوِ نورِ تجلی رخِ تابانِ رسولؐ

اُن کی توصیف میں ناطق ہی کلام ربی
میری گویائی کہاں۔ اور کہاں شانِ رسولؐ

آتشِ قہر الٰہی کو فرو کرتے ہیں
مژدہ اے امت عاصی کہ یہ ہی شانِ رسولؐ

حیلہ تھا بہر شفاعت کہ بنایا دوزخ
ورنہ سچ پوچھو تو جنت بھی ہی اک شانِ رسولؐ

میم احمد بشریت کا ہے پردہ ورنہ
آپ محبوب خدا اور خدا جان رسولؐ

شبِ معراج میں بطحا سے اُٹھی اور پہنچی
عرش تک روشنی شمع شبستانِ رسولؐ

رات بھر مانگتے تھے بخششِ امت کی دعا
عمر بھر یہی رہی شمع شبستانِ رسولؐ

عاصیوں کے لیئے ہی نار جہنم سے حجاب
ایک کمبل ہی بظاہر سر و سامان رسولؐ

دل یہ کہتا ہی کہ میں صدقہ ہوں سبقت کرکے
جان کہتی ہے کہ میں پہلے ہوں قربانِ رسولؐ

عید قرباں کوئی ایسی تو دکھاوے جسمیں
یا الٰہی یہ دل و جان ہوں قربان رسولؐ

آیۂ نور کی تفسیر بیاں ہوتی ہے
زلف شبگوں سے وہ نکلا رخ تابانِ رسولؐ

خط تقدیر کو پڑھ لیتے ہیں پڑھنے والے
صاف لکھا ہی کہ دستِ منؔ و دامانِ رسولؐ

ایک گوشہ میں کہیں ہرؔ منی ناشاد بھی ہو
جب ہوں صف بستہ قیامت میں غلامانِ رسولؐ

محمد اشرف ۔ بی اے ہلوی
منچن آباد

پنجاب میں حلقہ کا پہلا قدم

اگرچہ حلقہ نظام المشائخ کے خدام میں زیادہ تعداد اہل پنجاب کی ہے۔ لیکن پنجاب میں آجتک عملی کارروائی کا موقع نہیں ہوا تھا۔ لہذا ایک سرسری گشت کے لیے مرشدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی و پیر الحلقہ نے یکم جولائی کو زندہ دل خطہ کی جانب قدم بڑھایا۔ تاکہ حلقہ کے عمل درآمد کے لیئے کوئی راستہ یہاں بھی نکلے ۔

حسن اتفاق۔ جس طرح حلقہ کا یہ پہلا قدم تھا۔ راقم الحروف کو بھی سفر پنجاب کا یہ پہلا ہی موقع تھا۔ چنانچہ خاکسار حضرت اقدس کی ہمرکابی میں یکم جولائی کی شام کو بمبئی میل سے پنجاب روانہ ہوا۔ رات بھر کے سفر کے بعد صبح ساڑھے چار بجے جالندھر کنٹونمنٹ سٹیشن پر پہنچے۔ یہاں حلقہ کے ایک مخلص خادم جناب حاجی فتح محمد صاحب نظامی جمالی کیطرف سے استقبال کا معقول انتظام تھا۔ نماز سے فارغ ہوکر میں سٹیشن پر تمام جماعت کو ناشتہ اور چاء پیش کیگئی۔ قیام کا انتظام منشی نذر محمد صاحب ٹھیکیدار ملٹری ورکس کے خوبصورت بنگلہ میں کیا گیا تھا۔ وہاں جاکر ٹھیرے۔ منشی صاحب خاندانی فقیر دوست اور نہایت روشنخیال شخص ہیں۔ یہاں پہنچکر ایک افسوسناک معلوم ہوئی کہ منشی حبیب اللہ خانصاحب جن کا ذکر گزشتہ پرچہ کے دعاخانہ میں ہوچکا ہے۔ ایک تکلیف دہ مصیبت میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ انکے احباب جو سب کے سب حلقہ کے خیر طلب و فدائی ہیں۔ نہایت پریشان او مضطرب تھے۔ اسوقت بھی دعا کی گئی لو ناظرین و حضرات مشائخ سے بھی درخواست ہے کہ اس بے گناہ کی بریت کے لیئے دعائے خیر کریں ۔

شام تک اسی جگہ قیام رہا۔ چھ بجے تانگے میں سوار ہوکر آدم پور پہنچے۔ آدم پور جالندھر سے

گیا رہ میل ہے۔ وہاں سے ہمیں موضع کریانہ جانا تھا۔ جہاں حلقہ کے مشہور و معروف پُرجوش خادم جناب غلام غوث الصمدانی بی اے کا مکان ہے۔ صمدانی صاحب نے اپنی شادی کی تقریب میں مدعو کیا تھا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی تشریف آوری کے لیئے ان کا سخت تقاضا اسواسطے تھا کہ وہ یہ شادی بالکل اسلامی شان سے کرنی چاہتے تھے۔ اور اپنی قوم راجپوت کی فضول۔ مسرفانہ و مشرکانہ مراسم کو ترک کرانا ان کا مقصد تھا۔ مگر راجپوتوں کی عالمگیر جہالت سے کامیابی کی امید نہ تھی اس لیئے حضرت خواجہ صاحب کو اس قوم کی فہمایش کی غرض سے دعوت دی گئی تھی الحمدللہ۔ صمدانی صاحب کی خواہش اللہ تعالی نے پوری کی۔ اور ایک دوروز کی کوشش سے مراسم قبیحہ کا اکثر حصہ مسدود ہو گیا۔ جسکو صمدانی صاحب کی برادری نے بھی جسکی اس علاقہ میں بہت بڑی تعداد ہے۔ قبول کر لیا۔ درحقیقت یہ ہمارے حضرت قبلہ کے بابرکت قدم کا اثر تھا۔ ورنہ راجپوت جیسی خودرائے قوم کا آسانی سے اپنی دیرینہ مراسم کو چھوڑ دینا آسان بات نہیں۔ کریانہ ایک مرطوب مقام ہے۔ میری صحت پر یہاں کے قیام کا بڑا اثر پڑا۔ اور مجھے بخار آگیا۔ حضرت کی ران میں بھی ایک دنبل نکل آیا جس سے انکو سخت تکلیف تھی۔ تاہم دو شب و روز بسر کر کے ۴۔ جولائی کی شام کو کریانہ سے روانہ ہوئے۔ کریانہ سے آدم پور ڈیڑھ میل ہے۔ اور کیچڑ پانی کی کثرت کے سبب کوئی سواری وہاں نہیں جا سکتی۔ دنبل کی وجہ سے حضرت خواجہ صاحب کو ایک قدم چلنا بھی دشوار تھا۔ لیکن حضرت نے ہمت کر کے تمام راستہ پیدل طے کیا۔ اُن کی یہ حالت دیکھکر میں نے بھی اپنے بخار کو تھوڑی دیر کے لیئے بخار کی طرح اُڑا دیا۔

آدم پور پہنچے۔ یہاں سے تانگہ لیکر جالندھر آئے۔ حاجی صاحب اور منشی نذر محمد صاحب کو منتظر پایا۔ یہ لوگ بڑے مہمان نواز اور اخلاق والے ہیں۔ ایسے مسلمانوں کو تین صدی پہلے پیدا ہونا چاہیئے تھا کیونکہ وہی زمانہ انکی قدر کا تھا۔ کریانہ و جالندھر

میں حلقہ کے اغراض و مقاصد کی خوب اچھی طرح تبلیغ ہو گئی +

جالندھر سے کلکتہ میل میں امرت سر روانہ ہوئے۔ حاجی فتح محمد صاحب نے اپنے خلوص اور درویشی الفت کا رخصت کے وقت بھی شاندار ظہور دکھایا۔ دوپہر کو امرتسر پہنچے۔ حلقہ کے مخلص خادم ملک غلام حسن صاحب نظامی تاجر شال وغیرہ پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ سیدھے اُنکے مکان پر گئے۔ حضرت کے دنبل کی حالت بہت تکلیف دہ ہو گئی تھی۔ مجبوراً کچھ دیر آرام کرنا پڑا۔ سہ پہر کو شیخ غلام محمد صاحب نظامی، مالک اخبار وکیل سے ملنے گئے وہیں حلقہ کے خادم بابو نظام الدین صاحب تاجر چرم کا آدمی ملا جو حضرت خواجہ صاحب کی اطلاع پاکر آیا تھا۔ لہذا حضرت دفتر وکیل سے بابو صاحب کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور کچھ ناشتہ کر کے واپس مکان پر آگئے۔ شام کو بابو صاحب نے حضرت خواجہ صاحب کو گارڈن پارٹی میں مدعو کیا جسمیں شہر کے ممتاز رؤسا و حکام شریک تھے۔ مگر افسوس کہ میں علالت طبع کی وجہ سے اسمیں شامل نہ ہو سکا۔ حضرت تنہا تشریف لے گئے پارٹی میں بھی چیدہ چیدہ حضرات سے حلقہ کی نسبت مفصل بات چیت ہوئی جسمیں خواجہ صمد شاہ صاحب نظامی نیازی مختار عدالت و سابق ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر کی درویشانہ معلومات و رغبت کی حضرت بہت تعریف فرماتے تھے +

ہاں یہ خیال نہ رہا کہ پارٹی میں جانے سے پہلے حضرت کو معلوم ہوا کہ آجکل امرتسر میں صوفی سید جماعت علیشاہ صاحب نقشبندی آئے ہوئے ہیں۔ آپ فوراً اُنکی ملاقات کو تشریف لے گئے۔ خاکسار اور برادرم ملک غلام حسن صاحب ہمرکاب تھے میر حبیب اللہ صاحب کے مکان پر (جو امرتسر کے ایک ممتاز رئیس ہیں) شاہ صاحب مقیم تھے۔ شاہ صاحب نے حضرت کے ساتھ کمال درجہ عزت و تعظیم کا برتاوا کیا۔ اول تو سروقد کھڑے ہو کر تعظیم دی۔ اسکے بعد اپنے برابر بٹھایا۔ اور اپنے نعت خوانوں کو بلا کر نعتیہ غزلیں سنوائیں +

مجکو شاہصاحب کے دیکھنے کا مدت سے اشتیاق تہا۔ کیونکہ انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کو ہندوستان میں صرف تین درویشوں کی جانب مائل پایا جاتا ہے۔ اول قبلہ و کعبہ حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پہلواری۔ دوم حضرت صوفی سید جماعت علیشاہ صاحب نقشبندی۔ سوم حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں حضرات دیگر مشائخ کی طرح محدود خیال نہیں ہیں۔ اور اُنکے دل میں عصر جدید کا ادراک و احساس پایا جاتا ہے۔ نیز ان حضرات کی دلی خواہش ہے کہ نئی روشنی کے مسلمانوں کو دین اور تصوف کیطرف مائل کیا جائے اور ان میں میلان پیدا کرنا اصحاب دین و تصوف کے فرائض میں ہے۔

دو بزرگوں سے تو نیاز حاصل تہا۔ آج شاہصاحب کی زیارت بھی نصیب ہوئی شاہصاحب نورانی شکل کے بزرگ ہیں۔ عمر ۴۵ - ۴۷ برس کی ہوگی۔ پنجابی لباس پہنتے ہیں۔ خلق و ملنساری کوٹ کوٹ کر بہری ہوئی ہے۔ اور جو بات میں نے خصوصیت سے منتخب کی وہ ایسی ہے کہ پنجاب کے اس سفر میں اور کہیں نہیں دیکھی۔ وہ شاہصاحب کی مردم شناسی ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ پنجاب کے فقراہی میں نہیں۔ امراء و مدبرین لیا بھی بہت کم لوگ مردم شناسی میں شاہصاحب کے ہم پلہ ہونگے۔ رہی اُنکی ولایت اور فقیری۔ اسکی بابت مجکو رائے دینے کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ ولی را ولی خوب میشناسد۔ اس بات کو حضرت خواجہ صاحب ہی سمجھ سکتے ہیں کہ شاہصاحب کا درویشی مقامات میں کیا درجہ ہے۔ رخصت کے وقت شاہصاحب نے خواجہ صاحب سے کہانے کے لیئے اصرار کیا۔ اور خواہش کی کہ کل شام تک ٹہیر جائیے۔ یہاں ایک نہر دیکھنے کے قابل ہے وہاں چلیں گے تاکہ آپ سے اچھی طرح بات چیت کا موقع ملے۔ اگرچہ حضرت کو دوسرے دن صبح لاہور جانا ضروری تہا۔ مگر شاہصاحب کی دعوت کو آپنے رو فرمایا۔ اور ٹہیرنا قبول کرلیا۔ رخصت کے وقت شاہ صاحب نے ایک نہایت عمدہ

تسبیح تحفۃً حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ اور اس خاکسار کو بھی اسی قسم کا تبرک عنایت فرمایا ؎

دوسرے دن صبح کو خواجہ صاحب امرت سر کے ریلوے ڈاکٹر میر حسن صاحب نظامی سے ملنے تشریف لیگئے۔ ڈاکٹر صاحب خواجہ صاحب کے قدیمی عقیدتمندوں میں ہیں اوراب حلقہ کی خادمی میں داخل ہوئے ہیں۔ بڑے فقیر دوست۔ مہمان نواز اور نیک شخص ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے ہاں سے دفتر وکیل میں گئے۔ اور وہاں حضرت خواجہ صاحب کئی گھنٹے ٹہیرے رہے۔ کیونکہ شیخ غلام محمد صاحب نظامی مالک اخبار وکیل سے حلقہ اور اخبار درویش کی نسبت ضروری مشورے کرنے تھے شیخ صاحب پنجاب بھر میں چوٹی کے ذیفہم اخبار نویس سمجھے جاتے ہیں۔ اور اُنکے دلمیں مسلمانوں کا سچا درد ہے۔ اخبار درویش کے اجرا سے انہوں نے اختلاف کیا۔ اور فرمایا کہ ابھی اتنی بڑی دردسری مناسب نہیں۔ یا تو رسالے کو مہینے میں دوبار کر دیجئے اور یا کسی اور اسلامی اخبار کو درویش کا قائم مقام بناکر اسمیں مضامین لکھیے۔ اور اسطرح درویشوں کی ضرورتوں کو پورا کیجئے۔ وکیل کی نسبت کہا کہ وہ مشائخ کی خدمت کو حاضر ہے اور اخبار کا ایک صفحہ اس کام کے لیے وقف کر سکتا ہے ؎

سہ پہر کو مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے ڈسٹرکٹ جج امرت سر نے حضرت خواجہ صاحب کو چاء کے لیئے مدعو کیا۔ اسوقت بھی میں اضمحلال طبیعت کے سبب ہمراہ نہ جاسکا۔ اور میری نیابت میں ملک غلام محمد صاحب تاجر شال تشریف لیگئے مہربانی کرکے بابو نظام الدین صاحب تاجر چرم خود ہماری جائے قیام پر تشریف لائے اور حضرت کو اپنے ہمراہ جج صاحب کے ہاں لے گئے۔ وہاں آنربیل ملک میاز رخاں صاحب ممبر وائسرائے کونسل۔ اور راجہ سکندر خاں صاحب نائب تحصیلدار امرتسر اور شیخ سراج الدین صاحب بی اے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر امرتسر بھی موجود تھے

میں حلقہ کی تبلیغ کو ضروری بتایا۔ یہاں سے حضرت خواجہ صاحب اپنے قدیمی دوست لالہ دینا ناتھ صاحب اڈیٹر اخبار ہندوستان سے ملنے تشریف لے گئے۔ لالہ صاحب سے ملکر مولوی محبوب عالم صاحب اڈیٹر پیسہ اخبار سے ملاقات کی۔ اور پھر سیدھے شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے بیرسٹرایٹ لا کے مکان پر گئے۔ شیخ صاحب حلقہ کے ابتدائی خدام میں ہیں۔ اور خواجہ صاحب کے مخلص اور دیرینہ دوست۔ خوب باتیں ہوئیں۔ شیخ صاحب ہمکو لیکر لارنس گارڈن دکھانے لیگئے اور وہاں ایک سکھ رئیس سے ملاقات کرائی جو بڑے صوفی منش شخص ہیں پھر اسلامیہ کلب دکھائی۔ مکان پر واپس آئے تو شیخ عبد القادر صاحب مالک اڈیٹر رسالہ مخزن وہیں موجود تھے۔ وہ بھی گاڑی میں تشریف لے آئے۔ اور ریل تک ساتھ گئے۔ سٹیشن پر جاکر معلوم ہوا کہ گاڑی چھوٹ گئی۔ ناچار پھر واپس مکان آئے اس واپسی میں شیخ صاحب نے شہر کے تمام مشہور مقامات سرسری نگاہ سے دکھائے مکان پر آکر دو گھنٹے حلقہ کے متعلق مشورے ہوتے رہے کھانے کے بعد ساڑھے نو بجے شیخین سے رخصت ہوکر بمبئی میل سے دہلی روانہ ہوئے۔ جالندھر سٹیشن پر ایک بجے گاڑی پہنچی۔ مگر حاجی فتح محمد صاحب باوجود غیر وقت ہونیکے سٹیشن پر موجود ملے۔ جو انکی محبت اور نقیر دوستی کی بین علامت ہے۔ صبح دہلی پہنچ گئے۔ اور آٹھ روز کا سفر خیر و خوبی سے ختم ہوا۔

حضرت خواجہ صاحب کی ران کا زخم بہت بڑھ گیا تھا۔ اور چلنا پھرنا ناممکن ہوگیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اجمیر شریف کا ارادہ بھی مجبوراً ملتوی کرنا پڑا۔ القصہ خدا کا شکر و احسان ہے۔ کہ یہ سفر بہت کامیابی سے پورا ہوا۔ اب امید ہے کہ پنجاب کا دوسرا قدم اس سے زیادہ مستحکم و پائدار ہوگا۔ انشاءاللہ تعالی۔

محمد الواحدی

میں بڑا ۔ یا شیطان؟

میں خاک کا پتلا ۔ وہ آگ کا شعلہ ۔ میں آدم زاد ۔ وہ پری زاد ۔ میری پیدائش کو پورے اٹھارہ برس بھی نہیں گزرے ۔ اور حضرت شیطان خبر نہیں کس زمانہ کے دقیانوسی پیر مرد ہیں پھر بھلا میں اُن کا کیا مقابلہ کر سکتا ہوں ۔ مگر گذشتہ کا قصہ ناظرین کو ایسا پسند آیا کہ بار بار دوسری کہانی کا تقاضا ہوتا ہے ۔ لوگ یہ نہیں خیال کرتے ۔ کہ نظام المشائخ جیسا مقدس پرچہ جسکو اکثر مقدس حضرات ہی ملاحظہ فرماتے ہیں اُس میں میری خرافات تحریر کس طرح موزوں ہوگی ۔ مگر الامر فوق الادب ارشاد کی تعمیل میں کچھ عرض کرنا ہی پڑتا ہے +

ایک دن ماسٹر صاحب نے میرے کان پکڑ کر کہا تو بڑا شیطان ہے ۔ بڑے شیطان کے لفظ نے مجکو بڑا مزا دیا ۔ اور ماسٹر صاحب کی تنبیہ کو بھول کر بڑے شیطان پر غور کرنے لگا ۔ کہ کیا واقعی میں شیطان سے بڑا ہوں ۔ عمر تو شیطان کی زیادہ ہے لیکن بزرگی بعقل است نہ بسال ۔ ممکن ہے کہ میری عقل شیطان سے بڑی ہو ۔ ممکن نہیں بلکہ یقینًا میری عقل شیطان سے زیادہ ہے ۔ میں جب اسکول میں کوئی شرارت کرنی چاہتا ہوں تو لڑکوں کی ایک بڑی جماعت کو اپنا ہمخیال بنا لیتا ہوں شیطان ایسا بے وقوف ہے کہ برسوں فرشتوں کو پڑھایا ۔ مگر اُن میں اتنا اثر پیدا نہ کیا کہ آدم کے سجدہ کے وقت جب اُس نے سجدہ سے انکار کیا تو فرشتے بھی اُسکا ساتھ دیتے ۔ سب نہیں تو آدھے ۔ آدھے نہیں تو تہائی ۔ تہائی نہیں تو دو چار تو اکڑ جاتے ۔ اور کہتے ۔ کہ پروردگار ہم اپنے استاد کے خلاف نہیں کر سکتے جو طوق اُسکو ملتا ہے ۔ ہمارے گلے میں بھی ڈال دیجئے ۔ جہاں وہ ۔ وہاں ہم ۔ مگر صورت

یہ پیش آئی کہ میاں شیطان اکیلے کھڑے رہ گئے۔ سب شاگرد حکمِ خدا سُنتے ہی سجدے میں گر پڑے ؎

اور سنئے جناب ابلیس کی کم عقلی ہمارے اللہ میاں کے سامنے فخر کرتے ہیں کہ آدم کیچڑ سے بنا اور میں آگ سے۔ اس لئے میری شان اس سے اعلیٰ ہے۔ یہ نہ سمجھے کہ ایک دن یہی کیچڑ زاد آگ کے گھوڑے بنائے گا۔ اور سوار ہو کر اُڑتا پھرے گا اگر وہ کہیں کہ مجھے کیا خبر تھی کہ کسی زمانہ میں ریل بنے گی۔ اور آگ اسکا گھوڑا بن کر کھنچے گی تو میں کہوں گا کہ بڑے میاں کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ کیوں جوتیوں سمیت آنکھوں میں گھسے چلے آتے ہو۔ کیا تم نے لوح محفوظ میں آدم کے کارنامے پڑھ نہیں لیئے تھے۔ تم تو ایک زمانہ میں سب اسرار کے واقف رہ چکے ہو۔ اسپر یہ غفلت کم عقلی کا نشان نہیں تو کیا ہے ؎

حلقہ نظام المشائخ میں ایک دن ذکر تھا کہ شیطان بڑا موحد ہے۔ اُس نے کسی غیر خدا کے آگے سر نہیں جھکایا۔ یہاں تک کہ آدم کو باوجود حکم خداوندی کے سجدہ نہ کیا یہ سنکر خیال تو مجھے اُسیوقت آیا تھا کہ کچھ بولوں مگر چھوٹا مُنہ بڑی بات ہو جاتی۔ بزرگوں کے سامنے بولنا گستاخی اور گناہ ہے۔ یہ گناہ کر لیتا تو میاں شیطان ہی بغلیں بجا بجا کر خوش ہوتے۔ اور مجھے ان کا خوش کرنا منظور نہیں۔ ناچار خاموش ہو گیا۔ ورنہ آدم کو سجدہ نہ کرنا اور حکم خدا کی نافرمانی کرنا شان توحید پرستی سے بعید ہے۔ سجدۂ آدم کو نہ تھا۔ خدا کے حکم کو تھا۔ آدمی کعبہ کو سجدہ کرتے ہیں تو کیا اینٹ پتھر کو سجدہ کرتے ہیں۔ ایک بچہ بھی یہ خیال نہیں کرتا۔ وہ تو فرمان الٰہی کے موافق ایک سمت کی طرف جھکتے ہیں۔ پھر شیطان کا آدم کے سجدہ سے انکار اسکی جہالت اور سرکشی کی علامت نہیں تو کیا ہے۔ اگر شیطان کے دماغ میں ذرہ بھی عقل ہوتی تو سوچتا کہ جس زمین پر بے شمار سجدے کیئے ہیں۔ وہ بھی تو آخر خاک کی ہے۔ پھر خاک کے بنے ہوئے آدم کو

سجدہ نہ کرنیکے کیا معنی۔ گڑ کھائیں گلگلوں سے پرہیز والی مثل صادق آتی ہے۔

اگر شیطان مجھے مل جائے

تو میں اس اگلے زمانے کے بڑے بوڑھے شخص کو اپنی سعادتمندی کے تقاضے سے جھک کر سلام کروں۔ اور خاطر داری سے اپنے مردانہ مکان میں لیجاکر آرام کرسی پر بٹھاؤں۔ ٹھنڈا ٹھنڈا برف کا پانی پلاؤں۔ اور ادب سے عرض کروں کہ ذرا سی دیر توقف فرمایئے۔ ہمارے شہر دہلی کے سول سرجن مسٹر ڈیوڈسن صاحب دماغ کے علاج میں کمال رکھتے ہیں۔ میں اُنکو بلاتا ہوں۔ تاکہ وہ آپکے دماغ کا معائنہ کرکے کوئی ایسی دوا تجویز کردیں۔ جس سے آپ کی خودسرانہ حرارت دور ہو۔ اور عاجزی سے آدم کی قبر کو سجدہ کرکے لعنت کے طوق سے آزادی حاصل کرو۔ اور اگر پرانے خیال ہونیکے سبب نئے علاج سے نفرت ہو تو میں حلقہ نظام المشائخ کے مشہور خدام حاذق الملک بہادر یا شفاء الملک بہادر کو خبر کرتا ہوں۔ وہ کوئی ایسی مفرح بارد تجویز کردینگے جس سے آپ کی دماغی حرارت دور ہوجائے گی +

بڑے میاں مان گئے تو وہ بڑے اور میں چھوٹا۔ ورنہ ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ میں بڑا اور شیطان چھوٹا۔ ان بیچارے کو آتا ہی کیا ہے۔ دعا دیں آدم کے دم کو اسکے طفیل آسمانی کتابوں میں ان کا ذکر ہوگیا۔ ورنہ کجا کلام خدا اور کجا شیطان۔ میں نیکی پر آؤں تو واصل الٰہی کہلاؤں۔ بدی پر اُتروں تو بڑے شیطان کے نام سے یاد کیا جاؤں۔ کھٹا بھی میرا۔ اور میٹھا بھی میرا۔ حضرت شیطان سے دیکھے ایک وسوسہ کی اقلیم پر حکمرانی کرسکتے ہیں۔ اور میں چاہوں تو مکر و دغا کی ساتوں اقلیم میں سکہ چلاؤں پر ہاتے بیچا کروں۔ یہ حلقہ والے کچھ کرنے نہیں دیتے۔ جب ذرا ہاتھ پاؤں نکالتا ہوں۔ کان مروڑ دیتے ہیں +

سُنا ہے کہ حضرت الشیطان آجکل بہت خوش ہیں۔ اور ہر ایک سے کہتے پھرتے ہیں

کہ جس قدر انگریزی زبان کا رواج بڑھتا ہے میری جان میں جان آتی ہے۔ کیونکہ انگریزی کی ترقی سے عربی زبان کا تنزل ہوگا اور عربی زبان کا تنزل ہوگا تو لوگ **لاحول** پڑھنی بھول جائیں گے۔ لاحول نے میرا ناک میں دم کر دیا ہے۔ بچہ بچہ لاحول پڑھ کر میرے کوڑے لگاتا ہے۔ اب تو رات دن میں اس کوشش میں ہوں کہ عربی تعلیم کمزور ہو اور انگریزی قوت پکڑے۔ ندوہ میں انگریزی کا پیوند لگا ہی دیا ہے۔ دیوبند باقی ہے۔ اس کے جلسہ میں انگریزی تعلیم کے کارندے بھجوائے تھے۔ شاید وہاں بھی انگریزی دخل پا جائے۔ بس پھر کیا ہے۔ مزا ہی مزا ہے انگریزی راج میں سب کو امن ہے تو میں کیوں بے امن رہوں۔ نہ لاحول ہوگی نہ مجھ پر کوڑے پڑینگے۔ مگر نادان شیطان کو اتنی سمجھ نہیں کہ میں جو اس سے کئی حصے بڑا ہوں۔ صرف اس نیت سے انگریزی پڑھ رہا ہوں کہ لاحول کا انگریزی ترجمہ کروں اور انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ میں اسکا رواج دوں۔ اسکا علاج میاں ابلیس کیا کرینگے حلقہ والے تو اس فکر میں ہیں کہ محاسن اسلام انگریزی میں ترجمہ کرا کے انگریزی طرز کے گروہ میں تقسیم کریں۔ اور میں بحیثیت ایک خادم حلقہ ہونیکے یہ ارادہ کر رہا ہوں کہ لاحول کا سب سے عمدہ انگریزی ترجمہ کروں اور پھیلاؤں۔ تو بتاؤ میں بڑا یا شیطان؟

راقم۔ نافرمان شیطان سے بڑا

فرمانبردار انسان۔ طالب علم دہلوی

فدا ہم کیوں نہوں تم پر معین الدین اجمیری — کہ تم ہو آل پیغمبر معین الدین اجمیری

پئے حاجت روائی آپکے دربار میں حاضر — ہوئے ہیں تاجدار اکثر معین الدین اجمیری

وہ مذہب جسکا جھنڈا تم نے آکر ہند میں گاڑا — اب اُسکا حال ہے ابتر معین الدین اجمیری

توجہ پھر اگر آپ اس طرف مبذول فرمائیں — پھر اس کا حال ہو بہتر معین الدین اجمیری

کرو مقبول اسکو تمیر جو فریاد لایا ہے — تمہارے آستانے پر معین الدین اجمیری

 از۔ تمیر احمدی۔ اجمیری

سلسلوں کی تحقیق

رسالہ قریب الاختتام تھا کہ حیدرآباد سے جناب میر الف علی صاحب نظامی کا یہ مضمون موصول ہوا چونکہ تحقیقات سلاسل کے متعلق اس پرچہ میں پھلواری شریف کا ایک مضمون شروع کیا گیا ہے جسکا سلسلہ اگلے مہینہ میں ختم ہوگا۔ لہذا امیر صاحب کا یہ مضمون دیگر ضروری مضامین کو ترتیب سے جدا کرکے درج کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین فریقین کی تحقیق پر اچھی طرح غور کر سکیں۔ اگلے پرچہ میں انشاءاللہ تعالیٰ پھلواری شریف کا مضمون ختم کرکے میں اپنی رائے لکھوں گا سلسلہ شطاریہ کے متعلق جناب مولوی سعید احمد صاحب نے جو تاریخ دانی میں مشہور آدمی ہیں چند سطریں لکھی ہیں۔ وہ بھی اس مضمون کے آخر میں چھپا دی ہیں۔ جو ضروری مضامین اس سلسلہ کے سبب ترتیب سے علیحدہ کر لیئے گئے ہیں وہ آیندہ ماہ میں درج ہوں گے۔ مضامین نگار حضرات معاف فرمائیں۔

حسن نظامی

مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب کی خدمت میں میں نے ایک خط لکھا تھا۔ اور اسمیں بہ نیت استفادہ چند امور کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ اسکو مولانا نے نظام المشائخ میں طبع فرمایا ممکن ہے۔ اس خط میں جو نظر ثانی کا محتاج تھا کوئی غلطی رہ گئی ہو مگر شکر کا مقام ہے کہ جناب خلیفہ غلام حیدر صاحب چشتی نظامی نے افادہ عام کی غرض سے اس کی تصحیح کی کوشش فرمائی ہے۔ لہذا اس ہیچمدان کو بھی موقع ملا کہ جو ابواب تصریح طلب رہ گئے تھے اُن کی اب صراحت کی جائے

میری تحریر کا مطلب یہ تھا کہ اکثر شیوخ سہروردیہ و کبرویہ و شطاریہ وغیرہ صرف

اپنے سلسلہ کا نام قادریہ تبلاتے ہیں اور قادریہ ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں بلکہ اپنے سلسلہ کو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے منسوب کرتے ہیں۔ اور شجرہ میں واضح طور پر لکھدیتے ہیں کہ شیخ ابو النجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث پاک سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ مخدوم خلیفہ غلام حیدر صاحب بھی اس امر کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے خلافت پایا۔ کسی جگہ درج نہیں"۔ اس قسم کی غلطیوں کا اظہار مقصود تھا کہ اصلاح کی جانب توجہ مبذول کیجائے۔ اسی غلطی کے باعث سہروردیہ سلسلہ کا نام مفقود ہوتا جارہا ہے +

جناب خلیفہ صاحب نے اخیر میں چلکر اس امر کا دعوےٰ کیا ہے کہ طریقہ سہروردیہ شطاریہ فردوسیہ۔ نوریہ۔ صفویہ وغیرہ قادریہ ہیں۔ اور صاف لفظوں میں اظہار فرمایا ہے کہ "قادریہ کے نو فرقے تو اوپر ہیں" نیچے اگر اور بھی شاخیں ہوگئی ہیں"۔ اس دعوے کا ثبوت نہیں۔ بلا دلیل اسکو تسلیم کرنے میں تامل ہوگا۔ اب دیکھنا یہ چاہیئے کہ سلسلہ یا فرقہ یا خانوادوں کے نام علیحدہ کیوں ہوئے۔ یہ تفریق بنا بر بیان صاحب کشف المحجوب دو صورتوں سے پیدا ہوئی +

(۱) قدیم زمانہ میں بزرگانِ طریقت میں جو بزرگ سلطان وقت اور صاحب براہین ظاہرہ محتشم روزگار ہوئے۔ اُنکے نام سے فرقہ مشہور ہوا +

(۲) چونکہ کشف حقیقت اور حل مسائل طریقت میں بعض شیوخ کے رموز و اشارات خاص اور طرز استدلال اور فہمایش کا طریقہ جداگانہ اور ریاضت و مجاہدات اور ابواب سلوک میں بنا پر اپنے کشف کے ایک خاص روش اختیار کی گئی۔ اور معتقدین کے ایک بڑے گروہ نے اس روش کو اختیار کیا۔ لہذا اُن کا فرقہ ایک جداگانہ فرقہ مانا گیا۔ اور وہ اُسی بزرگ کے نام سے مشہور ہوا جو موجد اُس روش خاص کے ہوئے +

زمانۂ سلف میں خانوادوں یا فرقوں کی تفریق جو ہوئی ہے وہ اکثر انہیں وجوہ سے ہوئی ہے۔ بعد کے زمانہ میں بعض محض عقیدتاً و تبرکاً بدون اسکے کہ روش کا کوئی بیّن فرق ہو۔ اور بعض روش کے فرق کے ساتھ متعدد فرقہ یا سلسلہ مشہور ہوئے ہیں۔ چنانچہ چشتیہ کی شاخیں نظامیہ۔ صابریہ۔ جمالیہ۔ اور صابریہ کی شاخیں احمدیہ۔ قدوسیہ وغیرہ۔ اور نظامیہ کی سراجیہ نصیریہ وغیرہ۔ اور نصیریہ کی کمالیہ گیسو درازیہ۔ اور پھر کمالیہ سے کلیمیہ۔ فخریہ۔ سلیمانیہ۔ اور نقشبندیہ سے احراریہ مجددیہ۔ ابو العلائیہ۔ جو شاخیں نکلیں۔ ان میں روش کا کسیقدر فرق ہے۔ اور اسیطرح شجرے مرتب اور عطا کیئے جاتے ہیں۔ زمانۂ سلف میں جو فرقہ ہوئے وہ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے۔ بوجہ اختلاف سلوک و روش خاص ہوئے۔ چنانچہ صاحب کشف المحجوب نے انکو مذاہب کے نام سے معنون فرمایا ہے۔ اور اختلافِ روش کو نہایت صراحت سے بیان فرمایا ہے۔ کسی کے یہاں طے مراحل سلوک میں سکر سے کام لیا گیا۔ کہیں صحو کہیں خلوت و سکوت۔ کہیں جلوت و ایثار ضروری۔ کہیں ریاضت و مجاہدات کہیں مراقبہ باطن ہی سے کام کہیں خلوت در انجمن و ذکر خفی کہیں ذکر جلی۔ و سماع و شورش عشق۔ اور کسی نے رضا کو مقامات میں داخل نہیں کیا۔ اور کہیں توکل سے بہتر مقام رضا کا ٹھیرایا۔ اور کسی کے یہاں رجا ایک مستقل مقام ہے۔ چنانچہ صاحب کشف المحجوب شیخ علی بن عثمان جلالی الغزنوی رح جنھوں نے شیخ ابو القاسم گرگانی کی بھی صحبت پائی۔ اور چوتھی صدی کے مشہور بزرگوں سے ہیں۔ اپنی تحقیقات کی بنا پر ان وجوہ سے بارہ مذاہب بیان کیئے ہیں۔ انمیں دس محمود۔ اور متبع شریعت بقیہ دو مردود۔ اور محمود فرقوں کے نام بھی بتلائے ہیں۔ مثلاً المحاسبیہ۔ القصاریہ الطیفوریہ وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ بھی بتلایا ہے۔ کہ ہر طائفہ کس بزرگ سے منسوب ہے اور سلوک میں انکا مخصوص طریقہ کیا تھا۔ اور نیز یہ بھی بتلایا ہے کہ جو مردود ہیں وہ حلولیہ

ہیں۔ پس یہاں جناب خلیفہ صاحب بتلائیں کہ ان فرقوں کو قادریہ کہنا کیونکر درست ہوگا۔ بزرگوں نے اس نام سے ان خانوادوں کو معنون نہیں فرمایا ہے قادریہ کا نام گرامی اُسیوقت سے ایجاد ہوا ہے جب سے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعوت ارشاد کا عَلم بلند کیا۔ اور اقصائے عالم سے لوگ جوق جوق فیض اُٹھانے کی غرض سے آنے لگے۔ خلیفہ صاحب نے یہ کہاں سے استدلال فرمایا کہ اوپر کے نو خانوادے تمام تر قادریہ تھے۔ اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پیرو قادریہ غوثیہ کہلاتے ہیں۔ غوثیہ کا لفظ شریک ہونا درست اور بجا ہی۔ لیکن اگر اس خیال سے شامل کیا گیا ہی کہ دوسرے سلسلے بھی قادریہ تھے۔ اور یہ قادریہ غوثیہ ہے تو اس خیال کی تائید میں متقدمین کی کتب سے کوئی سند ضرور پیش ہونی چاہیئے جس سے ہم فائدہ اٹھائیں۔ نفحات الانس میں ہرگز اسکا ذکر نہیں ہی۔ متاخرین میں صاحب انوار العارفین چار پیر چودہ خانوادے بتلاتے ہیں جنمیں پانچ ابتدائی خانوادے آخر میں آکر چشتیہ میں ضم ہوگئے۔ بقیہ نو فرقوں میں سہروردیہ۔ فردوسیہ وطوسیہ کو علیحدہ اور مستقل خانوادے بتلاتے ہیں۔ اور چالیس خانوادے ذیلی ہونا بتلایا ہے۔ اور قادریہ کو ان میں محسوب کیا ہے۔ جب کہ اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ اپنے وقت کے محتشم روزگار بزرگ کی روش خاص کی بنا پر خانوادہ یا فرقہ کی تفریق ہوئی ہے اور اُسی بزرگ کے نام سے وہ فرقہ موسوم ہوا ہے۔ تو اب یہ کہنا کہ سب خانوادے قادریہ تھے یا یہ کہ سہروردیوں اور شطاریوں کو قادری کہلانے کا حق ہے۔ کیونکر درست ہوسکیگا۔ اگر یہ خیال ہی کہ وہ نو خانوادے قادریہ میں ضم ہوگئے تو یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ طیفوریہ کی مشہور شاخیں اسوقت دنیا میں موجود ہیں۔ یعنی عیسویہ۔ نقشبندیہ و شطاریہ عشقیہ۔ اور بنا بر بیان صاحب انوار العارفین فردوسیہ ابتدائی خانوادہ مانا جائے تو وہ بھی موجود ہے۔ البتہ عجمیہ سے کرخیہ اور

کرخیہ سے سقطیہ اور سقطیہ سے جنید یہ ہوکر حضرت غوث پاک رض کے زمانہ سے قادریہ نام پایا ہے۔

سہروردیہ کے امام الطریقہ شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی رح ہیں۔ اور سہو کاتب سے عبدالقادر لکھا گیا۔ ان کو شیخ احمد غزالی رح سے خلافت تھی اور شیخ احمد خلیفہ تھے شیخ ابوبکر نساج کے اور وہ خلیفہ شیخ ابوعثمان مغربی کے اور وہ خلیفہ شیخ ابوعلی کاتب کے اور وہ خلیفہ شیخ علی رودباری کے اور وہ خلیفہ سید الطائفہ جنید بغدادی کے۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

پس حضرت ابوالنجیب کے شیوخ میں شیخ نساج کا نہ ہونا عجیب بات ہے۔ حالانکہ مشہور سلسلہ یہی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ حضرت ابوالنجیب نے دوسرے بزرگوں سے بھی فیض پایا ہو۔ مگر نفحات الانس میں یہی سلسلہ درج ہے۔ اور نیز شیخ نجم الدین کبریٰ رح کی نسبت صاحب نفحات الانس نے بحوالہ فوائح الجمال جو کیفیت بصراحت تمام درج کی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے شیخ اسمٰعیل رح قیصری سے پہلے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور شیخ موصوف کو بذریعہ شیخ ابوالنجیب رح دوسری طرف بھی انتساب ہے جو کمیل بن زیاد رض تک منتہی ہوتا ہے۔ اسکے بعد وہ شیخ عمار یاسر اندلسی کے پاس گئے۔ اور عرصہ تک سلوک کیا۔ اسکے بعد شیخ روزبہان کے یہاں بھیجے گئے۔ اور وہاں سے واپس آئے۔ اور شیخ عمار یاسر سے اجازت لیکر ملک خوارزم میں تشریف لے گئے۔ پس یہ جو کہا جاتا ہے کہ شیخ نجم الدین نے براہ راست شیخ ابوالنجیب رح سے خلافت حاصل کی تھی۔ اسکا ذکر نفحات الانس میں نہیں۔ اور شیخ ابوالمکارم علاء الدولہ سمنانی رح جو اسی خاندان کے بہت بڑے فاضل اور باا ثر اور صاحب تصانیف بزرگ گزرے ہیں۔ انہوں نے بھی اسکا ذکر نہیں کیا ہے جن کی تصنیفات کا بھی مولانا جامی رح نے حوالہ دیکر نفحات الانس

میں تذکرہ بالا کو درج فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں صاحب شرح گلشن راز محمد بن یحییٰ بن علی الجیلانی الاہجی نے

چو پیر باشو اندر کفر فردے اگر مردی بدہ دل را بمردے

کی شرح میں اپنے سلسلہ کو حسب ذیل بیان کیا ہے۔ جسکا جی چاہے اس کتاب کو ملاحظہ فرمالے۔ شرح گلشن راز جو طبع ہوئی اور فروخت ہورہی ہے۔ وہ صرف اُس مطول شرح کا ایک ملخص ہے۔ اصل شرح ملاحظہ فرمائی جائے۔ حسب ذیل لکھا ہے ؎

"منکہ فقیر محمد بن یحییٰ بن علی الجیلانی الاہجی ام۔ مرید و خلیفہ حضرت سید محمد نوربخش۔ و آن حضرت خلیفہ خواجہ اسحاق جیلانی است و آنحضرت خلیفہ امیر سید علی ہمدانی است۔ و آنحضرت خلیفہ شیخ محمود مزدقانی است و آنحضرت مرید و خلیفہ شیخ علاؤالدولہ سمنانی است و آنحضرت خلیفہ شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائنی است و آنحضرت خلیفہ شیخ رضی الدین علی ابن لالہ است و آنحضرت خلیفہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ است و آنحضرت خلیفہ شیخ عمار بن یاسر اندلسی و آں حضرت خلیفہ شیخ ابوالنجیب سہروردی است و آنحضرت خلیفہ شیخ احمد غزالی است...... (و خلیفہ شیخ ابوالقاسم گرگانی است) و آنحضرت خلیفہ شیخ ابوعثمان مغربی است و او خلیفہ شیخ ابوعلی کاتب و او خلیفہ شیخ ابوعلی رودباری و او خلیفہ سید الطائفہ جنید بغدادی است۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ؎

اگر شیخ ابوالنجیب سہروردی رح نے دوسری جانب سے بھی فیض حاصل کیا ہے تو اس سلسلۃ الذہب سے توکسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ جسکو اُنہیں کے سلسلہ کے قدیم بزرگوں نے اختیار کیا ہے۔ اور اسی طریق سے شجرہ لکھکر دیا ہے اور شیخ محمد یحییٰ لاہجی نے اسی کو سلسلۃ الذہب لکھا ہے۔ نوربخشیہ حضرت سید محمد نوربخش رح

پیر صاحب شرح گلشن راز کے زمانہ سے کہلانے لگے۔ غالباً محض تبرکاً اسم گرامی
پیر کو شریک نام سلسلہ کیا ہو۔ علیٰ ہذا القیاس شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ المنیری رح نے
شیخ نجیب الدین فردوسی رح سے خلافت حاصل کی۔ اور یہ سلسلہ انکے بعد سے منیریہ
کہلانے لگا۔ جناب مخدوم خلیفہ نظام حیدر صاحب نے لکھا ہو کہ شیخ شہاب الدین سہروردی
بھتیجے ۔ اس واسطے سے یہ سلسلہ سہروردیہ شیخ ابوالنجیب سے ملتے ہیں اور اسمائے گرامی بزرگان سلسلہ
مذکورہ بھی بیان فرمائے ہیں۔ مگر یہ غلط ہی۔ صاحب نفحات الانس نیز انوار العارفین اور
دیگر بزرگوں نے بھی یہی لکھا ہی کہ شیخ الشیوخ کو اپنے چچا شیخ ابوالنجیب سے انتساب تھا
اور جو سلسلہ کہ شیخ الشیوخ کی ارادت کا بیان کیا ہے وہ دراصل شیخ اوحد الدین کرمانی رح
کے شیوخ کا سلسلہ ہے۔ نفحات الانس ملاحظہ فرمایئے۔

ف حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا عربی تذکرہ جو کسی مصری بزرگ نے مرتب کیا ہے
اسمیں لکھا ہی شیخ الشیوخ کو اوائل زمانہ میں علوم عقلی کا بیحد شوق تھا۔ چچا انکو حضرت
غوث پاک رض کے پاس لیگئے۔ اور اس امر کی شکایت کی۔ آپنے اپنے دست مبارک کو شیخ
الشیوخ کے سینہ پر رکھا۔ وہ علوم نقوش مفقود ہوگئے۔ آخر میں فرمایا "انت آخر المشهورین
فی العراق"۔ اسکے بعد شیخ الشیوخ علم باطن کیطرف ہمہ تن متوجہ ہوئے۔

ف۔ شیخ عمار یاسر کو مخدوم خلیفہ صاحب نے کہیں بغلط عمار بن یاسر لکھا ہوا پایا ہوگا۔
دراصل لفظ عمار یاسر ہے۔ میں نے منیریہ جس وجہ سے لکھا وہ اوپر مذکور ہو چکا ہی اعادہ
کی ضرورت نہیں۔ شیخ عمار یاسر شیخ ابوالنجیب کے اعظم خلفا سے تھے۔ اسکا مخدوم خلیفہ صاحب
کو بھی اعتراف ہی۔ اور پھر تحریر یہ فرماتے ہیں کہ انکو ارادت تھی شیخ نجم الدین کبرے سے
چنانچہ آپنے حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے خلافت حاصل کی۔ اور خطاب "نور علی نور"
پایا" مخدوم خلیفہ صاحب نے اصل واقعہ کو بالکل کایا پلٹ کر دیا۔ شاید سہواً لکھا ہوگا۔ ورنہ
دراصل شیخ عمار یاسر اندلسی شیخ نجم الدین کبرے کے شیوخ سے ہیں سلسلہ شطاریہ
ہندوستان میں بیشک شیخ عبد اللہ شطاری سے شائع ہوا۔ شیخ قاذن کا نام سہواً لکھا گیا۔ خاکسار۔ میر انصر علی دکن حیدر آباد

ے یہ دکن کا محاورہ ہے ۱۲

خانوادۂ شطاریہ

جناب اڈیٹر صاحب رسالہ نظام المشائخ - السلام علیکم آپ کے قابل قدر رسالہ مطبوعہ ماہ جمادی الاولی ۱۳۲۸ھ کے صفحہ ۳۰ پر ایک مضمون بعنوان "سلسلوں کی تحقیقات" بجواب مضمون "طریقہ سہروردیہ کی تحقیق" شائع ہوا ہے جس میں "فرقہ شطاریہ" کا بھی مختصر ذکر ہے۔ اگرچہ نیازمند کو اس سلسلہ کے متعلق کافی واقفیت نہیں ہے مگر اپنی محدود معلومات کے مطابق یہ چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں ۔

سلسلہ شطاریہ سلطان العارفین بابا بایزید بسطامی رح سے ملتا ہے۔ اسی مناسبت سے روم میں یہ خانوادہ بسطامیہ کے نام سے موسوم ہے۔ ایران میں اس سلسلہ کے ایک مشہور بزرگ شیخ ابوالحسن عشقی رح گزرے ہیں ان کی شاخ ایران و توران میں عشقیہ کے نام سے موسوم ہے۔

لفظ شطاری کی تحقیق میں ایک مورخ لکھتا ہے "پیران این طائفہ را شطاری ازاں گویند کہ در سلوک از مشائخ دیگر سلاسل تیز تر و گرم تر اند" خانوادۂ شطاریہ زیادہ تر عرب و عجم، عراق و روم، اور ان ممالک میں اس سلسلہ کے بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ہندوستان میں سب سے پہلے حضرت شیخ عبداللہ شطاری رح ایران سے وارد ہوئے جن کا سلسلۂ نسب پانچ واسطہ سے شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رح سے اور سلسلۂ ارادت سات واسطہ سے حضرت بایزید بسطامی رح اور بقول صاحب اخبار الاخیار پانچ واسطہ سے شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ سے ملتا ہے۔ آپ نے ہندوستان میں وارد ہو کر شادی آباد مانڈو[1] میں جو اس زمانہ میں سلاطین خلجیہ مالوہ کا دارالسلطنت اور علم و فضل کا مرکز تھا سکونت اختیار کر کے شمع ہدایت روشن کی اور ۸۹۰ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک قلعہ مانڈو کی جامع مسجد کے محاذ میں ایک نفیس منہدمہ کھنڈر کے درمیان واقع ہے۔ خلیفہ غلام حیدر صاحب نے شیخ محمد غوث گوالیری رح کو شیخ عبداللہ شطاری رح کا خلیفہ تحریر فرمایا ہے۔ غالباً یہ کسی تذکرہ نویس کی غلط بیانی ہے

۵۶ [1] مانڈو کا ایک عالیشان قلعہ اور پرعبرت کھنڈر مالوہ کی ایک چھوٹی سی ریاست دھار میں واقع ہیں۔ اس عظیم الشان قلعہ میں ہزاروں اسلامی عمارتیں اب تک موجود ہیں ۱۲ ۸۳ سنہ ۹۰۰ خدا شد۔ تاریخ وفات ہے ۱۲

درویشی مرکز

ہندوستان میں سب سلسلوں کے مشائخ صوفیہ کا مرکز اجمیر شریف ہے۔ وہاں آجکل عُرس ہو رہا ہے جو یکم رجب سے شروع ہو کر ۶۔ رجب کو ختم ہو گا۔

اگرچہ اجمیری خواجہ صاحب کے حالات ہندوستان کے ہر بچے کو زبانی یاد ہیں مگر زبانی افسانے عموماً مبالغہ آمیز اور غلط فہمیاں پیدا کرنیوالے ہوتے ہیں۔ اسلئے عزیزم محمد الواحدی نے نہایت تحقیق و تلاش سے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ کی سوانح عمری لکھنی شروع کی۔ ارادہ تھا کہ اُس کا خلاصہ اِس پرچہ میں شائع کیا جائے تاکہ برمحل ہو۔ مگر چند واقعات کی تحقیق میں زیادہ دیر لگ گئی۔ ناظرین یہ سوانح عمری علیحدہ کتاب کی صورت میں عنقریب ملاحظہ فرمائیں گے۔

بالفعل مجکو تمام مشائخ کی خدمت میں درویشی مرکز کی نسبت کچھ عرض کرنا ہے امید ہے کہ اِسکو توجہ سے پڑھا جائیگا۔ آجکل ہر قوم اپنے استحکام اور قرار وجود کے لیئے ایک مرکز قائم کر رہی ہے۔ مسلمانوں کا قومی و دینی مرکز تیرہ سو برس سے عرب میں موجود ہے۔ ہر فرقہ و ہر عقیدے کا مُسلمان مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کو اپنی ہستی کی قرارگاہ سمجھتا ہے مگر ضرورت ہے کہ اس عام مرکز کے علاوہ اپنے مشرب و طریقے کے جُداگانہ مرکز بھی ہوں جو مرکز اعلیٰ کی شاخیں تصور کیجائیں۔ مثلاً علمی حیثیت سے مُسلمانوں کا دینی مرکز ندوہ قرار پایا ہے اور دنیاوی علیگڈھ تو مناسب ہے کہ درویشی مرکز اجمیر شریف مقرر کیا جائے۔ ہندوستان میں چشتیہ سلسلہ سب سلسلوں سے فروغ رکھتا ہے۔ اور قادریہ سہروردیہ خاندان بھی بوجہ قربت خاص کے اس ملک میں چشتیوں کے دست و بازو ہیں۔ اِن دونوں سلسلوں کو اجمیر شریف کے مرکز بنانے میں ہرگز تامل نہ ہو گا۔ رہ گیا نقشبندیہ طریقہ اسکے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس خاندان کے

مشائخ ۔ ۔ ہند کے مقابلہ میں اجمیر شریف کو ترجیح نہ دینگے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ حضرات نقشبندیہ ایسے ناسمجھ نہیں ہیں کہ خواہ مخواہ تین سلطنتوں سے الگ ہوکر اپنا مرکز جداگانہ بنائینگے کیونکہ ان میں خدا کے فضل سے بڑے بڑے فاضل اور روشن خیال بزرگ موجود ہیں جو مرکز کی اہمیت اور اجماع کی خوبی کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ اپنے ہم مشرب بھائیوں کا اس معاملہ میں ساتھ چھوڑ دینگے ۔

اجمیر شریف کو مرکز بنانیکا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہاں کے سجادہ نشین کو سب مشائخ ہند کا پیشوا تسلیم کرلیا جائے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ چونکہ اجمیر شریف میں سب سلسلوں کے مشائخ جمع ہوتے رہتے ہیں لہذا جو بات تمام طبقہ صوفیہ کے مفاد کی پیش کیجائے وہ اجمیر شریف کے مقام پر مشائخ کے مشورہ میں لائی جائے اور اس اجماع سے جو فیصلہ ہو وہ سارے ملک میں عملدرآمد کے قابل تسلیم کیا جائے۔ مرکز کی ضرورت پر وضاحت سے لکھنا بجائے خود ایک طویل گفتگو کا محتاج ہے جبکہ یہ وقت اور موقع نہیں ہے مشائخ نے خواہش کی تو آیندہ پرچہ میں اسکی تشریح کردی جائیگی۔ آجکل اجمیری عرس کے سبب اکثر درویشوں کی توجہ ادہر مبذول ہے کیا عجب کہ مرکزی تجویز پر غور کرکے وہ کوئی معقول فیصلہ کرسکیں میرا تخیل عرصہ دراز سے درویشوں کی مرکزی ضرورت پر گردش کھا رہا ہے اور اسکے متعلق میرے دل میں طوفانی ولولے ہیں میرے لیئے وہ دن سب سے بڑا مبارک ہوگا جبکہ میں اپنے مرکزی تخیل کا مجسمہ سرزمین ہند پر دیکھونگا یا میری روح اپنے مقام پر اسکو محسوس کریگی ۔ میں جانتا ہوں کہ مشائخ میں ابھی یہ احساس بہت کم پیدا ہوا ہے کہ وہ اپنی ہستی کا خرقہ صحرائے زمانہ کے خاروں سے محفوظ کرنے پر مائل ہوں تاہم مایوس نہ ہونا چاہیئے آگاہ کرنیسے آگاہی ہوتی ہے فریاد کرنیسے داد ملتی ہے۔ یہ ہماری پراگندگی کا باعث ہے کہ دوسرے فرقے ہمکو ٹھکراتے ہیں اور زیر و زبر کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ جس دن ہم ایک مرکز پر جمع ہوکر اپنے وجود کو مستحکم کرکے دکھائیں گے پھر کسکی مجال ہے جو ہمکو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے نظام المشائخ کے ہر ناظر کا فرض ہے کہ وہ اس صدا کو مشائخ کے کانوں تک پہنچائے اور م

ص ۱ /۱ سے ۳۱ معاملہ پر مشورے آئندہ پرچہ میں اسی دائرہ میں شائع کردیے جائینگے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔ حسن نظامی

حلقہ کی کارگزاری

سب سے پہلے شکر خدا کا جسنے مشائخ میں خدمتِ حلقہ کا ولولہ پیدا کیا۔ اسکے بعد سب اہلِ حلقہ کو حضرت مولنا شاہ سلیمان صاحب چشتی قادری پھلواروی کا احسان ماننا چاہیے جو لگاتار حلقہ کی ترقی کے لیے سعی فرما رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے جالسنی سے اشاعت اسلام کے لیے سفر شروع کیا تھا جو اب تک جاری ہے (پچھلے پرچہ میں ضلع پورنیہ کے کارناموں کا ذکر آ بھی چکا ہے) اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ آپ حلقہ کے مقاصد کی تبلیغ بھی ہر جگہ فرماتے رہتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس مہینہ اور گزشتہ مہینہ میں متعدد اشخاص حلقہ میں شریک ہوئے

گزشتہ ماہ میں بنارس سے ایک شخص سید حفیظ صاحب نامی دہلی آئے تھے یہ نہایت لائق اور ہونہار نوجوان ہیں۔ بی اے تک اُنکی تعلیم ہے۔ ہندو ویدانت سے خوب ماہر ہیں۔ برسوں مسنر اینی بسنٹ صاحبہ کی صحبت میں رہے ہیں جو ہندو کالج کی بانی اور ہندو ویدانت کی شہرہ آفاق فاضلہ ہیں۔ دہلی آکر آٹھ روز حلقہ کی مسند گاہ میں قیام کیا۔ اور ایسا قیام کیا کہ ہمیشہ کے لیے حلقہ کے حلقہ بگوش ہوگئے۔ خاص حضرت محبوب الٰہی رح کے مزار مبارک کے پہلو میں بیٹھکر خادمی کا عہد باندھا۔ اور اُن کا عہد غالباً حضرت کو بھی قبول ہوا کہ عہد باندھتے ہی رقت طاری ہوگئی اور روضہ منور کے اندر لوٹنے لگے۔ اب وہ لکھنؤ میں ہیں اور حلقہ کی خدمت کر رہے ہیں۔ حلقہ نے رباعیات سرمدؒ کا انگریزی ترجمہ اُنکے ذمہ لگایا ہے۔ جسکو یقیناً وہ بہت اچھی طرح انجام دینگے۔ میں نے ابدی استواری کے شگون کا خیال کرکے اُنکو ابدی کا خطاب دیا ہے جسکو وہ ہمیشہ استعمال کرینگے۔ اور اب اُن کا یہی نام ہوگا۔

اس ماہ میں اشاعت حلقہ کے لیے میں نے پنجاب کا مختصر سا دورہ کیا۔ اسکے عزیزم

محمد لواحدی کو ہمراہ لیگیا تھا تاکہ انکو بھی کام کا تجربہ ہو- الحمد للہ یہ سفر کامیاب ہوا سب سے بڑی کامیابی حلقہ کی یہ ہوئی کہ راجپوتوں کی ایک بڑی قوم میں رسوماتِ بد کا قلع قمع ہو گیا- جس کا مفصل ذکر واحدی کے سفر نامہ میں جو اسی پرچے میں درج ہے ملاحظہ فرمائیے + نیز امرتسر میں چند ایسے ہونہار اور تعلیم یافتہ حضرات حلقہ کے دائرے میں شامل ہوئے جن کی شرکت انکی ذات اور دیگر تعلیم یافتہ لوگوں کو ترغیب تصوف میں مفید ہو گی +

دو محبوبوں کے چاند والے مضمون سے متاثر ہو کر جناب میر انصر علی صاحب افسر اعلیٰ آبکاری حیدرآباد نے اطلاع دی ہے کہ انھوں نے اور ایک دوسرے بزرگ نے اپنے ہاں دونوں محبوبوں کا یکساں دھوم سے عرس کیا- اور ان دونوں صاحبوں نے نہایت کثرت سے اغراض و مقاصد کی اشاعت کی گئی اور مشائخ کو اس طرف مائل کیا گیا-

بعض خدام و اراکین لکھتے ہیں کہ اب تک کوئی صاحب حلقہ کے صدر نہیں مقرر کیئے گئے- اور چاہتے ہیں کہ جناب شاہ سلیمان صاحب پھلواروی سے اس خدمت کو منظور کرنے کی درخواست کی جائے- چونکہ میں بھی اس رسالے کا شریک و مؤید ہوں میں نے شاہ صاحب کو اس بارہ میں لکھا- شاہ صاحب نے باوجود کثرتِ مشاغل از راہ محبت و تعلقِ تصوف اِس عہدے کو قبول فرما لیا ہے- دہلی میں جناب خواجہ میاں عبد الصمد صاحب فخری وغیرہ عمائدین نے بھی اس تقرر کی تائید کی ہے- اب جمیع اراکین و خدام سے التماس ہے کہ فوراً اپنی رائے سے مطلع فرمائیں- تاکہ صدارت کا باضابطہ اعلان ہو جائے- تقرر صدارت کے بعد مجکو بھی بہت سی ذمہ داریوں سے سبکدوشی ہو جائے گی- اور آزادی کے ساتھ کام کرنیکا موقع ملیگا +

جناب شہزادہ میرزا محمد اشرف صاحب بی اے ڈپٹی کمشنر منچن آباد نے حلقہ کے لیے الماریاں بنوانی منظور کی ہیں- اور عنقریب مبلغ چالیس روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے

سنہ جن کا نام بوجہ خط گم ہونے کے یاد نہیں رہا ۱۲

نیز کتابیں بھی نذر حلقہ کرنی چاہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُنکے ذوق شوق میں ترقی دے۔

حیدر آباد میں جناب میر افضل علی صاحب افسر آبکاری نے حلقہ کا مونوگرام یعنی طغرائی اسم تیار کرایا ہے۔ اوسکی لاگت مبلغ پندرہ روپیہ اپنے پاس سے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء ۔

آمدنی حسب ذیل ہے۔

جناب ملک غلام حسن صاحب نظامی تاجران شال امرتسر و کلکتہ — [illegible]
جناب سید عبد الرحمن صاحب بی اے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر — [illegible]
جناب سید شاہ امیر حسین صاحب صابری سجادہ نشین خانقاہ صابریہ دریا گنج دہلی — [illegible]
جناب مولوی ممتاز علی صاحب پہاڑی بھوجلا دہلی — عہ
جناب احمد شجاع صاحب انصاری۔ — عہ
جناب بابو نظام الدین صاحب تاجر چرم امرتسر — عہ
جناب قمر الدین صاحب خلف بابو نظام الدین صاحب امرتسر — عہ
جناب منشی محمد بخش صاحب شملہ۔ — عہ
جناب راجہ سکندر خاں صاحب نائب تحصیلدار امرتسر — عہ
جناب شیخ سراج الدین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر امرتسر — [illegible]

میزان کل [illegible]

جن حضرات نے ایک ایک روپیہ دیا ہے وہ شرکت حلقہ کا ہے۔ ناظرین ان خفیف رقومات سے پست ہمت نہوں۔ وقت پر انشاء اللہ تعالیٰ یہ حضرات ایسی اعانت کریں گے۔ جو انکی شان کے قابل ہے ✦ خرچ حسب ذیل ہے

بقایا سابق	باقی	میزان	خرچ سفر پنجاب	جلد بندی کتب حلقہ	خط و کتابت
[illegible]		[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

میزان کل

نوٹ ۔ پنجاب کے سفر میں میرے اور واحدی صاحب کے [illegible] خرچ ہوئے تھے واحدی صاحب نے اپنا

ؔ یہ صاحب جناب سجادہ نشین صاحب پاک پٹن شریف کے خاص عزیز ہیں اور علیگڈہ کالج میں پڑھتے ہیں ابھی

ایک پردہ نشین کی مناجات

تو ئی معبود گر مشغولِ غیرم ۔ تو ئی مقصود گر نزدیک و دورم
یہ سر جبتک ہے تیری جستجو ہے ۔ یہ دل جبتک ہے تیری آرزو ہے
تو ہی گر درد ہے تو ہی دوا ہے ۔ تو ہی آزار ہے تو ہی شفا ہے
تو ہی رنگِ شفق میں جلوہ فرما ۔ تری ترتیب ہے عقدِ ثریا
تو ہی صبحِ ازل لے نور منزل ۔ تو ہی شامِ ابد اے شمع محفل
کہیں ہے ماہتاب برجِ کثرت ۔ کہیں ہے آفتاب چرخِ وحدت
جھلک تیری ہی ہے دیر و حرم میں ۔ تری ہی شان ہے ہر اک صنم میں
ترے جلوہ ہوا حسن دل آرا ۔ ہے مومن شیفتہ کافر ہے شیدا
کرشموں کا ترے دل ہے نشانہ ۔ ادا کا تیری بسمل ہے زمانہ
تری ہی یاد میں بلبل ہے نالاں ۔ ترے ہی عشق میں سنبل پریشان
تری ہی دید کو نرگس ہے حیران ۔ ترے ہی ہجر میں سنبل پریشاں
جدائی سے تری ہے غنچہ دلتنگ ۔ ہے پارہ پارہ فرقت میں دلِ سنگ
ترا ہی داغ ہے لالہ کے دل میں ۔ ترا ہی عشق ہے ہر آب و گل میں
مجھے سرشارِ جامِ بیخودی کر ۔ مجھے مدہوشِ عشق سرمدی کر
مجھے کردے تو محوِ پردہ ساز ۔ کہ ہوں اسرار سے رمزوں کے ہمراز
مرے دل کو تو کردے صاف و شفاف ۔ کہ دیکھوں پر توِ حسنِ ازل صاف
نہیں پروا ہے کچھ ماسوا کی ۔ جو طالب ہوں تو طالب ہوں خدا کی
دلِ جویا ہو منزل گاہ تیری ۔ یہ سر ہو اور رہو درگاہ تیری

مسز سہروردی

۶۲ ؎ یہ وہ نظم ہے جس کا ذکر گزشتہ کسی رسالہ میں آچکا ہے۔ خواجہ صاحب کے سفرِ بنگال کے وقت جناب سہروردیہ بیگم صاحبہ نے فی البدیہہ یہ مناجات لکھکر دی تھی بیگم صاحبہ ہندوستان کی ان مشہور خواتین میں ہیں جنکی تحریرات کی دھوم ہے

دعا خانہ

مقدمہ فتح ہوا: بریلی کے جن رئیس کے لیئے دعا کی درخواست پہلے کسی پرچے میں ہوچکی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اُن کو کامیابی عنایت فرمائی۔ اس موقع پر ان رئیس صاحب نے خود حضرت خواجہ صاحب کو بریلی بلایا تھا۔ اور کچہری ہمراہ لے گئے تھے۔ خدا کی شان حاکم کے دل میں خبر نہیں کیا آیا کہ اسنے نہ گواہ سُنے نہ شاہد ایکدم تصفیہ کا حکم دیدیا اور مدعی سے کھڑے کھڑے راضی نامہ لکھوالیا اور اُن امور پر فیصلہ کردیا جنکی رئیس صاحب کو تمنا تھی۔ گویا بلا دوسری اور بلا کسی خرچ کے مقدمہ فتح ہوگیا اس مقدمہ کی شہر بریلی میں بڑی دھوم تھی۔ اور پیشی کے دن فریقین کی طرف سے لوگوں کا بہت بڑا ہجوم تھا۔ رئیس صاحب نے اس خوشی میں خواجہ صاحب کے لیئے شاندار محفل سماع منعقد کی جس میں شہر کے ممتاز رؤسا و مشائخ کو مدعو کیا تھا۔

دعا فرمایئے:۔ حلقہ اور بانی حلقہ کے دلی فدائی عالی جناب نواب خواجہ غلام نصیر الدین خان صاحب نظامی رئیس شیخپورہ ضلع میرٹھ جنھوں نے اپنی عالیشان کوٹھی واقع چتلی قبر دہلی۔ حلقہ کو بلا کرایہ عنایت کر رکھی ہے۔ اور جس میں آجکل حلقہ کی منزلگاہ ہے تحریر فرماتے ہیں کہ میرے معاملات کے تصفیہ کے لیئے دعا کیجائے۔ نیز تمام بزرگان دین بارگاہ الٰہی میں عرض کریں کہ وہ اپنی رحمت سے میرے گھر میں برکت نازل فرمائے۔ مبلغ دو سو روپیہ نقد حلقہ کی نذر کرینگے[1]۔

صاحبزادہ کی ملازمت:۔ جناب حاجی فتح محمد صاحب نظامی جمالی کیمپ جالندھر سے تحریر فرماتے ہیں کہ اگر اُنکے صاحبزادے غلام محمد مصطفےٰ کی درخواست ملازمت جسکی تعداد دو سو روپیہ ہے منظور ہوجائے تو پہلی تنخواہ متعدد نیک کاموں میں خرچ کرینگے۔ پچاس روپیہ حلقہ کے بھی پیشکش کرینگے ۔

ایک ضروری مطلب منشی سکندر خان صاحب مہانداری ریاست پٹیالہ

[1] ازینے مکرم دوست نواب صاحب کا [illegible]

سے اپنے ایک ضروری مطلب کے لیئے خواستگار دعا ہیں۔ خدا کامیاب کرے تو مبلغ سات روپیہ حلقہ کو بطور نذر دینگے ✤

بریت حبیب اللہ خاں صاحب کیمپ جالندھر کے لیئے دعا کیجائے کہ اللہ تعالیٰ اُنکو مصیبت سے رہا فرمائے حلقہ کے قدیمی خدمت گزار ہیں۔ آیندہ بھی خدمت گزاری کرینگے ✤

ولایت جاتے ہیں حلقہ کے ایک مخلص خادم مولوی منصور احمد صاحب ایم۔ اے ولایت پڑھنے کے لیئے جاتے ہیں کامیابی کی دعا کی جائے ✤

استدعا ملازمت منظور احمد صاحب محمد حسن صاحب اجمیر شریف محلہ موچیاں سے لکھتے ہیں کہ اُنکی ملازمت ہو جائے تو پانچ پانچ روپیہ دونوں صاحب نذر حلقہ کرینگے ✤

قصور میں عرس قصور میں ۵-۶ رجب کو حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کیا گیا تھا۔ چونکہ وہاں حلقہ کے معتقد و خدام ہیں اور سب بفضلہ خلوص والے اور روشن خیال ہیں اسلیئے اُنھوں نے حضرت دبیر الحلقہ کو اس عرس میں شریک ہونیکے لیئے مدعو کیا تھا مگر دبیر صاحب بوجہ علالت و قبل از ان نہ جا سکے اور اپنی نیابت میں جناب مولوی حافظ احمد سعید صاحب ناصح امام زینت المساجد دہلی کو بھیجدیا۔ عرس بالکل شریعت اور طریقت کے دائرے کے اندر رہا اور مولوی صاحب موصوف کے مواعظ درویشانہ کی دھوم رہی۔ مولوی صاحب نے حلقہ کی تبلیغ اچھی طرح کر دی۔ جن لوگوں نے اعانت حلقہ میں چندہ دیا اُنکے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

جناب محمد اسمعیل صاحب ٹھیکیدار	عہ	جناب میاں کریم بخش صاحب خوجہ	۹
جناب شیخ سردار محمد صاحب وڈیگہ	عہ	جناب میاں پیر بخش صاحب موچی	۴؍
جناب سید شرف علی شاہ صاحب چشتی نظامی میونسپل کمشنر	عہ	جناب میاں خیر الدین صاحب ترجمان	۴؍
جناب سید فیض علیشاہ صاحب چشتی نظامی	عہ	جناب مستری سردار محمد صاحب	عہ
جناب مولوی خدا بخش صاحب خوجہ	۴؍	جناب مستری میران بخش صاحب	۸؍
جناب شیخ حاجی عبد الرحیم صاحب نقشبندی	عہ	از بزم چشتیہ معرفت منشی کریم الدین صاحب نظامی	عہ
جناب چودھری فتح الدین صاحب چشتی نظامی	۸؍	جناب میاں نبی بخش صاحب قلعی گر	۴؍
جناب میاں شہاب الدین صاحب خوجہ	۴؍	میزان	لعہ ۱۴؍

خدا تعالیٰ ان جمیع مخلصین باشندگان قصور کے ذوق و شوق میں ترقی دے۔ جناب مولوی احمد سعید صاحب ناصح کی یہ خالص خدمت حلقہ جمیع ارکین و خدام کے شکر و احسان مندی کے قابل ہے۔

فہرست کتب تصوف وغیرہ دکان غلام نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک متصل فوارہ شہر دہلی

ترجمہ اردو عوارف المعارف مصنفہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز دو جلد قیمت — عہ

ترجمہ اردو فصوص الحکم مصنفہ حضرت امام المتقین شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز — عہ

مخزن الحقیقت ملفوظات و معمولات حضرت مرزا مظہر جانجاناں صاحب مظہر شہید قدس سرہ العزیز — ۱۲ر

مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی جسمیں حالات و مقامات حضرت مجدد صاحب موصوف درج ہیں — ۱۰ر

بوستان غوثیہ یعنی سوانح عمری حضرت غوث بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس سرہ — ۴ر

تحفہ وسیلہ عربی ترجمہ اردو ۔ یہ رسالہ حضرت غوث پاک شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے پیر و مرشد حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث پاک کی تعلیم کے لئے لکھا تھا — ۳ر

شرح کلام ربانی اس میں پیران پیر کے مشہور نصیحتی عادات و ضروری حالات وغیرہ وغیرہ درج ہیں — ۳ر

فضائل مکہ معظمہ تصنیف افضل التابعین قدوۃ الاولیاء والعارفین حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مترجم اردو ۔ بہ تماشہ یہ اسکا صوفی مشرب کو دیکھنا اور رکھنا واجب ہے — ۱۲ر

فضائل القرآن عجائب البیان مترجم اردو یہ رسالہ بڑا عمدہ ہے اسمیں فضائل و خواص سورۃ قرآن مجید از روئے حدیث درج ہیں — ۲ر

فیضان توکلیہ حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی جو اس آخری وقت میں ایک مشہور شیخ تھے اس میں انکی حالات جسمیں جنیاد کے عمل اور اور مجرب معہ ترکیب کے درج ہیں قیمت — ۱ر

نکات الحق ترجمہ اردو لطائف الحقہ مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسمیں عجیب عجیب نکتہ شریعت و طریقت کے درج ہیں — ۶ر

نفایس القصص جسمیں عمدہ عمدہ حکایتیں نظم کے — ۴ر

متعلق تصوف عبرت انگیز درج ہین

دوائے دل ترجمہ تقسیم الادوار مصنفہ شیخ محمد صاحب چشتی قدس سرہ العزیز یہ کتاب خاندان چشتیہ کے ایک بہت بڑے بزرگ کی تصنیف ہے اردو میں — ۱۲ر

سیرت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری — ۴ر

نغمہ کبریٰ یعنی خلاصہ حالات پاک جناب صابر صاحب کلیری رحمۃ اللہ — ۴ر

سیرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح عمری — ۲ر

سوانح عمری حضرت مولیٰ علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی — ۶ر

سیرت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری — ۳ر

سیرت النبی سوانح عمری حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم — ۲ر

حیات امام ابو یوسف خلیفہ مامون رشید عباسی کے عہد یا کہ اسلام کی سب سے پہلی قاضی القضاۃ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید اور بڑی پایہ کی محدث اور فقیہ کی مختصر سوانح عمری — ۲ر

ماہ کنعان یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی سوانح عمری — ۲ر

حیات ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ یعنی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے استاد اعلیٰ درجہ کے واعظ عبدالرحمن ابن جوزی کی سوانح عمری — ۲ر

حیات ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ یعنی خواب کی تعبیر بتانیمیں کامل بزرگ شہرہ پائیکے محدث اور فقیہ کی مختصر سوانح عمری — ۱ر

القول الجمیل ترجمہ اردو شفاء العلیل مروجہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ — ۵ر

طب ایمانی تصنیف نواب صدیق الحسن خانصاحب مرحوم مغفور کی اعمال میں ہے اسمیں تمام وہ عملیات درج ہیں جنکا ثبوت قرآن و حدیث سے ملتا ہے — ۸ر

غلام نظام الدین تاجر کتب دہلی چاندنی چوک سے طلب کی جا سکتی ہیں

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۰۰

جلد ۳ نمبر ۲

۴۸۶

نظام المشائخ

قسم

قیمت سالانہ

تمام سلسلوں کے صوفیہ مشائخ کی دینی دنیاوی اغراض کا حامی اردو زبان کا ماہوار رسالہ

اعلیٰ مدیر ۔ حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی خواجہ زادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

نائب مدیر ۔ خادم الفقراء سید محمد ارتضیٰ احمدی دہلوی

فہرست مضامین

(دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے)

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک قسم اول پانچ روپیہ فی پرچہ و قسم دوم سالانہ مع محصول ڈاک فی پرچہ

منشی فضل حسین نے بلالی پریس دہلی میں چھپوا کر محمد عبدالواحد مالک و منیجر حلقہ نظام المشائخ دہلی سے شائع کیا

قیمت فی پرچہ

معاونین :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظام المشائخ

طریق سہروردیہ کی تحقیق پر ایک نظر

(گزشتہ سے پیوستہ)

یہ اصول سلف سے خلف تک مسلّم اور جاری ہے کہ جن بزرگ کو اپنے پیر کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ سے (بحیثیت استفاضہ ارشاد و ترشید کے یا فقط تبرکاً) خرقہ ملا ہو یا اجازت تلقین طالبین کی حاصل ہو تو جن بزرگ سے انکو خرقہ پہنچا۔ یا اجازت ملی۔ ان بزرگ کے طریقہ میں طالب کو مرید کرنے اور انکے طریقہ کا شجرہ دینے کا انکو حق حاصل ہے۔ میرے اس زمانہ میں دو ایک صدی پہلے سے اجازت ملنے پر یہ کام منحصر رکھا گیا ہے۔ اس بات کے معلوم کر لینے کے بعد کتابوں میں جب یہ لکھا ہوا دیکھا جائے کہ فلاں بزرگ کو فلاں بزرگ نے خرقہ پہنایا۔ یا اجازت دی یا انہوں نے اُن سے خرقہ پہنا۔ اجازت حاصل کی۔ تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جنسے انکو خرقہ ملا یا اجازت ہوئی۔ انکے طریقہ میں مرید کرنے اور اپنے شیخ کے نام کی جگہ خرقہ دینے والے کا نام پھر انکے کل پیران طریقت کا سلسلہ انتہا تک لکھکر دینے کا حق حاصل ہے*

اِسی بنا پر سمجھنا چاہیئے کہ شیخ الشیوخ نے سید مبارک غزنوی کی بیعت قادریہ طریقہ میں لیکر اُسی طریقہ کا شجرہ اُنکو عطا فرمایا اور اِسی طریقہ میں دوسرے کی بیعت لینے کی اجازت بھی دی"

اور بہاء الدین زکریا کی بیعت اپنے خاص طریقہ سہروردیہ میں لیکر اجازت مطلق جو کل طرق موصولہ میں بیعت لینے اور اجازت دینے کو شامل ہو اجازت اُنکو دی اور یہ دونوں سلسلے جُدا جُدا شیوخ سے حضرت قطب الدین بیناول کو پہنچے - اس تصریح سے میرا یہ مقصد ہو کہ قریب میں جہاں پر کتاب گنج ارشدی اور انوار الرحمٰن کی عبارت میں نقل کرونگا جس میں بزرگان چشتیہ اور سہروردیہ اور غوث الثقلین کا نام ایک ہی سلسلہ میں نظر آئے گا - وہاں ناظرین کی سمجھ میں آجائے گا کہ حضرت مخدوم جہانیاں جلال الدین بخاری اور مولانا فخر الدین محمد دہلوی چشتی دونوں بزرگوں کو قادریہ طریقہ کی اجازت وخلافت بواسطہ اکابر سلسلہ سہروردیہ ہی کے پہنچی ہے *

نقشبندیہ مجددیہ طریقہ میں ایک شاخ قادریہ کی آتی ہو جسکو ظاہر کیا جاتا ہو فکر و ذکر و شغل مجددیہ طریق کے بتائے جاتے ہیں" *

نقشبندیہ طریقہ حضرت خواجہ خواجگان شیخ بہاء الدین نقشبند رضہ کی طرف منسوب ہے ہندوستان میں یہ طریقہ مشہور تر دو ناموں سے ہو - ایک مجددیہ منسوب ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضہ کی طرف *

دوسرا - ابو العلائیہ مجمع البحرین چشتیہ و نقشبندیہ حضرت سیدنا میر ابو العلا اکبرآبادی رضہ کی طرف - حضرت مؤخر الذکر ساتھ اِسکے کہ حضرت ولی الہند خواجہ غریب نواز اجمیری رضہ کے فیض سے ایسے رنگ گئے ہیں کہ اِس طریقہ کا ہر شخص چشتیہ ہی معلوم ہوتا ہو - بلکہ سماع و وجد اور جوش و خروش میں حضرات چشتیہ سے چند قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں نقشبندیہ کا مطلق اثر نہیں ہے - لیکن چونکہ فقط روحانی افاضہ و استفاضہ تھا اجازت نہ تھی

اس لیئے بیعت نقشبندیہ ہی میں لیتے ہیں۔ اور شجرہ بھی اُسی طریقہ کا دیتے ہیں +

حضرت مقدام الذاکر کو اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد رحمہ اللہ سے چشتیہ اور قادریہ دونوں کی اجازت ملی۔ اور شیخ عبدالاحد کو شاہ کمال سے اور انکو سید فضیل سے جیساکہ مسلسل امام الطریقہ حضرت ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضہ تک۔ انتباہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے صفحہ ۱۵۱ مطبوعہ احمدی دہلی +

حضرت مجدد الف ثانی کے مناقب لکھنے والوں نے لکھا۔ والد شیخ عبدالاحد کو قادریہ کی اجازت ایک اور دوسرے سلسلہ سے بھی لکھا ہے وہ یہ کہ شیخ عبدالاحد کو اپنے پیرزادہ و مربی و مرشد شیخ رکن الدین چشتی سے انکو اپنے والد مخدوم عبدالقدوس گنگوہی چشتی صابری سے قادریہ اور چشتیہ دونوں ہی سلسلہ کی اجازت ملی تھی +

تو اگر سر دفتر طریقہ نقشبندیہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رضہ سے سلسلہ قادریہ کا اجرا ثابت نہیں اور مجددیہ جاری کرتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی کو الباس خرقہ حضرت غوث الثقلین کیطرف سے ہوا۔ گو اُن کے استفاضہ کے سب لوگ قائل ہوں +

مجلس وعظ کی شرکت ثابت۔ لیکن مجلس وعظ میں استفاضہ عام تہا۔ وہ صحبت اُن اکابر کی حیثیت سے عام تھی جس صحبت پانے کو مسترشدانہ سمجھتے ہیں اُسکی نسبت لکھتے ہیں وصحب فلان یعنی اپنے پیر کے علاوہ فلاں بزرگ کی صحبت میں بیٹھے ان سے فیض پایا۔ الباس خرقہ اُس سے بھی خاص تر چیز ہے اور ایسیکا پانیوالا جس سے خرقہ پائے اُسکا طریقہ جاری کرسکتا ہے +

نقشبندیہ مجددیہ میں جب یہ بات حاصل ہوگئی کہ اجازتًا سلسلہ قادریہ پہنچ گیا تو اُس طریقہ میں بیعت لینے اور قادریہ شجرہ مرید کو دینے کے وہ مستحق ہیں۔ اُن پر اعتراض جائز نہیں +

قادریہ طریقہ میں مرید کرکے ذکر و فکر و مراقبہ و مشغولی مرید کو مجددیہ طریقہ کا بتانا اِسکا مطلب یہ ہوگا کہ مرید کرنے والے اور ذکر و مراقبہ بتانے والے کی تعلیم و تربیت خود اپنے پیر و مرشد سے مجددیہ ہی طریقہ میں ہوئی ہوگی۔ جسکو جس طریقہ کی تعلیم و تربیت ہوئی ہوگی وہی دوسرے کو بھی بتائے گا +

ہاں اگر دوسرے طریقہ کے اذکار و افکار بھی اُسکے پیر یا مرشد نے بتادیئے ہیں۔ اور اُن سب کی مشق کرادی ہے تو وہ البتہ دوسرے طریقہ کی چیزیں جسقدر معلوم ہیں طالب کو بتا سکتا ہے اور تعلیم کرسکتا ہے۔ لیکن رنگ اور مشرب اُسکا وہی رہیگا جو اُسکے مرشد کا ہوگا۔ اور جس روش میں اُسنے خود تعلیم حاصل کی ہوگی +

سب سے زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ کبرویہ طریق کی دو شاخیں مشہور ہیں۔ ایک فردوسیہ منیریہ۔ دوسری نوربخشیہ۔ یعنی حضرت نجم الدین کبرے رحمۃ اللہ علیہ کے بعد شیخ رضی الدین علی لالا اور اُنکے بعد شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اُنکے [۵۱] سید علی ہمدانی کشمیری المدفن رحمۃ اللہ علیہ اُنکے بعد سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ اُنکے بعد حضرت محمد علی بن یحیےٰ لاہجی نوربخشی جنہوں نے مثنوی گلشن راز کی مشہور شرح کی ہے +

اِن بزرگوار نے مولانا حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے جو شیخ یحییٰ مدنی قطب المدینہ کے دادا تھے۔ احمدآباد میں ملاقات کی۔ اُنکی صغر سنی کا زمانہ تھا۔ مگر چونکہ ہر طرح آراستہ و پیراستہ تھے اُنکو بعد واپسی از حج اپنا طریق عطا کیا۔ اُس خاندان میں یہ سلسلہ قادریہ کے نام سے مشہور ہے اور شجرہ میں شیخ ابو النجیب عبد القاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت محبوب سبحانی غوث الصمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام درج کرتے ہیں۔ حالانکہ اُنکو شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ نساج رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق تھا۔ اور بیان کیا جاتا ہے [۵۲]

۵۱ نقل مطابق اصل ہے لیکن یقینی چھاپہ کی غلطی سے اسجگہ بعد کا لفظ چھوٹ گیا ہے ۱۲ منہ ۵۲ نقل مطابق اصل ہے جو یقینی چھاپہ کی غلطی ہے صحیح یہ ہوگا۔ اور اُنکو شیخ نساج رح سے ۱۲ منہ عفی عنہ

کہ حضرت محبوب سبحانی سے آپ نے فیض حاصل کیا ہے۔ سوانح عمری حضرت غوث اعظم
قدس سرہ میں جو مسند کے کسی ذی علم بزرگ نے کتب عربی سے مرتب کی ہے
بصراحت درج ہے کہ شیخ عبد القاہر سہروردی جن سے سلسلہ سہروردیہ مشہور ہوا۔ اور جو کہ
سہروردیہ کے امام الطریقہ ہیں حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی محفلوں میں شریک
ہوئے وعظ سنا اور فیض صحبت حاصل کیا۔ آپ کو سہروردی کے شیخ صحبت
کہنا بجا ہے۔"

اسکا خلاصہ مقصد یہ ہوا کہ بقول [illegible] سوانح [illegible] غوث اعظم سے حضرت
شیخ ابو النجیب عبد القاہر سہروردی [illegible] محفلوں میں حضرت غوث اعظم رض کے شریک
ہوئے وعظ سنا فیض صحبت حاصل [illegible] آپکو سہروردی کے
شیخ صحبت کہنا بجا ہے (نہ یہ کہ بجائے شیخ احمد غزالی کے شیخ یا مرشد حضرت ابو النجیب
عبد القاہر سہروردی رض کے حضرت غوث اعظم سید عبد القادر گیلانی رض کا نام شجرہ
میں لکھا جائے) جیسا کہ احمد آباد میں مولانا احسن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں حضرت
ابو النجیب سہروردی کے شیخ یا مرشد کی جگہ شجرہ میں حضرت سید عبد القادر جیلانی کا نام
لکھتے ہیں۔ اس خاندان میں یہ سلسلہ قادریہ کے نام سے مشہور ہے"۔

سوانح عمری حضرت غوث اعظم قدس سرہ جو مسند کے کسی ذی علم بزرگ نے کتب
عربیہ سے مرتب کی ہے۔ جب یہ سوانح عمری ایک [illegible] مجہول الاسم [illegible]
کے لکھنے پر وثوق واعتماد کیونکر ہو سکتا ہے۔ اسلئے غوث الثقلین کی نسبت یہ کہنا
کہ آپ سہروردی کے شیخ صحبت کہنا بجا ہے۔ بیشک درست ہم جب [illegible]
معتبر کتابوں میں اور اکابر چشتیہ وغیرہ بزرگان کے قول سے ثابت [illegible]
[illegible] کے سوائے [illegible] خصوص تو خاندانوں میں بھی قاعدہ یہ طریقہ [illegible]
[illegible] ابو النجیب عبد القاہر سہروردی کے پایا جائے تو اس کی صحت [illegible] ہے

اب اسکا ثبوت لیجیے۔ بخزانۂ جلالیہ میں حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری رضؓ فرماتے ہیں۔ وایضاً لبس خرقة التبرك الشيخ ضياء الدين ابو النجيب عبد القاهر السهروردی من قطب العالم محی الحق والدين عبد القادر ترجمہ خرقہ تبرک پہنا شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی نے قطب العالم محی الحق والدین عبد القادر سے

سفینۃ الاولیاء میں دارا شکوہ نے لکھا ہے۔ "وبصحبت حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی مشرف گشتہ"۔

مراۃ المریدین میں آسامی بزرگان سلسلہ قادریہ کے لکھنے کے بعد جو کہ بواسطہ حضرت شیخ الشیوخ کے غوث الثقلین تک پہنچا ہے لکھتے ہیں "مخفی نماند کہ شیخ شہاب الدین سہروردی درصحبت غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ رسیدہ و در حق وے فرمودہ۔ انت آخر المشہورین فی العراق" و بر سینۂ وے دست مبارک نہادہ توجہے نمودہ کہ علم کلام کہ یادداشت محو شدہ و سینہ پر انوار گردیدہ و در اکثر سلاسل ضیائیہ ہر دو اسم مبارک نام شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی نیز می نویسند و اینجا مندرج نیست

معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اکثر سلاسل میں قادریہ طریقہ بواسطہ حضرت ابو النجیب سہروردی اور انکے خلیفہ شیخ الشیوخ کے دونوں کے واسطہ سے پہنچا اور کہیں فقط شیخ الشیوخ کے واسطہ سے جسکو صاحب مراۃ المریدین نے اپنے پیر کے سلسلہ قادریہ میں لکھا ہے اور یہ حضرت قطب الدین بینا دل قدس سرہ کا طریقہ ہے جسکا ذکر اوپر گزر چکا۔

اب حضرت نجم الدین کبریٰ رضؓ کی نسبت بھی گزارش ہے۔ لطائف اشرفی ملفوظات حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی چشتی رضؓ میں ہے جلد اول صفحہ ۳۷۷ حضرت نجم الدین کبریٰ کے شجرہ طریقت اور نسبتوں کے بیان میں لکھتے ہیں۔ "و دیگر نسبت وے بحضرت غوث الثقلین است بلا واسطہ"۔ اقتباس الانوار تصنیف مولوی محمد اکرم

چشتی صابری براسوی صفحہ ۸۱ - "و سرگروہ طریقۂ کبرویہ حضرت نجم الدین کبرے نیز نسبت بخدمت آنحضرت (یعنی غوث الثقلین) رسیدہ تربیتہا یافتہ"۔

حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری اور حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر قدس اللہ سرہما ونفعنا بہما دونوں بزرگوں کی جلالتِ شان ظاہر ہے۔ ان بزرگوں کے اقوال کے بعد نہ سفینۃ الاولیاء کی عبارت کی حاجت تھی۔ نہ مراۃ المریدین کی نہ اقتباس الانوار کی۔ لیکن یہ سب اقوال اسلیئے لکھدیئے ہیں کہ اس کہنے کی گنجایش نہ رہے کہ یہ بعض بزرگوں کا قول ہی جو الشاذ کالمعدوم ہی۔

اس جگہ علاوہ احمد آباد کے خاندان کے دوسرے بزرگوں کا سلسلہ قادریہ بتایا جاتا ہے جو بواسطہ حضرت نجم الدین کبرا کے اور حضرت ابو النجیب سہروردی کے یا بواسطہ حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا اور شیخ الشیوخ اور ابو النجیب سہروردی قدس اللہ اسرارہم ونفعنا بہم کے اُن لوگوں کے خاندان میں لکھا جاتا ہی اور مسلسل اجازت اُنکی کتابوں میں مرقوم ہی۔

گنج ارشدی[۱] میں مصنف نے اپنے شیخ محمد ارشد کے والد شیخ محمد رشید بن مصطفے چشتی نظامی علیہم الرحمۃ کی مثال یعنی اجازت نامہ سلاسل چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ فردوسیہ و قلندریہ و مداریہ کو ایک مقام میں اجازت دینے والوں کی عبارت میں نقل کرکے پھر دوسری جگہ ہر ایک شجرہ کو لکھا ہی۔ قادریہ طریقہ کے ایک سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ "شیخ محمد رشید بن مصطفے کو سید راج احمد سے انکو چھ واسطوں سے حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری سے انکو حضرت سید احمد کبیر بخاری سے اُن کو حضرت سید جلال الدین بزرگ بخاری سے انکو حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سے انکو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے انکو حضرت ابو النجیب سہروردی سے انکو حضرت شیخ الانس والجن شیخ عبد القادر جیلانی سے انکو شیخ ابو سعید مبارک مخزومی سے پہنچا۔

[۱] گنج ارشدی یہ کتاب احوال میں شیخ محمد ارشد چشتی نظامی علیہ الرحمۃ اور اُنکے والد اجداد انکے پیران طریقت ۸۱
چشتیہ کرام ... وفات ...

انوار الرحمٰن ملفوظات حضرت صوفی عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ لکھنوی میں یہ سلسلہ قادریہ فخریہ کو اس طرح لکھا ہے صفحہ ۶۰ حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کو شاہ عظیم الدین دہلوی سے انکو حضرت مولانا فخرالدین محمد سے انکو حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی سے انکو حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی سے انکو حضرت شیخ یحیی مدنی سے انکو حضرت شیخ محمد قطب سے انکو شیخ محمد حسن سے۔ یہانتک اُن کا چشتیہ فخریہ اور قادریہ ایک ہی اب حضرت شیخ محمد حسن کے اوپر نو واسطوں کے بعد شیخ رضی الدین علی لالاسے انکو مجدالدین بغدادی سے انکو نجم الدین کبرے سے انکو حضرت عمار یاسر سے انکو حضرت شیخ ابو نجیب عبدالقاہر سہروردی سے انکو محبوب سبحانی غوث صمدانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی سے۔ صاحب گنج ارشدی کا چشتیہ سلسلہ اور چشتیہ فخریہ دونوں ہی سلسلہ نظامیہ ہیں۔ اور دونوں جگہ اجازۃً قادریہ طریقہ بواسطہ مشائخ سہروردیہ پہنچا ہوا ہے۔ اول میں حضرات شیخ بہاء الدین زکریا اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی اور دوسری میں حضرت شیخ رضی الدین علی لالا اور مجدالدین بغدادی اور نجم الدین کبرے اور ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم +

تعجب تو ایک ہی سہروردی کے سبب سے تھا یہاں ایک میں بزرگان سہروردیہ کے اصحاب ثلثہ اور دوسری میں پنجتن پاک ہیں۔ اعتراض تھا کہ "سہروردیہ نے اپنے کو قادریہ ظاہر کرکے عزت واحترام بڑھانا چاہا ہے"۔ لیکن میرے نزدیک وہ حقیقۃً قادریہ طریقہ رکھتے ہیں اور انکے اکابر بزرگان سہروردیہ کے فیض سے مستفیض ہیں جنکے واسطہ سے انکو طریقہ پہنچا ہے۔ اور جہاں کہیں بزرگان چشتیہ کا واسطہ بھی شامل ہے جیسے مرقومہ بالا تو ایسے سلسلے کے مریدان جامع ٹھیرینگے۔ قادریہ اور سہروردیہ اور چشتیہ تینوں طریقے کے بزرگوں کے فیوض کے +

اجازت دینے والے اور لینے والے دونوں بزرگوں کی نیت یہی تھی کہ اپنے طریقہ

خاص کی طرح چشتیہ ہو یا نقشبندیہ یا سہروردیہ اس طریقہ قادریہ کے طالبین کی بھی بیعت لیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب قادریہ طریقہ میں بیعت ہوگی تو شجرہ بھی قادریہ ملیگا۔ اور چونکہ مشرب ان بزرگوں کا خاص چشتیہ تھا تو ضرور انکا رد افکار چشتیہ ہی طریق کے اس مریدِ قادریہ طریقہ والے کو پہنچینگے تو عجب نہیں کہ جو طریق سہروردی کی تحقیق کے رد اعتراض نقشبندیہ مجددیہ پر کیا گیا ہے وہی ان چشتیہ بزرگوار پر بھی عائد ہوگا۔ لیکن میری سمجھ میں نہ آنپر اعتراض صحیح ہو نہ ان پر۔

حضرت مخدوم جلال الدین بخاری اور حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت مخدوم عبد القدوس گنگوہی اور حضرت مولانا فخرالدین قدست اسرارہم کو فقط اپنا ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا مقتدا اور پیشوا جانتا ہوں ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سمجھتا ہوں کہ ان بزرگوں کو قادریہ سلسلہ کی اجازت اس غرض سے لی تھی کہ ان مقدس ذوات سے یہ طریقہ بھی جاری ہو۔ اور ان بزرگوں نے قادریہ کی برکات حاصل کرنے کے لیئے اسکی اجازت لی تھی۔ اجازت دینے والے اور لینے والے دونوں کی نیت بخیر تھی۔ نہ جیسا کہ لکھا گیا ہے کہ اسکو حال کے بزرگوں نے محض اس غرض سے رواج دیا ہے کہ قادریہ طریقہ نہ کہا جائے تو عزت و حرمت میں فرق آتا ہے۔"

"یہ ظاہر ہے کہ بزرگوں نے کسی سلسلہ میں ارادتاً بیعت کی اور بعد تکمیل کار سیاحی اور متعدد بزرگوں کی صحبت سے فیض حاصل کیا ہو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سلسلۂ بیعت میں کوئی تفرقہ پیدا کیا جائے۔ . . . ."

صحیح ہے سلسلۂ بیعت میں اُنکے ہرگز کوئی تفرقہ نہیں آتا ہے۔ مجرد فیض صحبت تو بمنزلہ باہمی موافقت و مناسبت خیال کیا جاتا ہے۔ جہاں پر تربیت اور تعلیم و تعلم کا واسطہ بھی ہوگیا ہے تو اُس سے بھی اُنکے اصل شیخ کی بیعت میں کوئی نقصان نہیں واقع ہوتا۔ شجرہ میں اپنے پیر کے سوائے دوسرے بزرگ کا نام اور اسکے بعد انکے پیران سلاسل کا نام اپنے پیرانِ سلسلہ

کی جگہ لکھنا جس سبب سے ہوتا ہے وہ اُس طریقہ کے خرقہ یا اجازت پہنچنے کے باعث سے ہو سہروردیہ اور نقشبندیہ کے علاوہ چشتیہ طریقہ کے بزرگان کے فعل سے بھی میں نے اسبات کو اوپر ثابت کر دیا ہی +

حضرت محبوب پاک قدس سرہ نے شیخ ابو سعید مبارک مخزومی کے ہاتھ پر بیعت کی شجرہ میں اُسی بزرگ کے نام کو درج کرنا پسند فرمایا حالانکہ آپ کو شیخ احمد دباس اور دیگر اکثر بزرگوں کی صحبت میسر آئی اور فیض صحبت حاصل کیا ہی۔ جس بات کو خود غوث اعظم قدس سرہ پسند فرمائیں اُسکو حال کے بزرگوں نے محض اِس غرض سے رواج دیا ہی کہ قادریہ طریقہ نہ کہا جائے تو عزت و حرمت میں فرق آتا ہی۔ حضرت محبوب پاک قدس سرہ نے شیخ ابو سعید مبارک مخزومی کے ہاتھ پر بیعت کی۔" میرے نزدیک یہ بیعت ثابت نہیں۔ خرقہ البتہ ملا جسکو کسی نے لکھا ہے کہ شیخ ابو سعید مبارک مخزومی سے خرقہ تبرک ملا کسی نے لکھا ہی کہ ان دونوں بزرگوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے خرقہ تبرک لیا۔ حضرت غوث الثقلین کو خرقہ بلاواسطہ حضرت ابو الحسن علی الهنکاری سے بھی ملا تھا۔ اگر بیعت ہوتی تو خرقہ تبرک نہ کہا جاتا۔ پھر ہر ایک کا دوسرے سے خرقہ لینا بھی نہ ہوتا۔ حضرت غوث الثقلین کی اول تلقین جسکو بیعت کہہ سکتے ہیں اپنے والد بزرگوار سے کم سنی میں ہوئی۔ اور جوانی میں بہت بزرگوں سے خرقہ ملا۔ اور شیخ حماد دباس رضہ سے علم تصوف حاصل کیا اور اُنسے فقر کی تعلیم پائی۔ آخر میں قاضی ابو سعید مبارک مخزومی کی صحبت میں بیٹھے اور فیض پایا اور اُنکی وفات کے بعد اُنہیں کے مدرسہ میں درس دیتے اور وعظ فرماتے رہے۔ اس مدرسہ کو وسیع کیا۔ جسکو آجکل کے محاورہ میں جانشینی سے تعبیر کیا جا سکتا ہی۔ یہی وجہ حضرت ابو سعید مبارک مخزومی رضہ کی آپکے پیر مشہور ہونے کی ہی +

اب حضرت غوث الثقلین کی ابتدائی تعلیم یا تلقین اپنے والد بزرگوار سے اور اصلی سلسلہ آپ کا آبائی ہونا۔ دوسرے دوسرے بزرگوں سے خرقہ ملنا۔ حضرت حماد دباس رضہ

فیض صحبت و تعلیم پانا - علم تصوف سیکھنا - خرقہ پانا - حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی سے خرقہ ملنا اور اُنکی صحبت میں بیٹھنا - اُنکے مدرسہ میں درس دینا وعظ کہنا - اُس کو وسیع بنانا وغیرہ - عربی و فارسی کتابوں سے لکھا جاتا ہے

ابتدائی تعلیم و تلقین غوث الثقلین کی اپنے والد سے

اور اصلی سلسلہ آپ کا آبائی ہونا۔

اس جگہ چند احادیث شریف لکھکر اصل مضمون کی سند کتابوں سے یوں لکھی جائیگی

عمل الیوم و اللیلہ میں ابن السنی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے صفحہ ۱۳۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد ۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افصح الغلام من بنی عبد المطلب علمہ ھذہ الایۃ وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً ۃ	حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے کہ جب اولاد عبد المطلب کا کوئی لڑکا صاف بولنے لگتا تو اُسکو یہ آیت تعلیم فرماتے وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً ہ
حصن حصین میں امام جزری نے اس آیۃ کو تکبیرا تک لکھا ہے - جہاں تک آیۃ تمام ہوتی ہے ۔	اور حصن حصین میں جیسا لکھا ہے پوری آیت تکبیرا تک پڑھا دیتے تھے ۔

اِسی کتاب کے صفحہ ۱۳۶ میں دوسری حدیث بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے

قال کنت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا غلام انی معلمك كلمات احفظ اللہ عزوجل يحفظك احفظ اللہ تجدہ امامك واذا سالت فاسئل اللہ واذا استعنت	حضرت ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا کہ آپنے فرمایا اے لڑکے میں تجھے کلمات سکھانے والا ہوں یاد کرلے - اللہ عزوجل تیری حفاظت کریگا یاد کرے اللہ کو اپنے آگے پائیگا اور جب تو کچھ مانگے

فاستعن باللہ عزوجل الحدیث — اللہ سے مانگ اور جب مدد چاہے تو اللہ عزوجل سے چاہ۔

ایضاً صفحہ ۱۴۰ میں ایک حدیث مرفوع ہے +

اذا افصح اولادکم فعلموھم لا الٰہ الا اللہ — جب تمہارے لڑکے صاحب بولنے لگیں تو ان کو لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ +

حدیث اول اطفال بنی عبد المطلب کی ابتدائی تعلیم سے متعلق ہے۔ لیکن ہر مسلمان اسپر عمل کرسکتا ہے کہ اپنے اہل قرابت قریبہ کے چھوٹے لڑکوں کو آیۂ شریفہ مذکورہ پڑھائیے اور سنت نبوی کے ادا کرنے کا ثواب اور نفع کمائیے۔ اور اولاد عبد المطلب تو خصوصیت کے ساتھ اس سنت کی پیروی کے مستحق ہیں۔ جیساکہ بعض خاندان ابیطالب میں ابجد خوانی کے وقت یہ آیت خاصکر پڑھانا سلف سے معمول چلا آتا ہے۔ تو غوث الثقلین کے والد نے کیوں نہ یہ آیت آپکو پڑھائی ہوگی۔ کیونکہ بنی عبد المطلب میں سے وہ بھی تھے +

حدیث دوم۔ اس حدیث میں بنی عبد المطلب ہی کے ایک رکن عظم مخاطب ہیں اور اُنکو وصیت ایسی فرمائی گئی ہے جوکہ عارفین باللہ کا دستور العمل اور درویشی اور خدا پرستی کا اصل اصول ہے۔ اذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ عرفا کا اسپر عملدرآمد بھی اسی جہت سے ہے کہ یہ وصیت انہیں اپنے سلسلے کے شیوخ سے پہنچی ہے۔ آل و عترت اطہار خاندان رسالت اپنے بنی اعمام عباسیوں سے اس وصیت پر عمل کرنے اور اباعن جد باہم ایک دوسرے سے روایت کرنے اور وصیت کرنیکا حق زیادہ رکھتے ہیں "

خود غوث الثقلین رضہ نے اپنی وفات کے وقت جو وصیت اپنے فرزند رشید حضرت سید عبد الوہاب قدس سرہ کو فرمایا۔ اُسکے الفاظ تو دوسرے ہیں لیکن اس حدیث شریف کے مترادف المعنی ہیں۔ تکملہ فتوح الغیب مطبوعہ مصر، حاشیہ بہجۃ الاسرار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹۸۔ اور زبدۃ الاسرار صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ بمبئی میں ہے :-

علیک بتقوی اللہ ولا تخف احدًا	تجھ پر خدا کا خوف لازم ہے۔ سوائے اللہ عزوجل
سوی اللہ عزوجل ولا ترج احدًا	کے کسی سے نہ ڈر اور نہ امید رکھ کسی سے سوائے
سوی اللہ وکل الحوائج الی اللہ	اللہ کے اور اپنی حاجتوں کو اللہ عزوجل کی طرف سونپ
عزوجل ولا تعتمد الا علیہ وا	دے اور بھروسہ نہ کر مگر اسی پر اور اپنی حاجتیں
طلبہا جمیعا منہ تعالی ولا تتکل	سب اسی اللہ برتر سے مانگ۔ اور اسم پاک کے
باحد غیر اللہ سبحانہ التوحید	سوائے کسی کو اپنا وکیل نہ بنا۔ توحید توحید
التوحید التوحید لجماع الکل ؎	توحید اجماع سب کا ہے ؞

اس میں وکل الحوائج الی اللہ عزوجل واطلبہا جمیعا منہ تعالی کو شرح سمجھنا چاہیئے واذا سالت فاسئل اللہ کی۔ اور ولا ترج احدا سوی اللہ۔ اور ولا تتکل باحد غیر اللہ سبحانہ کو تفصیل۔ واذا استعنت فاستعن باللہ کی ؞

غرض یہ کہ خاندان آل وعترت اطہار میں اس قسم کی تعلیم وصیت جاری ہے۔ جس طرح غوث الثقلین نے اپنی اولاد کو وصیت کی انکے والد بزرگوار نے بھی اسیطرح سے وصیت کی ہوگی ؞ حدیث سوم میں عام اہل اسلام کی طرف خطاب اور حکم ہے جسمیں خاندان رسالت بھی داخل اور تعمیل ارشاد نبوی میں سب کے ساتھ شامل بلکہ سب سے زیادہ مستعد اور مثل واجب جانتے ہیں۔ عام مسلمان تو دانستہ اور نادانستہ اسپر عمل کرتے ہیں خواص دانستہ امتثال امر۔ اور اسپر عمل ثواب کی نیت سے بھی۔ سادات کرام ذریات طیبات خاندان رسالت فقط تعمیل ارشاد پر ہی نہیں بس کرتے۔ بلکہ بہت سے اغراض نیک اور حصول برکات کثیرہ کی نیت اسمیں شامل رکھتے ہیں۔ ادنی سی بات یہ ہے کہ اس کلمہ طیبہ کی اپنے لڑکوں کو تلقین اور تعلیم کرنے کی بدولت اپنے سلسلۂ ایمانی کو اباً عن جدٍ مسلسل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے اور متصل کرتے ہیں۔ حضرت امامین سبطین رسول الثقلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے واسطے اور حضرت ابوالحسنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے واسطہ سے ؞

تعجب یہ ہی کہ امامین میں سے ایک حضرت امام حسین علیہ السلام سے اُنکی اولاد میں مسلسل حضرت امام علی رضا علیہ السلام تک اور اُنسے معروف کرخی کو طریقہ پہنچنے کے سبھی لوگ قائل ہیں۔ اور کچھ لوگ حضرت امام حسن عسکری تک۔ پھر انکے بعد امام یازدہم کے برادر محترم حضرت جعفر ثانی کے واسطہ سے اُن کی اولاد امجاد میں حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری رح تک سلسلہ پہنچنا تسلیم کرتے ہیں۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد امجاد میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ تک سلسلہ پہنچنے میں انہیں تامل ہی۔ اس تامل کا سبب اگر یہ ہی کہ ادہر بیعت یا مریدی یا تلقین کا صریح لفظ نہیں ملتا ہی تو یہ وصف اُدہر بھی ہی پھر ایک کے ساتھ اقرار اور دوسرے کے ساتھ انکار کی کیا وجہ +

اور سنیے طریقہ چشتیہ میں جس ذکر کی تلقین حضرت سیدنا و مولانا و نبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت امیر المومنین سیدنا و مولانا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کے یکی بعد دیگرے بواسطہ شیوخ طریقت مروی ہی وہ یہی لا الہ الا اللہ ہے تاآنی کے ساتھ +

حضرت امام حسن بصری سے بواسطہ حضرت عبدالواحد بن زید کے پیران طریقت میں اسوقت تک یہی کلمہ کا ذکر پہنچے۔ اور حضرت امام امامین کے واسطے سے دونوں بزرگوں کی اولاد میں نہ آئے یا ایک کی اولاد میں آئے۔ اور دوسرے امام کی اولاد میں نہ آئے۔ اسکی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اس لیئے ماننا پڑے گا کہ دونوں ہی اماموں کی اولاد امجاد میں موافق تعلیم وارشاد وحکم نبوی کے اس کلمہ کی تلقین نسلاً بعد نسل ہوتی چلی آئی ہی اور غوث الثقلین قدس سرہ کو بھی اپنے والد بزرگوار سے تلقین ہوئی۔ اور اُن بزرگوں کی تلقین کلمہ طیبہ اور لوگوں کی طرح معمولی نہ تھی۔ اسلیے اس تلقین میں بیعت کو بھی شامل سمجھنا چاہیئے۔ اگر کسیکو اسکا علم نہو تو اُسکو اس سے انکار کا بھی حق نہیں ہی۔ ہاں یوں کہے کہ میں نے اسکی سند نہ پائی +

کسی نے بہت ہی اچھا کہا ہے سہ صحرا فراخ است لے پہ تو گوشہ ما گوشہ +

حضرت غوث الثقلین کی اولاد میں ہندوستان کے اندر حضرت سید قمیص قادری رض اور بعض دوسری اولاد غوث الثقلین اپنے شجرۂ پیران طریقت میں حضرت غوث اعظم کے معظم نام کے اوپر اُنکے والد حضرت سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست اور اُنکے آباؤ اجداد کرام کے نام حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تک۔ پھر امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا نام نامی۔ پھر حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معظم و محترم اسم پاک لکھتے ہیں +

اس بحث کی بنا محض قرائن پر منحصر و محدود نہیں بلکہ آپ کی اولاد میں بعض خاندان کے لوگ جیسا اوپر بتایا گیا۔ شجرۂ پیرانِ طریقت نسبی ہی لکھتے ہیں۔ اس نسبی سلسلہ کو لوگوں نے لکھا بھی ہے جسکا بیان قریب میں آتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ +

حضرت غوث الثقلین رض ابتدا میں اپنے والد بزرگوار کے فیض تربیت ظاہری باطنی سے نشو و نما پاتے ہیں۔ الکوکب الظاہر فی مناقب الغوث عبد القادر تصنیف علامہ عارف باللہ سید ابو الہدیٰ آفندی رفاعی ۱؎ میں ہے مطبوعہ استنبول صفحہ ۵

ولد رضی اللہ عنہ بقریۃ نیف من اعمال جیلان بلدۃ من بلاد العجم وترعرع فی حجر والدہ الی ان بلغ حد الرجال +

پیدا ہوئے وہ (غوث الثقلین) رضی اللہ عنہ بلاد عجم کے ایک شہر جیلان کے علاقہ نیف میں۔ اور بڑے (پرورش پائی) اپنے والد کے کنار میں یہاں تک کہ جوانی تک پہنچے +

جواہر السلوک ۲؎ کے تکملہ میں صفحہ ۲۷۲ مطبوعہ مظہر العجائب مدراس میں ہے +

۱؎ سید ابو الہدیٰ رفاعی سے ناظرین واقف ہونگے کہ قسطنطنیہ میں نوجوان ترک کے فتنہ میں یہ بزرگ بھی قید کیے گئے اور اسی قید میں وفات پائی ۱۲ ۲؎ یہ کتاب تصنیف علامہ سید شاہ عبد اللطیف معروف بہ سید شاہ محی الدین قادری نقوی ویلوری رح کی ہے ۱۲۶۱ھ ہجری میں لکھی گئی اور ۱۲۸۳ھ ہجری میں چھپی اُسکا تکملہ اُنکے مرید سید محمد صاحب نے ۱۲۸۵ھ ہجری میں لکھا ۱۲ منہ عفی عنہ

اے عزیز سلسلہ علیہ قادریہ حسنیہ است از جانب اجداد زیراکہ حضرت سلطان الاولیاء الباس خرقہ خلافت از والد خود ابی صالح موسیٰ کردہ و او از والد خود سید عبداللہ جیلی و او از والد خود سید یحییٰ الزاہد و او از والد خود سید محمدؒ و او از والد خود سید داؤد و او از والد خود سید موسیٰ الثانی و او از والد خود سید عبداللہ الثانی و او از والد خود سید موسیٰ الجون و او از والد خود سید عبداللہ المحض و او از والد خود امام حسن مثنیٰ و او از والد خود امام حسن رضی اللہ عنہم۔ و حسینیہ است از جانب مشائخ زیراکہ آنحضرت الباس خرقہ از ابی سعید مبارک مخزومی کردہ و او از ابی الحسن الہنکاری،، اسکو شیخ معروف کرخی تک پہنچا کر لکھتے ہیں۔ و او از امام علی موسیٰ رضا و او از امام موسیٰ کاظم و او از امام جعفر صادق و او از امام محمدؒ باقر و او از امام زین العابدین و او از امام حسین رضی اللہ عنہ۔ یا حبیبیہ است زیراکہ شیخ معروف کرخی الباس خرقہ از خواجہ داؤد طائی نیز کردہ او از حبیب عجمی، بہر تقدیر علویہ باشد۔،

مقامات دستگیری[۱] صفحہ ۵ بیان طرق خلفاء اربعہ میں کہ ان سب کا خرقہ و طریقہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو پہنچا۔ لکھا ہے علویہ بھی ہے۔ علویہ میں اجداد بزرگوار کی طرف سے حسنیہ ہے۔ یعنی حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رضہ کو خرقہ پہنایا۔ اُنکے والد ابو صالح موسیٰ نے اُنکو۔ اُنکے والد سید عبداللہ جیلی نے اُنکو سید یحییٰ زاہد نے۔ جس طرح اوپر گزرا سلسل امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین تک لکھکر کہتے ہیں اور مشائخ کبار کی جانب سے حسینیہ ہے۔ جناب غوث الثقلین کو خرقہ پہنایا ابو سعید مبارک مخزمی نے انکو ابو الحسن علی الہنکاری نے۔ اِس سلسلہ کو مثل سابق کے حضرت معروف کرخی تک اور اُنکو حضرت امام موسیٰ رضا سے انکو امام موسیٰ کاظم سے اِسی طرح سے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک۔

[۱] یہ کتاب تصنیف ہے مولوی عبدالرحیم ضیا حیدرآبادی کی ۱۲ منہ عفی عنہ

اقتباس الانوار در ذکر سلسلہ پیران چشتیہ - اسمیں دوازدہ امام کے احوال کے بعد امام سیزدہم حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حالات کو بھی لکھا ہے۔ خرقہ پہنچنے کی نسبت ہے صفحہ ۷۶ +

"ونسبت خرقۂ آنحضرت در ظاہر بدو سر جانب ہست یکی از جانب آبا سے خود پہر صفحہ ۷۷ میں ہے: وآنحضرت خرقہ اصل کہ آنرا خرقۂ آبائیہ خرقۂ سیادت وخرقہ موروثیہ گویند معنعن ومسلسل بیواسطہ احدے از آبا و اجداد بزرگوار خود پوشیدہ وآں منتہی بہ امام حسن مثنیٰ وامام حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہما میشود"۔

انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں صفحہ ۱۸ مطبوعہ احمدی دہلی "شجرہ نویسان دریں موضع سلسلۂ نسب اثبات کنند۔ وفیہ نظر۔ زیراکہ قرینہ قائم نشدہ است برآنکہ تربیت باطنی بایں سلسلہ بودہ باشد واللہ اعلم۔ وآں سلسلہ این ہست۔ سیدی الشیخ ابو محمد عبدالقادر الجیلانی اخذ الطریقۃ عن ابیہ ابی صالح موسیٰ جنگی دوست عن ابیہ الخ اور صفحہ ۴۳ میں لکھتے ہیں۔ عند المحققین ان الشیوخ ثلٰثۃ شیخ الخرقۃ وشیخ الذکر وشیخ الصحبۃ وشیخ الصحبۃ اتم واکمل فی الارتباط وھو الشیخ الحقیقی انتہیٰ

جب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو خود اقرار ہے کہ محققین کے نزدیک شیوخ تین قسم کے ہیں۔ ایک تو شیخ الخرقہ دوسرے شیخ الذکر تیسرے شیخ الصحبۃ۔ اور تیسرے کو اتم و اکمل۔ اور شیخ حقیقی سمجھتے ہیں تو غوث الثقلین کے شیخ الصحبۃ ہونیکا حق کل شیوخ غوث اعظم میں سے شیخ حماد دباس اور شیخ ابو سعید مبارک کو حاصل ہو۔ باقی کل شیخ الخرقہ ہیں۔ اور انکے والد شیخ الذکر اور شیخ الخرقہ دونوں ہوسکتے ہیں۔ شیخ الذکر اس حیثیت سے کہ موافق احادیث مرقومہ بالا کے قرینہ اسپر دال ہیں۔ اور کچھ لوگوں کے لکھنے اور انکی اولاد میں ان وسائط کے شجرے میں لکھے جانے سے تصدیق ہی اس قرینہ

کی ہوجاتی ہے اور جن لوگوں نے اس نسبت کو لکھا ہی تو خرقہ کا ذکر بھی کیا ہی اسلیئے مجرد تلقین پر بس نہیں ہوسکتا۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ آبائی سلسلہ کے شجرہ طریقت کی نسبت فیہ لطف لکھکر فرماتے ہیں۔ زیراکہ قرینہ قائم نشدہ است برآنکہ تربیت باطنی باین سلسلہ بودہ باشد۔ ہاں میں بھی تربیت باطنی کو ثابت نہیں کرتا میں تلقین اور الباس خرقہ کو ثابت کرتا ہوں جسپر قرینہ قائم ہوگیا ہے اور اسکی تفصیل اوپر بیان ہوچکی ہے۔ اسلیئے جتنے لوگ غوث اعظم رض کا آبائی سلسلہ اپنے شجرہ طریقت میں لکھتے ہیں وہ صحیح ہی۔ کیونکہ وہ شجرہ سلسلہ تلقین والباس خرقہ کا ہی اور ایسے سلسلے لکھنے پر اتفاق ہی۔ خود شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اسی انتباہ کے صفحہ ۱۶ میں اپنے والد کے طرق کے بیان میں لکھتے ہیں۔ وایضًا ایشاں را ارتباط از جہت خرقہ با شیخ عظمت اللہ اکبرآبادی است عن ابیہ عن جدہ الشیخ عبد العزیز الخ پھر اپنے خاص طرق کے بیان میں اپنے شیخ الخرقہ شیخ محمد طاہر کے سلسلہ کو غوث الثقلین تک لکھتے ہیں کاتب الحروف کہتا ہے کہ زمانہ سلف میں خرقہ تبرک لیا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں مجرد اجازت لیجاتی ہے۔ اور جس طریقہ کی اجازت لیجائے اسکا منشا یہی ہی کہ اُس طریقہ میں بیعت طالبین کی لیجائے اور اُسی طریقہ کا شجرہ بھی دیا جائے۔

حضرت غوث الثقلین کو دوسرے بزرگوں سے خرقہ ملنا

جن بزرگوں سے آپ کو خرقہ ملا ایک حضرت تاج العارفین ابوالوفا ہیں رضی اللہ عنہ قلائد الجواہر صفحہ ۳۰ میں حضرت تاج العارفین ابوالوفا کی مجلس وعظ میں حضرت غوث الثقلین کا اپنے بدایت حال میں جانا اور امتحان کی نیت سے انکو مجلس وعظ سے نکال دینے کا حکم دینا پھر احترام کرنا اور اُنکے حق میں پیشین گوئی کرنا وغیرہ کے بعد لکھا ہی واعطاہ سجادتہ وقمیصہ وسبحتہ وقصعتہ وعکازہ۔ یعنی اور اُنکو اپنا سجادہ

دیا اور قمیص اور تسبیح اور کاسہ اور عصا دیا۔

اقتباس الانوار صفحہ ۷۰ - ویک خرقہ خلافت از دست تاج العارفین شیخ ابوالوفا بغدادی پوشیدہ و آنحضرت در ابتدائے حال از خضر علیہ السلام نیز تربیتہا یافتہ است دوسری جگہ اس اجمال کی تفصیل میں لکھتے ہیں - پس سجادہ و پیراہن و سبحہ و کاسہ و عصائے خود اور اداد وازمنبر فرود آمدہ دست آنحضرت گرفت وگفت چوں وقت تو آید مرا یاد کن۔ بعد ازاں حضرت (غوث الثقلین) مشہور شد دوسرے حضرت شیخ حماد دباس ہیں۔ الفتح المبین میں علامہ وقت سید ظہیر الدین لکھتے ہیں صفحہ ۴۴ چھاپہ

وصحب زبدة العارفين قدوة المحققين ابا الخير حماد بن مسلم الدباس واخذ علم الطريقة و تأدب منه۔	اور (غوث الثقلین) صحبت میں رہے زبدۃ العارفین قدوۃ المحققین ابو الخیر حماد ابن مسلم دباس کے اور اُن سے علم طریقت اور ادب حاصل کیا۔

بہجۃ الاسرار اور غبطۃ الناظر اور قلائد الجواہر وغیرہ سب میں اسکو لکھا ہے۔ جواہر السلوک اور مقامات دستگیری میں یہ بھی لکھا ہے کہ غوث اعظم کو حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا طریقہ اور خرقہ انہیں بزرگ شیخ حماد دباس رح کے واسطہ سے پہنچا ہے۔

تیسرے شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی ہیں۔ اسی الفتح المبین کے صفحہ ۲۵ میں ہے۔

ونقل العلامة ابراهيم الديري الشافعي مؤلف مختصر الروض الزاهر انه اخذ التصوف عن الشيخ ابي يعقوب يوسف بن ايوب بن يوسف بن الحسين ابن وهرة الهمداني الزاهد لما قدم	مختصر الروض الزاہر کے مولف علامہ ابراہیم دیری شافعی نے نقل کیا ہے کہ غوث الثقلین نے تصوف حاصل کیا شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب بن یوسف بن الحسین بن وہرۃ الہمدانی زاہد سے جبکہ وہ حج کو جاتے ہوئے بغداد میں

بعد ا دحاجًا الی ان قال فیھا ولقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جماعۃ من الجبا زھاد الزمان انتھی

تشریف لائے تھے۔ یہاں تک کہ اُس کتاب میں کہا۔ اور حضرت غوث رضی اللہ تعالیٰ ایک جماعت مشاہیر زہاد زمانہ سے ملے تھے۔

غبطۃ الناظر اور قلائد الجواہر وغیرہ میں فقط ملاقات اور غوث اعظم کے حق میں پیشین گوئی اور دعا کرنے کا حال لکھا ہے۔ الباس خرقہ کا ذکر نہیں ہے۔

چوتھے حضرت احمد اسود دینوری ہیں جنسے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا طریقہ اور خرقہ پہنچا۔

پانچویں حضرت ابو الخیر جنسے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طریقہ اور خرقہ ملا۔

اور حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا طریقہ اور خرقہ حضرت حماد دباس کے واسطہ پہنچا ہے جن کا ذکر اوپر گزر چکا۔

چھٹے حضرت ابو سعید مبارک مخزومی جنکے واسطہ سے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ کا طریقہ اور خرقہ ملا۔ اس سلسلہ میں حضرت معروف کرخی کو دو نسبت ہی۔ ایک بواسطہ امام داؤد طائی امام حسن بصری تک دوم بواسطہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام عن ابیہ عن جدہ امام حسین علیہ السلام تک طرق مذکورہ بالا صدیقیہ اور عمریہ اور عثمانیہ کو غوث اعظم سے اوپر انتہا تک لوگوں نے مسلسل اس طرح لکھا ہے۔

تکملہ جواہر السلوک صفحہ ۲۷۲۔ و ایں سلسلہ چنانکہ علویہ ہست صدیقیہ نیز ہست زیراکہ آنحضرت الباس خرقہ از حضرت شیخ احمد اسود دینوری کردہ واو از ممشاد علو دینوری و او از ابو العباس نہاوندی و از شیخ ابی عبداللہ محمد بن الخفیف و از شیخ ابی محمد بن حسن الجزری و او از سید الطائفہ جنید بغدادی و او از ابی سعید خراز و او

از شیخ بشر حافی واو از شیخ ابی رجا رعطاروی واو از شیخ فضیل عیاض واو از شیخ منصور سلمی واو از شیخ محمد بن مسلم زاہدی واو از شیخ محمد جبیر نوفلی واو از شیخ ابی محمد مطعم واو از افضل صحابہ بتحقیق امیر المومنین سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم اجمعین ۰

وفاروقیہ نیز ہست زیرا کہ آنحضرت الیاس خرقہ خلافت از ابی الخیر کردہ او از شیخ یوسف واو از شیخ ابی الحسن عملی واو از شیخ احمد بن عبد العزیز واو از شیخ کہف الدین ابی بکر عبد اللہ شبلی واو از سید الطائفہ جنید بغدادی واو از شیخ ابو سعید خراز واو از شیخ ابی عبد اللہ المسوحی واو از شیخ ابی تراب نخشبی واو از بایزید بسطامی واو از شیخ امین الدین شامی واو از شیخ عبد اللہ علمدار واو از رئیس الاصحاب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم اجمعین ۰

وعثمانیہ نیز ہست چنانکہ آنحضرت الیاس خرقہ خلافت از شیخ حماد دباس کردہ و او از شیخ ابی سعید محمد مغربی واو از شیخ ابی بکر احمد بن عثمان المغربی واو از شیخ ابی الفضل عبد الواحد یمنی واو از شیخ احمد بن اسمٰعیل مکی واو از شیخ ابو المکارم ابی بکر عبد شبلی واو از سید الطائفہ جنید بغدادی واو از خواجہ ابو سعید خراز واو از شیخ ابی عبد اللہ حسن المسوحی واو از شیخ ابو تراب نخشبی واو از شیخ ابی عبد الرحمن حاتم اصم واو از شیخ عبد اللہ الخواص واو از شقیق بلخی واو از شیخ ابراہیم ادہم بلخی واو از شیخ فضیل عیاض واو از شیخ عبد الواحد بن زید واو از کمیل زیاد واو از جامع القرآن امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اجمعین ۰

مقامات دستگیری میں بھی صفحہ ۵۶ سے ۵۸ تک ان چاروں خلفاء کے طرق اور خرقہ کے سلسلے کو حضرت غوث اعظم رض تک پہنچنا اسیطرح مسلسل لکھا ہی جیسا اوپر لکھا گیا ۰

حضرت غوث الثقلین کو حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی سے خرقہ تبرک ملا اور ہر ایک نے دوسرے سے خرقہ تبرک لیا

قلائد الجواہر صفحہ ۵۔

قال القاضی ابو سعید المخزمی المذکور	قاضی ابو سعید مبارک مخزومی مذکور نے
لبس عبد القادر الجیلی منی خرقة	فرمایا کہ عبد القادر جیلی نے مجھ سے خرقہ لیا اور
ولبست منه خرقة یتبرک	میں نے اُنسے۔ ہم دونوں میں سے ہر ایک دوسرے
کل واحد منا بالآخر۔	سے (اس خرقہ پہننے میں) تبرک چاہتا تھا۔

الفتح المبین مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳ میں سید ظہیر الدین تاریخ امام یافعی سے نقل کرتے ہیں

ولبس الخرقة من ید شیخه الشیخ	اور غوث الثقلین نے خرقہ پہنا اپنے شیخ
الصالح قاضی القضاة ابی سعید	صالح قاضی القضاۃ ابی سعید مبارک بن
المبارک بن علی المخزومی نسبة	علی مخزومی سے مخزومی نسبت ہے محلہ یزید
الی محلة یزید بن المخزومی ببغداد	ابن مخزومی کی طرف بغداد میں۔
ولبسها ابو سعید منه قال العارف	اور ابو سعید نے خرقہ پہنا اُنسے عارف باللہ
بالله شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد	شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر فرماتے
عبد القادر جاءنی القاضی ابو سعید	ہیں کہ میرے پاس قاضی ابو سعید مبارک مخزومی
المبارک المخزومی وقال لابد ان تلبس	تشریف لائے اور کہنے لگے کہ ضرور تم مجھ سے خرقہ
منی خرقة والبس منک خرقة	پہنو اور میں تم سے خرقہ پہنوں اور ہم دونوں سے
ویتبرک کل واحد منا بالآخر	ہر ایک دوسرے سے (اس خرقہ پہننے میں) برکت
فلبست منه خرقة ولبس منی	چاہے پس میں نے اُنسے خرقہ پہنا اور انہوں نے
خرقة وشیخهما فی الخرقة شیخ	مجھ سے پہنا۔ اور ان دونوں بزرگوں کے شیخ خرقہ
الاسلام ابو الحسن علی بن محمود	میں شیخ الاسلام ابو الحسن بن محمود القرشی

القرشی الهکاری ۔ الهکاری ہیں ۔

جب یہ بات معلوم ہوئی کہ ان دونوں بزرگوں میں ہر ایک نے دوسرے سے خرقہ تبرک لیا۔ اور دونوں سے شیخ الخرقہ حضرت شیخ ابو الحسن الهکاری ہیں تو یہ خرقہ پیری مریدی کا نہ ٹھہرا۔ اور پیری مریدی درمیان شیخ ابو سعید مبارک مخزومی اور غوث الثقلین کے ثابت نہ ہوئی ۔

البتہ غوث الثقلین کے شیوخ صحبت میں سب سے آخری شیخ ابو سعید مبارک مخزومی ہیں اور آپنے اُنکے مدرسہ میں درس دینا وعظ کہنا اُنکی وفات کے بعد شروع کیا اور پھر اُسکی تنگی وسعت کے سبب اُسکو نئے سرے سے توسیع کر کے تعمیر کیا آپ سے پہلے سے آپکو نقد میں انسے تلمذ بھی تھا۔ یہ سب وجہیں جمع ہوکر لوگوں کا خیال اسطرف رجوع ہوگیا کہ آپ کو بیعت انہیں سے ہے۔ حالانکہ ان سے بیعت ثابت نہیں ۔

کتاب غبطۃ الناظر میں علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی الباب الثالث فی ذکر مشائخہ فی الحدیث مع علو القدر والرتبۃ فی الفقہ والادب میں شیوخ حدیث کے بیان کے بعد فرماتے ہیں ۔

ذکر شیوخہ فی الفقہ والادب

تفقہ علی القاضی ابی سعید المبارک بن علی المخزومی آگے لکھتے ہیں واخذ الادب عن ابی زکریا التبریزی وعن الشیخ احمد الدباس الزاهد وسلک علی یدہ واخذ عن الشیخ یوسف بن ایوب الزاهد لما قدم بغداد فی اواخر عمرہ وعن الشیخ تاج العارفین ابی الوفاء ۔

الباب الرابع میں لکھتے ہیں

وقال ابو الفرج بن الجوزی فی المنتظم ۔ کان القاضی ابو سعید المخرمی بنی

سلہ ابو الفرج بن الجوزی مصنف منتظم اپنی کتاب موضوعات کے سبب سے مشہور محدث ہیں اور حضرت غوث الثقلین کے

معاصر اور سخت مخالف تھے بعد وفات غوث الثقلین کے بہت دن تک زندہ رہے اور اپنی وفات سے پہلے ۸۷ اُس مخالفت سے باز آگئے تھے اک شیخ عبد الحق محدث دہلوی [illegible]

مدرسة لطیفة بباب الازج ففوضت بعدہ لعبدالقادر فتکلم على الناس بلسان الوعظ و ظهر له سمت وصیت وضاقت المدرسة بالناس وکان یجلس عند سور بغداد ویستند الی الرباط ویتوب عندہ فی مجلسه خلق کثیر ثم عمرت المدرسة ووسعت وتعصبت العامة فی ذلك فاقام فیها یدرس ویعظ +

قلائد الجواہر صفحہ ۴ میں جہاں آپکے اساتذہ کا ذکر ہے تو فقہ کے اساتذہ میں اس کتاب میں بھی حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخزومی حنبلی کا نام ہے۔ پھر صفحہ میں ہے ،، وصحب رضی اللہ عنه ابا الخیر حماد بن مسلم بن دروة الدباس واخذ عنه علم الطریقة وتادب به وسلك على یدہ رضی اللہ عنهما واخذ رضی اللہ عنه الخرقة الشریفة ولبسها من القاضی ابی سعید المبارك المخزومی السابق ذکرہ ۔ انتہی۔ اسی صفحہ میں آگے لکھتے ہیں وکان لابی سعید المخزومی مدرسة لطیفة بباب الازج ففوضت الی سیدنا الشیخ عبدالقادر فتکلم فیها على الناس بلسان الوعظ و التذکیر وظهر له کرامات وسیط وقبول وضاقت المدرسة بالناس من ازدحامهم على مجلسه ۔ ثم وسعت بما اضیف الیها من المنازل الخ +

یہ تحریر بہت طویل ہوگئی اور ابھی طریقہ شطاریہ کی بحث باقی ہے۔ جسکی نسبت سیدصاحب فرماتے ہیں ،، اگر آپ کو معلوم ہو کہ محمد غوث گوالیری رحمہ اللہ وسید وجیہ الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ اوپر جاکر بذریعہ بعیت ارادت حضرت غوث اعظم سے ملتاہے تو اطلاع دیجئے ،، اسکی نسبت مختصر گزارش ہو کہ جناب سید صاحب کو اسی بعیتِ ارادت کے خیال نے دھوکے میں ڈالا۔ اور تحریر مذکورہ کا باعث ہوا +

میری اس تحریر سے ظاہر ہو گیا ہو کہ بزرگان سہروردیہ فردوسیہ اور نقشبندیہ اور چشتیہ کو قادریہ طریقہ کی اجازت و خلافت ملی اور انہوں نے طالبین کی آئین بیعت لی اور کاملین کو اسکی اجازت بھی دی اور اس طرح سے یہ قادریہ طریقہ کہیں سہروردیہ سے کہیں فردوسیہ کہیں نقشبندیہ کہیں چشتیہ سے مخلوط ہو کر جاری ہوا۔ اسیطرح شطاریہ بھی ہو سکتا ہے حضرت محمد غوث گوالیری اور سید وجیہ الدین قدست اسرارہم کو بیعت ارادت اپنے ہی طریقہ میں تھی اور جن بزرگوں کے بارہ میں اوپر بحث کی گئی سب کی یہی حالت ہو کہ ان سب کو بیعت ارادت اپنے طریقہ میں اپنے شیوخ سے تھی +

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ علیہ وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ راقم رجل من المسلمین۔ وجعلہ اللہ تعالیٰ کما سماہ وقال ھو سماکم المسلمین +

ذیل میں اُن معاونین رسالہ نظام المشائخ کے اسمائے گرامی دلی شکرگزاری کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں جنہوں نے اس ماہ میں ترقی اشاعت کا عملی ثبوت دکھایا۔ اور اپنے احباب کو بدیں تفصیل نظام المشائخ کا خریدار بنایا +

جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب پوسٹ جبہ ایک خریدار۔ جناب منشی کریم الدین صاحب راجپوت قصور ایک خریدار۔ جناب مولوی شیخ احمد حسین صاحب وکیل حیدرآباد ایک خریدار۔ جناب منشی غلام نظام الدین صاحب قریشی احمد آباد۔ ایک خریدار۔ جناب مولوی محمد نصیر الدین صاحب فریدی نظامی رئیس مدراس ۳ خریدار۔ جناب مولوی محمد یوسف صاحب گنگوہ۔ ایک خریدار۔ جناب مسٹر ایچ جیمس ایم ڈبلیو ایس۔ کوہ مری ایک خریدار۔ جناب پیرزادہ مولوی محمد عزیز الدین صاحب چشتی اسسٹنٹ رجسٹرار و آنریری مجسٹریٹ فتحپور سیکری ایک خریدار۔ جناب شہزادہ مولوی محمد اشرف صاحب گورگانی بی اے ڈپٹی کمشنر منچن آباد۔ ۳ خریدار جناب صاحبزادہ یوسف علی صاحب درگاہ حضرت بختیار کاکی رح جناب خلیفہ پیر داد خان صاحب نظامی صوبہ دار پلٹن ۳۳ پنجابی دہلی ایک خریدار۔ جناب مولوی الف دین صاحب بی اے وکیل کیمبلپور ایک خریدار۔ جناب منشی نذیر الدین احمد صاحب اکولہ۔ ایک خریدار ایک خریدار ۔۰۔

آہ! یہ خط

مدت کے بعد خط آیا۔ تسلی بھی۔ تسکین بھی۔ خشم و عتاب بھی۔ زخموں پر مرہم رکھدیا اور ہاں نمک پاشی بھی کی +

خط! اچھے اچھے حرفوں والے پیارے پیارے مطلب والے۔ آ۔ بہت راہ دکھائی۔ تجھکو پہلے آنکھوں سے لگاؤں۔ کلیجہ پر رکھوں۔ اور دل پر بھی۔ جو بہت تڑپتا ہے اور تجھکو مانگتا ہے۔ تو کسکا نامہ ہے۔ تجھ میں کیا لکھا ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

قاصد پر نثار۔ کیا ہی اچھا پیام لایا۔ ہاں تو یہ تاکید کر دی ہے کہ میرے مکتوب کا ادب کیا جائے۔ ناپاک ہاتھ نہ لگیں۔ دل و جان سے منظور۔ پیارے کا پیارا خط ہے۔ بھلا اسکی بے ادبی ہو سکتی ہے؟

لکھا ہے۔ یہ خط ہے۔ اسمیں کچھ شک نہیں۔ ہاں ہاں۔ کچھ شک نہیں۔ بلاشبہ یہ آپ کا نامہ ہے۔ آپ ہی سچے اور آپ کا مکتوب بھی۔ اور وہ قاصد بھی جو پیام لایا۔

آپ کی یاد میں۔ آپکے انتظار میں۔ از خود رفتہ دیکھکر اکثر لوگوں نے فرضی خطوط بنائے اور کہا کہ یہ اُن کا ہے جنہیں تم یاد کرتے ہو۔ مگر تسلی نہوتی تھی۔ یقین نہ آتا تھا۔ شاید آپ کو بھی اغیار کی کارستانیوں کی خبر پہنچ گئی جو لکھا کہ اِس خط میں شک نہ کرنا۔ نہیں جناب یہ تاثیر۔ یہ بجلی۔ یہ کشش۔ اوروں میں کہاں تھی۔ دلی یقین کے ساتھ پڑھوں گا۔ آنکھیں ترس گئی ہیں۔ پتلیاں سیر نہیں ہوتیں اور کہتی ہیں۔

خط! ہم تیری یاد میں روتے تھے۔ پلکیں آنسوؤں سے بھگوتے تھے۔ تو اب آیا۔ بتا دے۔ کیا تو آیا؟ تو ہمارے پیارے کا پیارا خط ہے۔ قاصد نے تیرا نام قرآن بتایا ہے۔ دل کہتا ہے کہ تو قرۃ العین ہے۔ اب تیرے بھیجنے والے

سے مخاطب ہوتا ہوں۔ بندہ نواز! آپنے یہ جو تحریر فرمایا کہ ہم نے اپنی امانت آسمان۔ زمین اور پہاڑوں کے پاس رکھنی چاہی تھی۔ مگر سب نے انکار کیا۔ اور اس بھاری بوجھ کی ذمہ داری سے ڈر گئے۔ اور تونے اس بار کو اٹھالیا۔ ہمیں اس نکتہ سے بہت شاگزار ہوا۔ اس تحریر سے آپنے میری قدر بڑھائی۔ اور ہم چشموں میں ممتاز کردیا۔ لیکن یہ محض آپ کی ذرہ نوازی ہے۔ ورنہ میں اس قابل نہ تھا کہ اس نازک امتحان میں پورا اُترتا۔

یہ چھیڑ خوانی کا فقرہ خوب فرمایا کہ تو بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے۔ ہاں جناب جو مرضی میں آئے ارشاد کیجئے۔ آپکے دلدادہ میں سب کچھ سننا پڑے گا۔

لوگ دارنشتروں کی امانت بھی دل وجگر میں رکھیں۔ اور پھر آپ کی نرم گرم باتیں بھی سُنیں۔ ہم جاہل سہی۔ ظالم سہی۔ ناعاقبت اندیش سہی۔ پر یہ تو دیکھیے کہ جان پر کھیل گئے۔ اور آپ کی فرمائش کو نہ ٹالا۔ اتنے بڑے ڈیل ڈول کے آسمان ایسی چوڑی چکلی زمین۔ اور بھاری بھرکم پہاڑوں نے جس بات سے منہ چھپایا۔ اور حیلہ حوالہ کرنے لگے۔ اُسکا برداشت کرنا ایک مشتِ خاک سے کیونکر ممکن تھا۔ مگر محض آپ کی رضامندی کی خاطر اس ہولناک منزل میں قدم رکھدیا۔ آپ کو خبر بھی ہے؟ آپ کی امانت کے سبب ہم پر کیا گذرتی ہے۔ آپ کی چاہت کا دم بھرنے والے میاں شیطان رات دن چوری کی فکر میں ہیں۔ ہر وقت وہ اور اُن کے یار غار خانہ دل کے گرد منڈلایا کرتے ہیں کہ موقع بنے تو وار کر جائیں۔ اور ہم کو آپکے سامنے خائن ثابت کرکے شرمندہ کریں۔

اس بیرونی طوفان کی حفاظت کے علاوہ ذرا اندرونی مشکلات کا حال بھی سُنیئے۔ آپ کی امانت ہی تو بالکل سربستہ اور سرمُہر۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے۔ اور اسمیں کیا ہے۔ لیکن عجب طلسماتی پڑیہ ہے۔ جہاں رکھی جائے وہیں

ایک طرح کا سوز۔ بے کلی اور اضطراب پیدا کر دیتی ہے۔ اُلجھن ہوتی ہے۔ شہر میں جی گھبراتا ہے۔ جنگل ویرانہ میں نکل جانے کو طبیعت چاہتی ہے۔ دنیا کی شان شوکت۔ زیب و زینت عیش و راحت۔ سب ہیچ نظر آتے ہیں۔ آنکھیں سونا کم کر دیتی ہیں۔ زبان اپنا مزہ بھول جاتی ہے۔ بات چیت میں بھی زیادہ چلنا پسند نہیں کرتی۔ پیٹ من بھاتی غذائیں نہیں مانگتا۔ جو دے دو۔ لے لیتا ہے۔ اور وہ بھی بار بار نہیں۔ کئی کئی وقت کے بعد۔ اپنے۔ بیگانے۔ غیر اور بیگانے معلوم ہوتے ہیں یہاں تک کہ خود اپنا تن من سب بے حقیقت و بے کار نظر آنے لگتا ہے۔ تو خبا اُلفت کیا ہے۔ ایک بلائے بے درماں ہے تاہم ؎

ہر چہ از دوست میرسد نیکوست

سبحان اللہ۔ آپ کی تحریر کی آن بان کے قربان۔ نوازش کا اظہار ہوتا ہے۔ قہر و غضب کی شان کا ذکر بھی کر دیا جاتا ہے۔ وعدۂ وصل سے ڈھارس بندھائی جاتی ہے تو فرقت و جدائی کی دھمکی بھی ساتھ ہی ملتی ہے۔ جناب! کون کہتا ہے کہ آپ رحیم نہیں۔ کریم نہیں۔ دلنوازی نہیں کرتے۔ چارہ سازی نہیں فرماتے۔ نہیں۔ آپ کی ذات سے اس سے بڑھ بڑھ کر امیدیں ہیں۔ لیکن ان دھمکیوں سے کیا حاصل۔ ہم پہلے ہی ڈرتے ہیں۔ اور حضرت کی بے نیازی و کبریائی سے خوف کھاتے ہیں +

اس خط میں سرکار نے سب کچھ تو لکھا ہے مگر یہ نہ بتایا کہ اب آپکا دیدار کس دن میسر آئیگا۔ اس وعدہ سے طمینان نہیں ہوتا کہ عن قریب ہم تم سے ملینگے وقت بتایئے منٹ اور ساعت مقرر کیجئے۔ اور ملاقات کے پروگرام سے آگاہی بخشئے۔ ایسی گول مول بات کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رہا سہا اطمینان بھی جاتا رہیگا۔ اور فرقت انتظار کا سامنا ہوگا جو موت سے زیادہ سخت چیز ہے ؎ برفگن پردہ از رخ بے محابا ✦ کے کن وعدہ امروز فردا

ترجمہ نزہت الارواح

(گزشتہ سے آگے)

نسیم بہار و سموم تموز[۵۱] خرد را دلیل ست روشن چو روز

اے آنکہ طاق و جفت را گز تو چنبر
تو۔ و اے آنکہ نہ طاق چنبری چول
یک حلقہ بر در تو۔ اے آنکہ خار و
گل را از کرمت آب در جوئے۔ اے
آنکہ جزو کل از نظرت رنگ در روئے
اے آنکہ مثال عفوت عذر پذیر
ہر بے عذرے۔ اے آنکہ برات رحمیت
عیدے بخشش ہر بے قدرے۔ اے
قلم ہستی کشندہ ہر بالا و پست
اے قلم نیستی را ندہ ہر ہشیار و مست

اے تیرے لئے مالک کہ طاق و جفت زمرد و مرکب کا ٹھکانا تیرے ہی دائرہ حکمت میں ہے۔ اے وہ پاک ذات کہ نو آسمان تیری بارگاہ قدرت میں ایک حلقہ زنجیر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اے وہ کہ پھول اور کانٹوں کی رونق صرف تیری مہربانی و کرم سے ہے۔ اے وہ کہ جزو کل کی تروتازگی تیری نظر لطف سے ہے۔ اے وہ کہ تیرے عفو کا فرمان ہر گناہگار کا (جسکو بوجہ کثرت نافرمانی کوئی توقع طلب مغفرت کا نہیں ہے) عذر پذیر ہے۔ اور اے وہ کہ تیری رحمت کا حصہ نالائق و ناچیز کو خوشی مرحمت کرتا ہے۔ اے بالا و پست زمام بھی سفلی کو پست کرنیوالے اور اے

قطعہ[۵۲]

اے ہمہ تو چہ گوئمت گز ہمہ گاں منزہی ہم ز بیان مبتدی ہم ز نشان منتہی

---

[۵۱] موسم بہار کی خوشگوار ہوا اور جیٹھ بیساکھ کی جلتی بلتی لو وہ دونوں چیزیں عقل کے نزدیک تیری قدرت کی مثل روز روشن واضح دلیل ہیں ۱۲ مترجم [۵۲] اے واحد، احد جو کچھ بھی (دنیا میں از قسم ہست) ہے سب میں (تیرا ہی جلوہ نور یعنی) تو ہی تو ہے۔ لیکن میں تیری صفت و ثنا کیونکر بیاں کروں کیونکہ باایں ہمہ حدہ وجود تو سب پاک ہے اور مبتدی کے بیان سے (کہ وہ دلائل و برہان سے تیری ہستی وجود کا یقین دلاوے) و نیز منتہی کی نشان دہی سے (کہ وہ کشف حقائق سے استدلال کرے) تیری ذات ارفع و اعلے ہے۔ قوت فکر و خیال نے ہمہ وقت وہمہ تن مصروف ہوکر نہایت باریک بینی کے ساتھ گام زنی کی لیکن بال برابر بھی تیری ذات کی کنہ سے آگاہ

نہ ہو سکی ۱۲ مترجم

قوت فکر و صبا ہم موے بموے زد قدم
یکسر موے بیش و کم از تو نیافت آگہی

قومے را اندیشہ بجوے درسید۔ گمان بروند کہ منزل رسیدند۔ گروہے را فکر بجو درفت ودانستند کہ راہی نرفتند چوں ہر دو را حکایت پرسیدند بیقین شد کہ نارسیدہ اند۔ درین جا بیتے موافق یادم آمد +

کچھ لوگوں کے دلوں میں رسیہ مقامات و کشف منازل سلوک سے) گمان (خداشناسی و وصول الی المطلوب) پیدا ہوا تو سمجھے کہ منزل مقصود کو پہنچ گئے ایک جماعت کو (جذب بعد از سلوک کی وجہ سے کشف یقین کا اعتماد و بیخودی سے) استغراق ہوا تو خیال کرینگے کہ راہ حقیقت طے کرلی۔ مگر جب طالبان (عارفان) واقعہ اصلی کی کیفیت دریافت کی تو یقین ہوا کہ دونوں (گروہ) ناکام و نارسیدہ ہیں۔ اسکے مناسب حال مجکو ایک شعر یاد آیا

شعر[له]

در رہ عشق نشد کس بیقیں محرم راز
ہر کسے بر حسب فہم گمانے دارد

قطعہ[له]

اندر رہ تو فکر بجائے نرسید
کانجا زمن و فکر نشان نیست پدید
من کیستم و راہ تو کو فکر کجا
حقا کہ خیالیست ہمہ گفت و شنید

الٰہی تلقین عقل ما ہمہ خود نمائی بود ہر چہ عنکبوت فہم ما بافت ہمہ ہوائی بود اثبات و نفی ما بے تشبیہ و تعطیل نیست۔ ایں آیت را کہ وصف تو میکند تفسیر تاویل نیست +

خداوندا! (تیری وحدت کے بارے میں از راہ استدلال) جو کچھ ہماری عقل نے ہم کو تلقین کی وہ نری خود نمائی شہیری اور ہمارے عنکبوت فہم نے جو کچھ (غور و فکر کا تار و پود اظہار حقیقت کے متعلق) بنا وہ بالکل باد ہوائی معلوم ہوا۔ ہمارا اثبات و نفی (سے دلائل بیان) کرنا تمثیلات بیان کرنے یا بیکار رزق قرار کرنے کے سوا کچھ نہیں اس آیۂ کریمہ میں جو تیرے وصف کی مظہر ہے تفسیر و تاویل کی گنجائش نہیں +

له راہ عشق میں کوئی شخص یقینی طور پر محرم راز نہو سکا بلکہ ہر شخص اپنے فہم و رسائی عقل کے بموجب محرم راز ہونے کا گمان رکھتا ہے ۱۲ مترجم له اے خدا تیری راہ معرفت میں فکر کی کسی مقام تک رسائی نہوئی۔ کیونکہ وہ ایسی منزل جہاں میرا اور فکر کا پتہ و نشان تک نہیں (یعنی یہ سب مرتبہ فنا و نیستی میں اور عاجز محض ہیں) بھلا کجا میں اور فکر اور کجا تیری خدا کی قسم یہ ساری باتیں خیالی ڈھکوسلے ہیں ۱۲ مترجم

فقیری بانا

آپنے دیکھا ہوگا نظام المشائخ کے ٹائیٹل پیج پر ایک سطر میں ہمیشہ یہ لکھا جایا کرتا ہے کہ "دنیا کی آبادی میں سے تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے"۔ بہت سے لوگ اس عبارت پر تعجب کرتے ہونگے۔ اور اسکو صحیح نہ مانتے ہونگے۔ آج ہم اس فقرے کی تشریح کرتے ہیں۔ اگرچہ غرض اصلی ہماری محض تشریح نہیں ہی بلکہ فقیری بانے پر ایک آزادانہ تنقید کرنی ہی۔ مگر یہ تنقید بغیر اس تمہیدی تشریح کے ناکمل رہے گی جسکا تعلق تمام دنیا کے صوفی مشرب لوگوں سے ہی۔ یہ دعوے کہ دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفیانہ عقائد کے آدمیوں کا ہے صحیح ہی۔ اگر ہم اسپر غور کرنا چاہیں تو ہمیں چار مذہبوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا جو دنیا کے سب سے بڑے دین ملنے جاتے ہیں اور جن میں باعتبار شمار قریبًا تمام دنیا شریک ہے۔ اول بدھ مذہب۔ دوم عیسویت سوم اسلام۔ چہارم ہنود +

بدھ مذہب کے پیرؤں کی تعداد تمام مذاہب سے زیادہ ہی۔ چین۔ جاپان۔ برہما۔ آسام وغیرہ ممالک میں اس مذہب کے کروڑوں آدمی پائے جاتے ہیں۔ بدھ مذہب کی تعلیم باعتبار اصول بالکل تصوفانہ ہی۔ اسمیں باطنی کیفیات وجذبات کا بہت زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور ظاہر کو باطن کے ماتحت کرکے زندگی کو ایک حد تک راہبانہ بنادیا ہے تمادی ایام کے سبب بدھ مذہب کے طرز عمل میں بدھ کی ابتدائی تعلیمات سے بہت فرق پڑگیا ہے تاہم ان میں ابھی بڑی تعداد درویشانہ زندگی بسر کرتی ہے۔ ان درویشوں کے دیکھنے اور حالات معلوم کرنے سے بدھ کی ابتدائی پاکبازی توکل قناعت اور استغنائی کا پتہ چلتا ہے۔ جاپان جسکی فتحیابی اور دنیاوی ترقی کی دھوم چاردانگ عالم میں مچ

رہی ہے بالکل مادہ پرست اور روحانیت سے کورا نظر آتا ہے۔ لیکن حقیقت حال اسکے خلاف ہے۔ جاپان میں ابھی تک فقرا اور بدھ راہبوں کی بہت معقول تعداد موجود ہے۔ جو اپنے قدیمی رنگ پہ قائم ہے۔ اور اس رنگ کو بہائی ہوئی نئی روشنی کے جاپانیوں کی اصلاح روحانیت میں لگاتار کوشش کر رہی ہے۔ یہی حال قریبًا چین کا ہے۔ وہاں بھی جوں جوں مغربی تہذیب بڑھتی جاتی ہے۔ چینی درویش اپنی قوم کو دہریت والحاد کی زہریلی ہواوں سے محفوظ رکھنے کے لیئے تیار ہوتے جاتے ہیں چین میں بدھ مذہب کے علاوہ ایک گروہ کنفیوشس کا پیرو ہے۔ کنفیوشس ایک بڑا مصلح اور ہادی گزرا ہے۔ اس کی تعلیم بھی قریب قریب تصوفانہ تھی۔ چینی مسلمانوں میں بھی درویشی خیالات کا معقول چرچا ہے۔ لیکن وہاں کے درویش بیدست و پا درویش نہیں ہیں وہ تمام دنیاوی کاموں میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ ملکی معاملات میں اپنی قابلیتیں دکھاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ باکسر جنکے محاربات کے تذکرے چند سال پہلے اخبارات میں گونج رہے تھے اور جنھوں نے تمام یورپ کی متفقہ فوجوں کے اپنی دلیری سے منہ پھیر دیئے تھے۔ زیادہ تر انہی درویشوں میں سے تھے ؛

ان حالات کے اعتبار سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ چین وجاپان میں بڑی تعداد صوفی مشرب لوگوں کی ہے۔ جو اپنے طریقے سے غافل نہیں ہیں اور رات دن اسکو محفوظ رکھنے اور پھیلانے میں ساعی و کوشاں رہتے ہیں۔ یہ بات بے دلیل نہیں ہے۔ جاپانیوں کے فقیری مذاق کا ثبوت دیکھنا ہو تو بدھ کے مندر میں جاکر دیکھ سکتے ہیں اور چینیوں کی درویشانہ ترقی کا حال ان لوگوں سے

سلہ بدھ گیا۔ شہر گیا سے ۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں مہاتما بدھ ... تک ایک درخت کے نیچے مراقب بیٹھے رہے اور وہیں انکو عرفان کل حاصل ہوا تھا ... اس جگہ ایک نہایت عالیشان مندر بنا دیا ہے ۱۲

معلوم ہو سکتا ہے۔ جو ہندوستان سے انگریزی فوجوں کے ہمراہ یا دیگر کاروبار کے سبب وہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔

یہ تو معلوم ہو گیا کہ بدھ مذہب پر چلنے والے انسانوں کی تعداد دنیا میں سب سے زیادہ ہے اور ان میں زیادہ شمار صوفی مشرب لوگوں کا ہے۔ اب عیسائی آبادی کو دیکھنا چاہیے۔ ایک زمانہ میں کل عیسائی اپنے طریقے کے صوفی مشرب تھے اور ان کے ہاں نہایت سخت ریاضتیں اور مشقتیں جاری تھیں۔ جنکو دیکھ کر ہمارے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایسی مشقتوں سے منع فرمایا تھا اور ارشاد ہوا تھا کہ لا رہبانیۃ فی الاسلام یعنی عیسائی درویشوں کی طرح جو راہب کہلاتے تھے اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ ان عیسائی فقرا کی ایک زبردست طاقت تھی جنکے پیشوا کو پوپ کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں۔ پوپ باوجود تارک الدنیا جماعت کا پیشوا ہونیکے تمام عیسائی تاجداروں پر حکمرانی کرتا تھا اور سارا یورپ اسکی مٹھی میں تھا قاعدہ ہے کہ جب فقیری میں دنیا کی آمیزش ہو جاتی ہے تو وہ فقیری فقیری نہیں رہتی۔ اور اس میں تغیر و انقلاب واقع ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ جب عیسائیوں کے مقتدائے رہبانیت کی دنیا پرستی فقیر دوستی پر غالب آگئی تو خدائے تعالیٰ نے اہل دنیا کو اس پر غالب کر دیا۔ اس نے ایک جماعت پیدا کی جسنے پوپ کے ناجائز رسوخ اور جابرانہ خود مختاری کو زیر و زبر کر ڈالا۔ اور عیسائی دنیا سے اسکے اختیارات کو بہت بڑی حد تک زائل کر دیا گو پوپ نے اس فرقہ جدیدہ کے مقابلہ کے لیے (جو بالآخر پروٹسٹنٹ کے

لہ پوپ کے پیروؤں کو رومن کیتھولک کہتے ہیں۔ اٹلی سپین اور روس میں اس عقیدے کے بیشمار آدمی اب بھی موجود ہیں رومن کیتھولک صوفیوں کا طرز عمل۔ عبادات و ریاضات سے گزر کر بت پرستی تک پہنچ گیا ہے۔ اور یہی ان کے مخالفوں کے لیے ایک بڑا ذریعہ مخالفت ہے۔ اور اسی کے سبب دن بدن رومن کیتھولک کو عقلمند دنیا کے میدان میں شکست ہوتی جاتی ہے ۱۲

نام سے کامیاب و مشہور ہوا) سر توڑ جدوجہد کی۔ لیکن اس سیلاب کی روک تھام میں ناکام رہا۔ پروٹسٹنٹ گروہ کی کوششیں آج تک جاری ہیں اور وہ پوپ کی طاقت بالکل معمولی کرنی چاہتا ہے۔ ہم اسی مضمون میں کسی دوسری جگہ اس معاملہ پر وضاحت سے بحث کرینگے۔ سردست یہ دکھانا مقصود ہے کہ عیسائیوں میں بھی ایک بڑی تعداد صوفی مشرب لوگوں کی ہے۔

عیسائیوں کے بعد نمبر مسلمانوں کا ہے۔ ان میں بے شمار فرقے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ تعداد میں۔ اور سب سے زیادہ اثر میں حضرات صوفیہ ہیں۔ روس۔ ٹرکی۔ تاتار۔ کابل۔ ہندوستان۔ مصر۔ عرب۔ غرضکہ ہر اسلامی خطے میں صوفیانہ مشرب کے مسلمانوں کی تعداد سب گروہوں سے فائق ہے۔

ہندو فقط ہندوستان ہی میں ہیں لیکن یہیں انکی تعداد کروڑوں ہے۔ اگرچہ ہندوؤں میں بھی بے شمار فرقے ہیں۔ لیکن اصول کے اعتبار سے سب ہمہ اوست کے قائل اور مشرب تصوف پر چلنے والے ہیں۔ غرضکہ بلاشک و شبہ قبول کرنا پڑے گا کہ "دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے"۔

اب ہم اپنے اصلی عنوان "فقیری بانے" پر گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ مشہور تو یوں ہے کہ درویشی باطنی چیز ہے۔ ظاہر سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔ اور ہے بھی سچ۔ کہ مدارج باطن ہی پر فقیری کا دارومدار ہے اور ظاہر سے جسقدر اسکا تعلق پایا بھی جاتا ہے وہ سب کیفیات باطن کے ماتحت ہے۔ مثلاً جو لوگ کہ صاحب باطن نہیں ہیں یعنی روحانی کمالات میں کوئی حصہ نہیں رکھتے۔ مگر روحانی لوگوں کے معتقد اور پیرو ہیں ان کو صوفی مشرب محض اسلیئے کہا جاتا ہے کہ وہ ارباب روحانیت سے اور انکی باطنی طاقت سے اپنی ظاہری اور باطنی اصلاح و بہبودی کے طلبگار رہتے ہیں۔ تاہم انسانی فطرت ثابت کرتی ہے کہ انسان اپنے اندرونی جذبات و خیالات کے سبب ظاہر میں کسی وضع یا طرز کا

ہوجایا کرتا ہے. مثلاً ایک بادشاہ اپنے قوائے حکمرانی اور برتری کا اظہار تخت و تاج اور شاہانہ لباس سے کرتا ہے. ایک سپاہی دلیری و شجاعت کے جذبے کو رفتار و گفتار و لباس سے ظاہر کرتا ہے. فلاسفرز اور علمائے ظاہر بھی اپنی روش اور وضع دوسروں سے ممتاز ہونیکے لیے مقرر کر لیتے ہیں. یہی کیفیت فقرا کی ہے. اُنھوں نے بھی فروتنی اور خاکساری کی ایک علحدہ وضع اختیار کی ہے. اور یہی فقیری بانا ہے. جسکو ہم نے آج کا عنوان مقرر کیا ہے ۔

ہر مذہب ملت اور ہر ملک کے درویشوں کی وضع یا فقیری بانا. اُنکے ملکی رسم و رواج پر مبنی ہے. بدھ مذہب کے فقیر جو لونگی کہلاتے ہیں. چین و جاپان کی تو خبر نہیں. برما میں ان درویشوں کی وضع ہندو سنیاسیوں کے قریب قریب ہوتی ہے. عیسائی درویش ایک لمبا کرتا پہنتے ہیں جو بہت گھیر دار ہوتا ہے. اور ٹخنوں تک لٹکتا رہتا ہے. اور کرتے کے اوپر کمر کے قریب ایک اونی رسّی باندھتے ہیں بس یہی اُن کا فقیری بانا ہے. مسلمان فقیروں میں خانوادوں کی تفریق پر وضعیں مقرر ہیں. روم و مصر میں مولویہ طریقے کے فقیر ایک سفید گھیردار جامہ پہنتے ہیں. اور سر پہ نمدے کی ایک لمبی ٹوپی اوڑھتے ہیں قادریہ فقرا عراق و عرب میں عموماً سبز لباس استعمال کرتے ہیں. ہندوستان میں پہلے ایک خاص قسم کا کرتہ مروج تھا. جسکو قادریہ کرتہ کہتے تھے مگر اب اسکا رواج کہیں کہیں اور خال خال رہ گیا ہے. سہروردیہ سلسلے میں عمامہ کا شملہ گردن کے پاس سے ہٹا کر سینے پر لٹکا لیا جاتا ہے. چشتیوں میں زرد صندلی اور گیروے رنگ کے کپڑے فقیری بانے کے طور پر مستعمل ہیں. اور اسکی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ چشتیوں نے ہندوستانیوں سے میل جول رکھنے اور ان میں مذہب و عقائد سرایت کرنے کا ابتدا سے بہت ہی خیال رکھا ہے. اور چونکہ ہندو فقیر عموماً ان رنگوں کے لباس پہنتے تھے. اسلئے چشتیوں نے بھی اسی وضع کو اختیار کیا جس سے ہندو بہت جلد انسے مانوس ہوگئے. اور اس

ملک میں ان کا اثر سب سے زیادہ پھیل گیا۔ ہندو فقرا کا بانا اکثر گیروے رنگ کا ہوتا ہے بعض زرد بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور بعض جلی ہوئی راکھ جسم پر مل لیتے ہیں ان کا خیال ہے کہ تارک کے لیئے کسی لباس کی ضرورت نہیں۔ خاک کا جسم ہے۔ خاک ہی کا لباس کافی ہے۔ ستر عورت کے لیئے ایک لنگوٹی بس ہے۔ یہ ہے فقیر بانا جس پر ہم کو ایک دردناک ماتم کرنا ہے۔ اور آزادی و بیباکی سے موجودہ وقت کے فقیری بانے پر تنقید کرنی ہے۔ لیکن ہمارا روئے سخن اب یہاں سے صرف مسلمان فقرا کی جانب ہے کیونکہ انہیں کی حالت زبونی کی طرف زیادہ مائل ہے۔ اور وہی اپنے فقیری بانے کو بدنام کرنے پر زیادہ تلے بیٹھے معلوم ہوتے ہیں *

مجھے اپنے ہادی حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب سے بھی اس معاملہ میں اتفاق نہیں ہے۔ بلکہ اگر گستاخی نہ سمجھی جائے تو میں نہایت زور کے ساتھ عرض کروں گا کہ وہ فقیری بانے والوں کی بے جا رعایت کرتے ہیں اور باوجود نیت اصلاح کے ان کی اصلاح پر کما حقہ نہ خود عمل کرتے ہیں نہ ہمکو کرنے دیتے ہیں۔ ان کو بات بات میں مصلحت اندیشی کا خیال رہتا ہے۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ مصلحت اندیشی عمدہ چیز ہے مگر افراط اور تفریط ہر چیز کی بری ہوتی ہے۔ بعض مصلحتیں ناجائز ہوتی ہیں۔ اسیطرح ہمارے پیشوا کی مصلحت اندیشیاں ہیں جن کو ہم مصلحت اندیشی نہیں کہیں گے۔ بلکہ وہ ایک طرح کی کمزوری ہے۔ اُنہوں نے فقیری بانے والوں کے مرکز میں پیدا ہو کر فقیری بانے والوں میں خرابیاں محسوس کیں۔ اور انکی اصلاح کی آواز بلند کی۔ لیکن کسی نے لبیک نہ کہا ہم جیسے چند نااہل جو حقیقتاً کوچۂ درویشی سے محض ناآشنا تھے۔ اس صدا کی نصرت کے لیئے آگے بڑھے۔ اور جان و مال پکارنے والے پر نثار کردیا۔ جب ہمکو چند سال فقیری بانے والوں کے میل جول اور صحبت میں گزر گئے تو ہمنے دیکھا کہ وہ اہل دنیا سے زیادہ دنیا میں ملوث ہیں۔ انکی خود غرضیاں۔ عیش پرستیاں۔ اور منافقانہ جوڑ توڑ

حد سے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے ظاہر و باطن میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ وہ اپنے شاہانہ اختیارات میں نہ یہ فرق دیکھنا گوارا نہیں کرتے خواہ شریعت و طریقت پیروں میں کچلی جائے اور اُنکے نقیبر فرقے کی گلی گلی اور کوچے کوچے رسوائی کے ساتھ تشہیر ہو۔ بڑے بڑے نامور مشائخ کو دیکھ لیا ہے سربلند درگاہوں کے سجادہ نشینوں کو ازمالیا۔ اندھیر مچا ہوا ہے۔ بہت کم ایسے نظر آتے ہیں جنپر امید کی نگاہ پڑ سکے۔ گو حضرت دہبر الحلقہ اب تک امید لگائے بیٹھے ہیں کہ ایکدن یہ لوگ راہ راست پر آئینگے۔ اور اپنے فرائض کو پہچانینگے۔ مگر ہم خدام اس روییے جیپر حضرت چل رہے ہیں مایوسی ہے۔ اسلئے ہم ہرگز خیال نہیں کرسکتے کہ کہ اسطرح مشائخ کی حالت میں کچھ تغیر ہو سکیگا۔ ہم کو اجازت ملنی چاہیے تاکہ ہم اِن مشائخ کو بتائیں کہ اب زمانہ وہ نہیں ہے کہ کسی کو اُنکے خلاف لب کشائی کی جرأت نہو۔ اب انگریزی عہد ہے۔ ہر شخص اپنے خیالات آزادی کے ساتھ ظاہر کر سکتا ہی ذاتیات پر تو حملہ کرنا ہی فضول ہے۔ اِسکے سوا ہر قسم کی آزادی ہمیں حاصل ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ہم اِن مشائخ سے دبتے رہیں اور حلقہ کے عملدرآمد میں خلل پڑنے دیں۔ اگرچہ یہ یقین ہے کہ ہماری بے باکی سے یہ لوگ اور بگڑینگے۔ اور چند روز کے لیئے خانقاہوں کا مطلع غبارآلود ہوجائے گا۔ لیکن پبلک کو۔ قوم کو اور ہماری آیندہ آنے والی نسلوں کو اِن فقیروں کے تمام اسرار سے آگاہی ہوجائے گی۔ اور وہ خود فیصلہ کرلینگے کہ آیا اس قسم کے مشائخ کسی عزت و عقیدت کے مستحق ہیں یا نہیں۔ اور یقینًا وہ فیصلہ مشائخ کے خلاف ہوگا۔ اسوقت ہم دیکھیں گے کہ اُنکا غرور کہاں تک باقی رہتا ہے۔

اب تک جو لوگ **حلقہ** کی مخالفت میں علانیہ سامنے آئے ہیں۔ درگاہوں کے چند خادم ہیں جن کو حلقہ سے اپنی آمدنی میں زوال پڑتا نظر آتا ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں اور ہمارے پاس واقفیت کا پورا سامان موجود ہے کہ بڑی بڑی خانقاہوں میں

سرگوشیاں ہورہی ہیں۔ اور مشائخ حلقہ کے خلاف ایک طاقتدار یورش کرنی چاہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ باوجود روزانہ اطلاعوں کے حضرت خواجہ صاحب سکوت و خاموشی پر زور دیئے جاتے ہیں۔ ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ ضلع گیا کے دو رئیس زادے جو علیگڈھ کالج میں تعلیم پاتے ہیں حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ العزیز کے مزار پر انوار کی زیارت کو حاضر ہوئے۔ سید علیم الدین صاحب اور سید امین الدین صاحب پیش امام مسجد درگاہ نے ان طلبا سے کہا کہ ہم آپکے خاندانی وکیل ہیں اور تبرک دیا۔ طلبہ نے کچھ نذرانہ پیش کیا۔ مگر وکیل صاحبان نے کہا کہ یہ رقم کم ہے۔ آپکے گھرانے سے ہمیں بہت کچھ ملا کرتا ہے۔ اور ہم آپکے قدیمی نمکخوار ہیں۔ طلبا نے اپنی طالب العلمی اور مسافرت کا عذر کیا۔ ابھی لین دین کی حجت ختم نہوئی تھی کہ سید واجد علی صاحب پیرزادہ درگاہ نے جو حلقہ کے ممبر ہیں حلقہ کا اشتہار اُن طلبہ کو دیا۔ اشتہار کیا دیا۔ آفت برپا ہوگئی۔ امام صاحبان آپے سے باہر ہوگئے۔ اور اشتہار چھین کر پرزے پرزے کر ڈالا۔ طلبہ ان مقدس صورتوں کی یہ طفلانہ حرکت دیکھکر ششدر رہ گئے۔ اسی رات کو منزلگاہ حلقہ میں اسکی خبر پہنچگئی۔ حاضر الوقت خدام حلقہ کو اپنے دینی حلقہ کی اس بے حرمتی سے جوش پیدا ہوا۔ اور انہوں نے باضابطہ بازپرس کا ارادہ ظاہر کیا۔ مگر دبیر الحلقہ صاحب پھر مانع آئے۔ اور صبر کی تلقین فرمانے لگے۔ لیکن یہ صبر کب تک کیا جا سکتا ہے۔ اور تا بکے یہ یورشیں برداشت کی جائیں گی یہی حالت ہے تو حلقہ کے چاروں مقصد چاک کرکے صرف ایک مقصد شائع کردینا چاہیئے کہ حلقہ اصلاح مشائخ کے لیئے قدم بڑھاتا ہے۔ اور مقابلہ کے وقت صبر کرکے گھر میں چھپ جاتا ہے (اس سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ حلقہ والے ہر وقت آستین چڑھائے بیٹھے رہیں۔ اور قانونی چارہ جوئیوں کے لیئے آمادہ و تیار رہا کریں۔ بلکہ میرے خیال میں اُنھیں نہ حد سے زیادہ گرم ہونا چاہیئے اور نہ حد سے زیادہ نرم۔ موقعہ کے موافق

اور ضروریات کو دیکھکر کام کرنا چاہیئے۔ خیر اسوقت مقصود اصلی فقیری بانے کی بحث ہے۔ ضمناً فقیروں کا ذکر بھی آگیا۔ لہٰذا اب پھر اپنے موضوع پر آنا چاہیئے۔ لباس فقرا کی مجمل تشریح خانوادوں کی تفریق سے معلوم ہوگئی۔ لیکن آجکل ہر فقیر کا بانا اسکی مرضی پر منحصر ہے۔ کسی سلسلے یا خاندان کی پیروی نہیں کیجاتی۔ جو جی میں آتا ہے پہنتے ہیں اور جس وضع کو چاہتے ہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ عموماً وہ لباس یا بانا منتخب کیا جاتا ہے جس سے خواہ مخواہ لوگوں کی نگاہیں اُٹھیں اور نہیں تو ایکدم ہی قبضے میں آجائیں۔ مثلاً ایک سفید ریش درویش کامدار ٹوپی اور کامدار جوتی محض اس نیت سے پہنتے ہیں کہ لوگ حیرت سے انکو دیکھیں۔ اور اس ذریعہ سے ان کو شہرت حاصل ہو۔ ایک صاحب عورتوں کے زیور پہنے پھرتے ہیں۔ سوال کیا گیا کہ حضرت! آپ سدا سہاگ کے خاندان میں ہیں۔ جہاں زنانہ لباس ابتدا سے استعمال ہوتا آیا ہے تو جواب ملتا ہے کہ نہیں۔ فقیر کسی خاندان کا پابند نہیں۔ اپنی مرضی کا بادشاہ ہے کہا جاتا ہے کہ فقیر تو اپنی مرضی اور خوشی کا مٹانے والا ہوتا ہے۔ یہ خود سری کیسی؟ تو جواب ملتا ہے "خاموش! تو فقیر کے بھید کو نہیں سمجھ سکتا۔ زیادہ دخل دیگا تو ناک سیاہ ہو جائے گا۔" ایک بزرگ کو دیکھا کمبل کا کوٹ پتلون نما لباس اور بازو پر انگریزی حروف میں ایک بلّہ لگا ہوا جسمیں اُن کا نام و پتہ درج تھا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ مرید تو سلسلہ نظامیہ میں حضرت شاہ اللہ بخش صاحب تونسوی کے ہیں لیکن یہ وردی از خود ایجاد کی ہے اور ہر موسم میں استعمال فرماتے ہیں۔

نظامیہ سلسلہ میں ایک درویش انگارہ شاہ تھے۔ ہمیشہ سرخ لباس پہنتے تھے لوگوں نے سوال کیا کہ آپکے خاندان میں تو اسکا رواج نہیں ہے۔ اسکے علاوہ سرخ لباس شریعت میں ناجائز بیان کیا گیا ہے۔ جواب یہی ملا کہ فقیروں کے اسرار کو تم نہیں سمجھ سکتے۔

تھوڑا عرصہ ہوا۔ سندھ کے ایک فقیر دہلی میں آئے تھے جو ہمیشہ زنانہ برقع ہی پہنے رہتے تھے۔ اور کسیکو اپنا چہرہ نہ دکھاتے تھے۔ خلقت ان کے گرد تھی اور ہر وقت سینکڑوں آدمی انہیں گھیرے رہتے تھے۔ گویا انہوں نے خلقت سے مُنہ چھپاکر نئی قسم کا شوقِ دیدار پیدا کیا تھا۔ پولیس کو شک ہوا کہ ضرور یہ کوئی مجرم ہے جو اس طرح مخفی رہنا چاہتا ہے۔ لیکن کسی کی ہمت نہ پڑی جو اُنکی نقاب اُٹھاکر دیکھتا۔ اجمیر شریف اور پیران کلیر شریف میں عجیب غریب شکلوں اور بانوں کے فقیر دیکھنے میں آتے ہیں۔ مگر اندھیر یہ ہے کہ کوئی اُنسے نہیں پوچھتا کہ ایسے لباس کیوں پہنتے ہو۔ اور کس کی اجازت سے پہنتے ہو +

اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ سر دھرا تو کوئی ہی نہیں جو چاہیں پہنیں اور جو چاہیں وضع بنائیں۔ پہلے دستور تھا کہ اجمیر شریف میں فقرا کے امتحان ہوتے تھے۔ کسی فقیر کے بارے میں شک شبہ ہوتا تو اُس سے دریافت کیا جاتا کہ وہ کس خاندان کا مرید ہے۔ اور پھر اس خاندان کا شجرہ اور تعلیم دریافت کیجاتی تھی۔ اگر اسنے ٹھیک ٹھیک جواب دیا تو خیر ورنہ اُسکو تمام درگاہوں اور عرسوں سے مردود کر دیا جاتا تھا۔ پھر کیا مجال کہ وہ کسی درگاہ یا عرس میں جاسکے گردن پکڑ کر نکال دیا جاتا تھا۔ لیکن اب یہ حالت ہے کہ خود اُنکی اولاد کو جو دوسروں کے امتحان لیا کرتے تھے اپنے خاندانی طریقوں کی خبر نہیں۔ پھر وہ کیا خاک ان مصنوعی بانے والوں کی اصلاح کریں۔ اجمیر شریف کے دیوان سید امام الدین صاحب ایک ذی علم اور واقف کار آدمی ہیں وہ اگر چاہیں تو پھر یہ امتحانی سلسلہ شروع کرکے فقرا کا جتھا درست کر سکتے ہیں۔ پیران کلیر شریف کے سجادہ نشین عبد الرحیم صاحب قوی شائد نہ اس کام کی اہمیت رکھتے ہیں اور نہ وہ اس عجیب و غریب کام میں دخل دینا پسند کرینگے۔ فقیروں کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے شہرت کا لباس پہننے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔ اگر انہیں یہ

"مضمون طویل ہوگیا۔ نتیجہ ختم کیا جاتا ہے۔ آئندہ پرچوں میں انشاء اللہ فقیروں کے پروفیسر وضاحت سے بحث کی جائیگی" +

خاکسار محمد الواحدی

خلوص

اِس مضمون کے راقم نبی سید حفیظ صاحب ابدی ہیں جن کا ذکر گزشتہ ماہ کی کارگزاری میں آچکا ہے۔ اور جن کو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے ابدی کا لقب عنایت فرمایا تھا۔

روحانی زندگی کا دارو مدار اور اِس راہ میں کامیابی کا راز خلوص ہے۔ مہذب دنیا کا تقریباً ہر ایک صوفی مشرب گروہ یا فرقہ خلوص کی تائید میں متفق اللفظ ہے۔

بہت سے ایسے سالک اور طالب ہیں جو باوجود بے انتہا ریاضت اور مجاہدہ کے ایک قدم بھی آگے ترقی نہیں کرتے۔ بوجہ ناکامی مایوس اور بیدل ہو کر آخرکار اِس کوچہ کو خیرباد کہہ بیٹھتے ہیں۔ اِنکی ناکامی کا اصلی سبب صرف خلوص کی کمی ہے خلوص کے ساتھ دس منٹ یادِ الٰہی میں مصروف رہنا برسوں کے اوراد و وظائف سے زیادہ مفید اور کارآمد ہے۔

خیال کی یک سوئی اور دل کا خلوص۔ یہ دو ایسی کنجیاں ہیں جو روحانی زندگی کے پیچیدہ سے پیچیدہ عقدوں کو آسانی سے کھول دیتی ہیں۔ جسکا واحد اندوہ دل ہے اور خیالات منتشر۔ جو کام ہے وہ ریا اور ظاہرداری سے مملو۔ وہ سر بھی لاکھ اِس کوچہ کی خاک چھانا کرے مگر اُسکو بجز مایوسی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

جس دل میں خدا کی سچی طلب ہوتی ہے وہاں خلوص بھی موجود ہوتا ہے خلوص ایک حیرت انگیز کشش باطنی ہے جو انسان کو خدا تک پہنچاتی ہے بلکہ یوں کہئے کہ خدا خود انسان پر اپنی رموز اور حقائق کا انکشاف کر دیتا ہے۔ خلوص ہی کے حضرت سرمد دہلوی کہہ گئے ہیں۔

رباعی

سرمد اگرش وفاست خود می آید ‌ ‌ ‌ ‌ گر آمدنش رواست خود مے آید
بیہودہ چرا در پے او میگردی ‌ ‌ ‌ ‌ بنشیں اگر او خدا ست خود مے آید

وہ ذات بحت جو خدا ۔ ایشور یا گاڈ کے ناموں سے مشہور ہی۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے زمین و آسمان۔ لوح و کرسی۔ دوزخ و بہشت۔ غرضکہ کوئی ایسی جہت یا مقام نہیں جہاں وہ موجود نہو۔ اُسکا قرب ہر جگہ ممکن ہی۔ بشرطیکہ دل میں خلوص ہو۔ امام غزالی فرماتے ہیں رباعی

اے کان بقا درچہ بقائی کہ نہ ‌ ‌ ‌ ‌ در جائے نہ کدام جائے کہ نہ
اے ذات تو از ذات و جہت مستغنی ‌ ‌ ‌ ‌ آخر تو کجائی و کجائی اکہ نہ

حقیقی خانۂ خدا انسان کا دل ہی ؎

جہانے مختصر خود ہم کہ در وے ‌ ‌ ‌ ‌ ہمیں جائے من و جائے تو باشد

اگر یہ دل پاک و صاف ہی۔ طلب صادق ہی۔ اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کے بیش بہا زیور و جواہرات سے انسان آراستہ تو معرفت الٰہی بلا لحاظ قید مکان و زمان ہر جگہ اور ہر وقت حاصل ہو سکتی ہی ؎

خضر رہ مقصود اگر دل نہیں ہوتا ‌ ‌ ‌ ‌ منزل کا پتہ سیکڑوں منزل نہیں ہوتا

اس لیئے طالب کو چاہیئے کہ خانۂ دل کو ماسوا خدا کے خالی کرے اور اپنے ہر قول فعل میں خلوص کو مد نظر رکھے۔ ابھی حال کا واقعہ ہے ایک درویش نے مجھ سے سوال کیا۔ میں نے مزاحاً اس سے کہا کہ خدا کو دکھا دو تو تمہیں پیسہ دوں۔ فقیر نے برجستہ جواب دیا کہ میاں خدا کے دیکھنے کے لیئے حوصلہ چاہیئے۔ ورنہ کوئی امر محال نہیں ؎

حسرت اس و بر آشنائی آرزو آساں نہیں ‌ ‌ ‌ ‌ دل میں پہلے ضبطِ غم کا حوصلہ پیدا کرو
دیدار حق کی تاب سگ دنیا نہیں لا سکتا ؏ کوچۂ عشق ہے یہ رہ گزرِ عام نہیں ✦ جو لوگ

اس پلصراط پر جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے گزرنا چاہیں وہ خلوص و طلب صادق کے سہارے سے اس دشوار گزار راستے کو طے کر سکتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ جس دلمیں خلوص ہے وہاں ریاو نمائش کا کیسے گزر ہو سکتا ہے۔ دو متضاد چیزیں مثل سیاہ و سفید۔ تاریکی و روشنی ایک وقت اور ایک مقام میں موجود نہیں رہ سکتیں۔ ہم میں کتنے آدمی ایسے ہیں جو عبادت محض خالصاً لوجہ اللہ کرتے ہیں؟ اگر ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں انصاف کی روشنی سے دل کے ہر گوشہ کی جانچ اور پڑتال کریں تو ہمیں صاف معلوم ہو گا کہ زہد و تقوےٰ کی غرض نمایت ہی کچھ اور ہے۔ ہزاروں بندگان خدا دنیا میں ایسے منہمک ہیں کہ اگر خدا کا جھوٹ موٹ زبان سے نام بھی لیتے ہیں تو محض افادہ دنیا کے لئے۔ یا زیادہ سے زیادہ حور و قصور کے حصول کی غرض سے۔ کسی زاہد و عابد سے پوچھو کہ بھئی تم اسقدر نفس کشی کیوں کرتے ہو جواب دے گا کہ عقبیٰ کی خاطر۔ پھر پوچھو۔ تمہارا عقبےٰ سے کیا مطلب ہے، کہیگا جنت کا دائمی عیش میرا مقصود ہے۔ ایسی عبادت خدا پرستی نہیں بلکہ ایک طرح کی تجارت ہے۔ صورت پرست و ظاہر بیں بہشت کے لذائذ کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ اہل دل بجز دیدار جمال کبریائی کسیکا خواستگار نہیں ہوتا۔ حضرت خسروؒ فرماتے ہیں +

عاشقاں را روز محشر با قیامت کار نیست کار عاشق جز تماشائے جمال یار نیست

جو لوگ خیرات کرتے ہیں۔ انکی نیت میں بھی فتور ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی بھوکے کو کھانا کھلاتے ہیں یا ننگے کو کپڑا پہناتے ہیں۔ یا کسی رفاہ عام کے کام میں مالی امداد کرتے ہیں۔ وہ یہ سب خدا کے واسطے نہیں کرتے بلکہ اسلئے کہ ہم مخیر کہلائیں ہمارا نام ہو۔ ہمارے بعد لوگ ہمیں کلمہ خیر سے یاد کریں +

حاصل کلام یہ کہ ہمارے جتنے کام ہیں وہ صرف نمائش اور ظاہر داری پر مبنی ہوتے ہیں۔ جو کار خیر بلا معاوضہ محض خوشنودی خدا کے لئے صدق دلی اور نیک

نیتی سے کیا جاتا ہے اُسی کی رونق ہوتی ہے اور وہ ہی روحانی زندگی کے اصول کے مطابق ہوتا ہے۔ بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ؎

ہر کہ کارش از برائے حق بود کار او پیوستہ با رونق بود

کونسا دن خالی جاتا ہے جسمیں ہم نماز کے بعد اپنے دینی اور دنیاوی مقاصد کے لیے خدا سے دست بدعا ہوتے ہوں۔ دعائیں کرتے ہیں۔ مگر وہ مستجاب نہیں ہوتیں کیوں؟ صرف اِس لیئے کہ اِسکے شرائط پورے نہیں ہوتے۔ دعا کے لیے صدق مقال اکل حلال اور خلوص لازمی امور ہیں،،

ریاکار کا کوئی کام بارونق نہیں ہوتا۔ نہ اُسکو کسی کوشش میں مستقل کامیابی اور سرخروئی ہوتی ہے۔ وہ بجائے دوسروں کو دھوکا دینے کے خود کو دھوکا دیتا ہے اور اپنی نظر میں ذلیل و خوار رہتا ہے۔ علاوہ بریں خلاف امید اسکو حقیقی کامیابی کسی کوشش میں نصیب نہیں ہوتی۔ ریاکار شخص ہمیشہ کف افسوس ملتا رہتا ہے برخلاف اِسکے باخلوص اور سچے لوگ گو انکو اپنی مساعی جمیلہ میں فوری کامیابی نہو۔ مگر بالآخر حقیقی کامیابی اور سچی شہرت کا سہرا انہیں کے سر بندھتا ہے ؂

تم اگر مشاہدہ اور غور سے دیکھوگے تو روزانہ زندگی میں زندہ مثالیں تمہیں ایسی ملیں گی جو خلوص کے اصول اور راز کو تمہارے ذہن نشین کر دیں گی مثلاً تم کسی شخص کے پاس جاکر اظہار دوستی کرو اور ہزار رنگ آمیزیوں کے ساتھ تملقانہ اور دل خوش کن الفاظ کی بھرمار کردو۔ مگر تمہارے خلوص اور محبت کا سکہ اسکے دل پر نہیں جمیگا۔ مان لو کہ چند گھنٹوں کے لیئے تمہاری طرف وہ مخاطب بھی ہوجائے۔ اور تمہیں اپنا خیر طلب بھی سمجھ لے۔ مگر چونکہ جو کچھ تم نے اظہار دوستی اور جان نثاری کے سلسلہ میں کہا۔ خلوص اور نیک نیتی پر مبنی نہ تھا۔ اُسکا دائمی اثر دلپر نہ ہوگا۔ انسان کا دل مثل آئینہ کے ہے۔ محبت و نفرت کا اثر و عکس خواہ تم الفاظ کا استعمال کرو یا نہ کرو

بجنسہ جیسے جذبات تمہارے دلمیں کسی شخص کی نسبت ہیں۔ ویسا ہی عکس اسکے دلپر پڑے گا۔ اور اُسیقدر وہ اس سے متاثر ہوگا۔ مثل مشہور ہے کند ہم جنس باہم جنس پرواز جیسے جذبات تمہارے دل میں موجزن ہونگے۔ وہی تمہارے ہم صحبت کے دل میں پیدا ہوجائیں گے۔

تمہارا کوئی دوست تم سے کوسوں دور ہو۔ اور کسیوجہ سے تمہارے دلمیں اُسکی طرف سے میل آجائے اور تم کسی صورت سے اپنے دوست پر اظہار کشیدگی اور غبار خاطر نہ کرو۔ لیکن تمہارے دوست کے آئینہ دلپر اتنا دور ہوکر بھی تمہارے جذبات کا اثر پڑے گا۔ ہم نے بارہا اسکا تجربہ کیا ہے اور ہر شخص اپنے طور پر اس روحانی مسئلہ کی تحقیق خود کرسکتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ آناً فاناً دوسرے کسی شخص کے دل میں غبار پیدا ہوجاتا ہی گو وہ زبان سے اسکا اظہار نہ کرسکے۔ اور نہ کوئی وجہ کبیدہ خاطر ہونیکی بتا سکے۔ تاہم وہ یہ جانتا ہے کہ کوئی ایسی لامعلوم شے ہی جسنے اُسکو اپنے دوست سے بدظن کردیا۔ خلوص و عدم خلوص کی اس سے زیادہ مثال بین مثال ہمارے احاطہ تجربہ میں ابھی تک نہیں آئی۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ محبت سے محبت پیدا ہوتی ہے اور نفرت سے نفرت۔ اگر ابتک تم میں خلوص کی عادت نہیں تو تم اسیوقت سے ارادہ مستحکم کرلو کہ ہر کام میں خلوص کا لحاظ رکھوگے۔ "نفرت نفرت سے دور نہیں ہوتی"۔ گوتم بدھ کا قول ہے "بلکہ محبت سے زائل ہوتی ہے"۔ اگر تمہارا کوئی دوست تم سے بدظن اور بددل ہوگیا ہی تو تمہیں چاہیئے کہ فوراً خراب جذبات دل سے خارج کردو۔ اور سچے دل سے اسکی جانب محبت کا خیال پیدا کرو۔ اسطرح کچھ روز عمل کرنیسے تمہارے دوست کا غبار مبدل بہ محبت ہوجائیگا۔

دینی امور کو قطع نظر کرکے اگر دیکھو تو دنیوی معاملات میں بھی بغیر خلوص کامیابی ممکن نہیں۔ ایک مصلح قوم کو لو۔ جو ملکی یا معاشرتی یا سیاسی اصلاح میں مشغول ہے

جبتک خلوص کے ساتھ کار خیر میں مصروف رہتا ہے۔ ساری مشکلیں امداد غیب کے ذریعہ سے دور ہوتی رہتی ہیں۔ اور آخر میں نیک نامی اور مقبولیت کا تاج اُسکے سر پر رکھ جاتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اس مصلح میں کامل خلوص اور کافی جوش و سرگرمی نہو تو ایک لمحہ بھی اصلاح قومی یا ملکی کی راہ میں ثابت قدم رہ سکتا ہے؟ دنیا کے کسی مصلح یا مجدد کے سوانح عمری اُٹھاکر پڑھو۔ اُسکے حالات زندگی تمہیں بتائینگے کہ جس قوم یا ملک میں وہ ریفارمر پیدا ہوا ہو اُسکے تمامی افراد اور باشندے۔ بالاستثناء چند روشنضمیر لوگوں کے۔ شروع شروع میں اُسکی بے حد مخالفت کرتے ہیں۔ اور خدا کے اُس سچے بندے اور نوع انسان کے سچے ہمدرد خادم کے بیغرضانہ خدمات کے اعتراف اور داد دینے کی بجائے کچھ عرصہ تک اُسکے جانی دشمن رہتے ہیں۔ اُسکے کاموں کی قدر نہیں کرتے۔ اُن میں طرح طرح کی رخنہ اندازی کرتے ہیں مگر یہ بندہ خدا اپنے پاک ارادوں سے باز نہیں آتا نہایت استقلال، صبر اور فراخدلی سے ساری مصائب کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ اور بیغرضانہ کوششوں، بے لوث خدمات کے صلہ میں عوام الناس کے دلوں کو تسخیر کرکے اُنپر اپنی نیک نیتی کا سکہ جاتا ہے۔ اور مقبولیت عامہ کی سند حاصل کرتا ہے۔ ان سب مہمات کے تہہ میں کونسا جادو ہے یا عمل تسخیر جو جم غفیر کے مقابلہ میں ایک شخص واحد کو جو بے یار و مددگار، یکہ و تنہا ہوتا ہے کامیاب کرتا ہے۔

اگر اسکے حالات پر نظر غائر ڈالکر دیکھو گے تو تمہیں صاف معلوم ہو جائیگا کہ محض اِس شخص کا خلوص اور بے ریا خدمت خلائق کا معجز نما اثر ہے جو اُسے کامیاب اور فائز المرام کرتا ہے۔ یہ ہی مثال دنیا کی تقریباً ہر ایک بانی مذہب پر صادق آتی ہے۔ خدا کی لازوال قدرت اور انسان کی روحانی ترقی سے معراج کا

میں ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہی کہ تاریخ عالم کے مختلف زمانوں میں ایک مرد بزرگ اپنی روحانی قوتوں اور توفیق باری کی بدولت ہزاروں بندہ خدا کے دلوں کو تسخیر کرکے اپنا گرویدہ اور پیرو بنا لیتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں کامیابی کا راز جب خلوص قرار پایا تو خلوص کیونکر پیدا کیا جائے؟

قبل اسکے کہ خلوص پیدا کرنے کے چند وسائل بیان کیے جائیں یہ جتا دینا بے موقع نہوگا کہ گو خلوص کی ضرورت ہر دو دینی اور دنیاوی امور میں کامیابی حاصل کرنے میں یکساں ہی۔ تاہم ان مردان خدا کے لیئے جو راہ خدا پر چلنا چاہتے ہیں خلوص کی پیروی محض ضروری نہیں بلکہ نہایت درجہ لازمی اور تحصیل علم باطن کا دیباچہ ہے علم معرفت کا یہ مسلمہ اصول و کلیہ ہے کہ ظاہر سے جبتک سیری و بے تعلقی نہو باطن کی جانب توجہ نہیں ہوتی، علم باطن کی راہ ایسے خطرناک اور دشوار گزار ہے کہ

کار ہر کس نیست صاحب سینہ بر خنجر زدن ازدو صد عاشق یکے کس پاک می آید برون

انجیل میں ایک جگہ لکھا ہی کہ انسان دنیا اور دین دونوں کے ساتھ یکساں محنت نہیں کر سکتا۔ دنیا پرست خدا پرستی نہیں کر سکتا۔ اور خدا پرست دنیا پرست نہیں ہو سکتا۔ متاع دل ایک ہی خریدار کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہی۔ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

دل خانہ مہر یار است و بس ازیں می نگنجد درین کین کس

غرض یہ ہے کہ وہ مآل اندیش اور آخر بین بندہ خدا جب عقل کی آنکھ سے مظاہر پر نظر ڈالتا ہے اور حوادث دنیا کو عبرت کی آنکھوں سے دیکھتا ہے تو اُسے دنیا کی بے ثباتی کا ثبوت قدم قدم پر ملتا ہے ہر ایک سانحہ اور واقعہ سے سبق حاصل کرتا ہی۔ بالآخر ہاتف غیبی اُسے یوں ندا دیتا ہے ؎ شاد

دیکھ او غافل ذرا دنیا کو پہچانے ہوئے کل جو قصے پیش پا تھے آج افسانے ہوئے

جبتک حق وغیر حق کی تمیز انسان کو نہیں ہوتی۔ اور عارضی ودائمی اشیا میں فرق نہیں سمجھتا۔ بیخبر دنیاوی عیش وعشرت کی چاٹ میں پڑا ہوا زندگی کو تلف کرتا ہے۔ مگر جب خواب غفلت سے بیدار ہوتا ہے تو صائب کا ہمزبان ہوکر یوں کہتا ہے ؎

حرص قانع نیست صائب ورنہ اسباب جہاں ... آنچہ من درکار دارم بیشتر درکار نیست

دلمیں خلوص پیدا کرنے کا سب سے اعلیٰ ذریعہ یہ ہے کہ جب دل میں ریاکاری اور حرص وہوا کے ادنےٰ جذبات پیدا ہونے شروع ہوں تو دنیا کی بے ثباتی کا خیال ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ روحانیات وجسمانیات دو مختلف عالم ہیں۔ روحانی عالم کی ہر شئے ازلی اور ابدی ہے۔ جسمانی اشیاء کو فنا لازمی ہے۔ انسان گوشت وپوست کا نام نہیں بلکہ ایک دائمی جوہر کا منظر ہے ٭

باہمی یک جہتی اور یگانگت روحانی اتحاد کی بنا پر ممکن ہے اور یہ تعلق گہرا اور دیرپا ہوتا ہے۔ جس وقت تمہارے دل میں کسی غیر یا یگانہ کی طرف سے کشیدگی پیدا ہو تو تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ گو بظاہر رنگ وروپ صورت وشکل میں تم اور وہ مختلف معلوم ہوتے ہو۔ لیکن اصل دونوں کی ایک ہی ہے۔ اور ہر دو کا مرجع ذات بحت ہے۔ عالم روحانیات میں سب یکساں ہیں۔ نہ کوئی غیر ہے نہ بیگانہ جس طرح سے دریا میں ایک کنکری ڈالنے سے ساری سطح پر لہریں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور ایک خفیف حرکت کا اثر دور تک پہنچتا ہے۔ اسیطرح اگر کوئی شخص کسی کو نفرت یا عداوت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اُسکا اثر سب پر پڑتا ہے ٭

دوسرا ذریعہ خلوص کو پیش نظر رکھنے کا یہ ہے کہ ہمیشہ وحدت وجود کا خیال رکھے۔ بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست ٭

نیک وبد۔ نفرت ورغبت۔ اضافی چیزیں ہیں ع ہرچہ بینی بدانکہ مظہر اوست مگر

کسی کے ساتھ کوئی احسان کرو یا کسی مفلس اور درد مند بھائی کی دلجوئی کرو تو شکریہ اور قدردانی کا مطلق خیال نہ لاؤ نیکی نیکی کے واسطے ہوتی ہے نہ کہ معاوضہ کی غرض سے قول وفعل میں ربط و یگانگت ہونا لازمی ہے جو دل میں ہو وہی زبان پر لانا چاہیے ؎

بہ اندیشہ جز راست نہ گماشتن زباں را و دل را یکے داشتن

مذہب خلوص کا پہلا سبق ہے +

خلوص کا درجہ بقدر فضل عظیم الشان ہے کہ مرشد کامل کی نظر ہمیشہ اہل خلوص ہی پر پڑتی ہے۔ اگر طالب مرشد کیجانب ایک قدم بڑھاتا ہے تو مرشد بہ کمال محبت طالب کی طرف دس قدم آگے بڑھکر اُسکا خیر مقدم کرتا ہے۔ مبارک ہیں وہ اہل دل جن کے دل خلوص سے مملو ہیں۔ اور جن کی طلب صادق ہے۔ خداوند کریم ہمارے دلوں کو خلوص اور بے ریا طلب سے پُر کردے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے حقیقی وطن کی طرف مراجعت کی سعی کریں + ابدی از نبارس

سیر مقامات

جذبے میں سلوک اور ہوئی نفی میں اثبات اے سالکِ مجذوب یہ ہے سیرِ مقامات
تجرید شالی میں ہے تفرید مجرد توحید یہ ہے اور ہیں بیصرفہ خیالات
نیرنگ میں بیرنگ ہے وحدت میں ہے کثرت اعداد ہوں افراد جو ہو ترکِ اضافات
خلوت میں ہوا جلوہ سفر میں ہی وطن ہے آفاق میں انفس ہے اولو العزم کمالات
آغاز میں انجام ہے۔ فرجام میں آرام ای سالکِ شطار نہایات بدایات
ہی فرق ہی میں صبح۔ تجلی میں ہو اللہ تحقیق میں تعریف ہے۔ تقلید حکایات
مستوری میں مستی ہے۔ یہاں صحو میں ہے محو اے ساقی شوریدہ سر عریان خرابات

پنڈت جواہر ناتھ ساقی دہلوی

لا مکاں کا مکان

جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا کے نام نامی سے سارا ملک واقف ہے۔ انکے قلم سے جو نکلتا ہے سراپا اسرار ہوتا ہے۔ مگر اب مدت سے متحرک زمانہ کی مصروفیت نے انکے قلم کو ساکن کر دیا تھا مخزن تک انکے کلام کی زیبائش سے محروم ہو گیا تھا۔ مگر نظام المشائخ کے جذب لدنی نے پھر اس پیکر خاموش میں جنبش پیدا کی ہے۔ اور پنجتن کی یاد میں یہ پانچ شعر لکھے ہیں۔ جناب اقبال اُن لوگوں میں ہیں جن کے دل ازل سے منزلگاہ حقیقت تھے حالانکہ بود دنیا میں فقط دو برس سے نمودار ہوا ہے مگر اقبال دس برس پہلے اس کا نظارہ کر رہے تھے۔

مُہر سکوت ٹوٹ گئی ہے۔ اب یہ گویائی کی موجیں موسم بھر اوراق نظام المشائخ کے ساحل سے ٹکراتی نظر آیا کریں گی۔

حسن نظامی

جس کی نمود دیکھی چشم ستارہ بیں نے	خورشید میں قمر میں تاروں کی انجمن میں
صوفی نے جسکو دل کے ظلمت کدے میں پایا	شاعر نے جسکو دیکھا قدرت کے بانکپن میں
جسکی چمک ہے پیدا جس کی مہک ہویدا	شبنم کے موتیوں میں پھولوں کے پیرہن میں
صحرا کو ہے بسایا جس نے سکوت بنکر	ہنگامہ جسکے دم سے کاشانۂ چمن میں

ہر شے میں ہے نمایاں یوں تو جمال اُس کا
آنکھوں میں ہے حسینہ تیری کمال اُس کا

اقبال

حضرت خواجہ غریب نوازؒ

کدھر ہے مطرب بزم سخن وہ چھیڑے ساز — کہ صاف نغمۂ قالوا بلیٰ کی آئے آواز
وہ نغمہ مست ہے جس سے نغمۂ الست جہاں — وہ نغمہ وجد کریں جس پہ اہلِ نازو نیاز
وہ نغمہ صوفیِ صافی کو جس پہ حال آئے — وہ نغمہ تارِ رگِ جاں سے جس کے ہے دمساز
وہ نغمہ جس سے پھنکے خرمنِ قرار و شکیب — وہ نغمہ جس سے ہو پیدا دلوں میں سوز و گداز
نہیں وہ نغمہ کہیں جس کو نغمۂ عنقا — نہیں وہ نغمہ کہ جس میں ہے سرود و آواز
وہ نغمہ جس میں ہوا ماند لحن داؤدی — وہ نغمہ جس میں ہو شور ترانۂ حجاز
وہ نغمہ وجد کریں جن کے عرش پر قدسی — وہ نغمہ جس پہ ملائک ہوں گوش بر آواز
نہیں یہاں دف و چنگ و رباب سے مطلب — یہاں کچھ اور ہے سامان اور ہی ساز
کدھر ہے ساقیِ خمخانۂ مئے عرفاں — پلا وہ مے کہ جو ہو رشکِ بادۂ شیراز
وہ مے کہ سامنے جس کے ہو بے مزہ تسنیم — وہ مے کہ چشمۂ کوثر کو جس کے درد پہ ناز
وہ مے کہ جس میں ہو پھولوں کا رنگ رنگ میں بو — وہ پھول جس سے شگفتہ رہے شگوفۂ راز
وہ پھول آنکھوں میں سرسوں کا رنگ جم جائے — جمے وہ رنگ کہ ہو آب و رنگ رخ کے طراز
پئے وہ دور کہ دورِ خزاں کرے پامال — کھلے وہ پھول کہ تازہ ہو گلشنِ اعجاز
وہ پھیلے نکہتِ جانبخش روضۂ خواجہ — کہ دیکھوں خطۂ اجمیر میں بہار حجاز
وہ روضہ ہے چمنِ خلد کی بہار جہاں — چمن وہ بلبلِ سدرہ جہاں ہے نغمہ طراز
[illegible] ج و رفعت و اقبال و حشمت و اجلال — شکوہ و شوکت و توقیر و عظمت و اعزاز

* تشبیب قصیدہ میں رعایت نغمہ و ساز ایک کنایہ ہے اس سلسلے کو سماع کے ساتھ خاص نسبت رکھنے کی طرف جسکا مقصود کچھ اور ہی ہے۔ اہل ظاہر کے لہو و لعب کا یہاں کچھ دخل نہیں جسکی حلت و حرمت میں اسقدر کافی ہے

کہ لا اھلہ حلال ولغیرہ حرام ۱۲

نثار ہونے کو اُس آستان عالی پر یہ سب جھکاتے ہیں آ آ کے سر بعجز و نیاز
غلام بن کے ہے حاضر سلام کو **محمود** حریم پاک میں جاروب کش ہے زلف ایاز
وہ بارگاہ فلک جاہ ہے ادب سے جہاں گرے جو سنگ پہ شیشہ نہ دے سکے آواز
ملک فلک سے اتر آتے ہیں زیارت کو مگر ادب سے سمیٹے ہوئے پر پرواز
وہ رعب داب وہ عدل ہے نہیب کہ جہاں ہے آشیانہ کنجشک چنگل شہباز
جلال پر بھی ہے شان جمال کا پرتو کہ باب لطف و کرم خاص عام پر ہے باز
کہیں ہیں ہاتھوں کو باندھے کھڑے ہوئے خاقان کہیں ادب سے یہ حوریں ہیں زمزمہ پرداز
بڑی کریم ہے سرکار چشت اہل بہشت یہاں جھکائے جو سر کیوں نہ ہو وہ سرافراز
فضائے باغ جناں ہے کہ خطہ اجمیر ریاض خلد ہے یا روضہ غریب نواز
وہ خطہ جس پہ کہ اقلیم ہند کو ہے شرف وہ ارض پاک کہ جس پر ہے خاک پاک کو ناز
لکھوں وہ مطلع روشن ثنائے خواجہ میں ہو جس میں مطلع خورشید صبح کا انداز

سمند ذہن رسا ہے جو مائل تگ و تاز ہے اونچی عرش سے عنقائے فکر کی پرواز
جواب لوح و قلم ہیں یہ خامہ و قرطاس مرا سخن ابدانجام ہے ازل آغاز
ہے کس کی مدح میں میرے سخن کا یہ رتبہ ثنا میں کس کی بڑھا ہے کلام کا اعزاز؟
حضور خواجہ ہند الولی عطائے رسول معین دین نبی قبلہ گاہ اہل نیاز
فروغ کعبہ دیں شمع بزم اہل یقیں چراغ روئے زمیں آفتاب ذرہ نواز
بہار باغ حسینیؔ گل ریاض حسنؔ شمیم عطر فشان مشام اہل نیاز
در یگانہ دریائے مجمع البحرین کلید قفل کشائے در خزینہ راز

* حضور کے حسینی الحسنی ہونے کی طرف کنایہ ہے۔ اسکے بعد چند اشعار حضور کے حالات کرامات کے نمونہ ہیں اور گویا قصہ طلب۔ دیکھو مناقب اور سوانح کی کتابیں۔

ولی وہ ختم رسل کے تھے جو قدم بقدم
کرامتیں وہ کہ جن پر ہو شبہ اعجاز

ولایت آپنے ہندوستان کی پائی
بشارت نبوی سے جو ہو گئے ممتاز

حریم پاک سے قطب المشائخ آئی صدا
ہوئے جو پاکے جواب سلام سرافراز

کچھ اسطرح ہوئی کافور کفر کی ظلمت
کہ ملک ہند میں روشن ہوا چراغ حجاز

قدم پاک سے آتشکدے بھی ہوگئے گل
کھلا خلیل کا عالم میں گلشن اعجاز

صنمکدے ہوئے پامال ٹوٹے بتخانے
جہاں تھا شور ہوا جلوہ گر اذاں کی آواز

خضر کیطرح اسے آپنے سنبھال لیا
پڑا ہوا تھا تباہی میں دین کا جو جہاز

ہے کون کشتی امت کا ناخدا ایسا
کہ سیل موج حوادث کے یوں اٹھائے ناز

تھے آپ بحر ہمم ابر در فشاں کرم
وسیع خوان نعم دست لطف جود دراز

جو ہوتے تھے لب قدس دعا سے ہم آغوش
دعا کے ساتھ ہی ہوتا تھا باب رحمت باز

محل دعا کا یہی موقعہ ہے التجا کا یہی
زمین عجز پہ رکھدے شفیق جبین نیاز

اٹھا کے ہاتھوں کو فریاد کر کہ اے خواجہ
بہت ستاتا ہے رہ رہ کے چرخ شعبدہ باز

کہیں نہ کشمکش گلشن حوادث سے
الجھ کے خار ہو دامن پہ کوئی دست انداز

یہی ہے عرض یہی التجا یہی فریاد
کہ مجھ غریب پہ بھی اک نظر غریب نواز

شفیق

اس پرچہ میں نظام المشائخ کی سالانہ فہرست مضامین کا اشتہار تقسیم کیا جاتا ہے۔ ناظرین اسکو اپنے احباب تک پہنچادیں اور انکو خریداری پر مائل کریں۔ ہم اپنی زبان سے نظام المشائخ کی تعریف پسند نہیں کرتے اس فہرست کو دیکھکر ہر شخص خود اندازہ کرسکیگا کہ اس میں کس قسم کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ہم نے اپنے ناظرین سے کبھی اشاعت بڑھانے کی درخواست نہیں کی۔ لیکن آج اس دینی کام کی خدمت کیلئے ان کو توجہ دلاتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ اس اشتہار کو ضائع نہ ہونے دیں گے۔ اور فرض سمجھکر اسکی حفاظت و اشاعت کی کوشش کرینگے۔

خواجہ حسن نظامی

یہ نظم ریاست ریواں کے ایک خادم حلقہ نے بھیجی ہے۔ اور رسالہ میں درج کرنے کی خواہش کی ہے۔ اس قسم کی نظم و نثر جن میں مرشدی مولائی حضرت خواجہ صاحب کی ذات سے خطاب ہوتا ہے۔ اکثر دفتر میں موصول ہوتی رہتی ہیں مگر حضرت اُن کے چھاپنے سے مانع آتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس نظم کا پیرایہ ذوق و خلوص سے لبریز ہے اور باعتبار شاعری بھی انداز خاص رکھتی ہے۔ اسلیے آج میں اپنی قلبی عقیدتمندی کے تقاضے سے اِسے درج کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ اور اِس جرأت پر ترغیب دلانے والا فقط میرا دل ہی نہیں ہے بلکہ جناب پنڈت جواہر ناتھ صاحب ساقی اور دیگر چند مخصوص حضرات کی تائید بھی اسمیں حصہ دار ہے ٭

حضرت خواجہ صاحب کی ذات اور اُن کے اوصاف کی جسقدر اِس نظم میں مدح سرائی کی گئی ہے میرے عقیدے میں اُن کی شان اِس سے بھی زیادہ تعریف کا استحقاق رکھتی ہے۔ ابھی کیا ہے۔ آیندہ زمانہ میں حضرت کے جمیل وجود کی قدر ہوگی

کوئی بھی ایسا نہیں ہے اُنسے جو واقف نہو　　اک زمانہ جانتا ہے اُنکی ذات پاک کو
اِن کی شہرت ہر جگہ ہے اُنکا چرچا چار سو　　غلغلہ ساری خدائی میں ہے اِن کا کو بکو

آپ ہی کی ذات سے قائم ہے نسل بوتراب
آپ اگر چاہیں تو ذرّے کو بنا دیں آفتاب

جادہ راہ طریقت میں ہے اُنسے روشنی　　مشعل راہ ہدایت میں ہے اُنسے روشنی
مطلع مہر فضیلت میں ہے اُنسے روشنی　　شمع نور شریعت میں ہے اُنسے روشنی

تیرگی دل رفع ہو جس سے یہ وہ نور ہیں
ظلمت عصیاں کو گویا شمع کا نور ہیں

صورت خورشید اسلئے عالم آرائی ہوئی   ان کے رخ کی ہر طرف تنویر چھائی ہوئی
آپ کی جس انجمن میں جلوہ فرمائی ہوئی   روشنی ہر شئی اسکی تماشائی ہوئی

ہی انوکھا اسکا جلوہ اور نرالی آب و تاب
سب کے اوپر آج انکے رخ کا ہی نال آفتاب

توشیخانے کا انہیں کی ذات سے ہی اہتمام   ہاتھ میں خواجہ حسن کے ہی نظامی کل نظام
چار وانگ عالم میں محبوب آلہی کا ہی نام   اک زمانہ ہو رہا ہے آپکے در کا غلام

نسبت خواجہ حسن ہو اولیاء اللہ سے
آپ خواہرزادے ہیں حضرت نظام الدین کے

ہو رہا ہے معتقد سارا زمانہ آپ کا   مست اور مدہوش ہیں سب پی کے پیالہ آپکا
ہند بھر میں آجکل ہے بول بالا آپ کا   کفر کی ظلمت مٹاتا ہی اجالا آپ کا

ہر طرف پھیلا ہوا ہے آپکا فیض انام
مثل دریا آپکا جاری ہے سب پر فیض عام

آپ کی آنکھوں میں ہی کیفیت رنگ نظام   صوفیوں کو مست کرنے میں ان آنکھوں کے جام
بزم میں مینا پلانا ان کا ہی ہر وقت کام   بادۂ وحدت سے یہ مست رہتے ہیں مدام

رنگ وحدت سب میں بھر دیتے ہیں یہ وہ ماہیا
سب کو جو مدہوش کر دیتے ہیں یہ وہ مست ہیں

انکے چہرے سے ہی ظاہر رنگ روئے بوتراب   آرہی ہی انکے پیراہن سے بوئے بوتراب
دشمنوں کو انکے سب جانیں عدوئے بوتراب   دوستوں کو انکے سمجھیں صلح جوئے بوتراب

یہ اگر چاہیں نظام شمس کو پسپا کریں

یہ اگر چاہیں تو دنیا کو تہ و بالا کریں

آپکے بدگو کو بدنامی کا دھبہ لگ گیا / اُسکے مُنہ پر آپڑا اسپ چرخ کا تھوکا ہوا
ہجو لکھکر آپ کی۔ اپنے کو خود رسوا کیا / منحرف ہوکر کسی نے آپ کا کیا کر دیا

عیب کچھ لگتا نہیں ہے انکو جو ہیں صاف پاک
چاند پر پڑتی نہیں ہے لاکھ ڈالے کوئی خاک

سر وہ کیسے ہیں کہ جنمیں ہے عداوت آپکی! / دل وہ کیسے ہیں جو رکھتے ہیں کدورت آپکی!
وائے اُنپر جو نہیں رکھتے محبت آپکی / حیف اُنپر جو نہیں کرتے ہیں خدمت آپکی

دُور والا جو نہ پہنچے۔ خیر وہ مجبور ہے
حیف اُسپر جو کہ دلّی میں بھی اُنسے دور ہے

غافلوں کیواسطے تجھسے ہے میری یہ دعا / پردۂ غفلت خدایا ان آنکھوں سے اُٹھا
عقل دے انکو کہ سمجھیں آپکا رتبہ ہے کیا / دل کی آنکھوں سے دکھا دے انکو جلوہ آپکا

آنکھ ہو اتنی تو نادم ہوں یہ سب مُنہ موڑکر
آپسے آکر ملیں بغض و حسد کو چھوڑکر

فکر دنیا سے حفیظ خستہ جاں مجبور ہے / آپ کی خدمت سے یہ اسواسطے معذور ہے
آپکی دوری سے اسکا شیشۂ دل چور ہے / آپ تک کیسے یہ پہنچے ہائے دلّی دور ہے

آپ میں آجائے یہ گر ہو حضوری آپ کی
آپسے باہر کئے ہے اسکو دوری آپ کی

خاکسار حفیظ الکریم حفیظ تلمیذ علامۂ جلال لکھنوی مرحوم

کلیات اکبر۔ حلقہ کے قلبی خیر طلب۔ جناب خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب پنشنر جج کی کلیات دوبارہ چھپی ہے۔ اسپر مفصل تنقید آیندہ رسالہ میں شائع ہوگی ناظرین عشرت منزل الہ آباد کے پتے سے کلیات کو منگالیں۔ تاکہ تنقید کا لطف اچھی طرح آسکے حضرت اکبر کا کلام ہر حیثیت سے فی زمانہ لاثانی ہے ٭

حلقہ کی کارگزاری

خدا خیر کرے

برسات شروع ہوتے ہی میری صحت میں خرابی پیدا ہوگئی۔ کھانسی بخار کے متواتر حملے ہوئے ہیں۔ کام بہت مشکل سے ہوتا ہے۔ احباب کی رائے تھی کہ کسی سرد و خشک مقام پر چلا جانا چاہیئے۔ کوئٹہ سے میرے محب دیرینہ جناب بابو امداد علی صاحب نے جو ہر سال کوئٹہ مدعو کیا کرتے ہیں۔ اس سال بھی دعوت دی تھی۔ مگر مصروفیت کے سبب نہیں جا سکا۔ اور اب مرض کی صعوبتیں برداشت کر رہا ہوں۔ ناظرین اور حضرات مشائخ دعا سے خیر کریں کہ اللہ تعالیٰ اس وجود فانی سے جبتک اسمیں سانس ہو اپنے دین کی خدمت لیتا رہے اور بے کار نہونے دے۔

الحمد للہ حلقہ کا کام برابر سرگرمی سے ہو رہا ہے۔ خدام حلقہ جگہ جگہ اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ شروع ماہ میں ایک ہندو راجپوت مسمی رام سنگھ ضلع بلند شہر ڈاکخانہ نورنگ آباد کا حلقہ میں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل حلقہ کا اثر اسکے دل پر ڈالا اور اُسنے اسلام قبول کرنے کی رغبت ظاہر کی۔ چنانچہ ایک روز مجمع عام میں خاص منزلگاہ کے اندر مسلمان ہوگیا۔ غلام حیدر نام رکھا گیا۔ یہ تنومند جوان ہے۔ حلقہ کے معاون نواب خواجہ غلام نصیر الدین خانصاحب نظامی نے اُسکو اپنے علاقہ کی کاشتکاری پر مقرر کرنا چاہا تھا۔ مگر اُسنے سہارنپور جاکر اپنے نو مسلم بھائی کے ساتھ رہنا اور ملازمت کرنا پسند کیا۔ لہذا حلقہ کی جانب سے اُسکے لباس اور اخراجات سفر کا انتظام کرکے سہارنپور بھیجدیا گیا۔

الہ آباد سے رجبی شریف کے موقع پر منشی اکرام حسین صاحب و بعض خدام حلقہ نے دعوت بھیجی تھی۔ دعوت نامہ اُسوقت آیا جب کہ میں بخار شدید میں مبتلا تھا۔ مگر

خدا تعالےٰ نے ہمت دی اور اسی بخار کی حالت میں الہ آباد چلا گیا۔ بخار اور کھانسی میں اس سفر نے اضافہ کر دیا۔ تاہم حلقہ کا کام بند نہ ہوا۔ متعدد حضرات داخل سلسلہ و حلقہ ہوئے۔ ریواں سے مولوی عمردراز صاحب او دیگر چند خدامِ حلقہ الہ آباد میں مجھ سے ملنے آئے ہوئے تھے۔ منشی اکرام حسین صاحب اور خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب پنشنر جج نے حق تیمارداری و مہمان نوازی بہت اچھی طرح ادا کیا۔

اگر تندرست رہتا تو الہ آباد میں حلقہ کو معرکہ کی کامیابی ہوتی کیونکہ رجبی شریف کی تقریب کے سبب جناب مولوی محمد حسین صاحب شہید کی خانقاہ میں مشائخ کا معقول مجمع تھا۔ اور ان لوگوں کا مجمع تھا جن سے حلقہ کے متعلق ایک فیصلہ کن مکالمہ کی ضرورت تھی۔ کیونکہ ان میں بعض وہ حضرات تھے۔ جنہوں نے حلقہ کے عہد نامہ پر بھی دستخط کیے اور مخالفوں کے محضر پر بھی نام لکھ دیا۔ میں چاہتا تھا کہ اس دو میلی روش کو مجمع عام میں صاف کروں مگر علالت نے کچھ نہ کرنے دیا۔ یہاں تک کہ رجبی شریف کی محفل میں بھی شریک ہونے کی مہلت نہ ملی۔

خود تو چلنے پھرنے کی ہمت نہ تھی۔ مگر خدام حلقہ سے برابر کام لے رہا تھا۔ حلقہ کے اغراض و مقاصد کے اعلان کچہریوں۔ کالجوں۔ بازاروں۔ مسجدوں۔ خانقاہوں غرض ہر موزوں جگہ پر تقسیم کرائے گئے۔ اور خاص رجبی شریف کی محفل میں اغراض کی بکثرت تبلیغ ہوئی۔ اس کام میں عزیزم بشیر الدین نظامی الہ آبادی نے بڑی محنت اور کوشش کی۔ بخار کی زیادتی کے سبب سیدھا دہلی چلا آیا۔ ورنہ تمام اودھ میں دورے کا ارادہ تھا اور حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی لکھنؤ میں میرے منتظر تھے۔ حضرت موصوف اشاعت اسلام کے دورے کیلئے برابر سفر کر رہے ہیں۔ انہوں نے ارقام فرمایا تھا کہ اسی ضمن میں حلقہ کی اشاعت بھی اودھ میں کرینگے۔ ذرا بھی طبیعت سنبھلی تو میں پھر اودھ جاؤنگا۔ کیونکہ حضرت شاہ صاحب کچھ عرصہ تک وہاں مقیم رہیں گے۔

اِس ماہ میں حلقہ نے ایک نیا مفید کام شروع کیا ہے یعنی ہفتہ وار صحائف (ٹریکٹ) شائع کرنے کا سلسلہ نکالا ہے۔ اِن صحائف میں دینی۔ تمدنی۔ تاریخی معلومات کے مضامین چھاپ کر اسکولوں۔ کالجوں۔ مدرسوں وغیرہ میں مفت تقسیم کیئے جاتے ہیں دو صحیفے نکل چکے ہیں۔ ایک کا نام "دینی یادداشت" ہے اور دوسرے کا "ھمارے رسول کی عادتیں"۔ اِن صحائف کی پانچ پانچ ہزار کاپیاں چھپوائی گئی ہیں۔ جو برابر تقسیم ہو رہی ہیں۔ اگر مسلمانوں نے اِس کارِ خیر میں ہاتھ بٹایا تو امید ہے کہ یہ سلسلہ اعلیٰ پیمانہ پر چل نکلیگا۔ اور مسلمانوں کی نئی نسل کو بے حد مفید ہوگا۔ ہر شخص محصول ڈاک بھیجکر دفتر حلقہ نظام المشائخ سے اِن کو مفت طلب کر سکتا ہے +

مناسب بلکہ نہایت ضروری ہے کہ اہلِ ہمت اور فیاض لوگ اِن صحائف کو خرید کر اپنے علاقوں کے سکولوں اور مدرسوں میں تقسیم کریں۔ ایک روپیہ میں سو سو صحیفے دیدیئے جائینگے۔ حلقہ کے فنڈ میں اتنی گنجائش نہیں کہ اتنا بڑا بار برداشت کر سکے۔ اِس رسالہ کے ساتھ بھی دو دو صحیفے تقسیم کیئے جاتے ہیں ناظرین انکی ضرورت پڑھنے کے بعد خود محسوس کر لیں گے۔ اور اِس اہم کام میں مدد کرینگے۔ جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔ لاہور نے اِس سلسلہ کو بہت پسند کیا ہے۔ اور چند ضروری مشورے آیندہ مضامین نسبت دیئے ہیں۔ نیز اخراجات میں بھی اعانت کرنے اور کرانے کا وعدہ کیا ہے +

جناب مولوی احسان الحق صاحب قادری رئیس لال کرتی میرٹھ کے نام سے ناظرین واقف ہیں۔ یہ نوخیز رئیس زادے نہایت دیندار اور علم دوست ہیں۔ ایف اے تک انگریزی تعلیم ہے۔ اور آجکل عربی درس کی انتہائی کتابیں پڑھ رہے ہیں۔ حلقہ اور راقم الحروف کے ساتھ تعلق خاص رکھتے ہیں۔ انہوں نے جب دیکھا کہ حلقہ دینی کتب اعلیٰ۔ لکھائی۔ چھپائی اور صحت کے ساتھ شائع کرنے کی سعی کر رہا ہے تو آپ نے بھی اِس

خدمت میں حصہ لیا۔ اور محمد انور صاحب ہاشمی قادری خادم حلقہ کو شہادت نامہ سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام شائع کرنے میں مدد دی۔ چنانچہ شہادت نامہ چھپکر تیار ہی گزشتہ پرچہ میں ناظرین نے اسکا اشتہار ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ یہ شہادت نامہ معتبر روایات اور صحیح اقوال سے مرتب کیا گیا ہی۔ اور نہایت حسن زیبائش سے چھاپا گیا ہی۔ لکھائی چھپائی کاغذ سب اعلیٰ ہی۔ ابتدا میں مولوی صاحب ممدوح نے شہادت پر ایک معنی خیز دیباچہ بھی لکھا ہی جو دیکھنے کے قابل ہی۔ مولوی صاحب اور محمد انور صاحب اسیطرح اور کتابیں بھی شائع کرنے کا قصد رکھتے ہیں۔ چونکہ شہادت نامے سُنی شیعہ دونوں گروہوں میں مقبول ہیں۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ ایسے معتبر اور مفید شہادت نامے ہمارے گھروں میں رائج ہوں۔ محمد انوار صاحب قادری بازار لال کرتی میرٹھ سے یہ شہادت نامہ دستیاب ہوگا۔ خوشی کا مقام ہے کہ امرا میں حلقہ کے اثر سے ایسے نیک خیالات پیدا ہوتے چلے ہیں۔ خدا ان لوگوں کے خلوص میں برکت اور ترقی دے ؛

اس مہینہ میں متعدد حضرات منزلگاہ حلقہ میں تشریف لائے۔ اور معائنہ کی کتاب پر بہت اچھی رائیں لکھیں۔ نیز ساٹھ ستر کے قریب جدید حضرات حلقہ میں شریک ہوئے۔ آیندہ ماہ سے انشاء اللہ تعالی نئے اراکین و خدام کی فہرست بھی پرچہ میں شائع کردیجایا کریگی۔ اب کے گنجائش نہ نکل سکی ؛

یوگنڈہ افریقہ میں حلقہ کا اثر سرعت سے بڑھ رہا ہے۔ مولوی عبداللہ شاہ صاحب وہاں تبلیغ میں مصروف ہیں۔ اور لوگوں کو شریک حلقہ کر رہے ہیں۔ اس ماہ میں اُنکے کئی خط منزلگاہ میں پہنچے۔ جنمیں عہدنامہ اور کارگزاری موصول ہوئی ؛

اس ماہ میں کئی قسم کے اشتہارات ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر مختلف بلاد ہند میں تبلیغ اغراض حلقہ کی نیت سے تقسیم کرائے گئے۔ ایک اشتہار محمد الواحدی صاحب نے رسالہ کا چھپوایا ہے۔ اسمیں بھی اُنھوں نے حلقہ کے اغراض درج کردیئے ہیں اور

حلقہ سے اسکا خرچ نہیں لیا۔ اپنے پاس سے سب مصارف دیئے۔ یہ اشتہار نہایت کثرت سے ملک کے تمام اخبارات و رسائل میں شائع ہو رہا ہے۔ نیز عرسوں میں بھی تقسیم کیا جاتا ہے ؛

سلسلہ نظامیہ کے ایک خوش عقیدہ متوسل جناب مولوی عمر خاں صاحب سفید پوش بستی عمر خاں ضلع ہوشیار پور نے ایک کتاب تہذیب ہرم کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں ہندو مذہب اور اسکی تاریخ پر نہایت عالمانہ و محققانہ تنقید ہے۔ کتاب ہر انصاف پسند ہندو و مسلمان کے پڑھنے کے قابل ہے چونکہ حلقہ کے ایک مخلص و خیر طلب نے لکھی ہے۔ اسلیئے میں اسکو حلقہ کی کارگزاری میں محسوب کرکے سفارش کرتا ہوں کہ ناظرین اسکو ضرور پڑھیں ؛

افسوس۔ صوفی عطا جان صاحب صابری برادر جناب صوفی جان صاحب مرحوم نے رجبی شریف کے موقع پر بمقام الہ آباد ہیضہ سے انتقال کیا۔ مرحوم صابریہ سلسلہ میں سب سے پہلے شریک حلقہ ہوئے تھے۔ اگرچہ اخیر میں اپ نے عرس کلیر شریف کے موقع پر مشائخ کی اُس کونسل میں جو میری روک تھام کے لیئے منعقد ہوئی تھی انہوں نے بھی حصہ لیا تھا۔ اور کوئی رسالہ میرے خلاف لکھکر پیش کیا تھا۔ تاہم ظاہر میں ہمیشہ انہوں نے میری اور حلقہ کی تائید کی۔ سب اہل حلقہ اپنے حلقہ کے بھائی کے لیئے دعائے مغفرت کریں ؛

بادشاہ میاں درویش ساکن میسور جو دس برس سے درگاہ حضرت محبوب الٰہیؒ کے دروازے پر پڑے ہیں۔ اور جنکا ذکر پچھلے کسی پرچے میں آچکا ہے۔ اپنے گھر جانا چاہتے ہیں۔ اول تو دہلی سے میسور کا کرایہ ہی بہت زیادہ ہے اسپر مقروضیت نے شاہ صاحب کو اور مجبور کر دیا ہے۔ پچھلے کسی پرچہ میں انکا ذکر دیکھکر ہمارے ایک رئیس نے کچھ بھیجا تھا۔ اور دہلی میں دو بار پنڈت جواہر ناتھ صاحب ساقی نے مدد کی نیز

میں نے اپنی حیثیت کے موافق پیش کیا۔ مگر یہ سب اُنکی ضرورت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ اگر سب ناظرین تھوڑا تھوڑا چندہ جمع کردیں تو یہ باخدا شخص جو بارہ تیرہ برس سے سفر میں ہے اپنے اہل و عیال میں پہنچ جائے۔ چندہ براہ راست بادشاہ میاں درویش مقیم دروازہ خانقاہ حضرت محبوب الٰہی رضہ ڈاک خانہ عرب سرائے کے نام روانہ کیا جائے۔

باندہ میں جناب مولوی عبدالرحیم صاحب نے حلقہ کی بہت خدمت کی۔ متعدد مشائخ اور دیگر حضرات انکی کوشش سے شریک حلقہ ہوئے۔ وہ دریافت فرماتے ہیں کہ بعض لوگ بزرگوں کی نیاز مثلاً گیارہویں وغیرہ کے لیئے آمدنی کا کچھ حصہ جمع کیا کرتے ہیں جو سال بھر کے بعد فاتحہ وغیرہ میں خرچ ہو جاتا ہے۔ حضرات مشائخ بتائیں کہ یہ روپیہ دیگر دینی کاموں میں بھی انہی بزرگ کے نام سے صرف ہو سکتا ہے یا نہیں۔ امید ہے کہ اہل حلقہ خصوصاً مشائخ پھلواری شریف اِسکا جواب دینگے۔

صوبیدار پیرداد خانصاحب حلقہ کی بڑی اعانت کر رہے ہیں۔ دہلی کی پلٹن میں غالباً یہ پہلے صوبیدار ہیں۔ جنہوں نے فوج میں درویشانہ روش پیدا کی ہے۔ لشکر میں ہر وقت درود خوانی کے چرچے رہتے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۔ رجب کو انکے پیر و مرشد شاہ محبوب عالم صاحب نظامی کی اہلیہ مرحومہ کا جبل پور میں عرس تھا۔ سُنا ہے کہ جبل پور میں یہ عرس خاص شان سے ہوا۔ دہلی میں صوبیدار صاحب نے بھی اُس روز نیاز کی تھی۔ جس میں دو لاکھ بائیس ہزار چھ سو تینتیس دفعہ درود شریف پڑھا گیا۔

اس ماہ میں حسب ذیل آمدنی ہوئی

جناب حافظ محمد حلیم صاحب تاجر اعظم کانپور	۱۰۰؍
جناب سید عبدالرحمن صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر	۵؍
جناب بابو عطا محمد صاحب سب ڈویژنل آفیسر دیولالی	۱۰۰؍

جناب غلام غوث صمدانی صاحب بی اے (علیگ) ۶/۱۲
جناب پروفیسر محمد الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی عہ/
جناب خواجہ عثمان علیشاہ صاحب سرگروہ چشتیہ نظامیہ گنجام عہ/
جناب حافظ محمد عمر صاحب جوہری کوچہ حامد دہلی عہ
از قصور ضلع لاہور معرفت حافظ احمد سعید صاحب بماہ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

اس ماہ میں خرچ حسب ذیل ہوا

مصارف تیاری صحائف (ٹریکٹ) تعداد دس ہزار ۵۵/
صرف چھپائی اشتہارات صہ/
صرف خط و کتابت ۱۲/
لباس و خرچ سفر نومسلم مسمی غلام حیدر از دہلی تا سہارنپور للعہ/

میزان خرچ

باقی موجودہ

حسن نظامی

ست درشن - یعنی زیارت حق - یہ ایک عجیب و غریب اور دلفریب مضمون ہے جو دو حصوں میں ختم ہوا ہے. ہر حصہ ایک سو چونسٹھ صفحہ کا ہے -
ہندو تصوف اور اسلامی تصوف دونوں رنگ کے حقائق و معارف نہایت دلکش پیرایہ میں ادا کیئے گئے ہیں - اور ہندو ویدانت کی تشریح میں تو کمال دکھا دیا ہے ہم نے جستہ جستہ پڑھا ہے - پورے مطالعہ کے بعد اچھی طرح تنقید کر سکیں گے لیکن سرسری نگاہ میں بھی کتاب بے مثل معلوم ہوتی ہے. لکھائی چھپائی سب اعلیٰ درجہ کی ہے + بابو امبیکا چرن چکرورتی منیجر تھیا صوفیکل پبلشنگ سوسائٹی بنارس کے پتہ سے ۸/ فی حصہ قیمت پر دستیاب ہوگی +

دعاخانہ

منشی اکرام حسین صاحب نظامی الہ آباد کی صحت و سلامتی کے لیئے سب حضرات دعا فرمائیں۔ عرصہ سے علیل ہیں +

بابو محمد اختر الدین صاحب چاہمین بنفس کے مقاصد قلبی کے لیئے دعائے خیر کیجائے +

ایک اسسٹنٹ سرجن صاحب اولاد نرینہ کے خواہشمند ہیں۔ دعا کیجائے بعد کامیابی حلقہ کی معقول خدمت گزاری کا وعدہ کرتے ہیں +

خاکسار حسن نظامی کے لیئے صرف یہ دعا فرمائی جائے کہ اللہ تعالیٰ اُسکی صحت اس قابل کردے کہ وہ حلقہ کی خدمت کرتا رہے۔ اس موسم میں اگر اُسکی صحت درست رہے تو لعہ روپیہ حلقہ کی نذر کرے گا +

جناب نواب وقار الملک کے صاحبزادے کیلئے دعائے صحت کیجائے۔ آجکل یہ صاحبزادے اور نواب صاحب دہلی میں مقیم ہیں۔ حاذق الملک حکیم محمد اجمل خانصاحب کا علاج ہو رہا ہے۔ انگریز ڈاکٹروں نے بالاتفاق دق تجویز کی تھی اور معالجہ سے مایوس ہوگئے تھے۔ مگر حاذق الملک کے چند روزہ علاج سے لازمی بخار بالکل جاتا رہا۔ اب صرف کمزوری اور نقاہت باقی رہ گئی ہے۔ ہم اپنے حلقہ کے نامور معاون حاذق الملک کی بیمثل طبی قابلیت اور غیبی تاثیر شفا پر جسقدر فخر کریں زیبا ہے۔ نواب وقار الملک کی قومی خدمات کے سبب تمام مسلمانانِ ہند کے دل اس بچے کی صحت و سلامتی کے لیئے بارگاہ الٰہی میں دست بدعا تھے۔ خدا نواب صاحب کے لخت جگر کی سلامتی سے انکے دل کو قرار دے جس پر آجکل کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کا قرار منحصر ہے +

نوٹ [illegible] اوقات خاص میں [illegible] دعا کے واسطے [illegible] بعد کامیابی ایک ہفتہ کے [illegible]

مرکب عشبہ کے اکتالیس فوائد

جس کی تصدیق [illegible] نے کی ہے

[illegible]

فائدہ (۱) [illegible]

فائدہ (۲) [illegible]

فائدہ (۳) [illegible]

فائدہ (۴) [illegible]

فائدہ (۵) [illegible] کلتیاں بیٹھ گئیں [illegible] پیدا ہوئے [illegible] ہو گئیں۔

فائدہ (۶) جس کی تصدیق [illegible] مریض کرتے ہیں عرصہ سے [illegible] استعمال سے ناسور سوکھ گیا۔

فائدہ (۷) جس کی [illegible] مریض کرتے ہیں [illegible] ہڈیوں میں [illegible] دن بدن سوکھتی جاتی تھی ایک شیشی سے [illegible] جاتا رہا۔

فائدہ (۸) جس کی تصدیق چار سو عورتیں استعمال کے بعد کرتی ہیں کہ ان کے ناکوں میں درد اور رحم سے [illegible] جاری رہتا تھا اور ایام حیض میں سر میں سخت درد ہوا کرتا تھا اسکے استعمال سے ایام ہموار [illegible] ہو گئے رحم کا پانی بند اور چہرہ سرخ ہو گیا۔

الغرض یہ مرکب چوب چینی اور عشبہ وغیرہ کا سب سے بہتر ہے

عمدہ مصفی خون ہے جہاں بہت سے انگریزی عشبے ناکارہ اور [illegible] ثابت ہوئے ہیں، کیونکہ وہ بلا لحاظ اس ملک کے [illegible] وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں [illegible] اس نے صریح [illegible] دکھلائے [illegible] جس نے تمام چہرے کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

یہ مرکب عشبہ [illegible] سال سے ملک کے مختلف حصوں میں [illegible] اگر آپ کو کوئی شکایت ہو تو آپ تجربہ کر کے [illegible] کی تصدیق کیجئے **ثبوت** کیلئے اس [illegible] استعمال سے پہلے [illegible] وزن [illegible] لکھ لو [illegible] ماہ بعد وزن [illegible] ہو جائیگا اور چہرہ کا رنگ [illegible] کندن کی طرح دمکنے لگیگا۔

قیمت شیشی کلاں ایک ماہ کے لئے تین روپیہ (عہ) **قیمت** شیشی خورد ڈیڑھ روپیہ (عہ)

پتہ شفاخانہ حکمت زبدۃ الحکما حکیم ڈاکٹر غلام نبی

مندرجۂ ذیل کتابیں دوکان غلام نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک دہلی سے طلب کرو

سوانح عمری حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ مصنفہ مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی ۔ عمر

سوانح عمری حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ مصنفہ مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی ۔ عمر

سوانح عمری حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ مصنفہ مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر ۔ ۴ر

الحکم الرفاعیہ مصنفہ عارف کامل حضرت سید شیخ احمد صاحب رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کا ۔ ۴ر

نفائس القصص والحکایات جس میں نہایت سلیس اردو میں قرآن مجید کے قصص جمع کی ہیں ۔ ۴ر

مجموعہ قصاید جس میں قصیدہ بردہ ۔ قصیدہ غوثیہ ۔ قصیدہ بانت سعاد ۔ قصیدہ امالی ۔ دعائی سریانی ۔ دعائی مغنی ۔ خورد نامہ درج ہیں ۔ ۴ر

شواہد نظامی یعنی سوانح عمری مکمل حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز ۔ عمر

حیات خسرو یعنی سوانح عمری حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ طوطی ہند ۔ عمر

ترجمہ اردو کشف المحجوب مصنفہ حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش صاحب ۔ عہ

مخزن الحقیقت تسبیحات و معمولات حضرت مرزا جانجاناں صاحب مظہر شہید ۔ ۴ر

ترجمہ اردو عوارف المعارف مصنفہ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اردو دو جلد ۔ عہ

ترجمہ اردو فصوص الحکم مصنفہ حضرت امام المتصوفین شیخ محی الدین ابن عربی ۔ عہ

مفلسی کا مجرب علاج حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

مجموعہ اعمال مجربہ سورۂ مزمل شریف معہ موکلات و طریقہ ان کو ہ جس میں اعمل سورۂ یٰسین شریف اور عمل سورۂ یوسف شریف عجیب و غریب اور عمل سورہ واقعہ شریف دربارہ محبت عداوت تسخیر و کشائش رزق و عشق و حاجات و کساد روزگار و حل مشکلات وغیرہ وغیرہ درج ہیں ۔ ۴ر

اعمال مجربہ سورۂ یٰسین شریف مع موکلات جس میں ۱۲۳ عمل ہر مصیبت و حاجت رفع ہونیکے ساتھ طریقہ زکوٰۃ درج ہیں ۔ ۴ر

عملیات مجربہ خاندان عزیزیہ جس میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبد العزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب و شاہ عبد القادر صاحب وغیرہ درج ہیں ۔ ۴ر

حرز سلیمانی عملیات و تعویذات ۔ ۴ر

تاریخ بغاوت ہند ۱۸۵۷ء جس میں سب شہروں کے غدر کا مفصل حال درج ہے ۔ عہر

آثار الصنادید مصنفہ سرسید احمد خان صاحب بہادر یہ کتاب دہلی کے حالات میں عجیب و غریب معہ نقشہ جات ہے جسکے تین حصہ ہیں قیمت

تاریخ عالم جس میں زمین آسمان سورج چاند جن و انسان وغیرہ کے پیدایش اور کل انبیا مرسلین و خلفائے راشدین نامور سلاطین کے صحیح صحیح حالات معتبر کتب تواریخ سے لکھی گئی ہیں ۔ عہر

تاریخ اسپین مصنفہ مولوی سید محمد احمد صاحب جج سیتاپور برادرزادہ سرسید احمد خان صاحب نہایت فصیح اردو زبان میں انگریزی سے ترجمہ کیا گیا ہے ۴۲۵ صفحہ باتصویر جنمیں سو سے زیادہ ہے ۔ قیمت ۔ عام

کلیات حضرت امیر خسرو فارسی ۔ عہر

غلام نظام الدین تاجر کتب دہلی چاندنی چوک سے طلب کرو

کلیات عراقی فارسی ۱۲ر ۔ کلیات جامی عہ ۔ مجموعہ قوالی جا بجا حصہ ۴ر ۔ دیوان غوث الاعظم ۲ر ۔ دیوان معین الدین چشتی ۳ر

۷۸۶

نظام المشائخ

جلد ۳ قسم

نمبر ۳ قیمت سالانہ

ستمبر ۱۹۱۲ع

تمام سلسلوں کے صوفیہ مشائخ کی دینی و دنیاوی اغراض کا حامی اردو زبان کا ماہوار رسالہ

اعلیٰ مدیر ۔ حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

نائب مدیر ۔ خادم الفقرا سید محمد ارتضیٰ واحدی دہلوی

فہرست مضامین

(دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے)

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک پانچ روپیہ ۔ فی پرچہ ۸ ۔ قسم دوم سالانہ مع محصول ڈاک ۳ فی پرچہ ۴

منشی فضل حسین کے ہلالی پریس دہلی میں چھپکر محمد الواحدی مالک و اڈیٹر نے منزل گاہ حلقہ نظام المشائخ دہلی سے شائع کیا

قیمت فی پرچہ

[illegible]

خریداران نظام المشائخ کی خدمت میں

اطلاع

(۱) رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ خریدار صاحبان کو چاہیئے کہ دیر سویر کا خیال کر کے ۲۰ تاریخ تک اسکا انتظار کریں اگر اس تاریخ کو بھی نہ پہونچے تو فورًا ہمیں اطلاع دیں ہم اور پرچہ بھیجدیں گے ورنہ (۱۸ تاریخ تک شکایت نہ پہنچنے کی حالت میں) دوسرا پرچہ قیمتًا ملیگا ❊

(۲) جن صاحب کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہوا کرے اُنہیں چاہیئے کہ ہمیں بھی اوسکی خبر دیدیا کریں۔ ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ وار ہوں گے دوسرا پرچہ اُنہیں مُفت نہیں بھیجا جائے گا ❊

(۳) خط وکتابت میں کم ازکم اپنا نام وپتہ نہایت صفائی کیساتھ لکھنا چاہیئے اور خریدار کا نمبر ضرور بتانا چاہیئے ورنہ جواب نہ پہنچنے کی شکایت معاف ❊

(**نوٹ**) ۱۲۷ رسالہ کے نمبر ہیں جو ڈاکخانہ کی طرف سے اسے ملے ہیں۔ اِنکا لکھنا بے کار ہے۔ ضرورت اس نمبر کے لکھنے کی ہے جو خریدار کے پتہ کی چٹ پر شروع میں اسطرح ۱۲۴۱ لکھا ہوتا ہے ❊

(۴) رسالے کی قیمت ہر حال میں پیشگی لیجاتی ہے ❊

(۵) نمونہ کے پرچے کیلئے ۲ کے ٹکٹ بھیجنے چاہئیں۔ یا سرکاری وی پی منگانا چاہیئے مفت نہیں مل سکیگا ❊

المشتہر

محمد الواحدی مالک و اڈیٹر نظام المشائخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظام المشائخ

فاقہ میں روزہ

دہلوی تاجدار کے ایک کنبہ کا فسانہ

جب دہلی زندہ تھی، اور ہندوستان کے دل کہلانیکا حق رکھتی تھی۔ لال قلعہ پر تیموریوں کا آخری نشان لہرا رہا تھا۔ اُنہیں دنوں کا ذکر ہے کہ مرزا سلیم بہادر (جو ابوظفر بہادر شاہ کے بھائی تھے اور غدر سے پہلے ایک اتفاقی قصور کے سبب قید ہو کر الہ آباد چلے گئے تھے) اپنے مردانے مکان میں بیٹھے دوستوں سے بے تکلفانہ باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں زنان خانہ سے ایک لونڈی باہر آئی اور ادب سے عرض کیا کہ حضور بیگم صاحبہ یاد فرماتی ہیں۔ مرزا سلیم فوراً محل میں چلے گئے۔ اور تھوڑی دیر میں مغموم واپس آئے۔ ایک بے تکلف ندیم نے عرض کیا۔ خیر باشد۔ مزاج عالی کو مکدر پاتا ہوں۔ مرزا نے مسکرا کر جواب دیا۔ نہیں کچھ نہیں۔ بعض اوقات اماں حضرت خواہ مخواہ ناراض ہو جاتی ہیں۔ کل شام کو افطاری کے وقت "نتھن خاں" گویا کچھ گا رہا تھا۔ اور میرا دل بہلا رہا تھا۔ اسوقت اماں حضرت قرآن شریف پڑھا کرتی ہیں۔ انکو یہ غل شور ناگوار گزرا۔ آج

ارشاد ہوا ہے کہ رمضان گانے بجانے کی محفلیں بند کر دی جائیں۔ بھلا میں اس تفریحی عادت کو کیونکر چھوڑ سکتا ہوں۔ ادب کے لحاظ سے قبول تو کر لیا مگر اس پابندی سے جی الجھتا ہے۔ حیران ہوں کہ یہ سولہ دن کیونکر بسر ہوں گے ٭

مصاحب نے ہاتھ باندھکر عرض کیا کہ حضور یہ بھی کوئی پریشان ہونے کی بات ہے شام کو افطاری سے پہلے جامع مسجد میں تشریف لیچلا کیجئے۔ عجب بہار ہوتی ہے۔ رنگ برنگ کے آدمی۔ طرح طرح کے جمگھٹے دیکھنے میں آئیں گے۔ خدا کے دن ہیں۔ خدا والوں کی بہار بھی دیکھئے ٭

مرزا نے اس صلاح کو پسند کیا اور دوسرے دن مصاحبوں کو لیکر جامع مسجد پہنچے۔ وہاں جاکر عجب عالم دیکھا۔ جگہ جگہ حلقہ بنائے لوگ بیٹھے ہیں۔ کہیں قرآن شریف کے ورد ہو رہے ہیں۔ رات کے قرآن سنانے والے حفاظ آپس میں ایک دوسرے کو قرآن سنا رہے ہیں۔ کہیں مسائل دین پر گفتگو ہو رہی ہے۔ وہ عالم کسی فقہی مسئلہ پر بحث کرتے ہیں اور بیسیوں آدمی گرد میں بیٹھے مزے سے سُن رہے ہیں۔ کسی جگہ توجہ اور مراقبہ کا حلقہ ہے۔ کہیں کوئی صاحب وظائف میں مشغول ہیں۔ الغرض مسجد میں چاروں طرف اللہ والوں کا ہجوم ہے ٭

کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ۔ میرزا کو یہ نظارہ بہت پسند آیا۔ اور وقت بہت لطف سے کٹ گیا۔ اتنے میں افطار کا وقت قریب آیا۔ سیکڑوں خوان افطاری کے آنے لگے اور لوگوں میں افطاریاں تقسیم ہونے لگیں۔ خاص محل سلطانی سے متعدد خوان مکلف چیزوں سے آراستہ روزانہ جامع مسجد میں بھیجے جاتے تھے۔ تاکہ روزہ داروں میں افطاری تقسیم کی جائے۔ اسکے علاوہ قلعہ کی تمام بیگمات اور شہر کے سب امراء علیحدہ افطاری کے سامان بھیجتے تھے۔ اسلیئے ان خوانوں کی گنتی سیکڑوں تک پہنچ جاتی تھی۔ چونکہ ہر امیر کوشش کرتا تھا کہ اُسکا سامان افطاری دوسروں سے بڑھ کر رہے۔ اس لیئے ریشمی رنگ

برنگ کے خوان پوش اور اُنپر مقیشی جھالریں ایک سے ایک بڑھ چڑھکر ہوتی تھیں اور مسجد میں انکی عجیب آرائش ہو جاتی تھی +

میرزا کے دل پر اِس دینی چرچے اور شان و شوکت نے بڑا اثر ڈالا اور اب وہ برابر روزانہ مسجد میں آنے لگے۔ گھر میں وہ دیکھتے کہ سیکڑوں فقرا کو سحری اور اول شب کا کھانا روزانہ شہر کی خانقاہوں اور مسجدوں میں بھجوایا جاتا تھا۔ اور باوجود رات دن کے لہو و لعب کے یہ دن ان کے گھر میں بڑی برکت اور مذہبی چہل پہل کے معلوم ہوتے تھے +

مرزا سلیم کے ایک بھانجے میرزا شہزور نوعمری کے سبب اکثر اپنے ماموں کی صحبت میں بے تکلف شریک ہوا کرتے تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک تو وہ وقت تھا جو آج خواب و خیال کی طرح یاد آتا ہے۔ اور ایک وہ وقت آیا کہ دہلی زیر و زبر ہو گئی۔ قلعہ برباد کر دیا گیا۔ امیروں کو پھانسیاں مل گئیں ان کے گھر کھد گئے۔ اُن کی بیگمات ماماگیری کرنے لگیں۔ اور مسلمانوں کی سب شان و شوکت تاراج ہو گئی۔ اسکے بعد ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں جامع مسجد جانے کا اتفاق ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ جگہ جگہ چولھے بنے ہوئے ہیں سپاہی روٹیاں پکا رہے ہیں گھوڑوں کے دانے دلے جا رہے ہیں۔ گھانس کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ اور شاہجہان کی خوبصورت اور بےمثل مسجد اصطبل نظر آتی ہے۔ پھر جب مسجد واگزاشت ہو گئی اور سرکار نے اُسکو مسلمانوں کے حوالہ کر دیا تو رمضان ہی کے مہینہ میں پھر جانا ہوا۔ دیکھا کہ چند مسلمان میلے کچیلے پیوند لگے کپڑے پہنے وہ چار قرآن شریف کا دور کر رہے ہیں۔ اور کچھ اسی پریشان حالی میں بیٹھے وظیفے پڑھ رہے ہیں۔ افطاری کے وقت چند آدمیوں نے کھجوریں اور دال سیو بانٹ دیئے۔ کسی نے ترکاری کے قتلے تقسیم کر دیئے۔ نہ وہ اگلا سا سماں نہ وہ اگلی سی چہل پہل۔ نہ وہ پہلی سی شان شوکت۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ بیچارے فلک کے مارے چند لوگ جمع ہو گئے ہیں +

اِسکے بعد آجکل کا زمانہ بھی دیکھا جبکہ مسلمان چاروں طرف سے دب گئے ہیں انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان تو مسجد میں نظر ہی کم آتے ہیں غریب غربا آئے تو اُنسے رونق کیا خاک ہو سکتی ہے۔ پھر بھی غنیمت ہے کہ مسجد آباد ہے اگر مسلمانوں کے افلاس کا یہی عالم رہا تو آیندہ خبر نہیں کیا نوبت آئے +

میرزا شہ زور کی باتوں میں بڑا درد اور اثر تھا۔ ایکدن میں نے ان سے غدر کا قصہ اور تباہی کا فسانہ سننا چاہا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لاتے اور اُسکے بیان کرنیسے عذر و مجبوری ظاہر کرنے لگے۔ لیکن جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو اپنی درد بھری کہانی اس طرح سنائی +

جب انگریزی توپوں نے۔ کرچوں اور سنگینوں نے۔ حکیمانہ توڑ جوڑ نے۔ ہمارے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ تاج سر سے اتار لیا۔ تخت پر قبضہ کر لیا۔ شہر میں آتشناک گولوں کا مینہ برس چکا۔ سات پردوں میں رہنے والیاں بے چادر ہو کر بازار میں اپنے وارثوں کی تڑپتی لاشوں کو دیکھنے نکل آئیں۔ چھوٹے بن باپ کے بچے ابا ابا پکارتے ہوئے بے یار و مددگار پھرنے لگے۔ حضور ظل سبحانی جنپر ہم سب کا سہارا تھا قلعہ چھوڑ کر باہر نکل گئے۔ اُسوقت میں نے بھی اپنی بوڑھی والدہ۔ کمسن بہن اور حاملہ بیوی کو ساتھ لیکر اور اُجڑے قافلہ کا سالار بنکر گھر سے کوچ کیا +

ہم لوگ دو رتھوں میں سوار تھے۔ سیدھے غازی آباد کا رخ کیا۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ رستہ انگریزی لشکر کا جولانگاہ بنا ہوا ہے اس لیئے شاہدرہ سے واپس ہو کر قطب صاحب چلے۔ اور وہاں پہنچکر رات کو آرام کیا۔ اِسکے بعد صبح آگے روانہ ہوئے۔ چھتر پور کے قریب گوجروں نے حملہ کیا اور سب سامان لوٹ لیا۔ مگر اتنی مہربانی کی کہ ہمکو زندہ چھوڑ دیا۔ وہ لق و دق جنگل۔ تین عورتوں کا ساتھ۔ اور عورتیں بھی کیسی۔ ایک بڑھاپے سے لاچار۔ دو قدم چلنا دوبھر۔ دوسری بیمار اور حاملہ۔ کبھی پیدل چلنے کا موقع نہیں ہوا تھا تیسری دس برس کی نادان لڑکی۔ عورتیں روتی تھیں اور بیان کر کے روتی تھیں میرا کلیجہ

ان کے بیان سے پھٹا جاتا تھا۔ والدہ کہتیں۔ الٰہی ہم کہاں جائیں۔ کسکا سہارا ڈھونڈیں۔ ہمارا تاج وتخت لٹ گیا تو ٹوٹا بوریا اور امن کی جگہ تو دے۔ اس ہمارے پیٹ والی کو کہاں لیکر بیٹھوں۔ اس معصوم بچی کو کس کے حوالہ کروں۔ جنگل کے درخت بھی ہمارے دشمن ہیں۔ کہیں سایہ نظر نہیں آتا۔ بہن کی یہ کیفیت تھی کہ وہ سہمی ہوئی کھڑی تھی اور ہم سب کا منہ تکتی تھی۔ مجکو اُسکی معصومانہ بیکسی پر بڑا ترس آتا تھا آخر مجبورًا میں نے عورتوں کو دلاسا دیا اور آگے چلنے کی ہمت بنا۔ ٹانی گاؤں سامنے نظر آتا تھا۔ غریب عورتوں نے چلنا شروع کیا۔ والدہ صاحبہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتی تھیں۔ اور سر پکڑ کر بیٹھ جاتی تھیں۔ اور جب وہ یہ کہتیں۔ تقدیر اُن کو ٹھوکریں کھلواتی ہی جو تاجوروں کے ٹھوکریں مارتے تھے۔ قسمت نے انکو بے بس کردیا جو بیکسوں کے کام آتے تھے۔ ہم چنگیز کی نسل ہیں جسکی تلوار سے زمین کانپتی تھی۔ ہم تیمور کی اولاد ہیں جو ملکوں کا مالک اور شہریاروں کا شاہ تھا۔ ہم شاہجہاں کے گھر والے ہیں۔ ہم ہندوستان کے شہنشاہ کے کنبہ میں ہیں۔ ہم عزت والے تھے۔ ہم شوکت والے تھے۔ زمین میں ہمیں کیوں ٹھکانہ نہیں ملتا وہ کیوں سرکشی کرتی ہے۔ آج ہم پر مصیبت ہی۔ آج ہم پر آسمان روتا ہی۔ تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے۔ القصہ بہزار دقت ود شواری گرتے پڑتے گاؤں میں پہنچے یہ گاؤں مسلمان میواتیوں کا تھا۔ انھوں نے ہماری خاطر کی اور اپنی چوپاڑ میں ہمکو ٹھیرادیا۔

کچھ روز تو ان مسلمان گنواروں نے ہمارے کھانے پینے کی خبر رکھی اور چوپاڑ میں ہمکو ٹھیرائے رکھا۔ لیکن کب تک یہ بار اُٹھا سکتے تھے۔ اُکتا گئے۔ اور ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ میاں جی چوپاڑ میں ایک برات آنیوالی ہی۔ تو دوسرے چھپر میں چلا جا۔ اور رات دن نٹھالی (بیکار) بیٹھا کیا کرے ہی۔ کچھ کام کیوں نہیں کرتا میں نے کہا بھائی جہاں تم کہوگے وہیں جا پڑینگے۔ ہمیں چوپاڑ میں رہنے کی ہوس

نہیں ہے۔ جب فلک نے عالیشان محل چھین لیئے تو اِن کچے مکان پر ہم کیا صبر کریں گے۔ اور رہی کام کرنے کی بات۔ سو میرا تو خود جی گھبراتا ہے۔ خالی بیٹھے بیٹھے طبیعت اکتائی جاتی ہے۔ مجھے کوئی کام بتاؤ۔ ہو سکے گا تو آنکھوں سے کروں گا اُن کا چودہری بولا۔ ہمنے کے بیرا (ہمیں کیا خبر) کہ تو کے کام (کیا کام) کر سکے ہے میں نے جواب دیا۔ میں سپاہی زادہ ہوں۔ تیغ۔ تفنگ چلانا میرا ہنر ہے۔ اسکے علاوہ اور کوئی کام نہیں جانتا۔ گنوار ہنس کر کہنے لگے نہ بابا یہاں تو ہل چلانا ہوگا گھاس کھودنی پڑے گی۔ ہمکو تلوار کے ہنر کیا کرنے ہیں۔ گنواروں کے اس جواب سے میری آنکھوں میں آنسو آگئے اور جواب دیا۔ کہ بھائیو۔ مجکو تو ہل چلانا۔ اور گھاس کھودنی نہیں آتی۔ مجکو روتا دیکھکر گنواروں کو رحم آگیا۔ اور بولے اچھا تو ہمارے کھیت کی رکھوالی کیا کر۔ اور تیری عورتیں ہمارے گاؤں کے کپڑے سی دیا کریں۔ فصل پر تجھکو اناج دیدیا کرینگے جو تجھکو پورے برس دن کو کافی ہوگا۔

چنانچہ یہی ہوا کہ میں سارا دن کھیت پر جانور اُڑایا کرتا تھا۔ اور گھر میں عورتیں کپڑے سیتی تھیں۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ بھادوں کا مہینہ آیا۔ اور گاؤں میں سب کو بخار آنے لگے۔ میری اہلیہ اور بہن کو بھی بخار نے آن دبایا۔ وہ گاؤں۔ وہاں دوا کا اور حکیم کا کیا ذکر۔ خود ہی لوٹ پیٹ کر اچھے ہو جاتے ہیں۔ مگر ہم کو دواؤں کی عادت تھی۔ سخت تکلیف اُٹھانی پڑی۔ اس حالت میں ایک دن اس زور کی بارش ہوئی کہ جنگل کا نالہ چڑھ آیا۔ اور گاؤں میں کمر کمر پانی ہوگیا۔ گاؤں والے تو اس کے عادی تھے۔ لیکن ہماری حالت اس طوفان کے سبب مرنے سے بدتر ہوگئی چونکہ پانی ایک دفعہ ہی رات کے وقت گھس آیا تھا۔ اس لیئے ہماری عورتوں کی چارپائیاں بالکل غرقاب ہوگئیں اور عورتیں چیخیں مارنے لگیں۔ آخر بڑی مشکلوں سے چھپر کی بلیوں میں دو چارپائیاں اَڑا کر عورتوں کو اُنپر بٹھایا۔ پانی گھنٹہ بھر میں اُتر گیا۔

مگر غضب یہ ہوا کہ کھانے کا اناج اور اوڑھنے بچھانے کے کپڑے تر ہوگیا۔ پچھلی رات میری بیوی کے درد زہ شروع ہوا۔ اور ساتھ ہی جاڑے سے بخار بھی آیا۔ اسوقت کی پریشانی بس بیان کرنے کے قابل نہیں۔ اندھیرا گھپ۔ مینہ کی جھڑی کپڑے سب گیلے۔ آگ کا سامان بھی ناممکن۔ حیران تھے کہ الٰہی کیا انتظام کیا جائے درد بڑھنے شروع ہوئے۔ اور مریضہ کی حالت نہایت ابتر ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ تڑپنے لگی۔ اور تڑپتے تڑپتے جان دیدی۔ بچہ پیٹ ہی میں رہا۔

چونکہ وہ ساری عمر ناز و نعمت میں پلی تھیں۔ غدر کی مصیبتیں ہی اُن کی ہلاکت کے لیئے کافی تھیں۔ خیر اسوقت تو جان بچ گئی۔ مگر یہ بعد کا جھٹکا ایسا بڑا لگا کہ جان لیکر گیا۔

صبح ہوگئی۔ گاؤں والوں کو خبر ہوئی تو اُنھوں نے کفن وغیرہ منگوا دیا۔ اور دوپہر تک یہ محتاج شہزادی گورِ غریباں میں ہمیشہ کے لیئے جا سوئی۔

اب ہم کو کھانے کا فکر ہوا۔ کیونکہ ناج سب بھیگ کر سڑ گیا تھا۔ گاؤں والوں سے بھی مانگتے ہوئے لحاظ آتا تھا۔ وہ بھی ہماری طرح اسی مصیبت میں گرفتار تھے۔

تاہم بیچارے گاؤں کے چودھری کو خود ہی خیال ہوا اور اُسنے قطب صاحب سے ایک روپیہ کا آٹا منگوا دیا۔ وہ آٹا نصف کے قریب خرچ ہوا ہوگا کہ رمضان شریف کا چاند نظر آیا۔ والدہ صاحبہ کا دل بہت نازک تھا۔ وہ ہر وقت گزشتہ زمانہ کو یاد کیا کرتی تھیں۔ رمضان کا چاند دیکھکر اُنھوں نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا۔ اور چپ ہوگئیں۔ میں سمجھ گیا کہ اُنکو اگلا وقت یاد آیا ہے۔ تسلی کی باتیں کرنے لگا۔ جس سے اُنکو کچھ ڈھارس ہوگئی۔

چار پانچ دن تو آرام سے گزر گئے۔ مگر جب آٹا ہو چکا تو بڑی مشکل درپیش ہوئی سوال کرتے ہوئے شرم آتی تھی۔ اور پاس ایک کوڑی نہ تھی۔ شام کو پانی سے

روزہ کھولا۔ اور چپ ہوکر بیٹھ گئے۔ بھوک کے مارے کلیجہ منہ کو آتا تھا +

والدہ صاحبہ کی عادت تھی کہ اس قسم کی تکلیف کے وقت بیان کرکے بہت رویا کرتی تھیں۔ مگر آج وہ بڑے اطمینان سے خاموش تھیں۔ اُنکی خاموشی و اطمینان سے میرے دل کو بھی سہارا ہوا۔ اور چھوٹی بہن کو جسکے چہرے پر بھوک کے مارے ہوائیاں اُڑرہی تھیں۔ دلاسا دینے لگا۔ وہ معصوم بھی میرے سمجھانے سے نڈھال ہوکر چارپائی پر جا پڑی۔ اور تھوڑی دیر میں سوگئی۔ بھوک میں نیند کہاں آتی ہے۔ بس ایک غوطہ سا تھا +

اِس غوطہ اور ناتوانی کی حالت میں سحری کا وقت آگیا۔ والدہ صاحبہ اُٹھیں اور تہجد کی نماز پڑھنے لگیں۔ نماز کے بعد جن دردناک الفاظ میں اُنہوں نے دعا مانگی۔ اُن کا نقل کرنا محال ہی۔ حاصل مطلب یہ ہی کہ اُنہوں نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ ہم نے ایسا کیا قصور کیا ہے جس کی سزا یہ مل رہی ہی۔ رمضان کے مہینے میں ہمارے گھر سے سیکڑوں محتاجوں کو کھانا ملتا تھا۔ اور آج ہم خود دانے دانے کو محتاج ہیں اور روزہ پر روزہ رکھتے ہیں۔ خداوندا! اگر ہم سے قصور ہوا تو اس معصوم بچی نے کیا خطا کی جسکے مُنہ میں کل سے ایک کھیل اُڑکر نہیں گئی +

دوسرا دن بھی یوں ہی گزر گیا۔ اور فاقہ میں روزہ پر روزہ رکھا۔ شام کے قریب چودہری کا آدمی دودھ اور میٹھے چاول لایا۔ اور بولا کہ آج ہمارے ہاں نیاز تھی یہ اُسکا کھانا ہے۔ اور یہ پانچ روپیہ زکوٰۃ کے ہیں۔ ہر سال بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری دیا کرتے ہیں۔ مگر اب کے نقد دیدیا ہے +

یہ کھانا اور روپے مجکو ایسی نعمت معلوم ہوئے گویا بادشاہت مل گئی خوشی خوشی والدہ کے آگے جاکر سارا قصہ کہا۔ کہتا جاتا تھا۔ اور خدا کا شکرانہ بھیجتا جاتا تھا +

یہ کھانا اور روپے مجکو ایسی نعمت معلوم ہوئے گویا بادشاہت مل گئی۔ خوشی خوشی والدہ کے آگے جاکر سارا قصہ کہا۔ کہتا جاتا تھا۔ اور خدا کا شکرانہ بھیجتا جاتا تھا +

میں نے دیکھا کہ والدہ کا رنگ متغیر ہوگیا۔ اور باوجود فاقہ کی ناتوانی کے انہوں نے تیور بدلکر کہا۔ تف ہے تیری غیرت پر۔ خیرات اور زکوٰۃ لیکر آیا۔ اور خوش ہوتا ہے۔ ارے اس سے مرجانا بہتر تھا۔ اگرچہ ہم مٹ گئے ہیں۔ مگر ہماری حرارت نہیں مٹی +

میدان میں نکلکر مرجانا یا مار ڈالنا۔ اور تلوار کے زور سے روٹی لینا ہمارا کام ہے صدقہ خوری ہمارا شیوہ نہیں۔ والدہ کی ان باتوں سے مجھے پسینہ آگیا۔ اور شرم کے مارے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوگئے۔ چاہا کہ اُٹھکر یہ چیزیں واپس کر آؤں۔ مگر والدہ نے روکا اور کہا کہ خدا ہی کو یہ منظور ہے تو ہم کیا کریں۔ سب کچھ سہنا پڑے گا۔ یہ کہکر کھانا رکھ لیا۔ اور روزہ کے بعد ہم سب نے ملکر کھالیا۔ پانچ روپیہ کا آٹا منگوایا گیا۔ جس سے رمضان خیر و خوبی سے بسر ہوگیا +

اسکے بعد چھ مہینے گاؤں میں اور رہے۔ پھر دلی چلے آئے۔ یہاں آکر والدہ کا تو انتقال ہوگیا۔ اور بہن کی شادی کردی۔ انگریزی سرکار نے میری بھی پانچ روپے ماہوار پنشن مقرر کردی ہے جس پر آجکل زندگی کا انحصار ہے +

راقم حسن نظامی بزبانی میرزا شہ زور گورگانی۔

نوٹ:۔ اس قصہ کو بظاہر تصوف کے رسالہ سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ مگر درحقیقت ان سچے اور تازہ قصوں سے گدازگی قلب اور عبرت حاصل ہوتی ہے اور اسباب دنیا کے انجام نظر آتے ہیں۔ اور انسان غفلت سے چونک کر خدا کی طرف دل لگاتا ہے نشۂ دولت کے متوالوں کو غور کرنا چاہیے کہ کیسی کیسی شان شوکت اور عزت والے آن کی آن میں برباد ہوگئے اور ہو سکتے ہیں۔ اسلئے پروردگار سے اور اُسکے قہر و جلال سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے +

چونکہ یہ مضمون رمضان شریف کے مہینے میں شائع ہوتا ہے۔ لہذا ہر صاحب استطاعت کا فرض ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش رہنے والے محتاجوں اور بے زبان شریفوں کی مخفی امداد کرے +

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ مبارک میں کھانا۔ کپڑا نقدی تقسیم کرنے والے کے بڑے اجر ارشاد فرمائے ہیں۔ افسوس ہے کہ دہلی میں دولتمند لوگ ہزاروں روپے اس مہینے میں خیرات کرتے ہیں۔ مگر وہ سب پیشہ ور ہٹے کٹے فقیروں کو دیتے ہیں۔ اور شہر کے برباد شدہ شرفا کی کوئی خبر گیری نہیں کرتا۔ میری ابتدا سے یہ کوشش رہی ہے کہ دہلی کے شاہی خاندان کے محتاجوں اور نیز دیگر ضرورتمند شرفا کی اس ماہ مبارک میں خدمت گزاری و دستگیری کی جائے۔ چنانچہ میں اور میرے ہم خیال احباب ہمیشہ حسب حیثیت اس موقع پر ایسے لوگوں کو تلاش کرکے دیتے ہیں۔ گو اسکا ظاہر کرنا نازیبا ہے۔ لیکن محض دوسروں کو نیک کام کیجانب رغبت دلانے کی نیت سے اظہار کیا گیا ہے۔ تاکہ الدال علی الخیر کفاعلہ کا اجر نصیب ہو +

حسن نظامی

شمس تبریزی

عزیزم ضیاء احمد بن حمد نمار برنی متعلم بی اے کلاس حلقہ نظام المشائخ کے وجود میں آنے سے قبل ہی اسپر ایمان لا چکے تھے۔ اسلئے باوجود شغل طالب علمی حلقہ کی علمی خدمت گذاری کے لئے وقت نکالنا انہوں نے لازم قرار دے لیا ہے۔ حضرت شمس تبریز کے حالات یوں تو ہر مسلمان بچہ کی زبان پر ہیں۔ لیکن مستند اور محققانہ طریقہ سے بہت کم لکھے گئے ہیں۔ لہذا برنی کی اس ہنرمندی کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ اگرچہ اس تحریر کو شمس تبریز کا تذکرہ کہنا تو نازیبا ہے۔ مگر جو واقعات اس مختصر مضمون میں جمع کیے گئے ہیں۔ وہ حضرت شمس کی زندگی پر تھوڑی بہت روشنی ڈالتے ہیں +

حلقہ کے دیگر انگریزی دان خدام کی طرح برنی بھی اُن انگریزی کتابوں کو مطالعہ میں رکھنا زیادہ پسند کرتے ہیں جنمیں ارباب تصوف کا ذکر ہو۔ اسلئے حضرت شمس کے حالات کے ماخذ میں انگریزی کتب کو زیادہ دخل ہے +

حضرت شمس تبریز کے والد کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ فرقہ اسمٰعیلیہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت شمس نے یہ مذہب ترک کر دیا تھا۔ مجکو اس دعوے کے قبول کرنے میں تامل ہے۔ کیونکہ اسمٰعیلی فرقہ والے شمس دوسرے گزرے ہیں جنکا مزار ملتان میں ہے۔ عوام ملتانی شمس تبریزی کو ہی حضرت مولانائے روم کا مرشد سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ یورپین مورخوں کو غالبًا اسی روایت کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہوگی +

ملتانی شمس تبریزی کو تین سو برس کا عرصہ گزرا۔ یہ اسمٰعیلی فرقہ کے داعی بنکر ہندوستان میں آئے تھے۔ انکے ہمراہ دو شخص اور تھے۔ ایک کا نام پیر صدرالدین تھا۔ اور دوسرے کا پیر امام الدین۔ صدرالدین نے اضلاع سندھ و بمبئی میں دعوت شروع کی اور امام الدین نے

گجرات و کاٹھیاواڑ میں۔ شمس الدین سبزوار سے پنجاب چلے آئے۔ اور یہاں اپنا مشن جاری کیا۔ سندھ و بمبئی میں جسقدر آغاخانی خوجے ہیں وہ صدرالدین کی کوشش سے مسلمان ہو کر آغاخانی (اسمٰعیلی) جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ امام الدین نے اول اول تو بحیثیت اسمٰعیلی داعی کے کام کیا۔ مگر چند روز کے بعد خود مختار ہو کر اپنا ایک علیحدہ طریقہ امام شاہی جاری کر دیا۔ امام شاہی طریقہ کے اصول بھی قریب قریب اسمٰعیلی تھے۔ لیکن وہ خود اپنے تئیں نائب امام اور مظہر ذات مولیٰ علی بیان کرتے تھے۔ امام الدین کا مزار مقام پیرانہ میں ہی جو احمد آباد گجرات کے قریب ایک قصبہ ہی۔ آج امام شاہی جماعت میں کم از کم بیس لاکھ آدمی ہونگے جنمیں کچھ تو ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے ہیں جنکا لقب مومن ہے اور باقی گپتی یعنی پوشیدہ ہیں اور انکو اپنے عقائد ظاہر کرنے کا حکم نہیں۔ یہاں تک کہ اگر ایک گھر میں چار ہندو رہتے ہیں اور اُن میں تین امام شاہی ہیں تو چوتھے کو اسکی خبر نہ ہوگی۔ پیرانہ میں ان لوگوں کی خانقاہ بنی ہوئی ہے۔ اور گدی ہندو مہنت کے اختیار میں ہی جو بظاہر ہندو ہی۔ اور بباطن امام شاہی۔ اس مہنت کے سیکڑوں داعی ہندوانہ لباس میں اپنے مشن کو پھیلانے اور جماعت سے عشر اور نذر نیاز وصول کرنے کے لیئے دورے کرتے رہتے ہیں۔ مہنت امام الدین کی اولاد میں اس عشر اور نذر نیاز میں سے معقول حصہ تقسیم کرکے باقی خانقاہ کے اخراجات میں صرف کر دیتا ہی۔ اسی خانقاہ میں جنئو کی درگاہ بنی ہوئی ہے۔ یعنی جو گپتی ظاہری طریق سے مسلمان ہونا چاہتے ہیں وہ اپنا جنئو اس درگاہ میں چڑھا کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اُنکو مومن کا لقب مل جاتا ہی۔

شمس الدین تبریزی نے جن کا مزار ملتان میں ہے پنجاب کے کہاروں اور سناروں میں اپنا طریقہ رائج کیا۔ اور ان لوگوں کو شمسی ہندو کا لقب دیا۔ یہ شمسی ہندو براہ راست آغاخان کے معتقد بنائے گئے ہیں۔ اور سالانہ نذر نیاز اب تک آغاخان ہی کو دیتے ہیں ان کی تعداد تین لاکھ کے قریب صوبہ پنجاب میں ہے۔

ملتانی شمس تبریزی نے کن طریقوں سے اپنا عقیدہ پھیلایا۔ اور کیسے کیسے عجیب غریب واقعات عوام کی زبانوں پر انکی نسبت مشہور ہیں۔ انکے لکھنے کو ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے بالفعل یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت شمس تبریزی کو اسمٰعیلی گروہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اسمٰعیلی شمس تبریز ملتان ہیں۔ اور مولانا والے شمس تبریز سے سیکڑوں برس بعد ہوئے ہیں۔

حسن نظامی

شمس تبریز گر خدا خواہی خوش بخواں لا الٰہ الا اللہ

آپ کا اصلی نام شمس الدین ہے۔ آپکے والد ماجد جناب علاء الدین کیا[1] بزرگ کے خاندان سے تھے جو فرقہ اسمٰعیلیہ کے امام تھے۔ لیکن آپنے اپنا آبائی مذہب ترک کر دیا تھا۔ آپ تبریز میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں علوم ظاہری کی تحصیل کی۔ آپ اپنے بچپن کا حال خود بیان فرماتے ہیں کہ "اسوقت میں عشق رسول میں اسقدر میں محو تھا کہ کئی کئی روز بغیر کھائے گزر جاتے۔ اور مجھے بھوک معلوم نہ ہوتی۔ اور کبھی میرے والدین اور عزیز واقربا مجھے کچھ دینا چاہتے تو میں انہیں اشارے سے منع کر دیتا تھا۔" آخر زمانہ میں اکثر سیر و سیاحت میں رہتے تھے۔ اور سیاہ کمبل کا لباس پہنتے تھے۔ جس جگہ جاتے سرائے میں قیام فرماتے۔ اور کوٹھری (حجرہ) کا دروازہ بند کر کے یاد الٰہی میں مشغول ہوتے۔ معاش کے لیئے ازار بند بُن لیا کرتے تھے۔ اور ان سے باقی ضروریات زندگی مہیا کرتے تھے۔

جس طرح کوئی شخص کسی پیر کی تلاش میں کوشاں رہتا ہے۔ حضرت شمس کو بھی ایک اعلیٰ ظرف والے مرید کی جستجو رہتی تھی۔ ایک دفعہ انہوں نے دعا مانگی۔ کہ "الٰہی کوئی ایسا بندہ خاص عطا فرما جو میری پُراسرار صحبت کا متحمل ہو سکے"۔ الہام ہوا کہ روم کیطرف جاؤ۔ اُسیوقت روم کیجانب روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے قونیہ پہنچے۔ اور وہاں حلوائیوں کی سرائے میں قیام کیا۔ ادہر جب باطنی کشش کے ذریعہ مولانا جلال الدین رومی کو

[1] کیا: بزرگ۔ نام ہے ۱۲

انکے آنے کا حال معلوم ہوا تو ملاقات کی غرض سے چلے۔ مولانا اگرچہ علوم ظاہری و باطنی میں درجۂ کمال رکھتے تھے۔ لیکن اب تک انکی توجہ زیادہ تر درس تدریس کیطرف رجوع تھی اور ذکر و شغل کیطرف کم۔ بڑے بڑے فاضل اور عالم آپ کی شاگردی کو فخر سمجھتے تھے۔ جب آپ شمس تبریزی کی ملاقات کو چلے ہیں تو بہت سے علماء و فضلاء ساتھ تھے۔

الغرض اسی شان بان سے کے ساتھ سرائے کے دروازے پر پہنچے شمس جو سرائے کے باہر ایک چبوترے کے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سمجھے کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کی نسبت مجھے الہام ہوا ہے "بہت دیر تک زبان حال میں گفتگو ہوتی رہی۔ آخر شمس نے پہل کی۔ اور مولانا سے پوچھا کہ حضرت بایزید بسطامی رح کا مرتبہ زیادہ ہے یا رسول اکرم کا۔ مولانا نے فرمایا کہ "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے افضل ہیں۔ آپکے آگے بایزید کی کیا اصل ہے" شمس نے پھر پوچھا کہ حضرت بایزید بسطامی کے ان دونوں واقعات میں کہاں تک تطبیق ہوسکتی ہے کہ ایک طرف تو ان کا یہ حال تھا کہ عمر بھر خربوزہ نہیں کھایا صرف اسوجہ سے کہ معلوم نہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کس طرح کھایا ہے اور دوسری طرف اپنی نسبت یوں فرماتے ہیں کہ سبحانی ما اعظم شانی وانا سلطان السلاطین (ترجمہ "اللہ اکبر میری شان بڑی ہے اور میں سلطان السلاطین ہوں") حالانکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں دن رات میں ستر دفعہ استغفار پڑھا کرتا ہوں[1]" مولانا نے فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی کی پیاس کم تھی۔ اسلیئے ایک ہی گھونٹ میں انکی پیاس بجھ گئی۔ برخلاف اسکے جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو غایت درجہ کی پیاس تھی۔ جسکی وجہ سے وہ گلاس کے گلاس پی گئے۔ لیکن پیاس کم نہ ہوئی" اس جواب نے شمس پر بہت اثر کیا۔ اور آپ بیہوش ہوگئے[2]۔ یہ سب سے پہلی ملاقات ہے جو بمقام قونیہ دسمبر ۱۲۴۴ء میں ہوئی۔ اگرچہ اس سے پیشتر بھی مولانا نے شمس کو

---

[1] سوانح مولانا روم ۱۲ [2] مثنوی مولوی معنوی ۱۲

دیکھا تھا۔ لیکن بات چیت نہیں ہوئی تھی[1]۔

اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد شمس پھر مولانا کی مجلس میں شریک ہوئے۔ اس دفعہ مولانا حوض کے کنارے پر تشریف فرما تھے۔ اور کچھ کتابیں اُنکے پاس رکھی تھیں۔ شمس نے پوچھا کہ یہ کتابیں کیسی ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ "یہ سب علمی دنیا کی بحث کا سامان ہے۔ اس سے آپکو کیا سروکار۔" شمس نے فوراً سب کتابیں اٹھا کر حوض میں ڈالدیں۔ مولانا نے تاسفانہ لہجہ میں فرمایا کہ "افسوس! آپ نے تو غضب کر دیا۔ ان میں بعض بڑی نایاب اور نادر کتابیں تھیں جو کبھی ڈھونڈے نہیں ملتیں۔" شمس نے حوض میں ہاتھ ڈالکر کل کتابیں نکالدیں۔ کتابیں بالکل خشک پائی گئیں۔ اور ان میں کسی قسم کی خرابی نہیں تھی۔ مولانا کو سخت تعجب ہوا۔ اور حیرت سے پوچھا کہ "حضرت! یہ کیا معاملہ ہے؟" شمس نے فرمایا "یہ ذوق و حال ہے۔ اس سے آپکو کیا تعلق۔" ان ہر دو واقعات نے مولانا کے دل میں شمس کی طرف سے کمال حُسنِ عقیدت۔ گرویدگی اور اخلاص پیدا کر دیا اور مولانا کا یہ حال ہوگیا کہ ہر وقت انکی خدمت میں رہنے لگے[2]۔

یہ واقعات اس غرض سے لکھے جاتے ہیں تاکہ ناظرین سمجھ جائیں کہ حضرت شمسؒ کی ملاقات سے پیشتر مولانا کو اس کوچہ کی ہوا بھی نہ لگی تھی جس سے کہ حضرت شمس رضی نے اُنھیں واقف کر دیا۔ اور یہ صرف حضرت ہی کے فیضِ صحبت اور "جذب لدنی" کا اثر تھا کہ وہ اسرار باطنی جن کی اپنے دل میں جگہ پیدا کرنے کے لیے سالک کو بہت عرصہ تک ریاضت کے شکنجہ میں دبنا پڑتا ہے مولانا پر تھوڑی ہی دیر میں منکشف ہوگئے۔ اور وہ تمام مراحل جن کا طے کرنا سالک کے لیے نہایت ضروری ہے۔ حضرت شمسؒ نے مولانا سے ان کی آن میں طے کرا دیئے۔ مولانا حضرت شمسؒ کی صحبت بابرکات کے اثر کا اعتراف جو خود انہوں نے قبول کیا خوبی کے ساتھ ذیل کے شعر میں کرتے ہیں ؎

[1] لٹریری ہسٹری آف پرشیا۔ [2] سوانح مولانا روم۔

مولوی ہرگز نشد مولائے روم		تا غلام شمس تبریزی نشد

حسب روایت سالار کی روایت کے موافق یہ دونوں صاحب صلاح الدین زرکوب کے حجرے میں چھ ماہ تک مراقبہ اور ذکر میں مشغول رہے۔ کھانا پینا بالکل بند تھا۔ اور سوائے صلاح الدین کے اور کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی۔ شمس الدین احمد الفلکی صاحب مناقب العارفین کے بیان کے مطابق اس خلوت کی مدت تین ماہ ہے[1]۔

یہ وہ وقت ہے۔ جب کہ مولانا کی حالت میں تغیر عظیم پیدا ہوا۔ آپ اپنے شیخ اور محب صادق کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے۔ چونکہ آپ اپنے زمانے کے ایک بڑے زبردست بزرگ تھے۔ اور ہزاروں نے آپ کے آگے زانوے شاگردی تہ کیا تھا۔ ان کی نظروں میں یہ تغیر بہت تعجب سے دیکھا جاتا تھا۔ لیکن مولانا نے اس بات کی مطلق پروا نہ کی۔ اور اپنے کام سے کام رکھا۔ سب سے بڑا تغیر جو پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ شمس کی صحبت سے پیشتر انہیں سماع سے قطعی اجتناب تھا۔ لیکن اب یہ حالت تھی کہ سماع کے بغیر چین نہیں پڑتا تھا۔ ذرا ذراسی آواز اُن پر سماع کا اثر رکھتی تھی۔ حتے کہ ہتوڑی کی آواز اُن پر حالتِ وجد اور بیہوشی طاری کر دیتی تھی۔ مولانا ہر وقت شمس کی خدمت میں رہتے۔ اور چونکہ آپنے درس و تدریس اور اپنے مریدوں کو فیض رسانی کے تمام مشاغل چھوڑ دیئے تھے۔ لہذا اس بات نے بہت سے ظاہر پرست مریدوں میں خصوصًا اور تمام شہر میں عمومًا ایک شورش برپا کر دی۔

مریدوں اور شاگردوں کا خیال یہ تھا کہ اس عدم توجہ کا باعث شمس کا وجود ہے ظاہر ہے کہ اگر وہ یہاں نہ ہوں گے۔ تو مولانا ہم پر پہلی سی توجہ از سر نو کرینگے۔ اس خیال کی پختگی نے لوگوں کو بھی شمس کی جان کا دشمن بنا دیا۔ اور شمس اس خوف سے کہ مبادا یہ شورش فتنہ کی صورت میں نمودار ہو چپکے سے گھر سے نکلکر سیدھے دمشق پہنچے مولانا پر اس جدائی کا اتنا اثر پڑا۔ کہ اُنھوں نے گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا۔ کسی کو باریابی کی اجازت نہ تھی۔ حتے کہ مریدانِ خاص بھی اُن کی ملاقات سے محروم رہتے تھے۔ عرصہ

[1] سوانح مولانا روم۔

بعد سے بعد شمس نے مولانا کو دمشق سے خط لکھا۔ خط نے مولانا کے شوق کی جلتی ہوئی آگ پر تیل کا اثر کیا۔ اور خوب ہی آتش محبت بھڑکائی۔ انھیں دنوں میں مولانا نے بہت سے اشعار کہے۔ جنکے درد اور اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان میں آگ بھری ہوئی ہے۔ ایک عام بات ہے کہ درویشوں کا دل اور زبان ایک ہے۔ یعنی جو کچھ اُنکے دلمیں بھرا ہوا ہوتا ہے۔ وہی زبان پر آتا ہے۔ اور چونکہ مولانا کے دل میں آتش شوق بھری ہوئی تھی۔ اِس لیئے جو الفاظ اُنکے دہن مبارک سے نکلتے تھے ان میں بھی آگ ہی بھری ہوئی ہوتی تھی۔ ظاہر میں اِن اشعار کا یہ اثر ہوا کہ جن لوگوں نے شمس کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا تھا۔ اُنہیں سخت شرمندگی ہوئی اور سب نے مولانا کی خدمت میں آکر اُن سے معافی کی درخواست کی۔ مولانا نے شمس کو واپس بلانے کی نسبت مشورہ کیا۔ لیکن بہت دیر تک ردوکد ہونیکے بعد آخری رائے یہ ہوئی کہ کچھ لوگ دمشق جائیں اور شمس کو راضی کر کے لے آئیں۔ عام رائے سے سلطان ولد جو مولانا کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ اِس چھوٹے سے گروہ کے سردار بنے۔ مولانا نے شمس کے نام ایک منظوم خط لکھا جسمیں اُنھوں نے۔ سوز و گداز کے لہجہ میں ہجر کی بیتابیاں لکھیں۔ اور ساتھ ہی واپس تشریف لانے کی درخواست بھی کی۔" اور سلطان ولد سے کہا کہ اِسے خود اپنے ہاتھ سے پیش کریں وہ منظوم خط یہ ہے[۱۵]"

به خدائیکه در ازل بوده است — حیّ و دانا و قادر و قیوم
نور او شمعهائے عشق افروخت — تا بشد صد ہزار سر معلوم
از یکے حکم او جہان پُر شد — عاشق و عشق و حاکم و محکوم
در طلسمات شمس تبریزی — گشت گنج عجائبش مکتوم

ـــــ
[۱۵] سوانح مولانا روم ۱۲

کہ ازاں دم کہ تو سفر کردی | از حلاوت جدا شدیم چو موم
ہمہ شب ہمچو شمع مے سوزیم | ز آتشے جفت وانگبیں محروم
در فراقِ جمالِ تو ما را | جسم ویران و جان ہمچوں موم
آں عناں را بدیں طرف برتاب | زفت کن پیل عیش را خرطوم
بے حضورت سماع نیست حلال | ہمچو شیطاں طرب شدہ مرجوم
یک غزل بے تو ہیچ گفتہ نشد | تا رسد آں بہ مشرقہ مفہوم
پس بذوقِ سماعِ نامۂ تو | غزلے پنج و شش بشد منظوم
شام از نورِ صبحِ روشن باد | اے بتو فخر شام و ارمن و روم

اِن اشعار کے ساتھ ایک غزل بھی بھیجی جسمیں کل پندرہ شعر تھے۔ جن میں سے چند شعر یہ ہیں ؎

بروید اے حریفاں بکشید یار ما را | بمن آورید حالا صنمِ گریز پا را
اگر او بوعدہ گوید کہ دم دگر نیاید | مخورید مکر او را بفریبد او شما را

"حاصل کلام یہ سب لوگ دمشق پہنچے۔ اور شمس کی خدمت میں جاکر نہایت ادب اور احترام سے آداب بجالائے۔ اور پیشکش[1] منظوم خط سمیت پیش کیا۔ شمس رح مسکرائے اور کہا کہ ع بدام و دانہ نگیرند مرغ دانا را * اور پھر فرمایا کہ "اِن باتوں کی کچھ ضرورت نہیں۔ صرف مولانا کا خط کافی ہو"۔ شمس نے کچھ دنوں تک اس قافلہ کو مہمان رکھا۔ اور آخر سب کو ساتھ لیکر قونیہ کی راہ لی۔ سلطان ولد شمس کے رکاب کے ساتھ ساتھ پیادہ پا قونیہ تک آئے۔ اور سب لوگ سواریوں پر تھے۔ ادھر جب مولانا کو خبر ہوئی تو اُنھوں نے اپنے تمام مریدوں۔ شاگردوں اور دوستوں کو ہمراہ لے کر بڑی دھوم دھام سے انکا استقبال کیا۔ اور بڑی شان و شوکت سے لائے۔ مدت تک بڑے

[1] پیشکش ہزار دینار سرخ تھے ۱۲

زور و شور سے اِن دونوں بزرگوں کی صحبتیں گرم رہیں۔" اور مولانا اِن سے فیضِ باطنی حاصل کرتے رہے۔

"اِس واقعہ کے چند روز بعد حضرت شمس نے مولانا کی ایک "پروردہ" کے ساتھ جسکا نام کیمیا تھا شادی کی۔" مولانا نے شمس کی رہائش اور قیام کے لیئے اپنے مکان کے پاس ایک خیمہ نصب کرادیا۔ مولانا کے دوسرے صاحبزادے علاء الدین جب کبھی مولانا سے ملنے کیلئے آتے تو حضرت شمس کے خیمے میں سے ہو کر آتے شمس کو ناگوار ہوتا۔ چند دفعہ منع کرنے پر بھی وہ باز نہ آئے۔ علاء الدین نے بات کا بتنگڑ بناکر لوگوں سے اِسکی نسبت کہنا شروع کیا۔ لوگوں کے دلوں میں پہلے ہی سے حسد کی آگ فروزاں تھی۔ اُنہوں نے موقع کو غنیمت جانا۔ اور غلط خبریں مشہور کردیں آخر جب یہ مخالفت کی آگ خوب بھڑک گئی تو شمس نے ارادہ کیا کہ اب کی دفعہ جاکر پھر کبھی واپس نہ آئیں۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور دفعتہً غائب ہو گئے۔ ملا مولانا نے جنھیں اِنکے بغیر کسی کل چین نہیں پڑتا تھا۔ اِنکے ڈھونڈنے کے لیئے ہر طرف آدمی بھیجے۔ لیکن اُن کا کہیں پتہ نہ ملا۔ انکی ناکامی کو دیکھکر مولانا نے اپنے مریدوں اور دوستوں کو ساتھ لیکر انکی تلاش کا عزم کیا۔ دمشق کو انکا مسکن اور رہائش کی جگہ خیال کرکے وہاں چند روز ٹھیرے۔ اور ہر وقت انکی تلاش میں آدمی بھیجے لیکن اب کی دفعہ بھی ناکامیابی نے منہ دکھایا۔ اور مجبوراً قونیہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت شمس کی زوجہ محترمہ کیمیا خاتون ایک دفعہ بلا اجازت باہر چلی گئی تھیں۔ انکی اِس حرکت نے حضرت شمس کو ناراض کردیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تین دن بیمار رہکر انتقال کرگئیں۔ انکی وفات کے بعد حضرت شمس دمشق واپس

ملا تقریباً تمام تذکرہ نویسوں کی رائے یہ ہے کہ حضرت شمس کو مولانا کے بعض مریدوں نے قتل کرڈالا اور انکی اِس سازش میں مولانا کے صاحبزادے علاء الدین محمد بھی شریک تھے۔ لیکن صاحب نفحات الانس راوی ہے کہ وہ علاء الدین محمد کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ واللہ اعلم

تشریف لے گئے +

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت شمس سے مولانا کی ملاقات بمقام قونیہ دسمبر ۱۲۴۴ء میں ہوئی۔ اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا توں توں انکے ذوق و شوق کی صحبتیں اور زیادہ گرم ہوتی گئیں۔ اور آخر کار مارچ ۱۲۴۶ء میں شمس کی ناگہانی موت نے ان پرانی صحبتوں کو ہمیشہ کے لیے درہم برہم کر دیا۔ اس حساب سے مولانا اور شمس کی صحبت کل پندرہ مہینے رہی[۱] +

شمس تبریز کی وفات کے بعد مولانا کی حالت بالکل بدل گئی۔ وہ انکی جدائی میں ہر وقت بیقرار رہتے تھے۔ آخر صلاح الدین زرکوب کی صحبت سے انہیں کچھ تسلی ہوئی۔ اور پہلی سی تمام بیتابیاں جاتی رہیں۔ اسی زمانہ سے مثنوی کی ابتدا ہوئی شروع ہوتی ہے +

مسٹر نکلسن جنہوں نے دیوان شمس تبریز کی بہت سی غزلوں کا ترجمہ کیا ہے اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ "شمس تبریز نسبتاً عالم نہ تھے۔ لیکن انکے روحانی جوش نے جس کا دار و مدار اس یقین پر تھا۔ کہ میں خدا تعالی کا مظہر اور اسکی زبان ہوں۔ ان تمام لوگوں پر جو انکے دائرہ عقیدت و ارادت میں داخل ہوئے۔ جادو کا سا اثر کیا۔ اس بات میں اور دیگر بہت سی باتوں میں مثلاً جوش۔ ناداری اور ناگہانی موت کے معاملہ میں شمس تبریز بالکل سقراط سے ملتے جلتے ہیں۔ ہر دو بزرگ اپنے خیالات کا اظہار نہایت اچھے اور مناسب الفاظ میں کیا کرتے تھے۔ علوم ظاہری کی کمی۔ دلوں کے منور کرنے کی ضرورت اور محبت کی قیمت پر دونوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ لوگوں نے اس دانائی اور اخلاق کی جس سے کہ ہم ایک حکیم اور عارف میں تمیز کر سکتے ہیں کچھ قدر نہ کی" +

---

[۱] لٹریری ہسٹری آف پرشیا۔

ایک دیوان جسمیں تقریبًا پچاس ہزار اشعار ہیں، شمس تبریز کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بڑی سخت غلطی ہے۔ اور عوام کے اس غلطی میں پڑنے کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ مقطع میں عمومًا شمس تبریزی کا نام آیا ہے۔ اور خال خال مولانا کا نام ہے۔ اسلیئے عوام کو دھوکا ہوا۔ اور وہ اسے شمس کا دیوان سمجھنے لگے لیکن انکے نام کے مقطع میں آنے کی اصلیت یہ ہے کہ مولانا جو فنا فی الشیخ تھے اپنی ایک ایک بات کو شمس سے تعبیر کرکے کہتے ہیں کہ یہ انہیں کے فیض اور جود و سخا کا نتیجہ ہے فرماتے ہیں ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　تا غلام شمس تبریزی نہ شد

دیوان کی نسبت یہ ہے کہ وہ مولانا کا کلام ہے "کیونکہ اول تو شمس تبریز کا نام تقریبًا تمام غزلوں میں اس حیثیت سے آیا ہے کہ مرید اپنے پیر سے خطاب کرتا ہے یا غائبانہ اُس کے اوصاف بیان کرتا ہے[1]" مثال کے لیئے یہ شعر ملاحظہ ہوں ؎

بیا ساقی عنایت کن تو مولانائے رومی را　　غلام شمس تبریزم قلندروار میگردم

یا

شمس تبریز توئی خورشید جاں　　در جہاں انوار چو نست یافتم

دوسرے خود مولانا فرماتے ہیں کہ یہ کلام اُن کا نہیں ہے۔ اس کی تائید میں مولانا کا یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

چوں غزلے بسر برم ختم کنم بہ شمس دیں　　اہل زمین از علے سر بنہند بر شرف

نکلسن دولت شاہ کی زبانی بیان کرتا ہے کہ "مولانا نے اکثر غزلیں شمس کی غیر حاضری میں لکھیں"۔ اور رضا قلی خاں کا خیال یہ ہے کہ "وہ شمس کے فراق میں تصنیف کی گئیں"۔ لیکن مسٹر نکلسن کی اپنی رائے یہ ہے جو غالبًا زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ "دیوان کا کچھ حصہ شمس تبریزی کی حیات میں لکھا جا چکا تھا۔ لیکن زیادہ حصہ مابعد کا ہے"۔

[1] سوانح مولانا روم ؟

مشرق میں دیوان کی نسبت مثنوی کا مطالعہ زیادہ کیا جاتا ہے۔ لیکن اہل یورپ[2] کے نزدیک اوریجینلٹی[1] (Originality) اور شاعرانہ لحاظ سے اسکا پایہ بہت بلند ہے۔ اگر افلاکی کی روایت درست ہے تو مولانا کے بڑے بڑے ہمعصروں کی رائے یہ تھی۔ جس میں شیخ سعدیؒ بھی شامل ہیں کہ مولانا کا کلام بہت اعلیٰ درجہ کا ہے ایک دفعہ جب شہزادہ شیراز نے شیخ سے ایک ایسی غزل جو خیالات اور زبان کے لحاظ سے زبان فارسی میں لاثانی ہو۔ بھیجنے کی درخواست کی تو سعدیؒ نے دیوان مولانا روم سے ایک غزل انتخاب کرکے شہزادہ کی خدمت میں بھیجی۔ اور ساتھ ہی یہ لکھ بھیجا۔ کہ "اس سے بہتر غزل نہ تو کبھی پیشتر لکھی گئی ہے اور نہ آیندہ زمانے میں لکھی جائیگی کاش اگر میں روم میں جاسکتا۔ تو اُن کے پاؤں کی خاک پر اپنی پیشانی ملتا" اس غزل میں ۲۰ شعر ہیں۔ جن میں سے چند شعر یہ ہیں :-

ہر نفس آواز عشق میرسد از چپ و راست — ما بہ فلک میرویم عزم تماشا کراست
ما بہ فلک بودہ ایم یار ملک بودہ ایم — باز ہماں جا رویم باز کہ آں شہر ماست
ما ز فلک برتریم وز ملک افزوں تریم — زیں دو چرا نگذریم منزل ما کبریاست
بخت جواں یار ما۔ دادن جاں کار ما — قافلہ سالار ما فخر جہاں مصطفیٰ ست
از مہ او مہ شگافت دیدن او برنتافت — ماہ چنیں بخت یافت اوش کمینہ گداست
بوئے خوش ایں نسیم از شکن زلف اوست — شعشعۂ آفتاب از رخ چوں والضحیٰ است
نوبت لطف و رضاست نوبت جود و عطاست — نوبت فضل و سخاست بحر صفا در صفاست

از سر تبریز یافت شمس حق و گفتمش
نور تو ہم متصل با ہمہ و ہم جداست

اہل یورپ جس ذوق و شوق سے دیوان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اُس سے صاف طور پر ظاہر

۱؎ جدت۔ ۲؎ لٹریری ہسٹری آف پرشیا۔

ہوتا ہے کہ مشرق کی نسبت مغرب میں دیوان زیادہ مقبول نظروں سے دیکھا جاتا ہے مقبولیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ یورپ میں مختلف زبانوں میں اسکے متعدد ترجمے چھاپے گئے ہیں۔ انگریزی میں مسٹر آر۔ اے نکلسن کا ترجمہ زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ اور لائق مصنف نے انگریزی دیوان کے شروع میں تمہید اور آخر میں نوٹ اور ضمیمجات شامل کیے ہیں جس سے کتاب کی شان بہت بڑھ گئی ہے۔

ترقی

ملتانی شمس تبریزی کی نسبت یہ معلوم کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ معتبر ذرائع سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ پنجابی سوداگروں کے بزرگ بھی انہیں شمس کی کوشش سے مسلمان ہوئے تھے۔ پنجابی سوداگر ہندوستان کے تمام شہروں میں اعلٰے درجہ کے خوشحال تجارت پیشہ لوگ ہیں اور مذہبی خدمات میں بہت کچھ حصہ لیتے ہیں۔

شمس تبریز ملتانی کی تحریک سے انہیں اسلامی میلان پیدا ہوا اور مابعد کے فقرا نے اس میلان کو استوار کر دیا۔ اگر شمسی ہندوؤں کے لیے بھی کوشش کی جاتی تو آج وہ ایسی ابتر حالت میں نہ رہتے کہ نہ ہندو ہیں نہ مسلمان۔ اب بھی مشائخ و فقرا کو موقع ہے کہ وہ اس ضروری کام کی جانب توجہ کریں۔

حسن نظامی

فقیری بانا

نمبر۲

گزشتہ ماہ میں میں نے یہ مضمون اس تحریک پر ختم کیا تھا کہ فقیری بانے والوں کے لباس کی دیکھ بھال ہونی چاہیئے۔ یعنی اجمیر شریف کے عرس میں بزرگوں کی ایک جماعت نمودیئے فقیروں سے انکی وضع طرح کی نسبت دریافت کیا کرے۔ اگر وہ ٹھیک ٹھیک جواب دیں اور قدیم طریقہ یا کسی جدید مستند شیخ کا حوالہ پیش کر سکیں تو فبہا ورنہ اُنہیں مردود طریقت کر دیا جائے یا مجبور کیا جائے کہ وہ یہ وضع قطع چھوڑ دیں۔ کچھ وضع و قطع ہی پر منحصر نہیں۔ بلکہ ہر کردار کے محاسبہ کی ضرورت ہی *

مثلاً آجکل دیکھا جاتا ہے کہ ہزاروں پیر پیدا ہو گئے ہیں جن کو کسی سے بیعت کی اجازت نہیں اور نہ مرید کرنے کی قابلیت ہی۔ بلکہ بعض تو ایسے ہیں کہ انہیں درویشی کی ابتدائی تعلیم کی بھی خبر نہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ مرید کیونکر کرتے ہیں اور کیوں کرتے ہیں۔ ایسے جاہل اور بے پیرے پیر زبردست گرفت کے قابل ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے طریق درویشی کے محاسن کو ملیامیٹ کر دیا ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں جن کی بدولت تصوف ہر خاص و عام کی روندن میں آرہا ہے۔ نیم ملا خطرۂ ایمان اور نیم حکیم خطرۂ جان تو مشہور تھے ہی اب

نیم پیر خطرۂ ہر آن

کا زمانہ بھی آگیا۔ خطرۂ ہر آن کا یہ مطلب ہی کہ اس قسم کے بے سروپا پیروں سے جان کا بھی خطر۔ مال کا بھی خطر اور ایمان کا بھی خطر۔ غرض ہر آن انکا وجود خطرناک ہی۔ جان کا خطرہ تو یہ ہے کہ یہ جاہل پیر اپنے بیمار مریدوں کو علاج نہیں کرنے دیتے۔ ان کے

مریدوں میں کوئی بیمار ہو جائے تو کہتے ہیں "یہ مرض نہیں ہے۔ بلکہ اس نے فلاں بزرگ کی نیاز مانی تھی وہ پوری نہ کی۔ اس لیئے ان بزرگ نے دبا لیا ہے" یا "کسی آسیب کا خلل ہے۔ پانچ روپیہ نذر کے دے گا تب ہم آسیب کو اتاریں گے" یا کسی نے جادو کر دیا ہے اور اسکے اتارنے میں ایک سفید مرغ ایک کالے بکرے ۵ تولہ زعفران ایک تھان ململ۔ اور گیارہ روپے کی ضرورت ہو۔ قصہ مختصر ہر مرض میں پیر صاحب کوئی نہ کوئی اس قسم کی بات نکال کر مرید کو اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ اور حکیم ڈاکٹر کا علاج نہیں کرنے دیتے۔ اگر اتفاقیہ مریض اچھا ہو گیا۔ تو پیر صاحب کے گھر نے ہیں ورنہ کہدیا کہ "دیر میں خبر لی" "نیت خراب تھی" "عقیدہ بگڑ گیا تھا"۔

پہلی صورت میں یعنی اس بیان میں کہ مریض نے کسی بزرگ کی نیاز نہیں دلائی تھی۔ اسلیئے بیمار ہوا ہے۔ دو نقصان ہیں۔ ایک جان کا۔ اور دوسرا مال کا۔ جان کا یہ کہ مریض علاج سے غافل ہو کر محض نیاز کر دینے پر مائل ہو جائے گا۔ اور رفتہ رفتہ ہلاکت کی نوبت پہنچے گی۔ مال کا یہ کہ خواہ مخواہ نیاز کرنے کیلئے قرض کرے۔ بھیک مانگے۔ غرض جسطرح ممکن ہوگا۔ روپیہ حاصل کرے گا۔ مگر اس صورت میں کہ مریض پر کسی نے سحر کر دیا ہے۔ علاوہ جانی و مالی نقصانات کے سب سے بڑا ضرر یہ ہوتا ہے کہ اعزا و اقربا میں نقیض پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ پیر صاحب فال کے ذریعہ سے بتاتے ہیں کہ بھاوج ساس نے کرایا ہے۔ یا بیوی نے خاوند سے ناراض ہو کر یہ فعل کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جاہل لوگ قول پر یقین کر کے آپس میں عناد و دشمنی شروع کر دیتے ہیں۔ اور گھروں میں رنجش کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ نفاق ڈلوانا ابلیس کا کام ہے۔ یہ خود غرض پیر شیطان کے معاون بنتے ہیں۔ اور بھولے مسلمانوں کو آپسمیں لڑاتے ہیں۔ ایمان کا خطرہ ان جاہل فقیروں سے یہ ہے کہ نادان مریدوں کو مرید کر کے ایسا قابو میں کرتے ہیں کہ کسی دوسرے دروازے پر جا نہ سکے۔ خود تو کسی قابل نہیں ہوتے جو خدا کا راستہ بتا دیں

یا مسائل دین و طریقت سے آگاہ کریں۔ دوسروں کے پاس جانے نہیں دیتے۔ غریب مرید یونہیں اندھیرے میں رہتا ہے۔ اور نہیں جان سکتا کہ دین ایمان کیا چیز ہے۔ اِس سے بڑھکر خطرۂ ایمان کیا ہوگا۔ الغرض اُردو زبان میں نیم ملا خطرۂ ایمان نیم حکیم خطرۂ جان کے بعد اِن نیم پیروں کے ذکر کی ضرورت تھی۔ آیندہ سے نیم پیر خطرۂ ہر آن استعمال کرنا چاہیئے۔ اور کیسے افسوس کی بات ہے کہ پیروں کا یہ لفظ اِس طرح سب بُرائیوں کا مجموعہ ہے۔ جسطرح اچھے اور سچے پیر تمام کمالات کا مجموعہ ہوتے ہیں بے اجازت مرید کرنا اور نا اہل لوگوں کو مجازِ بیعت بنا دینا مساوی جرم ہیں۔ جن کی بازپرسی کی ازحد ضرورت ہے۔ اگر بازپرس نہ کیگئی تو اندیشہ ہے کہ حکومت کی آزادی سے جاہل پیر ناجائز فائدہ اُٹھائینگے۔ اور اچھے پیروں کو بدنام کرکے روحانیت کا دروازہ بند کردینگے۔ حالانکہ آجکل سخت ضرورت ہے کہ مادّی تعلیم حاصل کرنیوالے روحانی چشموں سے سیراب ہوں۔ جب یہ لوگ اِن مصنوعی پیروں۔ فقیروں کو دیکھیں گے تو اُنکے رہے سہے عقائد بھی پیروں سے پھر جائینگے۔ اور قومی ترقی کا۔ دینی ترقی کا۔ باطنی ترقی کا ایک بڑا میدان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

وارثی بانا

اِس زمانے کے فقیری بانوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ خوبصورت۔ سب سے زیادہ مؤثر۔ سب سے زیادہ شاندار۔ سب سے زیادہ فطرتی اگر کوئی بانا ہے تو وہ وارثی بانا ہے۔ عارف کامل سیدنا و مولانا حضرت حاجی سید وارث علی شاہ صاحب رح کے کمالات ظاہر و باطن میں اُنکی وضع بھی اِس قابل ہے کہ اُسکو لباس کامل کا لقب دیا جائے حاجی صاحب قبلہ نے اپنے لیئے اور اپنے فقیروں کے لیئے جو بانا اختیار کیا تھا وہ خاص خدائی وردی ہے جو ہر خاص و عام۔ شاہ و گدا کو حضوری خداوندی کیوقت استعمال کرنی پڑتی ہے۔ یعنی احرام۔ جو حاجیوں کا ایک مخصوص لباس ہے جس کا

پہننا ہر حاجی کے واسطے لازمی اور ضروری ہے۔ خواہ وہ کسی شان کسی مرتبے کا ہو۔ خدا تعالیٰ نے اپنے دربار کی حاضری کا یہ لباس مقرر فرمایا تھا۔ لہذا اُسکے عاشق صادق حضرت حاجی صاحب نے بھی احرام کو اپنے فقیروں کا بانا مقرر کر لیا۔

حاجی صاحب کے مرید دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تارک الدنیا۔ اور دوسرے دنیا دار۔ تارک الدنیا مریدوں کو وارثی بانا پہننا لازمی ہے۔ نیز اس بانے والے پر قریب قریب وہ تمام پابندیاں بھی لازم ہیں جن کا مجازی حاجی کو لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ مگر افسوس کہ اس وارثی بانے والوں میں بھی آجکل ایسے فقرا پیدا ہو گئے ہیں جن کا وجود طریق وارثی کے لیے خصوصًا اور مشرب تصوف کے لیے عمومًا باعث ننگ و عار ہے۔ ان فقرا میں سے ایک کو بھی مرید کرنے کی اجازت نہیں ہے مگر سیکڑوں وارثی فقیر مرید کرتے پھرتے ہیں۔ یہ بڑے غضب کی بات ہے اور کوئی صورت اسکے انسداد کی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ جو لوگ انکے روکنے کے قانونًا اور طریقتًا حق رکھتے ہیں انہیں کے یہ دشمن بنجاتے ہیں۔ مثلًا حضرت سید شاہ ابراہیم صاحب نواسۂ حضرت حاجی صاحب و سجادہ نشین خانقاہ وارثی ایک ذی علم اور روشن خیال بزرگ اور ہمارے حلقہ کے ابتدائی ممبر ہیں۔ انکی دلی خواہش ہے کہ سلسلہ وارثیہ کی یہ ناجائز باتیں اصلاح پذیر ہوں۔ مگر بیچارے مجبور ہیں۔ خود سر فقرا کے ناجائز حملوں سے عاجز آکر خاموشی اختیار کر لی ہے۔ لیکن حضرت سید صاحب کی کامیابی کا وقت آگیا۔ اب ہم جمیع خدام حلقہ ایسے بدنام کنندہ فقیروں سے باضابطہ بات چیت کرینگے۔ اور علی الاعلان انکی خرابیوں کو شائع کر کے پبلک کو آگاہ کرینگے تاکہ کھرے کھوٹے میں آسانی سے تمیز ہو سکے اور ہماری سمع خراشی کا حاصل مطلب یہی ہے کہ نام کے فقیروں اور طریق درویشی کے بدنام کرنیوالے پیروں سے اس کوچہ کو پاک کیا جائے ورنہ ہمارا دل ہماری جان۔ ہمارا مال اور ہمارا سب کچھ اچھے اور سچے فقرا پر نثار ہے۔ ہم اپنے دلمیں انکی عقیدت و محبت کا ایک ایسا جذبہ پاتے ہیں جس پر ہمکو فخر ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارا اس فخر کو ہمیشہ قائم و برقرار رکھے اور فقرا کی خادمی و غلامی دلمیں استوار فرمائے۔ آمین۔

محمد الواحدی

رام اُپدیش

ہندوؤں کے مشہور و معروف مذہبی پیشوا سری رام چندرجی کے عارفانہ کلمات یوگ بسشٹ سے محض ناظرین نظام المشائخ کے ملاحظہ کے لیئے ترجمہ کرتا ہوں تاکہ ہمارے مشائخ و فقرا کو ہندوؤں کے مقتداؤں کی تعلیم اور اُنکی روش سے آگاہی ہو۔

حسن نظامی

ایک جلسہ میں جہاں راجہ دسرتھ۔ رام چندرجی کے باپ اور باشسٹ جی انکے گرو و استاد اور بسوامترجی اس زمانہ کے نامور عارف بزرگ موجود تھے۔ اور رام چندرجی کی عمر صرف ۱۶ برس کی تھی۔ اُنھوں نے یہ تقریر کی۔

دنیا کی بُرائی

دنیا ناپائدار ہے۔ جو پیدا ہوتا ہے۔ مرتا ہے۔ مال اسباب جو دنیا میں ہیں بلا اور محنت کے سبب ہیں۔ دنیا کی زندگانی کچھہ خوشی اور آرام کی چیز نہیں ہے تعجب ہے کہ دنیادار اسے آرام کا گھر سمجھتے ہیں۔ دیکھو عورت۔ مال متاع اور سب دنیا کی موجودات ایک دوسرے سے میل نہیں رکھتے جسطرح لوہے کی سیخیں اکٹھی باندھی جائیں تو چسپاں نہیں ہوتیں پس دنیادار کیونکر یہ کہکر اسباب دنیا سے اصلی جوڑ ملا سکتا ہے کہ فلاں چیز میری۔ اور اسکا ڈھکا میرا ہے ۔

میں نہیں جانتا کہ کون ہوں۔ اور یہ تمام عالم جو دیکھنے میں آتا ہے کس چیز سے ظہور میں آیا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ بے حقیقت ہے۔ مگر موجود نظر آتا ہے۔ اس سے نہ کسیکو نفع ہے نہ نقصان۔ وہ چمکتی ریت کی طرح ہے جو پیاسے کو ڈھوکا دے مگر نہ پیاس کو بجھا سکے اور نہ اسمیں کوئی ڈوب سکے۔ وہ گھر جو مال اسباب سے بھرا

ہوا ہے۔ مگر حقیقت و معرفت کی مایہ سے خالی ہے۔ آرام کی جگہ نہیں ہے۔ جیسے وہ غریب آدمی خوش نہیں رہ سکتا جسکے اولاد بہت ہو۔ حالانکہ اولاد انسان کے دل کو خوش کرتی ہے۔

دولت سب کو بہلاتی ہے مگر کہیں ٹھیرتی نہیں۔ اور کسیکو حقیقتاً خوش حال نہیں کرتی۔ عیب ہنر کے بغیر دیکھے۔ جہاں جی چاہا مقام کر دیتی ہے۔ تو اس سے اخلاص پیدا کر کے سانپ کو دودھ پلاتا ہے۔ ایک دن یہ سانپ تیرے دودھ سے پلے ہوئے زہر کو تیرے ہی مار ڈالنے میں خرچ کرے گا۔

آدمی جب تک مفلس ہو سب سے ملکر اور جھک کر چلتا ہے۔ مگر دولت ملتے ہی اپنے بیگانے سب سے بگڑتا ہے۔ اور پتھر کا دل بنا لیتا ہے۔ جیسے ہوا نرم برف کو پتھر بنا دیتی ہے۔ دولت دل کی صفائی اور روشنی کو گدلا کر دیتی ہے۔ جیسے یاقوت مٹی میں رکھنے سے بے آب ہو جاتا ہے۔

زندگی

زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ پتے کی نوک پر رکا ہوا پانی کا قطرہ مضبوط ٹھکانہ میں نہیں ہے۔ پس تو بھی اپنی زندگی کو پائدار مت سمجھ۔

جس طرح ہوا کو پکڑ نہیں سکتے۔ جواہرات کی چمک دار کرنوں کو ایک لڑی میں پرو نہیں سکتے اسیطرح ابدی زندگانی کسی کے اختیار میں نہیں۔

زندگی معرفت الٰہی کی پناہ میں محفوظ رہ سکتی ہے۔ ظاہری زندگی جانور اور گھاس پھوس بھی رکھتے ہیں۔ مگر حقیقی زندگی اسیکو ملتی ہے جو حقیقت کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

بڑھاپے سے ایک قدم چلنا دوبھر ہے مگر تو زندگانی کی ترقی ہی چاہے جاتا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ بوڑھا گدھا جب بوجھ اٹھانیکے قابل نہ رہے تو جنگل میں

اکیلا نکال دیا جاتا ہے ⁂

دل

دنیا کے دھندوں کے سبب دل بزرگوں کے طریق پر نہیں ٹھیرتا جس طرح پرندے پر ہوا کے جھوکوں سے منتشر ہوجاتے ہیں۔ دل کتے کی طرح ہر آواز پر لپکنا چاہتا ہے۔ اور اچھائی برائی میں تمیز نہیں کرتا۔

وہم بھرا دل آگ سے زیادہ پرسوز ہے کہ اُسکو پکڑ نہیں سکتے۔ پہاڑ سے زیادہ بلند ہے جسپر کوئی چڑھ نہیں سکتا ہیرے سے زیادہ سخت ہی جسکا توڑنا مشکل ہو۔ سمندر کی سطح آب پر چل سکتے ہیں۔ پہاڑ کھود کر اُسکی تہ کا پانی نکال سکتے ہیں لیکن دلکو مغلوب نہیں کرسکتے ⁂

پریشان کرنے والے خطرے اور واہی تباہی خواہشیں سب دل کی بیماری کے سبب ہیں۔ اِس بیماری کا علاج گرو کی صحبت میں سب اُسکو حاصل کر ⁂

حرص

ترشنا یعنی حرص اندھیری رات کے منحوس الوؤں کی طرح دل میں ارمانوں کو جمع کرتی ہے اور اِس طرح آخرکار اُسکو ویران کردیتی ہے۔

دل کے پاک اور سُریلے جذبات کو حرص اِسطرح برباد کردیتی ہے۔ جیسے چوہا رباب کے تار کُتر کر اُسکو بیکار کردیتا ہی۔

جو حرص کی آگ میں جلکر مرا ہے اُسکو آب حیات میں ہزار بار بھی غسل دیں تو وہ زندہ نہیں ہوسکتا۔

جو شخص اپنی دانست میں دنیا کے تمام کاروبار سے آزاد ہوکر بیٹھا ہو۔ حرص پہلے اُسی کو شکار کرنا چاہتی ہے۔ حرص آدمی کے لیئے اندھیری رات ہی جسمیں ہزارہا خطرے بھرے ہوئے ہیں۔ اور انسان کے دل میں اِسکے سبب ہر وقت فکر اور اندیشہ رہتا ہی۔

حرص کھلی آنکھ کو بند کر دیتی ہے۔ حرص گھر گھر کی ٹھوکریں کھلواتی ہے۔ حریص آدمی سے کوئی خوش نہیں ہوتا۔ جیسے بوڑھی عورت کو دیکھنے سے کوئی آنکھ خوش نہیں ہو سکتی۔

حریص آدمی اس ناچنے والی کی مثل ہے جو اپنے ناچ کے سب بھاؤ اور کمالات ایک ہی وقت میں ادا کرنے چاہے۔ اور ایک بھی پورے طور پر ادا نہ کر سکے۔

حرص جسم کے ظاہری اعضا سے بھی کام لیتی ہے۔ اور باطنی اعضا سے بھی اور اسکی حکمرانی میں تھوڑے ہی دن کے بعد یہ سب اعضا بیکار و معطل ہو جاتے ہیں۔

حرص شریف آدمیوں کو اسطرح اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ جیسے حسین عورت متقی و پاکباز مرد کو۔ اور سورج کی گرم شعاع نیلوفر کے نرم و نازک پھول کو۔

آدمی کیسا ہی عقیل اور پہاڑ کی طرح بھاری بھر کم ہو مگر حرص کے سامنے سوکھی گھانس کا تنکا بن جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

اگر ناظرین نے اس سلسلہ کو پسند کیا تو آئندہ رام چندر جی و کرشن جی وغیرہ تمام بزرگان ہنود کے احوال و اقوال مسلسل شائع ہوتے رہینگے ورنہ اس ترجمہ کو جو خاص محنت سے کیا گیا ہے آخری سمجھنا چاہیے۔

حسن نظامی

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام

با مسلمان اللہ اللہ با ہنود ان رام رام

حضرت پیر مجیب رح

(گزشتہ سے پیوستہ)

چشتیہ اشرفیہ - یہ طریقہ تاج العارفین کو حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر چشتی سمنانی قدس سرہٗ کی روح پاک سے بطریق اویسیت پہنچا ہے - اسکا واقعہ اسطرح پر ہے کہ ایک دفعہ سید صاحب قدس سرہٗ کی اولاد سے ایک بزرگ تاج العارفین کے غائبانہ محامد سنکر عقیدتمند ہوگئے تھے اور آپ ہی سے بیعت کا ارادہ رکھتے تھے - ایک دن بخیال بیعت تاج العارفین کی حضور میں حاضر ہوئے اور یہ کہکر کہ میں آپکا غائبانہ معتقد ہوں اور حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر قدس سرہٗ کی اولاد سے ہوں طریقہ چشتیہ اشرفیہ میں خواستگار بیعت ہوئے - تاج العارفین کو اس سلسلہ میں اجازت نہ ہونیکے سبب سے عذر ہوا لیکن بزرگ صاحب چونکہ تاج العارفین سے ساتھ اعتقاد حقیقت رکھتے تھے - اسلیے سوا تاج العارفین کے کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ نہ کرتے تھے - آخر بمجبوری تاج العارفین نے سید صاحب قدس سرہٗ کی روح [illegible] طرف توجہ کرکے اجازت حاصل فرماکر بزرگ صاحب کی بیعت لی - اس سلسلہ میں [illegible] نے سوائے بزرگ مذکور کے کسی دوسرے کی بیعت نہ لی ورنہ یہ سلسلہ [illegible] کی طرح شائع کرنے کا کسیکو حکم دیا - صرف تبرکاً اجازت دیدیا تھی سے [illegible] اویسی جاری رہے ◦

اسیطرح سلسلہ اویسیہ وارثیہ میں بھی (جو حضرت مولانا کو بلا واسطہ [illegible] روح اطہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچا تھا - اور تاج العارفین [illegible] دیگر سلاسل کے ساتھ پہنچا تھا) تاج العارفین اس طریقہ میں کسی کو [illegible]

کیونکہ یہ سلسلہ بظاہر مفیض و مستفیض کے درمیان بُعد زمانہ کی وجہ سے عوام کے لیے جائے اعتراض بھی تھا۔ اور اکابرین سلف کے طریق شجرہ نویسی کے خلاف بھی ہے علاوہ اسکے۔ وجہ سلاسل میں بیعت لینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک توجہ کے ساتھ بزرگان سلسلہ کی مجموعی توجہ کا بھی باعث ہوتا ہے۔ یہی سب خاندانوں کا معمول بھی ہے۔ اسلئے ان دونوں سلسلوں میں بیعت لینے کی اتنی تاکید کے ساتھ کی گئی ہے۔ مولوی معنوی شاہ وصی احمد پھلواری علیہ الرحمہ نے بھی اپنے رسالہ سلاسل نعمتیہ میں اس سلسلہ کی نسبت ایسا ہی لکھا ہے بدانکہ حضرت مولانا رسولنما تربیت وارشاد خاص از جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم از روحانیت بطریق اویسیت بودہ و آنحضرت از آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم مامور بودند بخدمت رسول نما ئی۔ ونیز مختار و مجاز بودند بانیکہ ہر کرا خواہند در بیعت بے وسیلہ دیگر پیران بجناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم رسانند ہمیں معنی این سلسلہ اویسیہ نوشتہ شد۔ لیکن باید دانست کہ معمول حضرت مولانا رسولنما بلکہ جمیع پیران چنین بودہ است کہ بیعت بہماں سلسلہ کہ بالا مذکور شد گرفتہ میشوند برآنکہ دراں سلسلہ مذکورہ بالا التفات ہمہ پیران کرام و مشائخ عظام میباشد درینجنیں معمول است۔"

اب رہا مداریہ وطیفوریہ۔ یہ طریقہ تاج العارفین کو حضرت خواجہ سے پہنچ ہی چکا تھا حضرت شاہ معز الدین کرجوی قدس سرہ نے بھی اپنے دیگر سلاسل کے ساتھ اسکی اجازت ... کو عطا فرمائی۔ یہ طریقہ درحقیقت ایک ہی اصل سے متفرع ہے بلکہ ایک ہی سلسلہ کا جائے تو ... کیونکہ ان دونوں سلسلوں کی ابتدا حضرت طیفور شامی سلطان خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی ہے جو حضرت بدیع الدین مدار السموات والارض کو پہنچنا مداریہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اور حضرت سید خضر رومی شعلہ قلندر کو پہنچکر طیفوریہ ہی یا خضریہ موسوم ہوا۔ پس اس حیثیت سے کہ اصل سلسلہ طیفوریہ شامی تک منتہی ہوتا ہے

مداریہ کو طیفوریہ کہہ سکتے ہیں۔ اسی بنا پر حضرت شاہ معز الدین قدس سرہ کے یہاں مداریہ اور طیفوریہ میں فرق نہیں ہے۔ لیکن حضرت خواجہ کے یہاں یہ طریقہ دو نام سے مشہور کیا گیا ہے۔ اسکی ایک وجہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی کو روحانی فیض متعدد شیوخ سے پہنچا ہے۔ از انجملہ انکے دو شیخ حضرت سیدنا امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔ ان دونوں ہی بزرگوں کا فیض آپکے ذریعہ سے ایک واسطہ بعد حضرت عبد العزیز مکی کو پہنچا ہے۔ اور ان سے آپکے دو خلیفو حضرت بدیع الدین مدار و حضرت سید خضر رومی کو پہنچا۔ پس ان دونوں شیوخ کا فیض ظاہر اور ممتاز کرنیکے لیئے طیفوریہ صدیقیہ کے شیوخ کے اسامی مداریہ شجرہ میں درج کردیئے گئے۔ اور طیفوریہ علویہ کے شیوخ کے اسامی طیفوریہ خضریہ شجرہ میں درج کردیئے گئے۔ ورنہ اصل طریقہ کے اعتبار سے طیفوریہ خضریہ طیفوریہ صدیقیہ بھی کہا جائے گا اور طیفوریہ علویہ طیفوریہ مداریہ بھی کہا جائیگا۔

دوسری وجہ یہ ہی کہ مداریہ عمادیہ میں حضرت خواجہ کے دیگر سلاسل کی طرح قطب الدین بینا دل کا واسطہ نہیں ہے بلکہ یہ طریقہ حضرت شیخ بدھن سے حضرت بینادل کے پوتے حضرت عبد السلام عرف علن کو انسے انکے خلف رشید حضرت عبد القدوس جون پوری کو انسے انکے خلیفہ حضرت شاہ مجا قلندر لاہر پوری کو انسے شاہ عبد الرسول راجگڑہی کو انسے حضرت شاہ محمد فاضل قدس سرہ کو ان سے حضرت خواجہ کو پہنچا ہے۔

البتہ مداریہ طیفوریہ معزیہ میں حضرت قطب الدین بینادل قدس سرہ کا واسطہ ہے جو آپکے نواسہ حضرت سید محمود بن سید فضل اللہ گشائیں سے ایک واسطہ بعد حضرت شیخ ابراہیم چندن گوشائیں کو اور انسے شاہ معز الدین صاحب کو پہنچا۔

اس سلسلہ میں حضرت قطب الدین بینادل اور بدیع الدین مدار قدس سرہما کے درمیان صرف ایک واسطہ آپکے پیر اجازت حضرت سید محمد جمال عرف جامن جنتی

پھلواری عظیم آبادی قدس سرہ کا ہے اور مداریہ عمادیہ کی اشاعت بدیع الدین مدار کے دوسرے خلیفہ حضرت حسام الدین بنارسی قدس سرہ سے ہوئی جو چند واسطہ کے بعد حضرت عبدالسلام عرف علن کو پہنچا ہے ۔

بخلاف طیفوریہ عمادیہ کے کہ اسمیں حضرت قطب الدین بینادل جونپوری قدس سرہ کا واسطہ ہے جو حضرت عبدالعزیز مکی سے حضرت سید خضر رومی شعلہ قلندر کو پہنچکر آپکے خلیفہ حضرت نجم الدین غوث الدہر کو پہنچا اور انسے حضرت قطب الدین بینادل کو پہنچکر مندرجہ وسائط سے حضرت خواجہ تک منتہی ہوا ہے ۔ انہیں اختلاف نسبت کے سبب سے حضرت خواجہ کے یہاں یہ ہر دو طریقے مستقل دو نام سے شہرت پائے ۔

غرض یہ ہے کہ یہ تینوں طریقے اگرچہ تاج العارفین کو حضرت خواجہ سے پہنچ ہی چکے تھے مگر پھر بھی دیگر شیوخ نے آپکو ہر گونہ اسکا اہل سمجھکر اپنے سلاسل کی اجازت دیکر سلسلہ مجیبیہ کو مختلف فیضان کا ایک فیاض اور وسیع سرچشمہ بنا دیا تاکہ اُسکے ذریعہ سے وادئی طلب کا ہر تشنہ اپنے حوصلے کے مطابق سیراب ہو سکے ۔ اور ہر طریقہ کے ذریعہ سے منزل مقصود تک پہنچنے کے لیئے یہی ایک جامع ذات بدرقہ سادہ ہو سکے

یہاں تک تو میں نے تاج العارفین کے اُن طریقوں کی تفصیل ناظرین کی خدمت میں پیش کی ۔ جن کے ہر ایک طریقہ آپکو مختلف نسبتوں سے پہنچے تھے ۔ اسکے بعد اُن طریقوں کو بیان کرتا ہوں جو تاج العارفین کو ایک ایک طریقہ ایک ایک شیخ سے پہنچا ہے تو اُن میں سے دو باقیماندہ طریقے سہروردیہ و فردوسیہ ہیں جو حضرت خواجہ سے پہنچے تھے اور حضرت خواجہ کو یہ دونوں طریقے بھی اپنے شیخ سید شاہ محمد فاضل قدس سرہ سے پہنچے تھے ان دونوں ہی طریقوں کی اجازت حضرت قطب الدین بینادل قدس سرہ کو دو بزرگوں سے پہنچی ہے ۔ ان طریقوں کے مجاز آپ اپنے شیخ نجم الدین غوث الدہر کیطرف سے نہیں ہیں بلکہ فردوسیہ طریقہ کی اجازت آپکو حضرت شیخ حسین نوشہ توحید فردوسی بہاری قدس سرہٗ

سے ملی ہے۔ اور سہروردیہ طریقہ کے مجاز آپ حضرت شیخ شمس الدین عرف شیخ بدھن قدس سرہ کیطرف سے ہیں جو مسلسل واسطوں سے حضرت خواجہ کو پہنچکر تاج العارفین کو پہنچا

نقشبندیہ مجددیہ۔ یہ طریقہ تاج العارفین کو حضرت شیخ سلطان بلیا لکھنیا ضلع منگیر سے اسطرح پہنچا ہی کہ شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے تاج العارفین سے قادریہ رشیدیہ طریقہ کی اجازت چاہی جسکے بدلے میں تاج العارفین نے شیخ صاحب قدس سرہٗ سے نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت حاصل فرمائی۔ اسلیئے یہ بزرگ اور تاج العارفین باہم وستار بدل کہلاتے ہیں۔ اِس سلسلہ میں تاج العارفین اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف دو ہی واسطے ہیں حضرت شیخ سلطان اور اُنکے شیخ حضرت آدم بنوری

ابو العلائیہ۔ یہ طریقہ تاج العارفین کو خدا نے گھر بیٹھے عنایت فرمایا۔ اور اُسکے حصول کے لیئے کسی دور دراز ملک کی دشوار گزار مشقتِ سفر برداشت کرنے کی نوبت نہ آئی بلکہ ایک مرتبہ اتفاقًا حضرت سید شاہ علی قاسم المعروف بہ شاہ قاسم بہادر پوری علیہ الرحمۃ کو بنگال کے سفر کے زمانہ میں تاج العارفین کی خانقاہ میں چند روز قیام کرنے کا اتفاق پڑا تھا۔ اِنہیں بزرگ سے آپنے یہ طریقہ لیا تھا۔ اور یہ اِس طرح پر کہ جب حضرت شاہ محمد قاسم قدس سرہ اپنے سفر کی دشوار گزار منزلیں طے کرتے ہوئے داناپور کے قریب پہنچے اور وہاں سے کچھ اور پورب کی طرف روانہ ہوئے تو یکایک اُنہیں تاج العارفین کی سچی تاثیر نے بے اختیار اپنی طرف کھینچا۔ اور بہت متعجبانہ ہیئت کے ساتھ آپ کی جستجو کرتے ہوئے سرحد پھلواری میں پہنچے اور لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا یہاں کوئی اہل دل فقیر خدا کی یاد میں اپنی خوش زندگی بسر کرتا ہی؟ مجھے اُسکا پتہ دو لوگوں نے تاج العارفین کی خانقاہ کا پتہ بتادیا شاہ صاحب اُسوقت اپنے مریدوں کی ایک جماعت کثیرہ کے ساتھ تھے۔ اور چونکہ آپکا مسلک ابو العلائی تھا۔ اِسلیئے قوال وغیرہ بھی آپکے ہمراہ تھے شاہ صاحب نے اِس خیال سے کہ اکابرین تا دریں کہ اپنے مشرب کے لحاظ سے سماع وغیرہ سے

عشقیہ آتش بازی

پھلجھڑی۔ انار۔ مہتابی

یہ شب برات۔ آتش بازی کے دن۔ آگ جلائیگی۔ ہستیاں ستائینگی۔ ننھا کے پھول بہار دکھائینگے۔ بچے پھول جھڑیوں کے لیئے ضد کرتے ہیں۔ نکلو دلوائی جاتی ہیں۔ آؤ ہم بھی نادان بنکر نار کے نورانی کھلونے مانگیں۔ اور جی بہلائیں"

پھولجھڑی کیونکر بنتی ہے۔ کاہے سے بنتی ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے گندک ہوتی ہے۔ تاکہ آگ کو قبول کرے۔ شورہ ڈالا جاتا ہے تاکہ تیزی اور شورش پیدا ہو۔ کوئلے جن کی ایک ہستی آگ پہلے بگاڑ چکی ہے پھولجھڑی کا جزو اعظم ہیں۔ اور یہ پھول لوہے کے برادے سے بنتے ہیں اور اسلیئے اسکی آمیزش بھی ضروری سمجھی جاتی ہے +

بس یہ پھولجھڑی کی کائنات ہے۔ جسے کاغذ کا خول چڑھا کر بازاروں میں پھولجھڑی کے نام سے بیچا کرتے ہیں۔ ہم ایسی پھولجھڑی چاہتے ہیں جسمیں گندھک نہ ہو تو اس جیسا آگ قبول کرنے والا مادہ ضرور ہو۔ ممکن ہے شورہ نہ ملے تو کوئی اور چیز شورہ کی و اضطراب پیدا کرنے والی ملا دی جائے۔ سوختہ کوئلہ دستیاب نہو تو کوئی دوسری جلی بھنی چیز شامل کریں۔ اور ہاں لوہ چون۔ ذراتِ آہن۔ جنپر پھولوں کی ہستی کا مدار ہے۔ ڈھونڈنا ضروری ہے۔ تو کیا پھول ایسی سخت دھات کے ذروں سے بنتے ہیں۔ نہیں نہیں خاک کے ذرے بھی چمک دمک دکھانیمیں کم نہیں ہیں فی الدنیا۔

آہا ہا۔ عشق کی دیا سلائی انسانی پھولجھڑی میں لگادی۔ آنکھوں کی راہ پھولجھڑی کے اندر کا مسالہ جل جل کر نکل رہا ہے۔ آنسوؤں کے پھول جھڑ رہے ہیں۔ کوئی دم کا یہ تماشہ ہے۔ پھولجھڑی جل چکے گی۔ اسکا خول راکھ ہوکر پڑیگا آہا ہا کا غل شور خود بخود بند ہو جائے گا۔ اور جلی ہوئی راکھ اندھیرے میں زمین پر گر کر پامال ہونے لگے گی +

نہیں جناب ہم ایسی پھولجھڑی نہیں چاہتے۔ جسکے جلنے کے بعد اندھیرا ہو جائے۔ جسکا تماشہ تھوڑی دیر کا ہو۔ جس کی بہار عارضی نظر آئے۔ ہماری ضد پوری کرنی ہے۔ ہمارا دل رکھنا ہے تو ایسی پھولجھڑی منگا کردو جو ایکدفعہ سلگنے کے بعد کبھی نہ بجھے۔ جسکے پھولوں کا مینہ ہمیشہ برستا رہے۔ جس کی بہار کبھی ختم نہو دیکھو ہم کو منگا دو +

پھولجھڑی نہیں تو کوئی اور آگ کا کھلونا دلادو۔ کہتے ہیں یہ دن آگ بازی کے ہیں آجکی رات اللہ میاں پہلے آسمان پر آئینگے۔ اچھا تو ہم اُنسے کہیں گے کہ ہم آپ کے بندے ہیں۔ سب کو آگ کے کھلونے مل گئے۔ ہمکو بھی دلوائیے۔ دل کے انار میں بارود بھری ہوئی ہے۔ مگر ایسی آگ نہیں ملتی جس سے یہ انار چھوٹ جائے۔ آپ ہی کوئی چنگاری دیدیجے۔ تاکہ انار قلب کی چند لمحہ بہار دیکھ لیں +

مہتابی بھی خوب ہوتی ہے۔ روشن اور منور ظلمت کو کافور کرنیوالی۔ آسمانی ماہتاب کی ماں جائی۔ مگر اسمیں بھی وہی عیب ہے جلکر خاموش ہو جاتی ہے۔ اندھیرے سے لڑکر ہارتی ہے اور مغلوب ہو جاتی ہے۔ مہتابی وہ اچھی جو ہمیشہ چمکتی رہے۔ ہر وقت نشانی کرے ظلمت کو فتح کرکے کبھی مفتوح نہو۔ بھلا وہ گورہ کس کام کا جو کسی کو فتح کرکے پھر اُس سے مفتوح ہو جائے۔ ہمارا نسخہ بن گیا تو دکھا دینگے کہ جسوقت مہتابی روشن ہوئی تو پھر کبھی نہ بجھے گی۔ یہاں بھی نور وہاں بھی نور۔ اِدھر بھی نور اُدھر بھی نور۔ جہاں سنو یہی آواز آئے گی

ملفوظاتِ حسنہ

مال کی محبت آخرت کی خرابی ۔ موت آرزوؤں پر ہنستی ہے ۔ نیکوں کے سینے اسرار کے خزانے ہوتے ہیں ۔ بزرگوں کی عادتیں ۔ عادتوں کا بزرگ ہوتی ہیں ۔ بیکار دل برائیوں کی طرف مائل کرتا ہے ۔ غصے سے مغلوب آدمی بے مروت ۔ حریص کبھی سیر نہیں ہوتا ۔ بہت سونے والا نادار رہتا ہے ۔ آدمیت لباس سے ہے ، نہ فریب سے رزق نہیں بڑھتا ۔ حسد کے بیج سے تکلیف کا پھل پیدا ہوتا ہے ۔ زبانی تسبیح بیکار ہے ۔ جب تک عمل پاک نہ ہو ۔ کامیابی محنت میں ہے سستی میں نہیں ۔ جھگڑے کا جھوٹ بڑھتا ہے ۔ دوست کم ہوتے ہیں ۔ باتونی آدمی غلط گو ہوتا ہے ۔ اپنی فضیلت پر فخر نہ کر ۔ اور اپنی اصلیت کو دیکھ ۔ میٹھی زبان محبت پیدا کرتی ہے ۔ بے مروت دشمنی گھٹاتی ہے ۔ طامع پریشان ۔ قانع شاداں ۔ دانا دشمن نادان دوست سے اچھا ہوتا ہے ۔ تیرا دوست وہ ہے کہ جو حق کہے ۔ وہ نہیں جو خواہ مخواہ تیری ہاں میں ہاں ملائے ۔ سچی تعریف وہ ہے جسکو دشمن بھی مان لیں ۔ فروتنی توقیر بڑھاتی ہے اور خودبینی حقیر کرتی ہے ۔ دنیا ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے ۔ اور جوانی چند روزہ مہمان ۔ نیچ گو سے کنارہ لازم ہے ۔ نور و نار کا فرق دانا ہی خوب پہچانتا ہے لعنت ہو اسپر جو خانقاہ میں دکھاوے اور ریاکاری کے لیئے بیٹھے ۔

(ماخوذ از عربی) محمد الواحدی

حضرت محبوب الٰہیؒ

مرے آقا مرے سلطان محبوبِ الٰہی ہیں
مرے دلدار مرے درمان محبوبِ الٰہی ہیں

فقیروں پر ترے فیضان محبوبِ الٰہی ہیں
امیروں پر ترے احسان محبوبِ الٰہی ہیں

فرشتے دیکھکر حیران محبوبِ الٰہی ہیں
ترے کوچہ میں وہ سامان محبوبِ الٰہی ہیں

ادب سے اولیاء اللہ سارے عرض کرتے ہیں
ہمارے قبلۂ عرفان محبوبِ الٰہی ہیں

کلیجہ تھام کر آتا ہے جو محفل میں آتا ہے
نگاہیں آپ کی پیکان محبوبِ الٰہی ہیں

زمانہ یہ کہتا ہے جسے وہ شہر دہلی ہے
اور اسمیں یوسف کنعان محبوبِ الٰہی ہیں

رسول اللہ کے لخت جگر زہراؓ کے پیارے بیٹے
علی مرتضیٰؑ کی جان محبوبِ الٰہی ہیں

مشکل ہوں ترا [illegible]
تری درگاہ کے دربان محبوبِ الٰہی ہیں

خدا کے واسطے مجھکو بچا لیجے بچا لیجے
مرے چاروں طرف طوفان محبوبِ الٰہی ہیں

صفت قرآن میں فی احسن تقویم ہے جنکی
وہ عالی مرتبہ انسان محبوبِ الٰہی ہیں

گزارش کی نہیں حاجت حضور آگاہ ہیں سب سے
ہمارے دل میں جو ارمان محبوبِ الٰہی ہیں

زباں پر چاند سورج کی یہی دن رات رہتا ہے
ترے اوپر سے ہم قربان محبوبِ الٰہی ہیں

فراقِ ناتواں کو مشکلیں جو سخت لاحق ہیں
ترے نزدیک سب آسان محبوبِ الٰہی ہیں

فقیر ناصر نذیر فراق

شان جمالی

دل ہمارا یاد عہد رفتہ سے خالی نہیں — اپنے کاموں کو یہ امت بھولنے والی نہیں

اشکباری کے بہانے ہیں یہ اجڑے بام و در — گریۂ پیہم سے بینا ہے ہماری چشم تر

دہر کو دیتے ہیں موتی دیدۂ گریاں کے ہم — آخری بادل ہیں اک گزرے ہوئے طوفاں کے ہم

ہیں ابھی صدہا گہر اس ابر کی آغوش میں — برق ابھی باقی ہے اسکے سینۂ خاموش میں

وادیٔ گل خاک صحرا کو بنا سکتا ہے یہ — خواب سے امید دہقاں کو جگا سکتا ہے یہ

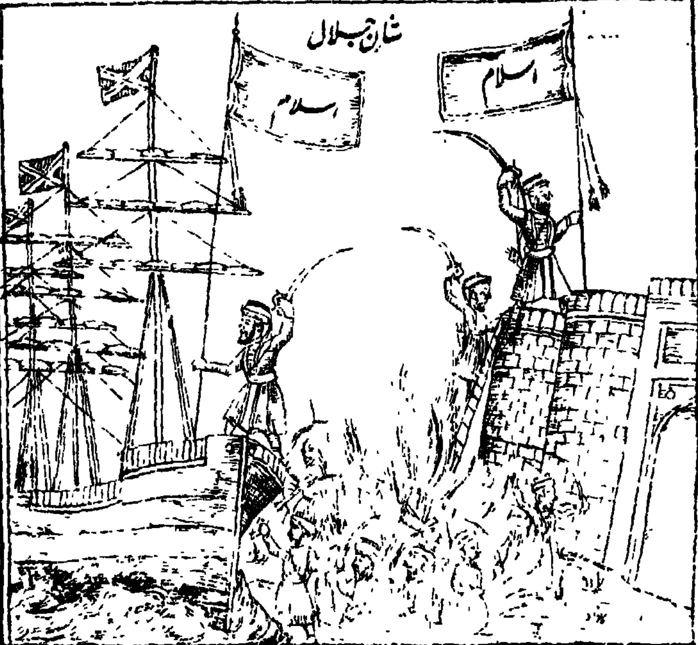
خندۂ طفلک سے ہے اسکی چمک محبوب تر — چھو نہیں سکتی اسے صرصر کی موج پر خطر

ہو چکا تو قوم کی شان جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شان جمالی کا ظہور

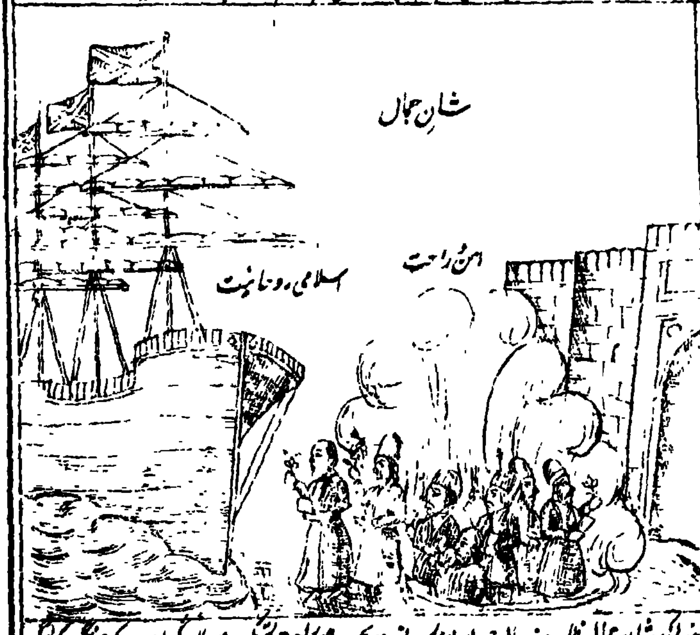
اقبال

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے بیرسٹرایٹ لا لاہور کی ایک بے مثل نظم حال کے مخزن میں شائع ہوئی ہے۔ اسکے آخر کا یہ بند مشائخ کے ملاحظہ کے قابل ہے جسمیں اقبال نے ایک مسلّم مسئلہ تصوف کی بنا پر مسلمانوں کی آیندہ حالت کی نسبت پیشین گوئی کی ہے۔ یہ پیشین گوئی ہماری آنے والی زندگی کے لئے ایک ہمت بندھانے والا سہارا ہے جسکے بل پر ہماری امیدیں اور ولولے تازہ ہوتے ہیں۔ ہم نے شان جلال اور شان جمال کے ظہور کی نسبت صفحہ ۱۳۸ میں دو خیالی تصویریں دی ہیں شان جلال میں جلالی تنور آگ کے شعلے اگل رہا ہے جسمیں سے حجازی بہادر تلواریں لیکر نکلے ہیں اور بحر و بر پر قبضہ کر لیا ہے۔ شان جمال میں ٹھنڈے پانی کا چشمہ ابل کر نئی روشنی اور پرانی روشنی کے لوگوں میں آگے بڑھنے کا ولولہ

[illegible] راحت و امن کا پھول ہے اور دوسرے میں روحانیت کی علمی کتابیں۔ یہ بھی تجرد بیجا پیدا اثر قائم کرنا اور تسلی و اطمینان پھیلانا چاہتے ہیں۔ حسن نظامی



خدا کی شان جلال ظاہر ہوئی مسلمانوں نے اپنے علم بحر و بر پر نصب کر دیئے۔



خدا کی شان جمال ظاہر ہونے والی ہے اسلامی روحانیت بحر و بر میں راحت و تسکین پھیلا دیگی اور سب کو زیر نگین کر لیگی

میں کیا ہوں؟

نہ مجھ سے پوچھو کہ ہوں کون اور کیا ہوں میں ... دلِ شکستہ ہوں اُڑتی ہوئی صدا ہوں میں
ہمیشہ رنگ بدلتی رہی مری حالت ... کبھی میں شاہ بنا اور کہیں گدا ہوں میں
کہیں میں زاہدِ شب زندہ دار کی صورت ... تو ساغر و مے و ساقی کبھی بنا ہوں میں
کبھی سے چاک کیا اپنا جامۂ ہستی ... کہیں زبان سے کہنے لگا خدا ہوں میں
میں بن گیا ہوں کبھی عندلیب نغمہ سرا ... تو بن کے پھولوں میں خوشبو کبھی چھپا ہوں میں
کبھی میں قیس تھا مجنون بنکے جنگل میں ... خیالِ یار میں بھٹکا ہوا پھرا ہوں میں
کبھی میں قعرِ ذلت میں گر پڑا جاکر ... تو پھر کبھی پرِ پرواز بن گیا ہوں میں
اُڑا تو ایسا اُڑا۔ اُڑ گیا فلک سے رفیع ... گرا تو ایسا گرا خاک میں ملا ہوں میں
کبھی رسول کے ہیں روپ میں چمک اُٹھا ... کبھی صحابۂ اکرام کا پتا ہوں میں
کبھی شہید ہوا کربلا کے میدان میں ... کہیں شجاعتِ مشکلکشا بنا ہوں میں

غرض نہ مجھ پہ کھلا راز اپنی ہستی کا
نگاہِ غور سے دیکھا کیا کہ کیا ہوں میں

بہ نتیجہ (فیض نظامی)

میں کون ہوں؟

مناظر تھیئٹر سے متاثر ہو کر درویش صفت ایڈیٹر کشمیری میگزین لاہور نے نظام المشائخ کیلئے یہ اشعار لکھے ہیں جو دلی شکریہ کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں۔ ایڈیٹر

عالمِ ہستی کا بھی ایٹر ہوں میں ... شادی و غم کا عجب منظر ہوں میں

دیکھ کر اسٹیج پر حیرت ہے کیوں — اس تماشا گاہ کا ایکٹر ہوں میں
میں کہیں ہمدرد ہوں مقتول کا — دست قاتل میں کہیں خنجر ہوں میں
نیت بد ہو کے با گوہر کہیں — کان ہمت کا کہیں جوہر ہوں میں
ہوں کہیں طوفان موج افزا کی لہر — اور لہروں میں کہیں لنگر ہوں میں
گاہ میں کرب و بلا میں تشنہ لب — گاہ شکل ساقئ کوثر ہوں میں
ہوں کہیں میں سرگروہ گمرہاں — خضر کی صورت کہیں رہبر ہوں میں
واعظ حق گو ہوں بزم وعظ میں — چوں بخلوت میروم "دیگر" ہوں میں
وامق و عذرا کی صورت میں کہیں — قیس و لیلے کا کہیں مظہر ہوں میں
بزم موسیقی میں ہوں آواز مست — بزم رنداں میں مئے احمر ہوں میں

اصل میں ہوں واقعہ عبرت نما
گو بظاہر "کھیل" سر تا سر ہوں میں

فوق

دلق کہنہ

بینوا ہیں مخزن اسرار ہے یہ کہنہ دلق — وصل عریاں ہو گیا ستار ہے یہ کہنہ دلق
سینۂ سوزاں ہمارا مشرق انوار ہے — سوز دل سے مطلع انوار ہے یہ کہنہ دلق
اپنی کشکول گدائی میں عجب نیرنگ ہیں — ہم ہیں رند و بوالعجب گلزار ہے یہ کہنہ دلق
طیر در سیر عشق میں ہے عندلیب باغ انس — ہے تماشا طائر طیار ہے یہ کہنہ دلق
انفس و آفاق کے اسرار کا جلوہ بنی — رقعہ رقعہ کاشف اسرار ہے یہ کہنہ دلق
اور لیا تحت قبا کے کیوں نہ دیکھیں شوق سے — ہاں سراپا جلوۂ دلدار ہے یہ کہنہ دلق
اے خوشا اتقا پیر ساقی نور کی تقسیم ہے — بخت فرخ قاسم انوار ہے یہ کہنہ دلق

مخمس بر غزل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

خادم حلقہ جناب مولوی حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی رئیس بھیکم پور ضلع علیگڈھ نے

نام ناموں سے ناظرین نظام المشائخ اور تمام اہل دنیا آگاہ ہیں آپ نے سلطان الشعرا حضرت

امیر خسرو کی مشہور و معروف غزل پر جو مخمس لکھا ہے وہ پڑھنے اور داد دینے کے قابل ہے ہم نہایت

قیامت کا سماں تھا اور محشر خیز تھا عالم
متاعِ ہوش پہ گرتی تھیں ہر سو بجلیاں پیہم
صفیں تھیں جلوہ قاتل سے ساری ہم برہم
نمیدانم چہ منزل بود شب جا ئیکہ من بودم
بہر سو رقص بسمل بود شب جا ئیکہ من بودم

پری روئے سمن بوئے سراپا ناز دلدارے
بگیسو غیرت سنبل بعارض رشک گلزارے
بلائے ہوش عیارے ستمگارے جفا کارے
پری پیکر نگارے سرو بالا لالہ رخسارے
سراپا آفت دل بود شب جا ئیکہ من بودم

غضب کی کشمکش تھی حوصلہ فرسا تھے ساماں
ادھر تو تھے بھرے دلمیں ہزاروں حسرت و ارماں
ادھر دل خوف افشا سے بساں بید تھا لرزاں
رقیباں گوش برآواز او در ناز من ترساں
سخن گفتن چہ مشکل بود شب جا ئیکہ من بودم

بیابانِ طلب میں موج زن ہے آگ کی اک رَو
شراروں سے پکار اٹھتے ہیں جیسے الحذر رہرو
پروانہ جھاڑ کر بولا پڑا جس پر ذرا پرتو
مرا از آتش عشق تو دامن سوخت اے خسرو
محبت شمع محفل بود شب جا ئیکہ من بودم

تعالیٰ اللہ زہے طالع ہیں جا پہنچا کہاں خسرو
جہاں چرخ نہم کا بھی نہ تھا نام و نشاں خسرو
سماں اس بزم عالی کا کروں کیونکر بیاں خسرو
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جا ئیکہ من بودم

حلقہ کی کارگزاری

اطمینان

الحمد للہ۔ اب میری طبیعت قدرے درست ہے۔ لیکن روزمرہ کی بیماری کے سبب احباب رائے دیتے ہیں کہ چند روز کام چھوڑ کر خاموش رہنا چاہیئے۔ اسلیئے تمام ماہ رمضان المبارک یا اس سے کچھ زیادہ کسی تخلیہ کی جگہ میں چپ چاپ بیٹھونگا۔ اس اثنا میں نہ کسی سے خط و کتابت کا موقع ہوگا۔ نہ حلقہ کے کام کا۔ امید ہے کہ معذور کو مجبور سمجھکر معاف کیا جائے گا۔

افسوس ہے کہ صحائف ہفتہ وار جن کا نمونہ پچھلے پرچہ میں تقسیم ہوا تھا مسلسل جاری نہ رہ سکے۔ ایک شخص نے بھی انکی ضرورت یا عدم ضرورت کے متعلق رائے ظاہر نہیں کی امداد و بناشئے دیگر ہے۔ مسلمانوں کی ایسی عالمگیر بےحسی میں لمبے بڑے کام کا چلانا آسان نہیں۔ اب جب تک کافی اعانت کا سامان نہو یہ ضروری تحریک ملتوی رکھنی پڑتی ہے۔

فقیری بانے کے مضمون کو پڑھکر جو عزیزم واحدی نے لکھا تھا۔ اکثر لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ منزلگاہ میں متعدد حضرات کے خطوط تماور آئے ہیں جن سے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید واحدی کے خیالات میری [illegible] ہوگئے ہیں اور اسکی کشیدگی سے تعبیر کرکے اظہار تاسف کیا گیا ہے۔ اصل میں اسکی کچھ حقیقت نہیں۔ واحدی ہر معاملہ میں میرے ہم خیال ہیں اور خدانخواستہ مجھ میں انمیں کسی قسم کی مغائرت کا خیال نہیں [illegible]

ذرا تیز ہو گیا ہے جسکو میں پسند نہیں کرتا۔ لیکن جس خلوص و سنجیدگی پر اس تحریک کی بنا ہے وہ قدر کے قابل ہے ۔

میں خدام حلقہ کو لکیر کا فقیر بنانا نہیں چاہتا۔ اور اگر بنانا چاہوں تو ان میں سے اکثر بن بھی نہیں سکتے لہذا انکی آزاد خیالی میں مجھکو دخل دینا کسی صورت مناسب نہیں ۔

اس روش کی نسبت خود خدام حلقہ واحدی سے تحریری مباحثے کرتے ہیں بعض اسکو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور بعض قبل از وقت بتاتے ہیں۔ حلقہ کے ابتدائی خادم مولوی مقبول احمد صاحب نظامی سیوہاروی نے اس بارے میں مدلل خط و کتابت شروع کی ہے۔ وہ واحدی کی اس رفتار کو وقت کے مناسب نہیں سمجھتے ۔

بہرحال میں خوش ہوں۔ اور ہر محب الفقراء شخص کو خوش ہونا چاہیئے کہ یہ نوجوان ناروا مشاغل کے عوض ایک مقدس شغل کے لیئے آمادہ ہوئے ہیں۔ ان کا اس میدان میں اتر آنا ہی غنیمت ہے۔ طبیعتوں کی گرمی تجربہ کے بعد خود بخود معتدل ہو جائیگی ۔

عزیزم غلام نظام الدین قریشی احمد آبادی جنکو میں نے ہدیہ کا لقب دیا ہے گجرات کے مسلمانوں میں لائق اور روشن خیال اخبار نویس ہیں۔ انہوں نے حلقہ کے دونوں صحائف دینی یادداشت ۔ ہمارے رسول کی عادتوں کا گجراتی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ جسکو اپنے خرچ سے چھپوا کر اس علاقہ میں تقسیم کرینگے ۔ نیز آجکل [illegible]ن کے مشہور اسلامی اخبار پولیٹیکل ہومیو میں وہ ایک کتاب شائع کرا رہے ہیں جس میں حلقہ کے متعلق عمدہ خیالات ظاہر کیئے گئے ہیں ۔

برادرم مولوی حسن میاں صاحب خلف حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب [illegible] پھلواروی نے حلقہ کی درخواست پر سر سالار سہروردیہ حضرت ابو النجیب [illegible] سہروردی کے حالات انکی قلمبند فرمائے ہیں جو عنقریب چھپکر شائع

ہونگے۔ جیسی تلاش و محنت سے یہ کتاب مرتب ہوئی ہے۔ اسی پیمانہ پر اس کی چھپائی کا خیال رکھا جائے گا۔ امید ہے کہ اگلے ماہ تک کتاب تیار ہو جائے گی جن شائقین کو ضرورت ہو درخواست بھیج دیں تاکہ تیار ہوتے ہی کتاب روانہ کر دی جائے +

افریقہ سے جناب مولوی سید شاہ عبداللہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں صحرا میں زیادہ رہتا ہوں۔ اسلیئے حلقہ کی خدمت مشکل ہے۔ آپ میری جگہ بابو سلطان محمد صاحب کو جو بہت نیک اور روشنخیال شخص ہیں افریقہ میں حلقہ کا نائب مقرر کر دیں شاہ صاحب کی اس تحریر کے موافق بابو سلطان محمد صاحب کو نائب حلقہ مقرر کر دیا گیا +

جناب سید خفور شاہ صاحب وارثی حسامی مصنف مثنوی پٹنا کانڈ بنگال نہایت قابل اور ذی علم نوجوان وارثی درویش ہیں۔ انگریزی میں برجستہ تقریر کرسکتے ہیں حلقہ میں شریک ہیں۔ اور بنگال میں حلقہ کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ خیابانت تہ گورکھپور میں درویشی مرکز پر انہوں نے سلسلہ مضامین لکھنا شروع کیا ہے۔ اور درویشی مرکز کی ضرورت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں خدام و ارکین حلقہ کی انکو بنگال میں نائب حلقہ بنایا گیا۔ حضرت صدر حلقہ مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب کی رائے کا انتظار ہے۔ وہ بھی منظور کرلیں تو حسامی صاحب کو باضابطہ اطلاع دی جائے گی +

صدارت حلقہ کی نسبت اکثر حضرات کا شاہ محمد سلیمان صاحب پر اتفاق ہوا۔ اسلیئے انکی صدارت کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اب وہ باضابطہ حلقہ نظام المشائخ ہیں +

جناب مولانا شاہ محبوب علی صاحب چندا پور ضلع رائے بریلی ابھی حال میں

ممبر ہوئے ہیں۔ اور حلقہ کے لئے سعی کرنی چاہتے ہیں۔ چندہ دو روپیہ سال حلقہ کا مقرر کیا ہے۔ خدا تعالیٰ انکی مخلصانہ سعی مقبول فرمائے ٭

جناب حاجی حفیظ الدین صاحب تاجر صدر رہیہ ٹھٹہ نے چار روپیہ ارسال فرمائے ہیں مگر یہ نہیں لکھا کہ یہ کس مد میں ہیں۔ غالباً حلقہ کے لئے ہونگے درخواست کیا گیا ہے ٭

جناب غلام محمد صاحب منشی ہیڈ ریڈ رنگ ایکوئنٹ نے پانچ روپیہ حلقہ کے لیے بھیجے ہیں۔ خدا تعالیٰ انکی ہمت میں برکت دے۔ ذیل میں حلقہ کے متعلق تین رائیں نقل کیجاتی ہیں۔ جو نئے ناظرین حلقہ کے معائنہ کے بعد معائنہ کی کتاب پر لکھی گئی ہیں۔ ان میں ایک عربی ہے اور دو انگریزی۔ جن کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ انگریزی رائے والوں نے میری نسبت ضرورت سے زیادہ مدح سرائی کی ہے۔ جو بالکل ناموزوں ہے۔ البتہ حلقہ کے متعلق انکی نئے معلوم کرکے ناظرین مسرور ہونگے ٭

جناب مولوی عبدالواجد صاحب ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل طالب علم حلقہ میں تشریف لائے۔ اور معائنہ کی کتاب پر عربی زبان میں یہ رائے لکھی ہے ٭

میں دفتر خانہ نظام المشائخ میں حاضر ہوا۔ رجسٹروں اور ان اشتہاروں و رسالوں کو دیکھا جو حلقہ نے شائع کیے ہیں۔ بیشک حلقہ کے مقاصد بہترین مقاصد میں جنمیں تمام مشائخ کی انتہا مدنظر ہے۔ یہ اُن سب چیزوں میں سب سے اعلیٰ چیز ہے جنپر نگاہیں اٹھتی اور ٹھیر جاتی ہیں۔ حلقہ نے قصد کیا ہے کہ اصحاب تصوف کو انکی پراگندگی کے بعد جمع کردے اور عامۃ المسلمین کو صوفیوں کے جھنڈے کے نیچے لے آئے۔ اس حال میں کہ مسلمان اس نشان کے نیچے سے نکلے چلے جاتے ہیں۔ حلقہ چاہتا ہے کہ صوفیوں کی مخالفوں پر تیر مارے اور فساد دور کرے۔ اور مشائخ کو ایک لڑی میں پروئے۔ حلقہ خواہش ہے کہ درویشوں کے حقوق مانگے۔ اور انکی حفاظت کرے۔ کیا ہی اچھی یہ جماعت ہے اور اچھے مشروع کام کے کھڑی ہوئی ہے۔ ہمکو خدا سے امید رکھنی چاہیے

[illegible] عبدالواجد

چودھری غلام غوث الصمدانی بی اے (علیگ) - ابھی حال میں حلقہ میں تشریف لائے - اور بیس روز منزلگاہ میں رہے تھے - انہوں نے حسب ذیل رائے معائنہ کی کتاب پر لکھی ہے *

"میں یہاں منزلگاہ میں پندرہ دن سے مقیم ہوں - اور روز دیکھتا ہوں کہ سید محمد الواحدی اور حضرت خواجہ حسن نظامی حلقہ کی خدمت میں نہایت تن دہی سے مشغول رہتے ہیں - نوجوان طلبہ آتے ہیں اور خواجہ صاحب سے باتیں کرتے ہیں - خواجہ صاحب ایسے پیرایہ سے باتیں کرتے ہیں کہ اہم اور خاص نکات باتوں ہی باتوں میں ادا ہو جاتے ہیں - جو طلبہ کے ذہن آسانی سے قبول کر لیتے ہیں

کہا جاتا ہے کہ مسلمان تنزل کر رہے ہیں - لیکن اگر ان اصولوں کا لحاظ رکھا جائے جو حلقہ نے اختیار کیے ہیں تو ابھی کچھ نہیں گیا - مسلمانوں کی ترقی پھر عود کر سکتی ہے - میں نے حلقہ کے رجسٹروں کا معائنہ کیا - سو سے زیادہ اراکین اور پانسو کے قریب خدام شریک حلقہ ہو چکے ہیں - نہایت دلچسپ بات یہ ہے کہ اس حلقہ میں پرانی اور نئی روشنی کے لوگ متحد ہو کر کام کر رہے ہیں - حساب کتاب کے رجسٹر نہایت صفائی سے رکھے جاتے ہیں" *

الصمدانی - بی اے

جناب مولوی نذر محمد صاحب بی اے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس حلقہ دہلی تحریر فرماتے ہیں :-

"آج صبح میں خواجہ حسن نظامی سے ملا - میں آپکو چند سال سے جانتا ہوں - اور انکی بلند خیالی اور تقدس کی وجہ سے انکا بہت ادب و احترام کرتا ہوں - انکی صحبت سے میرے خیالات کی بہت کچھ اصلاح ہوئی ہے - ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے بیرسٹر لاہور نے ایکدفعہ مجھسے کہا تھا کہ خواجہ حسن نظامی صاحب کو معمولی آدمی نہ سمجھنا - صوفیوں کی جو انجمن اصلاح مشائخ کے لیے انہوں نے قائم کی ہے وہ ایک نہایت مفید چیز ہے اور مجھے اسکے تمام اغراض سے اتفاق ہے - دنیا میں اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے کہ انسان پاک زندگی بسر کرے اور اپنے ہمجنسوں سے محبتانہ و ہمدردانہ برتاؤ رکھے - حلقہ کا حساب کتاب نہایت ہوشیاری اور عمدگی کیساتھ رکھا گیا ہے - میں حلقہ کی

کامیابی کے لیے دعا کرتا ہوں۔ افسوس ہے کہ لوگوں کے دماغ کچھ ایسے ناکارہ ہو گئے ہیں کہ وہ تصوف کے باریک نکات کو سمجھ نہیں سکتے۔ لیکن میں امید کرتا ہوں کہ حلقہ کے کارکنوں کی سعی سے معاملات و مسائل تصوف عام طور پر پھیلیں اور سمجھے جائیں۔ بارآور ہوگی ٭

نذر محمد۔ بی اے

منزلگاہ کی تبدیلی۔ چونکہ جناب نواب خواجہ غلام نصیر الدین خانصاحب نظامی جن کی کوٹھی میں حلقہ کی منزلگاہ تھی۔ آجکل دہلی میں چند روزہ قیام کے ارادے سے تشریف لائے ہیں۔ اسلیئے عارضی طور پہ بازار دریا گنج میں چھ روپیہ ماہوار پر ایک مکان لے لیا ہے۔ اور حلقہ کا تمام کاروبار اس مکان میں آگیا ہے۔ یہ مکان لال قلعہ کے قریب بازار دریا گنج میں نہایت پر فضا موقع پر لب سڑک واقع ہے۔ آیندہ جو حضرات باہر سے تشریف لائیں وہ سیدھے دریا گنج میں آجائیں ٭

اس مکان کے دو حصے ہیں۔ ایک میں رسالہ کا دفتر ہے۔ اور دوسرے میں حلقہ کا نصف کرایہ واحدی صاحب دینگے۔ اور نصف حلقہ کے سرمایہ سے دیا جائیگا ٭

اس مہینے میں حسب ذیل آمدنی ہوئی۔

جناب غلام محمد صاحب منشی بیرسٹر راجکوٹ	صہ/
حسن نظامی۔ بابت نذر صحت یابی۔ نصف نذر	چر/
محمد الواحدی۔ حسن نظامی کی صحت کی خوشی میں	۸ہ/
محمد مرتضٰے برادر خورد واحدی صاحب "	۸/
بقایا سابقہ	لہ۱۲عہ
میزان کل مع بقایا	۳؁۱۲ صہ/

خرچ حسب ذیل اس ماہ میں ہوا

خطوکتابت	۸/
جلد بندی کتب حلقہ	ہے
اخراجات تبدیلی مکان	۸ہ/
کرایہ مکان	۸ہ/
میزان کل خرچ	ے/

باقی موجودہ خزانہ حلقہ	للہ ۱۲عہ

حسن نظامی

شب بیداری

رمضان المبارک عبادت الٰہی کا مہینہ ہے۔ اِسمیں دن کو روزہ رکھا جاتا ہے۔ اور رات کو شب بیداریاں ہوتی ہیں۔ سنئے فلسفہ اور سائنس نے جب تک روزے کی فائدہ مندی کو اچھی طرح سمجھا نہ تھا۔ اُسوقت تک روزہ نئی روشنی والوں کی نگاہ میں انسانی صحت و طاقت کے لیئے ایک مضر چیز سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آجکل امریکہ اور یورپ کے ڈاکٹروں اور فلاسفروں نے طبی معلومات بڑہاتے بڑہاتے ازروئے سائنس یہ معلوم کیا ہے کہ ترقی صحت اور درازیٔ عمر کے لیئے روزہ نہایت ضروری چیز ہے۔ تو ہمارے ہندوستانی نئے خیال کے مسلمان بھی روزے کی ضرورت پر ایمان لاتے چلے ہیں۔ امریکہ میں ایسے متعدد فرقے پیدا ہوگئے ہیں جو سال میں یا مہینے میں چند روز روزے کے لیئے مخصوص کر دیتے ہیں۔ انکے یہ روزے مذہبی خیال سے نہیں ہوتے بلکہ وہ لوگ محض اپنی علمی اور عقلی تحقیقات کی بنا پر اِس منزل تک پہنچے ہیں کہ روزہ نسل انسان کے لیئے نہایت مفید اور ضروری چیز ہے۔ یوں تو روزہ ہر قوم اور مذہب میں پایا جاتا ہے۔ مگر جس قرینے اور پابندی اور تمام مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ اسلام میں ہے وہ خاص توجہ اور پسندیدگی کے قابل ہے۔ ہم اِسوقت روزے کے فلسفہ پر کچھہ لکھنا نہیں چاہتے ہیں۔ بلکہ شب بیداری کی ضرورت پر لکھنا ہمارا مقصود ہے۔ لیکن چونکہ شب بیداری کو رمضان کے مہینے سے خاص تعلق ہے اسلیئے روزے کا ذکر بھی ضمناً آگیا ؀

روزے کی حقیقت تو ازروئے سائنس و فلسفہ معلوم ہوئی مگر رات کے جاگنے کی نسبت اب تک اختلاف پڑا ہوا ہے۔ ڈاکٹروں و فلاسفروں کا بہت بڑا گروہ کہتا ہے کہ زیادہ جاگنا صحت اور عقل دونوں کو خراب کرتا ہے۔ انکے اپنے دعوے میں یہاں تک کہ

ہو کہ مسلمانوں نے قومی تنزل کے اسباب میں شب بیداری کو ایک بڑا سبب بتائے ہیں۔ حالانکہ اگر انکو تاریخ سے واقفیت ہوا اور اس واقفیت سے وہ کوئی نتیجہ نکالنا چاہیں تو انہیں صاف معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کے ابتدائی ترقی دینے والے اور اسکو فلک عروج پر چمکانے والے وہی لوگ تھے جو رات کا اکثر حصہ جاگنے میں گزارتے تھے۔ خود وہ ذات پاک جس کی زبان مقدس سے اسلام کا دریا جاری ہوا یعنی حضرت سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے شب بیدار تھے ان کے جاگنے کے نہایت قصے صحیح و معتبر کتابوں میں موجود ہیں لکھا ہے کہ بعض راتیں ایسی ہوتی تھیں جنمیں حضرت ایک منٹ بھی آرام نہ فرماتے تھے اور دیکھا جاتا تھا کہ شب بیداری اور کھڑے کھڑے نمازیں پڑھنے سے انکے مبارک قدم سوج جاتے تھے۔

آخر جب نوبت یہانتک پہنچی تو خدا کی طرف سے آپ کو یہ پیغام آیا کہ تم ساری رات جاگنے کی تکلیف نہ اٹھاؤ۔ کچھ آرام بھی کیا کرو۔ اسوقت سے آپنے یہ معمول کر لیا کہ آدھی رات سوتے اور آدھی رات جاگتے یا دو تہائی رات سوتے اور ایک تہائی بیدار رہتے۔

اسطرح اکثر صحابہ اور وہ جنگی بہادر جنہوں نے تلوار کے زور سے دنیا میں زلزلہ ڈالدیا عموماً سب کے سب شب بیداریاں کرنیوالے تھے۔ مسلمانوں کے ابتدائی ہنگامی ناموں کو پڑھا جاسے اور انکی اندرونی زندگی کی تحقیقات ہو تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ دن بھر تلوار چلاتے تھے اور رات کو ایک حصہ بیدار رہکر خدا کی عبادت میں تھے۔ قرآن شریف میں جگہ جگہ ان لوگوں کی تعریفیں کی گئی ہیں۔ ان تعریفوں میں شب بیداری کو ممتاز لفظوں میں ظاہر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ + انکے پہلو خوابگاہوں سے جدا رہتے ہیں

دوسری جگہ فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا + اور وہ لوگ جو راتیں گزارتے ہیں اپنے خدا کے سامنے سجدے کرنے اور کھڑے رہتے میں +
الغرض اسی طرح متعدد آیتیں شب بیدار لوگوں کی شان میں نازل ہوتی ہیں +

نتیجہ یہ نکلا کہ ڈاکٹروں اور فلاسفروں کا یہ دعوےٰ کہ شب بیداری صحت کے لیئے اور قوائے عقلی کے لیئے نقصان رساں ہیں۔ اور جاگنے سے انسان کے دماغ اور جسم میں سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے۔ بالکل غلط اور بے سروپا ہے عنقریب وہ دیکھینگے کہ جاگنے کی ضرورت خود بخود اُنکو محسوس ہو گی جیسے روزے کی ضرورت کو اُنہوں نے محسوس کیا۔ جاگنے سے اگر وہ بتدریج عادت میں داخل کر لیا جائے، انسان کی طبیعت بہت بشاش اور شگفتہ رہتی ہے۔ کاہلی اور سستی پاس نہیں پھٹکتی۔ مشکل یہ ہے کہ جب لوگوں کو جاگنے کا شوق پیدا ہوتا ہے تو ایکدم بہت سا بوجھ اپنے اوپر رکھ لیتے ہیں جسکی برداشت نہیں کرسکتے۔ پس یا تو بیمار ہو جاتے ہیں۔ یا اُنکی ہمت شکستہ ہو جاتی ہے۔ چاہیئے یہ کہ آہستہ آہستہ جاگنے کی عادت ڈالی جائے۔ اور دن میں دوپہر کا وقت تھوڑا سا سونے میں صرف کیا جائے

شب بیداری کا وقت بزرگان اسلام نے مختلف طور پر بیان کیا ہو بعض شروع رات میں تھوڑی دیر تک جاگتے رہنا مفید سمجھتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ آدھی رات تک جاگنا چاہیئے۔ اور اکثر کا اسپر اتفاق ہے کہ پچھلی رات کا حصہ جاگنے اور عبادت کے قابل ہے۔ اور عموماً وہ اسی حصہ میں بیدار رہتے ہیں +

مشائخ صوفیہ نے شب بیداری کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے چند اقوال ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ حسن بصری ؒ نے فرمایا کہ "ہم لوگ رات کی عبادت اور خدا کے رستے میں مال خرچ کرنے سے بڑھکر کوئی چیز نہیں سمجھتے"۔ اُن سے سوال کیا گیا کہ "کیا وجہ ہے کہ جب بیدار رہنے والوں کے چہرے بہت نورانی ہوتے

ہیں۔" فرمایا" وہ لوگ نور خدا کے ساتھ تخلیہ میں رہتے ہیں۔ رات کی خاموشی میں ذات الٰہی کی توجہ تنہائی کی شان سے انہیں نصیب ہوتی ہے۔ اسواسطے اُنکے چہرے انوار الٰہی سے حصہ پاتے ہیں۔" حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ "جب تم سے رات کا جاگنا اور دن کا روزہ قضا ہو جائے۔ تو جان لو کہ تم سے کوئی بہت بڑا گناہ ہوا ہے"۔ خواص کا تو کیا ذکر ہے۔ اگلے زمانے میں عام لوگ بھی شب بیداری میں دل و جان سے حصہ لیتے تھے۔ حضرت حسن ابن صالح کے حالات میں لکھا ہے کہ اُنھوں نے اپنی لونڈی کو کسی شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ جب پچھلی رات ہوئی تو وہ لونڈی اُٹھی اور اُسنے آواز دی" سونے والو! اُٹھو! گھر والو۔ بیدار ہو خدا کی یادگاری کا وقت آگیا۔ آقا نے پوچھا۔ کیا صبح ہو گئی" لونڈی نے کہا نہیں ابھی صبح تو نہیں ہوئی۔ لیکن کیا تم لوگ فقط صبح ہی کی نماز پڑھتے ہو۔ تہجد کی نماز نہیں پڑھتے"۔ جواب دیا گیا" نہیں ہمکو تہجد کی عادت نہیں"۔ یہ سنکر لونڈی اپنے پہلے آقا حسن ابن صالح کے پاس گئی اور اُنسے عرض کیا کہ مجکو ایسی قوم کے ہاتھ فروخت نہ کیجیے جو رات کو جاگتے نہیں۔ اور تہجد نہیں پڑھتے"۔ حضرت حسن نے لونڈی کی خواہش کے موافق اُسکو واپس لیلیا۔ حضرت وہب یمانی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ تیس برس تک رات کو بالکل نہیں سوئے۔ اُنکے پاس ایک چمڑے کا تکیہ تھا۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا تو اُسپر سہارا دیکر چند جھونکے لے لیتے اور پھر نماز میں مشغول ہو جاتے۔ شب بیداری کے فوائد معلوم کرنیکے بعد یہ جاننا چاہیے کہ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ رات کو جاگیں۔ مگر جاگ نہیں سکتے۔ بزرگوں نے چار طریقے بتائے ہیں۔ جنسے نیند کم آتی ہے۔ اوّل رات کو کھانا کم کھانا۔ دوسرے دن میں ایسی سخت محنت نہ کرنا۔ جسکے سبب تکان زیادہ ہو اور رات کو نیند بہت آئے۔ تیسرے یہ کہ تھوڑی دیر دن کو ضرور سوئے۔ اس سے رات کے جاگنے میں مدد ملتی ہے۔

چوتھے دن کو بہت گناہ نہ کرے۔ گناہوں کے ارتکاب سے دل سخت ہو جاتا ہے اور رات کے بیدار ہونے سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ ایک شخص نے حضرت خواجہ حسن بصری سے سوال کیا کہ "میں رات کو بیدار رہنا چاہتا ہوں مگر آنکھ نہیں کھلتی۔" فرمایا "یہ تیرے گناہ کی شامت ہے۔" حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ کہ "میں ایک گناہ کے عوض پانچ مہینے تک تہجد سے محروم رہا۔" قصہ مختصر ان چاروں باتوں کا لحاظ رکھکر ہر مسلمان کو چاہیئے کہ رمضان مبارک سے فائدہ اٹھائے۔ اور اسمیں شب بیدار رہکر غیبی سعادت اور برکت کو حاصل کرے۔ اس مہینے میں آخری دس راتیں خصوصیت سے جاگنے اور عبادت کرنے کی ہیں۔ خدا ہم سب کو اُن سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق دے +

عرفان الحسن بی اے۔

صلوا علیہ وآلہ

وہ شمع اجالا جسنے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
گر ارض و سما کی محفل میں۔ لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے کھُل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہوا
وہ راز۔ اِک کملی والے نے تبلادیا چند اشاروں میں
وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دُکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملیگی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں
ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

ظفر علی خاں بی اے۔ ایڈیٹر پنجاب ریویو

نقشہ سحری و افطار رمضان المبارک بابت ۱۳۲۸ھ

تاریخ ماہ رمضان ۱۳۲۸ھ	تاریخ انگریزی مطابق ۱۹۱۰ء	انتہاء وقت سحری: گھنٹا	انتہاء وقت سحری: منٹ	ابتداء وقت افطار: گھنٹا	ابتداء وقت افطار: منٹ
ہلال	۵ ستمبر ۱۹۱۰ء	۴	۳۰	۶	۲۵
یکم رمضان	۶	۴	۳۰	۶	۲۴
۲	۷	۴	۳۱	۶	۲۳
۳	۸	۴	۳۱	۶	۲۲
۴	۹	۴	۳۲	۶	۲۱
۵	۱۰	۴	۳۲	۶	۲۰
۶	۱۱	۴	۳۳	۶	۱۹
۷	۱۲	۴	۳۳	۶	۱۷
۸	۱۳	۴	۳۴	۶	۱۶
۹	۱۴	۴	۳۴	۶	۱۵
۱۰	۱۵	۴	۳۵	۶	۱۴
۱۱	۱۶	۴	۳۵	۶	۱۳
۱۲	۱۷	۴	۳۶	۶	۱۲
۱۳	۱۸	۴	۳۶	۶	۱۱
۱۴	۱۹	۴	۳۷	۶	۹
۱۵	۲۰	۴	۳۷	۶	۸
۱۶	۲۱	۴	۳۷	۶	۷
۱۷	۲۲	۴	۳۸	۶	۶
۱۸	۲۳	۴	۳۸	۶	۵
۱۹	۲۴	۴	۳۹	۶	۴
۲۰	۲۵	۴	۳۹	۶	۳
۲۱	۲۶	۴	۴۰	۶	۲
۲۲	۲۷	۴	۴۰	۶	۰
۲۳	۲۸	۴	۴۱	۵	۵۹
۲۴	۲۹	۴	۴۱	۵	۵۸
۲۵	۳۰	۴	۴۲	۵	۵۷
۲۶	یکم اکتوبر	۴	۴۲	۵	۵۶
۲۷	۲	۴	۴۳	۵	۵۵
۲۸	۳	۴	۴۳	۵	۵۴
۲۹	۴	۴	۴۴	۵	۵۳
عید[۱]	۵	۴	۴۴	۵	۵۲

یہ نقشہ کانپور کے لیے ہے جو مندرجہ ذیل کلیہ سے ہر جگہ کافی ہوگا (سحری کھانے کا وقت) گرمیوں میں ۴ گھنٹے جاڑوں میں ساڑھے تین گھنٹے پہلے سورج نکلنے سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کھانا سحری نہیں ہے۔ ہمیشہ سورج نکلنے سے ۳ گھنٹے پہلے سحری کھانا بے اندیشہ ہے (وقت طلوع صبح صادق) جس ماہ شمسی انگریزی میں رمضان واقع ہو اس کے مطابق جو وقت لکھا ہے اس قدر گھنٹے منٹ سورج نکلنے سے پہلے طلوع صبح صادق کا وقت سمجھیے

ماہ شمسی	مقدار خوراک: گھنٹا	مقدار خوراک: منٹ
یکم فروری سے ۱۵۔ اپریل تک یکم ستمبر سے ۱۵۔ نومبر تک	[illegible]	[illegible]
۱۶۔ اپریل سے ۷۔ مئی تک ۱۱۔ اگست سے آخر اگست تک ۱۶۔ نومبر سے آخر جنوری تک	[illegible]	[illegible]
۸۔ مئی سے آخر مئی تک ۱۶۔ جولائی سے ۱۰۔ اگست تک	[illegible]	[illegible]
یکم جون سے ۱۵۔ جولائی تک	[illegible]	[illegible]

یعنی اتنا وقت جب صحیح طلوع آفتاب سے صحیح گھڑی کے موجب باقی رہے تب سحری کھانا بالکل بند کرے اس سے قبل کسی کا وقت تجویز کرکے لوگوں کو سحری سے روک دینا خلاف شرع ہے اور آپ کا نقشہ بشرط صحیح ہی ہر جگہ کے لیے کافی سمجھنا ناصحیح ہے (نقارہ نا لغت) نہ یک وقت ختم کا بجانا مفید ہے تاکہ کوئی بے وقت سحری نہ کھائے نہ کہ قبل از وقت ختم بجانا اور وقت ختم کے ختم کر دینا اذان فجر بھی طلوع صبح صادق سے پہلے جائز نہیں۔ نقشہ میں طلوع

[۱] صبح صادق سے کچھ پہلے ترک سحری اور غروب آفتاب پر افطار اور دن کے ۱۱ بجے تک روزے کی نیت اگر نہ کی ہو تو نماز عید پڑھ لینی چاہیے۔

ایڈیٹوریل

ماہ گزشتہ

ترکوں نے بحری طاقت مضبوط کرنیکے لیئے جرمن سے جنگی جہاز خریدے ہیں مگر اب تک وہی اقتدار حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی جسکو انھوں نے سلطان عبد الحمید خاں کی معزولی سے کھودیا تھا۔ ایک عالم و درویش کا صادق دل سو بیکسیم گنوں سے بڑھکر ہے۔ اگر خلافت گم کرکے جنگی ہتیار تلاش کرنا فعل عبث ہی۔ خلافت قائم رہی تو جنگی جہازوں کے بغیر رعب چھایا رہیگا۔ ورنہ سمجھ لینا چاہیئے کہ "ترکی تمام شد"۔

مصری مسلمان مادی دنیا میں تیز گامی سے بڑھ رہے ہیں۔ اُن کے خروش نے یورپین تحت گاہوں میں اضطراب پیدا کردیا ہے۔ مصری مداخلت غیر کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں اور امید کیجاتی ہے کہ عنقریب انکی مراد حاصل ہوگی یعنی قومی حکومت حاصل کریں گے۔

لیکن غیر لوگوں کے بیرونی اثر کو ہٹاکر وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ جبتک اپنا اندرونی اثر از سر تو پاک صاف نہ کریں۔ یوروپین تمدن کے سبب مصریوں میں علانیہ شراب خواری اور ناجائز آزادی کا رواج ہوگیا ہی اور روحانیت سے اُن کے سینے خالی ہوتے جاتے ہیں۔

افریقہ کے درویش اشاعت اسلام کی کوشش میں ... ب
ہیں۔ ... سال سے عرصہ میں انھوں نے علاقہ کے علاقے مسلمان ... ہیہ ...

مسلمانوں کی اس غیبی ترقی سے گھبرائے جاتے ہیں۔ او آجکل اپنے حکمرانوں کو اسلام کی بیداری سے خوف دلا رہے ہیں ۔

ہندوستان میں مسلم لیگ کی شاخیں ہر ضلع اور شہر میں کھلتی جاتی ہیں۔ مسلم لیگ ایک جماعت کا نام ہے جو بادشاہ وقت کو مسلمانوں کے ملکی حقوق سے آگاہ کرتی ہے۔ اور انکے حصول کی تدبیریں ... کرتی ہے۔ اس جماعت نے پونہ میں اپنا اخبار بھی جاری کیا ہے۔ اس اخبار کے ایڈیٹروں میں گجراتی زبان کے ایڈیٹر صوفی منش پٹیل بھی ہیں جو حلقہ نظام المشائخ کے دیرینہ خادم ہیں۔ امید ہے کہ یہ اخبار ہندوستانی صوفیوں کے حقوق بھی ہمیشہ مدنظر رکھیگا۔

آریہ درویشوں کے پیشوا مہاتما منشی رام نے اعلان کیا ہے کہ ہم مسلمانوں اور عیسائیوں کے ساتھ خورد و نوش کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ شراب اور گوشت سے پرہیز رکھنے والے ہوں۔ اس تحریک سے ہندوؤں اور آریوں میں بڑی ہلچل پڑی ہے اور آریوں کی ایک بڑی جماعت اسکے خلاف ہے۔

ممکن ہے کہ مہاتما جی نے یہ تجویز خلوص نیت سے نکالی ہو مگر اسکا اثر مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے مضر ہوگا۔ انکو اس نئی تحریک سے علیحدہ رہنا چاہیے۔ اور ہندوؤں کو بھی اپنے دیرینہ رواج کو ہاتھ سے دینا مناسب نہیں۔

آجکل اخباروں میں ہندو مسلمانوں کے ملاپ کرانے کی تجویزیں چھپ رہی ہیں۔ ہمارے خیال میں ملاپ ناممکن ہے۔ تاوقتیکہ خود گورنمنٹ انداد شورش کی طرح فریقین میں ناراضی پھیلانے والوں کو سرزنش نہ کرے۔ حالت بہت خطرناک ہوگئی ہے۔ اگر اب بھی گورنمنٹ خاموش رہی تو بات بڑھ جانیکا اور ہاتھ سے نکل جانیکا خطرہ ہے ۔

پنجاب ریویو

مولوی ظفر علیخان بی اے۔ سابق اڈیٹر دکن ریویو مشہور انشا پرداز پرجوش اہل قلم نے اگست ۱۹۱۱ء سے پنجاب ریویو جاری کیا ہے۔ آجکل وہ اپنے والد مرحوم کے ورثہ اخبار زمیندار کرم آباد کو جس قابلیت سے مرتب کر رہے ہیں اسکا تمام اخباری دنیا کو اعتراف ہے۔ پنجاب ریویو انکی علمی مشغولی کا دوسرا حصہ ہے+

پنجاب میں صدہا رسالے اور سینکڑوں اخبار اردو زبان میں شائع ہوتے ہیں جنمیں بعض اپنی معراج ترقی پر پہنچ گئے ہیں لیکن جس روش کی اسوقت پنجاب کو علی الخصوص مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ اسکا بہت تھوڑے لوگوں کو لحاظ اور احساس ہے۔ ہمارے خیال میں پنجاب ریویو نے اس گہری ضرورت کو جانچ لیا ہے۔ لہذا اسکا پہلا نمبر ضرورت کے تمام پہلوؤں کو آغوش میں لیکر نکلا ہے+

مسلمانوں کو آجکل پولیٹکل (سیاسی) معاملات کی واقفیت کی جسقدر حاجت ہے وہ کسی زمانہ شناس سے مخفی نہیں۔ مگر جسطرح پالیٹکس ایک مشکل میدان ہے اس سے زیادہ مسلمانوں کا پالیٹکس پیچیدہ ہے۔ اگر کوئی شخص مسلمانوں میں مغربی طریق سے پولیٹکل جنبش پیدا کرنی چاہے تو اسکو ہرگز کامیابی نہوگی۔ تاوقتیکہ مذہبی اسپرٹ کی آمیزش نہو۔ مسلمانوں کی زندگی اس متغیر اور متحرک زمین پر مذہب سے ہمیشہ وابستہ رہی ہے اور رہے گی۔ مذہبی تخیلات کے سہارے کے بغیر ان کا کوئی دنیاوی کام انجام کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسلیئے پنجاب ریویو نے اسکو سمجھکر پالیٹکس کے ساتھ مذہب کو شامل کر لیا ہے۔ پنجاب ریویو نے اردو علم ادب کے مکتب میں مسلمان بچہ کو پالیٹکس کی پہلی کتاب شروع کرائی ہے یعنی مسلم لیگ کے سکریٹری مولوی عزیز مرزا صاحب نے سب سے پہلے بارہ صفحوں کا ایک مضمون مسلم پالیٹکس پر لکھا ہے جو اپنے طرز و انداز کے اعتبار سے مسلم پولیٹکل سکول کا قاعدہ یا پہلی

کتاب ہے۔ ہندوؤں کے کسی پولیٹیکل رسالہ میں جب ملکی معاملات پر بحث ہوتی ہے تو ایسے گہرے اور لہردار مضمون بیان ہوتے ہیں کہ معمولی لیاقت کا مسلمان تو کجا وائسرائیگل کونسل کے مسلمان ممبر بھی اُسکو مشکل سے سمجھ سکیں۔ اِسکی وجہ ظاہر ہے کہ ہندوں کی خاموشی اور خلوت نشینی نے مسلمانوں کو اس کوچہ سے ناآشنا کر دیا ہے۔ لیکن انکے دماغ تاجداری وجہانبانی کے اجزا سے بنائے گئے ہیں ذراسی حرکت کی دیر ہے پھر دیکھئے کہ وہ کس طرح اس فٹ بال میچ میں پالٹیکس کی گیند پر ٹھوکریں مارتے ہیں +

مسلم پالیٹکس کا مضمون باہمی گفتگو کے پیرایہ میں لکھا گیا ہے جس سے موجودہ مسلم پالیٹکس کا اکثر حصہ ذہن نشین ہو سکتا ہے +

دوسرا مضمون قابل دید خود اڈیٹر کا اسلامی برکات پر ہے۔ یہ مضمون بھی اپنی نوعیت میں لاثانی اور مسلمانوں میں قومی نشہ پیدا کرنے والا ہے +

ہستی کی حقیقت پر نظم و نثر بھی خوب ہے۔ اِسکے علاوہ آٹھ مضمون نظم و نثر اور ہیں جو اردو رسالوں کی معمولی روش پر لکھے گئے ہیں +

ضخامت پچاس صفحے۔ لکھائی چھپائی بہت اعلیٰ۔ انگریزی رسالوں کا سائز قیمت قسم خاص ۸ اور قسم عام ۶ مقرر ہے + کرم آباد پنجاب کے پتہ سے طلب کرنا چاہئے۔

علی گڈھ کالج میں آجکل ایک تشویشناک نقیض پیدا ہوئی ہے جسکا معلوم کرنا اور اس میں دخل دینا ہر مسلمان کا عموماً اور ہر ممبر حلقہ نظام المشائخ کا خصوصاً لازمی اور ضروری فرض ہے۔ حلقہ کو کالج سے علاوہ اسلامی تعلق کے ایک خاص تعلق یہ ہے کہ وہاں کے طلبہ میں حلقہ کے سیکڑوں ممبر ہیں +

نقیض کے اسباب ابھی علانیہ طریق پر ظاہر نہیں کیے گئے ہیں۔ اسلیئے ہمکو واقعات

نقیض پر گفتگو کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن ناظرین کی واقفیت کے لیے ظاہر کرنا ضروری ہو کہ کشمکش اُن دو شخصوں میں ہے جو کالج کے روح رواں مانے جاتے ہیں۔ یعنی نواب وقار الملک اور صاحبزادہ آفتاب احمد خاں +

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ بیدار طبقہ کے سرگروہ ایسے امور کے مرتکب ہوتے ہیں جو انکی علمیت و قابلیت اور دوراندیشی کے سراسر منافی ہے +

صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کی قومی خدمات کا تمام مسلمانوں کو اقرار ہے لیکن اسکے باوجود جو وقعت نواب وقار الملک کی لوگوں کے دلوں میں ہو اور جو اعتماد کل جمہور کو نواب صاحب پر ہی۔ اُسکا عشر عشیر بھی صاحبزادہ صاحب کو میسر نہیں۔ ایسی حالت میں اُنکا نواب صاحب کے مقابلہ میں آنا نقصان رساں غلطی ہر اور اُن جیسے معاملہ فہم اور مدبر کی شان کے شایاں نہیں +

صاحبزادہ صاحب کالج کی موجودہ رفتار میں کچھ تغیر کرنا چاہتے ہیں اور اسکے متعلق اُنھوں نے ایک یادداشت اراکین کالج کے سامنے پیش کی ہو۔ اس یادداشت میں جو باتیں قابل اصلاح اور قابل ترویج لکھی گئی ہیں۔ اُنپر بحث کرنیکا یہ موقع نہیں۔ آئندہ ماہ میں اسپر کلام کرنے کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ جب تک نواب صاحب کا جواب بھی پبلک میں آجائے گا +

لیکن اسقدر لکھدینے میں کچھ مضائقہ نہیں کہ صاحبزادہ صاحب اِس بازی سے باز نہ آئے تو قوم کے دلوں سے اپنی محبت و عظمت کو بالکل مٹادیں گے اور جو بات برسوں کی کوشش سے اُنھوں نے حاصل کی ہو وہ آناً فاناً میں مفقود ہو جائے گی۔ قوم کو اور بحیثیت فرد قوم ہونیکے ہم کو نواب صاحب کی ذات پر بالکل بھروسہ ہے۔ اور ہم نہیں چاہتے کہ فرقہ بندی سے اُنکے کام میں رخنہ ڈالا جائے۔ اور اُنکی موجودہ روش میں دست اندازی ہو۔ جو کام ہو رہا ہے بالکل

مناسب اور موزوں ہے کسی تغیر اور تبدیلی کی ضرورت نہیں۔

صاحبزادہ صاحب نے اپنی یادداشت میں جو عاقلانہ پہلو اختیار کیا ہے اس سے یورپین سٹاف اور گورنمنٹ کی خوشنودی کو اپنی طرف مائل کرنے کی نیت مترشح ہوتی ہے۔ مگر گورنمنٹ ایسی نادان نہیں ہے جو ان خانگی اور ذاتی جھگڑوں میں دخل دیکر خواہ مخواہ کا دردسر مول لیگی۔

ہماری دعا ہے اور سب مشائخ کو دعا کرنی چاہیے کہ مسلمانوں کی ایک کام کرنے والی جماعت نفاق و مناقشہ سے محفوظ رہے اور یہ کشمکش جلد تر ختم ہوجائے۔ آمین۔

اِس ماہ میں مندرجۂ ذیل حضرات نے رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں کامیابی کے ساتھ سعی فرمائی۔ ہم انکے شکرگزار ہیں۔ خدا انہیں اجردے۔ دیگر معاونین کو اسطرف توجہ کرنی چاہیے۔

جناب منشی غلام جیلانی صاحب	گرداور ٹانڈہ	ایک خریدار
جناب مولانا شاہ عبدالجلیل صاحب	پٹنہ	ایک خریدار
جناب منشی غلام حیدر صاحب	حسنیا خورد	ایک خریدار
جناب سید حسن صاحب جمالی	حیدرآباد دکن	دو خریدار
جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے	بمبئی	ایک خریدار
جناب سیٹھ رام نرائن صاحب	متھرا	ایک خریدار
جناب خدابخش صاحب	کوسی	ایک خریدار
جناب احسن خانصاحب	دہلی	ایک خریدار
جناب شرافت علی صاحب	ریواڑی	ایک خریدار

دعا خانہ

صحت یابی :- خدا تعالیٰ نے حسن نظامی کو صحت دی نصف نذر چہ داخل خزانہ حلقہ کردیئے گئے۔ نصف آئندہ ماہ میں ادا کرونگا۔

دعائے صحت :- حضرت صدر حلقہ جناب مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب کی صاحبزادی علیل ہیں صحت و سلامتی کی دعا کی جائے۔

ایک صاحب فالج کے مرض مبتلا ہیں صحت کی دعا فرمائی جائے۔

شیخ محمد ابراہیم صاحب سکول ماسٹر چھاؤنی ڈبرو گڈھ کی اہلیہ کو خدا تعالیٰ دمہ و کھانسی سے صحت دے۔

سورج دین ریاست ریواں ادائیگی قرض کی دعا چاہتے ہیں ۱۰۰ روپیہ نذر حلقہ کریں گے۔

قمر الدین احمد صاحب ڈپٹی پورنیہ سے لکھتے ہیں کہ انکے عارضہ چشم کے لیے مشائخ حلقہ علی الخصوص حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب سے دعا کرائی جائے حسب ہمت حلقہ کی اعانت کرینگے۔

حلقہ کے خاص خادم حکیم محمود علی خاں صاحب رئیس آگرہ کی اہلیہ نے رحلت کی مغفرت کی دعا کی جائے۔

افریقہ سے بابو برکت علی صاحب برکت دین و دنیا و سلامتی ایمان و ترقی مدارج ظاہر و باطن کی دعا چاہتے ہیں۔ حلقہ کے خادم ہیں۔

قصور سے ایک متوسل سلسلہ نظامیہ تولید فرزند کی دعا چاہتے ہیں۔ دس روپیہ نذر کریں گے۔

جناب دیوان عثمان علی شاہ صاحب سرگروہ حضرت شیخ نظام الدین ... کو دو بزرگوں سے ... دعا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔

فہرست کتب تصوف وغیرہ دکان غلام نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک متصل فوارہ دہلی

ترجمہ اردو عوارف المعارف مصنفہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز یہ دو جلد قیمت عہ

ترجمہ اردو فصوص الحکم مصنفہ حضرت امام الصوفیہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز۔ عہ

مخزن الحقیقت ملفوظات و معمولات حضرت مرزا مظہر جان جاناں صاحب مظہر شہید قدس سرہ العزیز ۱۲ر

مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی جسمیں حالات و مقامات حضرت مجدد صاحب ممدوح درج ہیں۔ ۱۰ر

بوستان غوثیہ یعنی سوانح عمری حضرت غوث بہاؤ الدین ذکریا ملتانی قدس سرہٗ۔

تحفہ مرسلہ عربی ترجمہ اردو۔ یہ رسالہ حضرت غوث پاک شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی کے پیر مرشد حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث پاک کی تعلیم کے لیئے لکھا تھا۔ ۳ر

شرح کلام۔ باقی اس میں پیران پیر کے مشہور خرق عادات و ضروری حالات وغیرہ وغیرہ درج ہیں۔ ۳ر

فضائل مکہ معظمہ تصنیف افضل التابعین قدوۃ الاولیا والعارفین حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مترجم اردو بحاشیہ اس کا ہر صوفی مشرب کو دیکھنا اور رکھنا واجب ہے۔ ۱۲ر

فضائل القرآن عجائب البیان مترجم اردو یہ رسالہ بھی بڑا عمدہ ہے اسمیں فضائل و خواص سورۂ قرآن مجید از روئے حدیث درج ہیں۔ ۳ر

فیضان توکلیہ حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی جو اس آخری وقت میں ایک مشہور شیخ تھے اسمیں انکے حالات جسمیں چند اونکے عمل اور اوراد مجرب مع ترکیب کے درج ہیں قیمت ار۔ ار

نکات الحق ترجمہ اردو لطائف الجنۃ مصنفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اسمیں عجیب عجیب نکتہ شریعت و طریقت کے درج ہیں۔ ۶ر

نفایس القصص جسمیں عمدہ عمدہ حکایتیں نظم کے متعلق تصوف عبرت انگیز درج ہیں ۳ہر

دوائے دل ترجمہ تقسیم الاوراد مصنفہ شیخ محمد صاحب چشتی قدس سرہ العزیز یہ کتاب خاندان چشتیہ کے ایک بہت بڑے بزرگ کی تصنیف ہے اوراد میں۔

سیرت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری ۳ر

نعمۂ کبری یعنی خلاصہ حالات پاک جناب صابر صاحب کلیری رحمۃ اللہ علیہ۔

سیرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح عمری۔ ۳ر

سوانح عمری حضرت مولیٰ علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی ۶ر

سیرت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری ۳ر

سیرت النبی سوانح عمری حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲ر

حیات امام ابو یوسف خلیفہ مامون رشید عباسی کے عہد بلکہ اسلام کے سب سے پہلے قاضی القضاۃ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید اور بڑی بھاری کے محدث اور فقیہ کی مختصر سوانح عمری۔ ۲ر

ماہ کنعان یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی سوانح عمری ۲ر

حیات ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ یعنی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے اوستاد اعلیٰ درجہ کے واعظ عبد الرحمن ابن جوزی کی سوانح عمری ۲ر

حیات ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ یعنی خواب کی تعبیر بتانے میں کامل بزرگ تھے پایہ کے محدث اور فقیہ کی مختصر سوانح عمری ار

القول الجمیل ترجمہ اردو شفاء العلیل مرتبہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۵ر

طب ایمانی تصنیف نواب صدیق الحسن خان صاحب مرحوم مغفور کی اعمال میں سے ہے اسمیں تمام وہ عملیات درج ہیں جنکا ثبوت قرآن و حدیث سے ملتا ہے۔ ۸ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۲۱

عید نمبر

رمضان ۱۳۳

اکتوبر ۱۹۱

جلد ۳

نمبر ۴

قیمت سالانہ

نظام المشائخ

۷۸۶

ہر مذہب کے تصوف، ادب، تاریخ، تمدن، اخلاق کو شائع کرنے والا۔ اور ہر مذہب کے درویشوں کا حامی۔ ماہوار رسالہ

اعلیٰ مدیر • حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی خواجہ زادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

نائب مدیر • خادم الفقراء سید محمد ارتضیٰ واحدی۔ دہلوی •

فہرست مضامین

(دنیا کی آبادی میں نیز ہر ۔۔۔ تمامی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے)

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک پانچ روپیہ فی پرچہ ۸ قسم دوم سالانہ مع محصول ڈاک ۔۔۔ قیمت فی پرچہ

منشی فضل حسین کے ہلالی پریس دہلی میں چھپوا کر محمد الواحدی مالک اڈیٹر نے

منزلگاہ حلقہ نظام المشائخ دہلی سے شائع کیا

قیمت فی پرچہ

خریداران نظام المشائخ کی خدمت مین

اطلاع

(۱) رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی ۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ خریدار صاحبان کو چاہیئے کہ دیر سویر کا خیال کر کے ۱۰ تاریخ تک اسکا انتظار کریں اگر اس تاریخ کو بھی نہ پہونچے تو فوراً ہمیں اطلاع دین ہم اور پرچہ بھیجدینگے ورنہ (۱۰ تاریخ تک شکایت نہ پہنچنے کی حالت مین) دوسرا پرچہ قیمتاً ملے گا ✤

(۲) جن صاحبون کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہوا کرے انہیں چاہیئے کہ ہمیں بھی اوسکی خبر دیدیا کریں۔ ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ وار ہونگے دوسرا پرچہ مفت نہیں بھیجا جائے گا۔) عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے اصلی گاؤں یا شہر کے ڈاکخانہ کو دیدینی کافی ہے ✤

(۳) خط و کتابت میں کم از کم اپنا نام پتہ نہایت صفائی کے ساتھ لکھنا چاہیئے اور خریداری کا نمبر ضرور بتانا چاہیئے۔ ورنہ جواب نہ پہنچنے کی شکایت معاف ✤

(نوٹ) ۱۲۷ رسالہ کے نمبر ہیں جو ڈاکخانہ کی طرف سے اسے ملے ہین۔ انکا لکھنا بیکار ہے ضرورت اس نمبر کے لکھنے کی ہے جو خریدار کے پتہ کی چٹ پر شروع میں اسطرح ۱۲۲۱ لکھا ہوتا ہے ✤

(۴) رسالہ کی قیمت ہر حال میں پیشگی لیجاتی ہے ✤

(۵) نمونہ کے پرچے کیلئے ۱ہ کے ٹکٹ بھیجنے چاہئیں۔ یا سرکاری وی پی منگانا چاہیئے مفت نہیں مل سکیگا ✤

المشتھر

محمد الواحدی مالک و اڈیٹر نظام المشائخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظام المشائخ

عید الفقراء

نظام المشائخ کا یہ نمبر مسلمانوں کے دینی وقومی تہوار عید الفطر کی خوشی میں عید نمبر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لیکن درویشوں اور مشائخ کے پرچہ کو عید سے کیا تعلق ہو فرقہ رنج و خوشی کے احساس سے اونچا مقام رکھتا ہو اسکو دنیاوی تہواروں سے کیا سروکار۔ مگر نہیں۔ دنیا کی سب قوموں اور سب مذاہب میں ایک مخصوص دن عام خوشی کا پایا جاتا ہے۔ ظہور اسلام کے قبل عربوں میں بھی خوشی کے تہوار منائے جاتے تھے حالانکہ وہ زمانہ عرب کی جاہلیت اور غیر تمدنی کا تھا۔ یعنی انکو دنیا کی قومیں وحشی اور اصول زندگی سے بےخبر قوم کہتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اظہار مسرت کے لیے ایک خاص دن کا مقرر رہنا جسمیں قوم کے کل افراد مجموعی شان سے حصہ لیں قدرتاً اور فطرتاً ہر متمدن اور غیر متمدن نسل انسان میں جاری رہتا آیا ہے +

قوموں کی زندگی اور ترقی جن ذرائع سے معلوم ہوتی ہی۔ اُن میں قومی تہواروں کی شان وشوکت کو بہت کچھ دخل ہی اسلام نے ظاہر ہوکر عرب اور اکثر حصہ عالم کی مراسم قبیح اور نازیبا رواجوں کو زیر زبر کرڈالا۔ اور مٹادیا۔ مگر جو رسمیں بشریت کی فطرت میں داخل تہیں۔ اُنکو باوجود اپنے بھاری بہرکم طرز عمل اور تقولے ومتانت کے جاری رکھا بلکہ اُن میں اور چار چاند لگائے +

چنانچہ وہ کہیل جو جنگجو قوموں میں بطور مشق جاری تھے اسلام نے اُنکو منع نہیں کیا۔ خود بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام بارہا ایسے کہیلوں میں شریک ہوئے ہیں حالانکہ کہیل تماشہ اور لغو مشغلوں سے آپنے ہمیشہ نفرت کا اظہار کیا۔ اور لوگوں کو اِس سے روکتے رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہیل جنسے قوم میں کوئی کارآمد بات پیدا ہو اسلام نے بند نہیں کیے۔ اور اُن کو اپنی متانت و بردباری کے خلاف نہیں سمجھا مثلاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیزہ بازی اور تیراندازی کے کہیلوں کا خود بھی تماشہ دیکھتے تھے۔ اور اپنے عیال کو بھی دکھاتے تھے۔ معتبر روایتوں سے یہاں تک ثابت ہی کہ آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ دوڑ کے کھیل میں شریک ہوتے۔ اور خود بنفس نفیس دوڑتے اور فرماتے۔ دیکھیں کون آگے نکلے +

بہادری اور مردانگی کے کہیلوں میں خود خلاصۂ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہونا دلیل ہی اِس امر کی کہ ہر زمانہ میں جو کہیل دلیری و شجاعت کا جذبہ پیدا کرنیوالے ہوں وان میں ہر ثقہ اور متین مسلمان شامل ہوسکتا ہی۔ اور کوئی شخص اُسپر اعتراض نہیں کرسکتا۔ کیونکہ جو ذات سب سے زیادہ متین اور سب سے زیادہ بُردبار تھی وہ بھی ایک مفید حد تک اِن کہیلوں کو جائز رکھتی تھی +

اِسی پر ایام خوشی کو قیاس کرنا چاہیئے کہ سال بھر میں ایک دن ایسا ہونا جس میں قوم کا ہر فرد اپنی حیثیت اور طبیعت کے موافق خوش ہو ضروریات سے تہا۔ اسواسطے

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الضحٰے دو دن مقرر فرمائے۔ یہ دونوں دن اسلام کے دو عظیم الشان فرائض کی تکمیل کی خوشی میں مقرر ہوئے۔ عید الفطر مہینہ بھر کے روزے ادا کرنے کے بعد اور عید الضحٰے حج کعبہ کے بعد۔ اس طریقہ سے مسلمانوں کی خوشی کو اپنے معبود کی عبادت کے ساتھ جیسی کچھ وابستگی ہوگئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ہر شخص خود غور کرسکتا اور سمجھ سکتا ہے۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جلیل القدر صحابہؓ دلی یکجہتی اور شادمانی سے ان تہواروں میں حصہ لیتے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان قومی تہواروں کو انکی شان کے موافق متانت اور بھاری بھرکم پن کے خلاف و منافی نہیں ہے۔ درویش اور مشائخ بھی بشر ہیں اور انسانوں کے دل سینے میں رکھتے ہیں۔ اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے انکی شان کچھ اعلیٰ و برگزیدہ نہیں ہے جو اپنے دینی اور قومی تہوار کی خوشی کے اظہار میں شریک ہونا اپنے وقار و منصب کے خلاف تصور کریں۔ خوشی اور رنج کا حس مٹ جانا دوسری چیز ہے۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنے حواس آدمیت سے معطل ہو جائے۔ بلکہ وہ ایک مقام رضا و تسلیم ہے جس میں درویش رضائے الٰہی کی طلب میں ایسا بے خبر ہو جاتا ہے کہ وہ دنیا کی تکلیفات اور خوشیاں اسکی طلب میں مخل نہیں ہونے پاتیں اور وہ ایک ہی دھن میں مستغرق رہتا ہے۔

پس عید جیسے قومی و دینی تہوار میں فقرا و مشائخ کا یا انکے اخبار و رسالہ کا شریک ہونا اور اسکی خوشی میں اپنے دیگر ہم مذہب بھائیوں کی مثل برابر حصہ لینا نامناسب و ناروا نہیں ہے۔ بلکہ لازمی اور ضروری ہے۔

اڈیٹر

عید کے دربار

تغلق اور مغل بادشاہوں کے زمانے میں

دنیا میں جسقدر سر برآوردہ قومیں گزری یا موجود ہیں سب نے اظہار خوشی و خرمی کے واسطے خاص خاص دن مقرر کر رکھے ہیں۔ پارسی غرہ فروردین کو جشن نوروز مناتے ہیں۔ ہندو بسنت پنچمی اور ہولی کے ایام میں فصل بہار کی امنگیں دکھاتے ہیں عیسائی ۲۵ دسمبر کو بڑا دن جانتے اور ایک ہفتہ تک سیر و تفریح کا لطف اٹھاتے ہیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے واسطے سب سے زیادہ خوشی کا دن عید الفطر کا مقرر فرمایا ہے +

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابی بکر رض ہر ایک قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے مصابیح میں حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ حضرت عید کے دن کپڑا اوڑھے لیٹے تھے۔ اور انصار کی دو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں دف بجاکر بہادری کے گیت گاتی تھیں۔ اسی عرصہ میں حضرت ابوبکر صدیق رض آگئے اور آپ نے ان لڑکیوں کو ڈانٹا۔ اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کھول کر یہ حدیث فرمائی۔ یعنی عید کے دن ایسے راگ کا کچھ مضائقہ نہیں +

جب تک مسلمانوں کا آفتاب اقبال تاباں رہا۔ عید کا تہوار نہایت دھوم دھام اور شان و شوکت سے منایا جاتا تھا۔ بادشاہ سے لیکر فقیر تک ہر شخص اپنی حیثیت کے

مطابق عید کے دن آن بان دکھاتا تھا جس طرح بادشاہ دربار عید کی شان و شوکت میں خزانہ خالی کر دیتے تھے اسی طرح ایک غریب بھی اپنے مکان میں آرائش و زیبائش کرکے اپنے دوستوں کی دعوت کرتا۔ اور اُن سے بلکر خوش و خرم ہوتا تھا۔ دو تین دن تک باہمی ملاقاتوں کے جلسے اور سیر و تفریح کے لطف اُٹھائے جاتے تھے۔ عیدگاہ میں نمازیوں کی ایسی کثرت ہوتی تھی کہ تل رکھنے کو جگہ نہ بچتی تھی۔ اِس زمانہ کی طرح مردہ دلی نہ تھی کہ چھوٹے سے چھوٹے قصبہ میں بھی عیدگاہ تک پہنچنا دوبھر معلوم ہوتا ہے۔ اور کئی کئی جگہ محلہ کی مسجدوں میں نماز پڑھی جاتی ہے۔

مشہور و معروف سیاح ابن بطوطہ نے جو سلطان محمد تغلق کے عہد (۷۲۵ھ لغایت ۷۵۲ھ) میں ہندوستان میں آیا تھا اپنے سفرنامہ میں عید کی نماز اور دربار کا مفصل ذکر لکھا ہے جس سے اُس عہد کی عید کی شان و شوکت کا بخوبی حال معلوم ہوتا ہے وہ لکھتا ہے کہ چاندرات کو بادشاہ اپنی طرف سے امیروں اور مصاحبوں اور مسافروں اور متصدیوں اور حاجیوں اور نقیبوں اور افسروں اور غلاموں اور اخبار نویسوں کے واسطے ایک ایک خلعت اُنکے درجہ اور حیثیت کے موافق بھیجتا ہے۔ جب صبح ہوتی ہے تو ہاتھی سجائے جاتے ہیں۔ اور اُنپر طلائی اور جڑاؤ جھولیں ڈالی جاتی ہیں۔ ان میں سو ہاتھی خاص بادشاہ کی سواری کے ہوتے ہیں۔ اور ان سب پر ایک ایک چھتر ہوتا ہے جو ریشم سے بنا اور جواہرات سے جڑا ہوا ہوتا ہے ہر ایک چھتر کی ڈنڈی خالص سونے کی ہوتی ہے ہر ایک ہاتھی پر ایک ریشمی گدی جو جواہرات سے مرصع ہوتی ہے رکھی جاتی ہے۔ ایک ہاتھی پر بادشاہ سوار ہوتا ہے اور اُسکے آگے زین پوش جنپر جواہرات جڑے ہوتے ہیں۔ ایک عَلَم بطور پرچم کے لے جاتے ہیں۔ ہاتھی کے آگے غلام اور مملوک پیادہ پا چلتے ہیں ان میں ہر ایک کے سر پر چاچی ٹوپی اور کمر پر مطلا پیٹی ہوتی ہے۔ بعض پیٹیوں پر جواہرات جڑے ہوتے ہیں۔ بادشاہ کی سواری کے آگے تین سو نقیب بھی ہوتے ہیں۔

ہر ایک کے سر پر پوستین کی کلاہ کمر میں طلائی پیٹی اور ہاتھ میں سونے کے دستہ کا تازیانہ ہوتا ہے۔ صدر جہاں قاضی القضاۃ کمال الدین غزنوی اور صدر جہاں قاضی القضاۃ ناصر الدین خوارزمی اور تمام ذی رتبہ قاضی اور پردیسی عراقی خراسانی شامی مغربی سب ہاتھیوں پر سوار ہوتے ہیں۔ مؤذن ہاتھیوں پر سوار تکبیر کہتے جاتے ہیں۔ اس ترتیب سے بادشاہ محل شاہی کے دروازے سے باہر نکلتے ہیں وہاں لشکر منتظر ہوتا ہے اور ہر ایک امیر اپنی اپنی فوج اور نوبت و نقارے اور سازوسامان کے ساتھ علیحدہ علیحدہ کھڑا ہوا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے بادشاہ کی سواری مع اپنے جلوس کے بڑھتی ہے۔ اُس کے پیچھے باجے والے اور بعدہ شاہی خدمتگار رہتے پھر بادشاہ کے بھائی مبارک خاں اور بھتیجہ بہرام خاں اور چچازاد بھائی ملک فیروز کی سواری مع اپنے اپنے جلوس کے ہوتی ہے ان کے بعد وزیر۔ پھر ملک مجید ذی الرجا۔ پھر ملک تبولہ۔ پھر ملک نکبہ۔ پھر ملک بغرا۔ پھر ملک مخلص۔ پھر قطب الملک مع اپنے اپنے لشکر اور نوبت نقارے کے ہوتے ہیں۔ ان کے پیچھے چھوٹے چھوٹے امیر اور سردار جاتے ہیں۔ جب بادشاہ عیدگاہ کے دروازے پر پہنچتے ہیں تو کھڑے ہو کر حکم دیتے ہیں کہ قاضی اور مؤذن اور بڑے بڑے امیر اور پردیسی پہلے داخل ہو جائیں۔ بادشاہ پیچھے اُترتا ہے۔ اور امام نماز شروع کرتا ہے۔ اور بعد نماز خطبہ پڑھتا ہے۔ بعد نماز بادشاہ واپس ہوتا ہے۔ عید کے دن تمام دیوان خاص میں فرش بچھایا جاتا ہے۔ اور طرح طرح کی آراستگی کی جاتی ہے۔ دیوان خاص کے صحن میں بارگاہ کھڑی کی جاتی ہے جو بہت بڑا خیمہ ہوتا ہے اور بہت سے موٹے موٹے ستونوں پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ اُسکے چاروں طرف اور خیمے ہوتے ہیں۔ اور ریشم کے بوٹے جن میں رنگ برنگ کے چھوٹے بڑے ریشمی پھول ہوتے ہیں۔ لگائے جاتے ہیں۔ اس قسم کے درختوں کی تین قطاریں دیوان خانہ میں بناتے ہیں دو دو درختوں

سے درمیان میں ایک ایک سونے کی چوکی بچھائی جاتی ہے جن پر گدیاں بچھائی اور رومال ڈالے جاتے ہیں۔ وسط دیوان خانہ میں خالص سونے کا بڑا تخت بچھایا جاتا ہے جسکا طول ۳۲ بالشت اور عرض ۱۶ بالشت ہوتا ہے۔ اسمیں جواہرات جڑے ہیں تخت پر کرسی بچھائی جاتی اور چھتر لگایا جاتا ہے جب بادشاہ اس تخت پر بیٹھتا ہے تو نقیب اور حاجب بلند آواز سے بسم اللہ کہتے ہیں۔ پھر ایک ایک شخص سلام کیواسطے آگے بڑھتا ہے۔ پھر ایک ایک شخص سلام کے واسطے آگے بڑھتا ہے۔ سب پہلے قاضی۔ خطیب۔ عالم۔ سید۔ اور مشائخین اور بادشاہ کے بھائی بند آگے بڑھتے ہیں۔ اِنکے بعد پردیسی۔ پھر وزیر۔ پھر فوج کے بڑے بڑے افسر اور سردار اور پھر غلام آگے بڑھکر بادشاہ کو سلام کرکے واپس آتے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاتے ہیں۔ جن لوگوں کے پاس جاگیریں ہیں دیہات میں وہ کچھ اشرفیاں لاتے اور رومال میں باندھکر تھال میں جو اسی مطلب کے واسطے رکھے رہتے ہیں ڈالتے جاتے ہیں۔ رومالوں پر نذر پیش کرنے والوں کا نام لکھا رہتا ہے۔ انہی اشرفیوں میں سے بادشاہ جس کو چاہتا ہے بخشش کرتا ہے۔ جب سلام ہو چکتا ہے تو کھانا آتا ہے۔ عید کے دن بڑی انگیٹھی بھی باہر نکالی جاتی ہے وہ برج کی شکل کی خالص سونے کی بنی ہوئی ہے اُسکے ٹکڑے علیحدہ ہوتے ہیں۔ جب باہر نکالکر رکھتے ہیں تو ٹکڑے جوڑ لیتے ہیں۔ اسمیں تین خانے ہیں۔ جن میں فراش داخل ہوکر عود۔ الائچی اور عنبر جلاتے ہیں جس کی خوشبو سے تمام دیوان خانہ مہک اٹھتا ہے غلاموں کے ہاتھوں میں سونے چاندی کے گلاب پاش ہوتے ہیں جنسے وہ حاضرین پر گلاب اور پھولوں کے عرق چھڑکتے ہیں۔ یہ بڑا تخت اور انگیٹھی فقط عید کے دن باہر نکالی جاتی ہے۔ عید کے دوسرے دن بادشاہ دوسرے تخت پر جلوس کرتے ہیں۔ یہ بھی زرّیں ہے۔ یہ جلوس بارگاہ میں عصر کے وقت ہوتا ہے۔ عید کے تیسرے دن بادشاہ کے رشتہ داروں کے

نکاح ہوتے ہیں۔ اور اُنکو جاگیریں ملتی ہیں۔ چوتھے دن غلام آزاد کیے جاتے ہیں
پانچویں دن لونڈیاں آزاد کیجاتی ہیں۔ چھٹے دن لونڈیوں اور غلاموں کے نکاح ہوتے ہیں
ساتویں دن خیرات تقسیم ہوکر عید کا جشن ختم ہوتا ہے ؀

عید کے دربار میں علاوہ ان مراسم کے جن کا ذکر ابن بطوطہ نے کیا ہے۔ اور بھی طرح طرح کے عیش و نشاط کے جلسے انجام پاتے تھے۔ علماء فضلا اور مشائخین کی صحبتیں گرم رہتی تھیں۔ شعرائے باکمال قصائد پڑھتے اور انعام و اکرام سے مالامال ہوتے تھے۔ فخر زماں بدر چاچی نے جشن کی تعریف میں اکثر قصائد لکھے ہیں ؀

سلاطین مغلیہ میں اکبر اور جہانگیر شاہان عجم کی تقلید میں سال شمسی کے نوروز پر نہایت دھوم دھام سے جشن منعقد کرتے تھے جن کی شان و شوکت کے مفصل حالات اُس عہد کی تاریخوں میں موجود ہیں۔ اس سالانہ جشن کے بعد تاریخ ولادت کے جشنوں کا نمبر تھا جو شمسی اور قمری حساب سے سال میں دو مرتبہ ہوا کرتے تھے۔ عید وغیرہ کے دربار رسمی اور معمولی طور سے انجام پاتے تھے۔ شاہجہاں نے تخت نشیں ہوکر ان جشنوں کو بدستور قدیم جاری رکھا۔ اور موسوی خاں صدر کو حکم دیا کہ ماہ مبارک رمضان المعظم میں شب کے وقت بعد ختم تراویح اہل احتیاج و استحقاق کو پیش کیا کرے۔ چنانچہ سوائے یومیہ اور مدد معاش کے ایک ہزار روپیہ یومیہ کے حساب سے تیس ہزار روپیہ اس ماہ مبارک میں مستحقین کو تقسیم کیے گئے اور آیندہ کیواسطے قرار پایا کہ اسیقدر روپیہ ہر سال تقسیم ہوا کرے ؀

شب یک شنبہ (۱۰۳۷ھ) کو ع ہلال عید پدید آمد از کنار فلک ؀ فوراً صدائے شادیانہ بلند ہوئی۔ توپ خانہ سے سلامی سر ہوتی۔ وزراء، اُمراء اور ارکین سلطنت مبارکبادی کے واسطے حاضر ہوئے صبح کو بادشاہزادہائے بخت بیدار

اور اُمرائے عالیمقدار اور سرداران ذی وقار مع اپنے اپنے خدم و حشم کے قلعہ کے جلوخانہ میں جمع ہوئے بادشاہ اسپ بادرفتار پر سوار ہوکر نہایت شان و شوکت اور ساز و سامان سے برآمد ہوئے توپخانہ نے سلامی اُتاری۔ اُمرا نے تسلیمات و تہنیت ادا کی۔ اِسکے بعد جلوس باقاعدہ ہوکر عیدگاہ کو روانہ ہوا۔ بادشاہ نے عید کی نماز ادا فرمائی۔ مؤذن خطیب اور علما و صلحا خلعت و انعام سے سرفراز ہوتے۔ نماز کے بعد پھر توپیں چلنا شروع ہوئیں۔ اور بادشاہ خطبہ سنکر اُسی طرح واپس قلعہ تشریف لائے۔ آمد و رفت کے وقت برابر سواری پر روپے پیسے اور اشرفیوں کی نچھاور ہوتی رہی۔ اور ہزاروں غریب اس زرافشانی سے مالامال ہوتے۔ دوسرے دن دیوان عام دربار منعقد ہوا۔ اور اُمرا و وزرا ترقی مناصب اور علما و فضلا انعام و اکرام سے سرفراز ہوئے۔ شاہجہاں کے عہد سلطنت میں یہی طریقہ جاری رہا۔

شہنشاہ عالمگیر نے تخت نشین ہوکر جشن نوروز کو موقوف کرکے بجائے اُسکے سلطنت کا سب سے بڑا جشن نشاط افروز مقرر کیا۔ جو بلحاظ تاریخ ولادت و ماہ جلوس ۲۴۔ رمضان کو شروع ہوکر بلحاظ جشن عید ۳۔ شوال کو ختم ہوتا تھا بادشاہ اُسی ترتیب و جلوس سے جو شاہجہانی عہد میں تھا۔ دوگانہ عیدگاہ میں ادا کرتے تھے سنہ جلوس میں یہ مشترکہ [illegible] موقوف ہوکر صرف عید کا جشن قرار پایا جو یکم شوال کو شروع ہوکر ۱۰ شوال کو ختم ہوتا [illegible] صاحب مرآت العالم نے اِن جشنوں کا حال بیان کیا ہے جس سے واضح [illegible] دیوان خاص و عام خاص طور سے سجایا جاتا تھا۔ آتشبازی نہایت اعلیٰ درجہ کی چھوڑی [illegible] تھی۔ اور وزرا اور اُمرا اور ارکین سلطنت کے علاوہ ہزاروں غریب و غربا انعام و اکرام سے مالامال ہوتے تھے۔

پہلے جشن کے موقع پر فرانس [illegible] ڈاکٹر برنیر بھی موجود تھا۔ وہ اپنے سفرنامہ میں

لکھتا ہے کہ اس جشن سے بڑھکر کوئی تماشہ میں نے عمر بھر نہیں دیکھا۔ اُس روز بادشاہ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے دیوان خاص و عام کے صدر میں مرصع تخت پر بیٹھا نظر آیا۔ اُسکی پوشاک نہایت نازک پھولدار ریشمی کپڑے کی تھی۔ جس پر بہت ہی عمدہ زری کا کام کڑھا ہوا تھا۔ اور زری کا رمندیل سر پر تھی۔ اور بڑے بڑے اور نہایت قیمتی ہیروں کا طرّہ لگا ہوا تھا۔ جس میں ایک پکھراج ایسا لاثانی تھا جو آفتاب کی چمکتا تھا۔ اور بڑے بڑے موتیوں کا کنٹھا گلے میں تھا جو ہندوؤں کی مالا کی طرح پیٹ تک لٹکتا تھا۔ (اِسکے بعد تخت طاؤس کا حال لکھکر لکھتا ہی) تخت کے نیچے کے چبوترے پر جسکے گرد چاندی کا کٹھرا لگا ہوا اور اوپر زری کی جھالر کا ایک وسیع پُر زر شامیانہ تنا ہوا تھا۔ اُمرا نہایت مکلف پوشاکیں پہنے کھڑے تھے۔ مکان کے ستون زربفت سے منڈھے ہوئے اور ریشمی مشجر کے شامیانے جن میں ریشم اور زری کے پھندنے لگے ہوئے تھے۔ تنے تھے۔ اور نہایت عمدہ ریشمی قالین بچھے ہوئے تھے۔ اور باہر ایک خیمہ جسے اسپک کہتے ہیں۔ اور جو اس مکان سے بھی بڑا ہے۔ اِسکی چھت کے ساتھ ملا کر لگا یا ہوا تھا جو نصف صحن تک پھیلا ہوا اور چاروں طرف چاندی کی پتیوں سے منڈھے کٹھرے سے محصور تھا اِسکی چوبیں بھی چاندی کی پتیوں سے منڈھی ہوئی تھیں۔ جن میں سے تین ایسی بلند تھیں جیسے جہاز کا مستول۔ اور باقی چھوٹی تھیں۔ اس عالیشان خیمہ کے باہر کی طرف سرخ رنگ کا کپڑا اور اندر کی طرف مچھلی پٹن نہایت عمدہ چھینٹ تھی جو اسی غرض کے واسطے بنائی گئی تھی۔ اور جسکے بیل　　　ایسے قدرتی طور سے اور رنگ ایسے تیز اور شاداب تھے کہ ایک تختہ گلزار معلوم ہوتا تھا۔ خاص و عام کی غلام گردش کی محرابیں اور تمام در و دیوار سر سے پاؤں تک سرخاب اور زربفت میں غرق اور فرش نہایت بیش قیمت قالینوں سے آراستہ و پیراستہ تھا۔

عالمگیر کے جانشین بھی اپنی حالت کے مطابق عید کا دربار دھوم دھام سے مناتے رہے۔ سلاطین مغلیہ کی تقلید نہ صرف مسلمان رئیسوں اور نوابوں نے کی بلکہ ہندو راجہ مہاراجہ بھی عید کے دن اسی جلوس کے ساتھ عیدگاہ جانے اور عید کا دربار منعقد کرنے لگے۔

چنانچہ اب تک اکثر ہندو ریاستوں میں یہ طریقہ جاری ہے۔ مہاراجہ صاحب شیگم گڑھ (اورچھا) کی نسبت سنا گیا ہے کہ وہ خاص جلوس کے ساتھ اپنی مسلمان رعایا کے ہمراہ عیدگاہ جاتے ہیں۔ اور جب تک مسلمان نماز و خطبہ سے فارغ نہیں ہوتے وہیں مقیم رہتے اور پھر اسی جلوس کے ساتھ واپس آتے ہیں۔ ریاست کی طرف سے مؤذن اور خطیب کو خلعت اور انعام بھی ملتا ہے۔

اسلامی ریاستوں میں حیدرآباد دکن۔ بھوپال۔ ٹونک۔ رامپور میں عید کے موقع پر جو دھوم دھام اور مراسم ادا کیے جاتے ہیں۔ ان سے سلاطین مغلیہ کے عہد کے درباروں اور شان و شوکت کا کسیقدر پتہ چلتا ہے۔

سعید احمد مارہروی

اب بھی اکثر ہندو ریاست [illegible] میں ہندو راجگان اپنی مسلمان رعایا سے نہایت بے تعصبی کا برتاو کرتے [illegible] اسلامی مراسم میں مسلمان رئیسوں کی مثل حصہ لیتے ہیں۔ گوالیار کا محرم مشہور [illegible] کہ وہاں ریاست کی طرف سے ایسے خلوص کے ساتھ رسم محرم میں شرکت [illegible] جو مسلمانوں میں بھی کم پایا جاتا ہے۔ مہاراجہ صاحب بوندی کو اپنی مسلمان رعایا کا [illegible] خیال ہے۔ علاوہ عیدین کے ان کا حکم ہے کہ فوج کے تمام مسلمان جمعہ کی نماز کے [illegible] میں جائیں۔ جو مسلمان اس حکم کی تعمیل نہیں کرتا اُس کو سزا دیجاتی ہے۔ آٹھویں [illegible] کا باجا بجاتے ہوئے جلوس کے ساتھ آنا دلمیں عجب کیفیت پیدا کرتا ہے۔ اور زبان سے بے اختیار [illegible] حکم دینے والے نیک دل راجہ کیلئے دعائے خیر نکلتی ہے۔ (ایڈیٹر)

شاہی عید لکھنؤ میں

خواجہ محمد عبد الرؤف صاحب عشرت لکھنوی اور شاہان لکھنؤ کے وقائع نگاروں میں ایک مشہور واقف کار مانے جاتے ہیں انہوں نے آخری شاہ اودھ کے جشن عید کی جو دلچسپ کیفیت لکھی ہے وہ لطف کے قابل بھی ہے اور غم و اندوہ بھی پیدا کرتی ہے کہ کیا تھا اور کیا ہوگیا۔

ابھی عید کا زمانہ کوسوں دور پڑا ہے۔ دو مہینے پیشتر سے آخری شاہ اودھ کے دربار میں سامان عید مہیا ہونے لگا شہر بھر کے زردوز اکٹھے ہوئے۔ ملازمین خواص موتی محل کی کارچوبی زرتار وردیاں تیار ہونے لگیں۔

نفیس نفیس رتھیں جھولیں ہاتھی بیل چیتے کتوں کے لیے تیار ہوئیں۔ عملہ محلات کی پرتکلف پوشاکیں فرمائشی بننے لگیں۔ مغلانیوں پر تقید شدید ہوئی۔ نوکر چاکر۔ سپاہی سوار پیدل پرند پوشاکوں سے آراستہ ہوئے۔

کہاریاں تلنگنیں حبشنیں پیش خدمتیں رنگ نگ کی پوشاک سے آراستہ پیراستہ ہوگئیں۔ بلغ رواں۔ چاندی سونے کے ...یں پر بہار درخت قلمی اور پھولدار۔ باورچی خانے خسخانے نئے سرے سے آراستہ ...گئے۔ تامدان بوچے نالکیاں پالکیاں فینسیں ...نئی بنوائی گئیں۔ در دولت میں استرکاری ہوئی۔ گنو گھاٹ پر کوٹھی شاہ پسند ...بیار ہوئی۔ شاہی محلات کی عمارات میں ترمیم ہوئی۔ جھاڑ کنول۔ دیوارگیریاں۔ ...رسی اور تمام فرنیچر سجایا گیا۔ خدا خدا کرکے انتیس ۲۹ تاریخ رمضان کی آئی۔ ...سوار پچاس پچاس ۵۰ کوس تک

سلہ چوبدار ۵۲ سلہ شاہی جلوس کے ساتھ کئے شکاری ہوتے

چاند کی خبر کو دوڑائے گئے ۔

سید نپور کے میر صاحب کے گاؤں میں چاند دیکھا گیا۔ اُسکی شہادت کے لیئے میر صاحب نے اپنے گاؤں کے دو آدمی سواروں کے ہمراہ روانہ کیئے ۔

گواہ عدالت میں رات کے دس بجے پیش ہوئے۔ سید العلما مولوی سید حسین صاحب و سلطان العلما مولوی سید محمد صاحب نے پہلے مذہب پوچھا۔ اصول و فروع کے سوالات کیے۔ نماز پڑھوائی۔ شہادت پر جرح کی۔ شب کو ۲ بجے دستخط فرمائے کہ رویت ہلال بشہادت ہوگئی۔ اُسیوقت عدالت سے توپ خانہ کے داروغہ جسکو ڈغیسو کہتے ہیں حکم جاری ہوا کہ رویت کی توپیں شلک ہوں ۔

در دولت پر ترک سوار پہرہ دے رہے ہیں۔ اندر ترک سوارنیاں ٹہل رہی ہیں آٹھ بجے دن کو بادشاہ تامدان پر سوار کہاریاں کندہا دیئے ہوئے ہٹو بچو بسم اللہ کہتی ہوئی نکلیں۔ تمام عملہ دو طرفہ دست بستہ کھڑا ہے ۔

اس کے بعد مرزا ولیعہد بہادر اور تمام شہزادے برآمد ہوئے۔ بادشاہ گنگا جمنی بوچے پر سوار ہو کر قیصر باغ کی بارہ دری میں تشریف لے گئے۔ وہاں جناب
زبدة العلما سید محمد نقی مجتہ[…] یف لائے دوگانہ عید ادا فرمایا۔ مجتہد نے خطبہ
شروع کیا۔ جب بادشاہ کا نا[…] وغیرہ توشہ خانے نے خلعت پہنایا۔ دعا مانگی۔ اور
بادشاہ نے احترام سے رخصت[…] ۔

ادہر مرزا ولیعہد بہاد[…] دران گرامی قدر شہزادہ فلک قدر شہزادہ مرزا کیواں قدر
شہزادہ نوشیرواں قدر شہ[…] ں قدر، ہاتھیوں پر سوار ہوتے۔ ان کی معیت میں
مدار الدولہ نواب علی نقی خا[…] اور وزیر انیس الدولہ قطب الدولہ ثابت الدولہ
و تاج الدولہ مصاحب ال[…] ب الدولہ نشاط الدولہ مستقیم الدولہ آفتاب الدولہ

لہ شاہی توپخانہ کے داروغہ کو[…] تے تھے ۔

فتح الدولہ۔ اِنکے عقب میں تمام خواجہ سرا بشیر الدولہ فیروز الدولہ حسین الدولہ۔ حاجی شریف۔ کپتان پلٹن بانکی و ترچھی۔ اِنکے علاوہ جلیس خاص اسعد الدولہ بہار الدولہ ہمراہی میں جلوس شاہانہ درِ دولت سے لنگن دروازے تک دو طرفہ آدمی ہی نظر آتا تھا۔ سودے والوں کی قطار دو طرفہ عقب میں توپ خانہ ساتھ ساتھ۔

اختری نادری پلٹن نے ترم بجایا۔ اور گھوڑے سوار اور برچھی سوار اپنے اپنے قاعدہ سے آگے بڑھے۔ توپوں کی سلامی۔ شہنائی کی سُہانی آواز مزہ دے نگہ روبرو پکارتے ہوئے مسجد آصفی میں تشریف لائے۔ جناب سید سلطان العلما سید محمد و جناب سید العلما سید حسین عرف میرن صاحب رونق افروز ہیں۔ سلطان العلما نے نماز پڑھائی۔ خطبہ پڑھا خلعت ہوا۔ بعد ادائے دوگانہ رسم سلامی ادا ہوئی۔ محتاج غربا فقرا کو روپیہ اشرفیاں لٹاتے ہوئے درِ دولت پر واپس آئے۔

یہاں بادشاہ پہلے ہی سے رونق افروز تھے۔ ارباب نشاط مبارکباد گا رہے تھے۔ سازندے ساز ملا رہے تھے۔ اراکین دولت کا ہجوم ہوا۔ پہلے بڑے صاحب[1] نے ٹوپی اُتار کر جھک کر مبارکباد دی۔ پھر نواب سلیمان قدر مصطفٰے علی خاں نے نذر پیش کی۔ مرزا ولیعہد بہادر اور شہزادوں نے ادب قاعدہ ہم سلام کرکے اپنی اپنی جگہ نشست فرمائی۔

تھوڑی دیر کے بعد کہاریوں نے بوجھ لگایا۔ عالی سوار ہوکر محل میں تشریف لائے۔ محل والیوں کے دن پھرے۔ جلسے والیا ں ہوگئیں۔ انعام تقسیم ہوئے خطاب پائے۔

ملکۂ کشور آفاق نے بلائیں لیں۔ گلے لگایا۔ وہا ں نواب خاص محل۔ نواب معشوق محل کے یہاں تشریف لے گئے پھر نشاط محل سلیمان محل

---

[1] یورپین رزیڈنٹ ۱۲

شہنشاہ محل۔ امیر محل۔ سلطان محل۔ امراؤ محل۔ پری محل۔ گلزار محل۔ اکلیل محل۔ سرفراز محل۔ خاقان محل۔ کو سرفراز فرمایا۔ نذریں گزریں۔ خلعت اور انعام تقسیم ہوئے۔ اب بیگمات کی باری آئی۔ حضرت بیگم۔ قمر بیگم۔ بہار بیگم۔ عباسی بیگم۔ محبوب عالم۔ گل عالم بدر عالم۔ کبریٰ بیگم۔ کے یہاں تشریف لے گئے۔ گھڑی گھڑی بھر ہنسے بولے۔ انعام اکرام دیئے۔ چٹھی نویس مغلانیاں۔ پیش خدمتوں نے باری باری سے مجرا کیا۔ حسب لیاقت انعام پائے +

اسکے بعد مصاحبیں گائینیں۔ ڈولی والیاں مجرے کو حاضر ہوئیں۔ سب کو بھاری بھاری جوڑے گہنے ملے +

پھر عیش محل میں تشریف لیگئے۔ داروغہ ارباب نشاط نے ادب قاعدے سے سلام کیا۔ جلسے والی ڈومنیاں بناؤ سنگار کیئے ہوئے حاضر ہوئیں۔ دیر تک ناچ گانا سنا کیئے۔ قطب الدولہ نے ستار بجایا +

عید کے دوسرے روز حسب معمول موتی محل میں میلہ ہوا۔ تمام زنانے ہیجڑے نٹنیاں۔ شہر کے اچھے اچھے طائفے۔ ہر قسم کے دکاندار گومتی پار جمع ہوئے۔ حضور عالی بیگمات۔ محلات کے ہمراہ تماشا ہوئے۔ بھٹیاریوں کی لڑائی دیکھی۔ بعدہ مع محلات بادشاہ باغ تشریف لے گئے۔ عید تو عید ہی تھی۔ یہاں دن رات جشن ہوتے تھے +

عبدالرؤف عشرت لکھنوی

غافل نامہ (یعنی رباعیات عمر خیام کی کچھ رباعیوں کا ترجمہ انگریزی) جناب مولوی حافظ انور علی صاحب جج پنشنر ریاست ... قابل شکریہ ہیں کہ انہوں نے عمر خیام کا مع تشریحات کے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ حافظ صاحب کی تشریحات سے ان رباعیوں کی تاثیر بڑھ گئی ہے۔ اگرچہ انگلستان میں رباعیات عمر خیام کے متعدد لٹریچر سے اعلیٰ ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن حافظ صاحب کا ترجمہ باعتبار اسکے کہ وہ واقف کار صوفی مسلمان ہیں ہر طرح اس قابل ہے کہ اسکو انگریزوں کے ترجموں پر ترجیح دی جائے۔ یہ کتاب مترجم موصوف سے ہر ... مل سکتا ہے +

عید الرمضان

از جناب مولوی سید نواب علی صاحب ایم اے۔ پروفیسر بڑودہ۔ کالج

حکما نے دنیا کو رات سے تشبیہ دی ہے۔ کسی کے خیال میں یہ وہ رات ہے جس میں سب بے چارہ انسان جو جسمانیت کے لحاظ سے مورد آلام و اسقام ہے اشتداد مرض سے زندہ درگور ہوتا ہے۔ کسی کے نزدیک یہ وہ شب دیجور ہے جسکی تاریکی میں اشیا کا اصلی رنگ نظر نہیں آتا اتنا ہی نہیں بلکہ اسکی گھٹا ٹوپ اندھیری میں قوت متخیلہ اشیاء کو دیو اور بھوتوں کے عجیب و غریب اشکال میں پیش کرتی ہے۔ مگر اہل دل کے نزدیک یہ ظلمتکدہ وہ "شب امید" ہے جس کی تصویر نظیری نے کس دلکش پیرایہ میں کھینچی ہے۔ کہتا ہے ؎

شب امید بہ از روز عید میگذرد　　　که آشنا بتمنای آشنا خفت ست

بیشک اگر انسانی زندگی اُس عاشق شیدا کی شب امید کی حیثیت سے دیکھی جائے جو اپنے معشوق کی تمنائے دیدار میں ہمہ تن ... ہو رہا ہو تو تکلیف مصیبت اور غم جو کہ اس جہان کے خصوصیات سے ہیں ... بہت کم محسوس ہوں گے بلکہ اُن میں ایک خاص لذت ہو گی۔

ہر مذہب نے اپنے پیروؤں کو تکالیف شد ... معاوضہ میں کچھ کچھ امید ضرور دلائی ہے۔ ایک عقیدتمند ہندو پوجا پا ... دھرم کے کام اس اُمید پر کرتا ہے کہ مرنے کے بعد اوگون کے رو سے و ... م پہلے سے بہتر حاصل کرے۔ اور پھر دنیا میں چین کرے۔ ایک ارادت ... عیسائی اس تمنا میں دین کے احکام بجا لاتا ہے کہ جنت میں ابن اللہ کے د ... بازو پر بیٹھکر انگوری شراب

پینی نصیب ہوگی۔ اسلام نے بھی انسان کے اختلاف طبائع کے مختلف مدارج کا پورا لحاظ رکھکر اعمال حسنہ کی بجاآوری کے معاوضہ میں بہشت بریں کی امید دلائی ہے جو محسوس اور غیر محسوس جسمانی اور روحانی لذتوں کا محل ہے۔ لیکن ساتھ ہی ارکان خمسہ (یعنی کلمہ نماز روزہ زکوۃ اور حج) میں صوم کے متعلق ایک نئی قسم کی امید دلائی ہے۔ وہ کیا؟ یہ ذو معنیین ارشاد الصوم لی وانا اجزی بہ۔ یعنی روزہ میرے واسطے ہے اور میں ہی اسکا بدلہ دونگا یا میں خود ہی اسکے عوض میں ملجاؤں گا۔ اب کسی جیسی ہمت جیسا ظرف۔ کسیکو وصل حور کی تمنا کسیکو شراب طہور کی ہوس۔ مگر اہل نظر اور ہی دھن میں ہیں۔ ان کی آرزو اور ہی ہے۔ رابعہ بصری رح سے سفیان ثوری رح نے پوچھا کہ آپکے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے خدا کی عبادت نہ دوزخ کے خوف سے کی ہے۔ اور نہ جنت کی ہوس میں۔ تاکہ میرا حال اُس بُرے مزدور کی طرح نہ ہو جو مار کے خوف اور لالچ کی ہوس میں کام کرتا ہو۔ بلکہ میں نے اُنکی عبادت صرف اُنکی محبت اور شوق کے سبب سے کی ہے۔ کیوں نہیں سہ

سودائے زاہداں ہمہ شوق بہشت و حور　　غوغائے عارفاں ہمہ ذوق لقائے دوست

جن کے ایسے خیالات … ں۔ اُن کا روزہ بھی نرالا ہے۔ اُنکے واسطے یہ کافی نہیں ہے کہ طلوع صبح صادق … ب آفتاب تک۔ اکل و شرب اور مباشرت سے محترز رہیں بلکہ تمام اعضاء اور جو … نوعات سے پرہیز کریں۔ یہاں تک کہ قلب میں غیر کا خیال تک آجانا خاصان … واسطے مفسد صوم ہے۔

ان کا روزہ حضوری … لے سے سحر کھاتے ہیں۔ اور فکر سے افطار کرتے ہیں شبہات سے پرہیز کرتے ہیں اور صحبت … سے گریز۔ اگر غور کیا جائے تو اُنکی دنیاوی زندگی اُنکے واسطے ماہ صیام ہے۔ رنج … سناٹا شب عید۔ اور روز عید صبح محشر ہے۔ جس کے لق ودق میدان میں سب … گلے اور پچھلے جمع ہونگے۔ جنت اور دوزخ۔ رحمت اور

قہر کے منظاہر بن کر سامنے ہونگی۔ افواج ملائکہ لمن الملك اليوم کا نقارہ بجاتی ہوئی صف بہ صف استادہ ہوگی۔ اُسوقت جبکہ جلال خداوندی کی بجلی چمک چمک کر انکھوں کو خیرہ کردے گی۔ اِن حضرات کا یہ عالم ہوگا کہ وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ +

یہ تو عالمِ آخرت کا حال ہے۔ یا چند مخصوص افراد کی کیفیت ہے۔ لیکن مجموعی طور پر پروردگار عالم نے روزہ کا ایک فوری نتیجہ اور صلہ بھی مقرر فرمایا ہے جو اسی دُنیا میں روزہ داروں کو نصیب ہوتا ہے۔ یعنی **یوم العید** +

عید نمونہ ہے اُس ابدی اور پائدار خوشی کا جو بہشت میں روزہ داروں کو حاصل ہوگی عید ثبوت ہے اِس امر کا کہ روزہ خور بہشت کی شادمانیوں سے اسیطرح محروم رہیں گے جسطرح وہ دنیا کی عید میں حقیقی لطف نہیں اُٹھا سکتے۔ گو کپڑے عمدہ پہن لیں۔ اور خوب جی کھول کر عید کے جلسے منائیں۔ مگر وہ اثر دار کیفیت اور اصلی سرور جو تیس روزے رکھنے والے کو عید کے دن حاصل ہوتا ہے تارک الصوم اِس سے مطلق محروم رہتا ہے +

الغرض عید روزہ داروں کے لیئے ایک فردوسی دن ہے جسمیں وہ رمضان کی عبادتوں کا بہشتی مزہ پا لیتے ہیں +

علی نیوتنوی از بڑودہ

غریب کی عید

(از جناب حکیم محمد سلیمان صاحب ماہر اکبر آبادی)

حدیث شریف میں آیا ہے بدء الاسلام غریبًا وسیعود غریبًا۔ اسلام کی ابتدا غربت سے ہوئی ہے۔ اور عنقریب اسلام غریبوں میں چلا جائے گا۔ یا غریب ہو جائے گا۔

اس برگزیدہ ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ دینی باتوں کا چرچہ غریبوں سے شروع ہوا اور آخر زمانہ میں غریبوں ہی میں باقی رہجائے گا۔

آجکل یہ بات صاف پیش آ رہی ہے کہ جو محبت اپنے دین و مذہب سے غریب لوگوں کو ہے اور جس طرح وہ دینی کاموں میں ذوق شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ اتنا امیروں کو خیال نہیں ہے۔

عید اگرچہ ایسا دن ہے کہ ہر چھوٹا بڑا امیر غریب اپنی حیثیت اور بساط کے موافق اس میں حصہ لیتا ہے۔ مگر جو سچا [illegible] کی خوشی کا غریبوں پر ہوتا ہے۔ اس سے امیر محروم رہتے ہیں۔

اول تو آجکل تمام مسلمان [illegible] عام افسردگی چھائی ہوئی ہے۔ خوشیوں کے موقعے آتے ہیں اور گزر جا [illegible] بے خبر ابھی نہیں ہوتی کہ کیا آیا اور کیا گیا۔ دوسرے معاش کی ضرورتوں اور فکر [illegible] نے مسلمانوں کی زندگی کو پست اور پامال کر رکھا ہے خاصکر انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں [illegible] یہ حالت ہے کہ انہیں اپنے مذہبی کارناموں سے اسقدر بیخبری اور بے توجہی ہو گئی [illegible] تہواروں سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔ تاہم عید کا دن اپنی غیبی تاثیر سے ہر مسلما [illegible] وشی کی ایک لہر پیدا کر ہی دیتا ہے۔

دولتمند لوگوں کے ہاں تو ہر روز عید اور ہر رات شب برات ہی عید کے دن ایسہ اور اضافہ ہوجاتا ہے۔ عیش و نشاط کی بیہودگیاں بڑھ جاتی ہیں۔ اور جو سیہ کاریاں سال بھر نہیں کی تھیں انکو عید کے پاکیزہ دن میں پورا کردیا جاتا ہے۔ اُنکو خبر بھی نہیں ہوتی کہ آجکے دن کے لیئے حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا کیا ارشاد فرمایا ہے۔ اور امیروں کو اپنے غریب بھائیوں کی اعانت و مدد کرنے کی کیسی کیسی تاکید کی ہی۔ اور تو اور یہ لوگ نماز عید کی بھی پروا نہیں کرتے +

غریب غربا اپنے اس قومی و دینی تہوار کو جی کھولکر مناتے ہیں۔ نئے کپڑے میسّر نہ آئیں تو پرانے ہی دُھلوا کر پہن لیتے اور عیدگاہ میں جاکر اپنے پروردگار کا دوگانہ شکر ادا کرتے ہیں +

آجکا دن اُس غریب گھر میں جسکا وارث نہ رہا ہو قیامت کا دن ہے۔ غریب بیوہ اپنے یتیم بچوں کو نہلا دُھلا کر اور پیوند لگے کپڑے پہنا کر عید گاہ بھیجنا چاہتی ہے۔ مگر کوئی نہیں ملتا جس کی انگلی پکڑکر یہ بے وارثے عیدگاہ جائیں +

جب وہ بیچاری دیکھتی ہے کہ گھر والے کی زندگی میں آجکے دن یہ بچے نئی جوتیاں پہنکر اور چمکتی ہوئی کامدار ٹوپیاں اوڑھکر عیدگاہ جا ... تھے۔ اور آج اِنکے پاؤں میں گھسی ہوئی جوتیاں بھی نہیں۔ اور سر پر کامدار چھوڑ سفید ... ں بھی نصیب نہیں تو اُسکے کلیجہ پر سانپ سا لوٹ جاتا ہے وہ روتی ہے تو یہ ... ہ بچے اس سے پوچھتے ہیں اماں تم کیوں روتی ہو۔ اچھی بتاؤ کیا ہوا۔ تو غریب ... کر رہجاتی ہے اور ان معصوموں کا دل میلا نہیں کرنا چاہتی +

جب یہ بچے کسی پڑوسی کے پڑوسی ساتھ عید ... جاتے ہیں اور واپسی کے وقت پڑوسی کے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بازار سے کھلو ... مٹھائی خرید رہے ہیں اور باپ سے پیسے لیتے جاتے ہیں تو یہ ہر شخص کا مُنہ تکتے ... ر کچھ کہہ نہیں سکتے۔ گویا ان

بھولی اور بے بس آنکھوں سے کہتے ہیں کہ ہم کس سے مانگیں اور کون ہمکو کھلونے دلوائے۔

ہر شہر اور قصبہ میں ایسے غریب ہیں جن کی عید میں یہ دلخراش نظارے پیش آتے ہیں مگر ہماری آنکھیں بے نور ہیں۔ ہمارے دل بے حس ہیں جو اسکی پروا نہیں کرتے اور اپنی خوشی میں مشغول رہتے ہیں۔

اگر تم اس دنیا کی تکلیف دہ زندگی کا مطالعہ کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم کو خواہش ہو کہ اپنے دلکو ہستی موہوم کا اور اُسکے نشیب و فراز کا تماشا دکھاؤ تو آجکے دن غریب گھروں میں عید کا جلوہ دیکھو۔

مسلمانو! تمہارے رسولؐ خود یتیم تھے اور یتیموں پر شفقت فرماتے تھے۔ خاصکر آپ کو بچوں سے بہت محبت تھی۔ وہ قصہ تو تم نے سُنا ہو گا کہ ایک دفعہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ نے جب ضد کی کہ قریش کے بچے عمدہ سواریوں پر عیدگاہ جا رہے ہیں ہمارے پاس کوئی سواری نہیں جسپر ہم سوار ہو کر جائیں۔ تو حضرتؐ نے ان صاحبزادوں کو اپنے دونوں کندھوں پر سوار کر لیا اور لیکر بازاروں میں سے گزرے اور جب صاحبزادوں نے کہا کہ قریش کی سواریاں بولتی جاتی ہیں تو آپ [illegible] بچوں کا دل رکھنے کے لیئے کچھ آواز بنائی۔ اور اُن کو خوش کر دیا۔

پھر تم کو کیا ہوا جو [illegible] کے بچوں خصوصاً غریب بچوں کی خبرگیری نہیں کرتے لازم ہے کہ آجکے دن ڈھو[illegible] نڈ کر غریب اور یتیم بچوں کی مدد کرو۔ اور کھانے کپڑے نقدی سے ان کی عید منوا دو۔ تاکہ [illegible] کے دن اپنے خدا کے سامنے۔ اپنے رسولؐ کے سامنے سُرخرو ہو کر جاؤ۔ اس دنیا [illegible] تم کو اجر ملے اور اُس دنیا میں بھی جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہے اور جہاں کی خوشی خدا [illegible] خوشنودی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

خادم حلقہ۔ محمود علی ملتر

آ

خوشی بنکر آ غم میں سما کر آ۔ مگر آ۔ عید کے چاند میں آ۔ محرم کے ہلال میں نظر آ۔ چمک میں جھلک۔ تاریکی میں لہریں لے۔ کڑک سے دل ہلا۔ لیکن لے آنیکے قابل آ۔

رمضان کے سناٹے میں آیا۔ تراویح کے قرآن کی خوش لحنی میں جلوہ دکھایا۔۔ افطاری کے وقت تیری مزیدار آہٹ سنائی دی۔ اب بھی آ۔ جسطرح چاہے آ۔ لیکن آ۔ کہتے ہیں تو ہر چیز میں آسکتا ہے۔ ہر حال میں تیری آمد کا امکان ہے۔ تیرے آنے میں دیر نہیں لگتی۔ تجکو بلانے کی ضرورت نہیں۔ آنے کے بغیر جو آجائے۔ بلا حرکت متحرک ہو۔ وہ تُو ہے۔ تو بس ایسی طلسماتی۔ غیر مفہوم چال سے آجا۔ دیکھ آجا۔ سُن آجا۔ سمجھ آجا۔

ہمکو وہ دیدار دے جو دیدۂ دیدار طلب کے شایاں ہو۔ موسیٰ کو بے ہوش کرنیوالا۔ طور کو خاک سیاہ بنانیوالا نہیں۔

ہلالِ عید

آسمان کے کونے میں مُنہ نکالے ہمکو دیکھ رہا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ یہ وہی پارۂ نور ہے جو ہر ماہ کے ختم پر چھپ کر نکلا کرتا ہے۔ مگر یہ سی خوشی۔ اُمنگ کیفیت پیدا نہیں ہوئی۔ یہ کیوں ہے؟ کیا تو اِسکے پردہ میں دکھا رہا ہے۔ ہاں تو ہی ہوگا۔ نہیں تو ہی ہے۔

ایسے عالم بے شمار ہیں۔ ایسے فلک لاتعداد ہیں بہت سے ہونگے اور دیکھنے والے بھی۔ پھر تو کہاں کہاں چشم نوازیاں کرنے جائیگا۔ اپنی آنکھ میں چشمہ اگر

چھپا کر رکھ لیں۔ اپنے لیئے۔ اور اپنے بیقرار دل کے لیئے۔ بڑی سیر ہوگی تو ذرا ہم میں چھپ کے تو دیکھ۔ لوگ تجھے ڈھونڈتے پھرینگے۔ عرش و کرسی پریشان ہونگے۔ فرشتوں کو تلاش ہوگی۔ دوسری دنیا کے باشندے عید کی بہار چھوڑ کر تیری جستجو کی سرگردانی میں پھنس جائینگے۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ ہماری آنکھ کا خانہ چھوٹا ہے۔ اسمیں تیری گنجایش نہ نکلے گی۔ نہیں۔ دریا حباب میں آسکتا ہے۔ انجن کی وہ بھاپ جو ریل کی لمبی قطار کو کھینچ کے لیجاتی ہے۔ اور خود انجن کی حرکت اسکے دم سے ہے۔ کہاں رہتی ہے! انجن کے ایک چھوٹے سے ظرف میں +

اچھا یوں نہیں تو پھول کی خوشبو کی طرح دل کے گل میں سما جا۔ یہ مدلل مطالبہ تو قبول کر +

چاندرات

چاند تو چھپ گیا۔ مگر چاندرات موجود ہے۔ ہر طرف اندھیرا۔ اور وہی رات جو روز آیا کرتی ہے۔ پھر یہ چہل پہل۔ گہما گہمی کیسی۔ ہو نہو یہاں بھی تیرے گیسوؤں کی شرکت ہی۔ بیشک یہی بات ہی۔ قسم لے لے۔ واللیل اذا یغشیٰ +

صبح عید

آنکھ کھلنے سے پہلے۔ نکلنے کے اول۔ افکار کو شکست ہوئی۔ اسرار نے سوے کپڑے پہن سے نستحیابی کا جشن تیار ہوگیا۔ عیدگاہ میں چھوٹے بڑے۔ اچھے برے، تیرے لیئے جمع ہوئے ہیں۔ کھڑے ہو کر انتظار کرتے ہیں۔ جھک کر دیکھ ا۔ اور عاجز ہو کر سر خاک پر رکھدیتے ہیں۔ اب تو آجا اور گلے مل جا +

سنا تھا کہ تو دلوں میں رہتا۔ اسلیئے ہر شخص سینہ سے سینہ ملا کر معانقہ کرتا ہے

کہ شاید کسی دل میں تو مل جائے۔ مگر تو کیوں حجاب کرتا ہے اور ملنے سے گریز کرتا ہے آج کے دن بھی نہ ملا تو کب ملیگا +

دیکھ آ۔ اب صبر نہیں ہو سکتا۔ دامن قرار ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہے۔ تو نے کہا تھا۔ ادعونی استجب لکم۔ مجھ سے مانگو قبول کروں گا۔ سو تجھ ہی سے مانگتے ہیں۔ اور تجھ ہی کو مانگتے ہیں +

وعدہ پورا کر اور آ۔ یہ عید ہے۔ وعید کا خیال چھوڑ دے۔ آج اگر تو مَن جائے تو ہماری عید بھی مَن جائے گی۔ کیونکہ ؎

عیدگاہِ ما غریباں کوئے تو انبساطِ عید دیدن روئے تو

حسن نظامی

رمضان گیا عید آئی

مضی شهر الصیام والقیام

وجاء یوم عید الکرام

عالم میں ایک مہمان عزیز ذی عزت وشان کی رخصت کا ہنگامہ۔ دوسرے کی آمد آمد کا ترانہ سبحان اللہ کیا جاتا۔ اور کیا آتا ہے۔ وہ عزیز مہمان یعنی ماہ مبارک رمضان جسکا ہر فرد روز عید جسکی ہر رات شب برات جسکی ہر صبح مظہر انوار نامتناہی جسکی ہر شام مطلع تجلیات الٰہی۔ تمہاری رفاقت سے منہ موڑتا۔ تم کو حزین وغمگین چھوڑتا تمہارے سروں سے اپنا ظلِ کرامت اُٹھاتا۔ تمہارے اعمال شبا روزی دربار کبریائی میں سُنانے جاتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ بارگاہ احکم الحاکمین میں اسکو شکایت کا موقع ملے۔ اور حقِ خدمت بجا نہ لانے اور تعظیم و توقیر میں تقصیر واقع ہونے کا گلہ فرمائے۔ کیا شفیع امت نبی مختار حبیب پروردگار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی دن کے لیئے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ

ارشاد نہ فرمایا۔ اور تم کو عین تلا[طم] ج کی حالت میں اپنی دستگیری سے کنارۂ نجات

و سلامتی پر نہ پہنچایا۔ پہنچایا ا[ور] بچایا۔ اور ہر حالت میں تم کو مواخذہ و مطالبہ

سے بچایا۔ پس اسوقت پورا م[طالبہ] ہے کہ فتوبوا الی اللہ توبۃ نصوحًا۔ باب توبہ

کھلا ہوا ہے۔ واقعی ہماری [طاعت] و عبادت توبہ وندامت کب قابل قبولیت ہی مگر

فضل وکرم ارحم الراحمین او[ر] حمایت نبی رحیم وکریم پر سارا بھروسہ تمام دارومدار

ہے۔ انہیں کی شفقت ورحم[ت] سے خلاصی ونجات ہی۔ افسوس ہزار افسوس کہ یہ

شہر مبارک جسکے قدوم میمنت [لزو]م ہم نے غنیمت نہ جانا۔ جسکی خدمت گزاری باعث

ترقی مدارج نہ سمجھے۔ جسکا ا[ستقبال مو]جب انعام واکرام نہ مانا۔ ہم سے رخصت ہوا لو فرضنا

اگلے سال زندہ بھی رہے۔ تندرست بھی ہوتے۔ تو جب اِسی سال ایسے ماہ مکرم کی تعظیم
و توقیر نہ بجا لا سکے تو آیندہ کیا امید کریں۔ علاوہ ازیں گیارہ مہینہ کا کامل انتظار کیا۔ سو یا
رح نہیں ہے۔ بیشک ہے۔ پھر محض اِس امید پر کہ اب نہیں تو اگلے سال کرینگے۔ زمانہ
موجودہ کو بہ تمنائے استقبال ٹالنا حیلہ و حوالہ نہیں تو اور کیا ہے۔ یہی موقع ہے کہ فوراً
خدا کا نام لیکر اتباع شریعت و امتثال سنت و ہدایت کے لیئے کمر بستہ ہو جائیں
اور درود شریف پڑھکر نہایت خشوع و خضوع خوف و خشیت کے ساتھ اُس تواب
و رحیم کے سامنے دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائیں۔ اور سید الشافعین نبی اُمی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو وسیلہ ٹھیرا کر اپنی گزشتہ تقصیروں کا عذر چاہیں اور آیندہ کے لیئے توفیق
عمل نیک کے سائل ہوں۔ اِسکے سوا اب ہم سے کیا ہو سکتا ہے کہ مفارقت و رخصت ماہ
رمضان المبارک اور اپنی شامت اعمال کا غم و اندوہ کریں اور شہر شوال المعظم ہی کو ماہ صیام
تصور کریں۔ اپنی تقصیر پر نادم ہوں۔ خود کردہ کی اور کیا دوا ہے۔ الفراق الفراق یا شہر
کفارۃ المعاصی والسیئات۔ الوداع الوداع یا شہر تضاعف البر والحسنات۔ اب ماہ عید
کی آمد ہے۔ چاند نظر آیا۔ رات خوشیوں کی امنگ میں بسر ہو گئی۔ صبح ہوئی۔ آج افطار
واجب روزہ حرام ہے۔ آج یوم عید ہے۔ تاریخ سعد ہے۔ خلوص و اخلاص سے گلے
ملتھوں طاعت و عبادت کی خاطر کمر ہمت باندھکر آمادہ ہو جاؤ۔ خیرات و مبرات
کا اہتمام افطار صوم کا انتظام حسب المقدور بجا لا ل مناکر و عید کا بھی نقش
صفحۂ دل پر جاؤ۔ آج دربار عام ہے۔ عابدوں کا منہ میں مقام ہے۔ جزائے اعمال
و اعمال ثواب طاعت و عبادت سے ہر مستحق خوشحا یوم فرحت و سرور ہے۔ یوم
زینت و تجمل ہے۔ آج ملائکہ بغرض زیارت و لقائے ین قائمین زمین پر آتے اور
مژدۂ انعام و عطا سناتے ہیں۔ آج یوم افطار ت خلاصی گرفتار عذاب نار ہے
آج ادائے دوگانہ شکرانہ بموجب مذہب حنفیہ امام اعظم رضی اللہ تعالے عنہ

وادائے زکوٰۃ فطرہ ہر مکلف بالغ و عاقل مالک نصاب فاضل پر واجب۔ وقت ادائے دوگانہ طلوع آفتاب سے تا وقت زوال ہے۔ اس نماز کی ہر رکعت میں تین تین تکبیریں زائد واجب ہیں۔ رکعت اولیٰ میں بعد ثنا و قبل تعوذ۔ رکعت ثانیہ میں بعد قرأۃ۔ ہر تکبیر میں فاصلہ بقدر تین تسبیح مستحب۔ بعد ادائے دوگانہ خطبہ مشتمل احکام مسنون۔ آج نہانا۔ مسواک کرنا۔ خوشبو لگانا۔ لباس عمدہ و مکلف بقدر امکان زیب بدن کرنا قبل ادائے دوگانہ چھوہارہ بعدد طاق یا شیرینی کا کھانا۔ صدقہ و خیرات و مبرات۔ یہ سب امور مستحب و واجب ہیں ہر مالک نصاب فاضل پر واجب ہے کہ خود اپنی اور اپنی اولاد صغیر کی جانب سے بعد نماز فجر غلہ گندم یا انگریزی کس بقدر نصف صاع۔ جو یا خرما فی کس بقدر یک صاع فقرا و مساکین وغیرہ کو مثل مصارف اموال زکوٰۃ عطا کرے۔ صاع شرعی کا غلہ بحسب تحقیق محققین سیر مروجہ و قیمت سے کہ اکثر بلاد میں ۸۰ روپیہ بھر کا ہے۔ پونے چار سیر ڈیڑھ چھٹانک ہوتا ہے۔ یہ اجی سیر کی کمی بیشی کے ساتھ غلہ کے وزن میں بیشی و کمی ہوتی رہتی ہے۔ اگر فقیر کا نفع ادائے قیمت غلہ واجبہ میں ہو تو قیمت دیدینا اولیٰ ہے مالک نصاب کو اختیار ہے کہ اپنی زوجہ و اولاد کبیر کی جانب سے بھی استحباباً نہ وجوباً ادا کردے +

بھائیو! اگر یہ دن یوم س[illegible] بدے تو ساتھ ہی اسکے خوف و عید ہے۔ بجز لباس فاخرہ پہننے۔ نہانے دھو[illegible] ہو لگانے عیش و سرور منانے۔ خرما و شیرینی اڑانے کا نام عید نہیں ہے۔ اصل ع[illegible] لمان نیکبخت و سعید کی ہے کہ بحر رحمت الٰہی میں غوطہ زن ہو۔ خلعت فاخرہ قبولی[illegible] عادت دربار الٰہی سے پاوے۔ عطر رضائے الٰہی سے لباس بسا دے۔ سرور [illegible] زیبا ہے جسنے بارگاہ احکم الحاکمین سے حکم نجات و آزادی پایا۔ زینت و تجمل [illegible] ہے جسکے لیئے باغ جنت لہلہا رہا ہے۔ قصر رضوان آراستہ و پیراستہ ہے۔ مصا[illegible] نقہ اسکو لاحق و سزا ہے۔ جسکی حوریں مشتاق۔ غلمان منتظر لقا۔ جن کی زبان[illegible] لائکہ کو بارگاہ کبریائی سے زمین پر آنے کا حکم ہوا۔ ورنہ محل

خوف و خطر گریہ و بکا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے لیس العید لمن لبس الجدید بل العید لمن خاف الوعید ۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں عید کے دن میں حاضر ہوا دربار ہدایت حضور پرنور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں۔ دیکھا میں نے کہ دروازہ بند اور حضرت اقدس آٹھ آٹھ آنسو رو رہے ہیں۔ کمال بیقراری۔ حد سے زیادہ گریہ زاری سب میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ اے امیر المومنین آج یوم عید ہے۔ یوم سرور ہے حضور روتے ہیں۔ دوسرے آدمی فرحاں و شاداں ہیں۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر اُن کو علم ہوتا ہرگز خوشی نہ مناتے تاہم یہ فرماکر پھر رونے لگے۔ اور ارشاد فرمایا۔ اے ابوہریرہ رض اگر یہ لوگ مقبولان بارگاہ میں شمار ہوئے ہیں تو فرحت و مسرت بجا ہے اور جو مقام قبولیت سے ہٹا دیئے گئے ہیں تو محل گریہ و بکا وقت آہ و واویلا ہے۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ میں کس فریق سے ہوں۔ بخوف خدا رو رہا ہوں ۔

روزہ داران رمضان کو اس ماہ کے چھ روزوں کا اجر صیام دہر کے ثواب کے مقابل ایک ایک روزہ کا ثواب ہم پلہ چالیس کامل یہ روزہ دار عذاب قبر و شدت قیامت و ہول محشر سے آزاد ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان واتبعہ ستۃ من شوال فکانما صام الدھر کلہ بالکمال واعطاہ بیام کل یوم ثواب اربعین یوما ورفع عنہ عذاب القبر وشدت یوم القیمۃ و ۔ الحدیث ۔

از م ل

ملہ عید اسکی نہیں ہے جو صرف نئے کپڑے پہن لے عید اُ خدا کے عذاب سے ڈرتا ہے ۱۲

سلہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے رمضان کے روزے ر بعد چھ روزے عید کے رکھے تو گویا اسنے سارے برس کے روزے رکھے۔ خدا تعالیٰ ہر روزہ کے بدلے میں چالیس روزوں کا دیگا۔ اور قبر کے عذاب سے نجات دیگا اور قیامت کے خوف سے بچائیگا ۱۲ نوٹ یہ روزے شش عید کے کہلاتے ہیں پہلی تاریخ جو عید کا دن ہے چھوڑ کر چھ دن متواتر روزے رکھنے چاہئیں۔ انہیں روزوں کا نام شش عید ہے جن کی حدیث شریف میں مذکور ہے ۱۲

عید کی تصویر

میر باقر علی صاحب دہلوی داستان گو کا یہ دلچسپ مضمون پڑھنے سے پہلے ناظرین کو یہ امر ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے کہ مسلمانوں کی مٹنے والی علمی نشانیوں میں داستان گوئی کا فن بھی ہے جسکا رواج اب بہت کم ہو گیا ہے۔ اور ملک کے مذاق کی یہی کیفیت رہی تو رہا سہا بھی ختم ہو جائیگا۔ اگلے زمانے کے داستان گو جس وضاحت سے ایک واقعہ کی تصویر الفاظ میں دکھاتے تھے اُسکا نمونہ تصویر عید میں نظر آئے گا۔ اس مضمون میں سیکڑوں الفاظ اجنبی اور نا آشنا پائے جائینگے جو استعمال میں نہ آنے کے سبب غیر مانوس معلوم ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے ہر لفظ کی حقیقت لکھی جائے تو لغت کی خاصی ایک کتاب تیار ہو جائے۔

میر صاحب نے اگلے زمانے دیکھے ہیں انکے قلم سے جو کچھ نکلا ہے چشم دید واقعات کا فوٹو ہے۔ خاصکر موجودہ دہلی کا نقشہ دکھانے میں مضمون نگار نے کمال کر دیا ہے۔

امید ہے کہ ناظرین … فریری داستان عید کو پسند کرینگے۔ مگر اصلی لطف میر صاحب کے بیان کر… ہے جبکہ وہ خود واقعہ کی تصویر بن جاتے ہیں۔ اور ہو بہو اصل کر دکھا… ۔

ایڈیٹر

دہلی میں چاند رات … افسران فوج نے سانڈنی سواروں کو صبح ہی سے روانہ کر دیا کہ چار طرف نکل جا… چاند کی خبر لائیں۔ محلات شاہی میں مغلانیوں پر کئی روز پہلے سے تاکید ہو رہی … ہو ایسا نہ کرنا کہ جوڑے میں کچھ شکن باقی رہجائے بالنو… کو حکم سنا دیا ہے کہ عی… م کو ہمارے واسطے پھولوں کا گہنا لانا۔ تمام رات محل میں

دھوم رہی۔ کسی نے اپنے ہاتھہ پاؤں میں مہندی لگائی۔ کسی نے جوڑا بسایا۔ داروغہ توشہ خانہ نے بیگم صاحبہ کا جوڑا عطر سے معطر کرکے کشتیوں میں آراستہ کیا۔ ہر قسم کا زیور چاندی سونے کی کشتیوں میں سجایا۔ اب دیکھا کہ آثار سحر ظاہر ہونے لگے ہوا میں دور کی خنکی شروع ہوئی۔ چمن کے جانور صبح کے دُھندلکے میں بولنے لگے۔ شمعیں تھوڑی تھوڑی سی رہ گئیں۔ نقارخانہ میں نوبت پر ٹکور ہوئی۔ دمنائے والے نے شہر دیا۔ شہنا نواز نے پچھریاں پتے کو درست کرکے بھیرویں کی دُھن میں گلے کو حرکت دی۔ جابجا کو زمزمہ ہوا۔ فوجوں میں وردیاں بجنے لگیں سگھڑیا یوں نے گجر بجایا۔ صبح کی توپ کو مہتاب دکھایا۔ اُسوقت کی کیفیت کچھہ محل والیوں کے دل سے پوچھیئے۔ سب کے چہروں پر عید کی خوشی۔ اپنے اپنے فرض منصبی کو جلد جلد ادا کررہی ہیں۔ اور تمام رات جو عورتیں جاگی ہیں۔ تو لیٹنے بیٹھنے کی بے ربطی سے فرشوں پر جھرسیں پڑی ہوئیں۔ جابجا پیڑوں کے پتے پڑے۔ اور باسی پھولوں کے ہار جو نازنینان حورشمال نے انگڑائیاں لیکر پھینک دئیے ہیں تو اُنکی بھینی بھینی لپٹیں چارطرف پھیلی ہوئی۔ شمعوں کی سفیدی۔ چراغوں کا جھلملانا ہ

عالم حسن کی وہ اُن کے بہار اُن ن قت کا بناؤ سنگار
چوٹی گندھواتی تھی کہیں کوئی ناز سے کوئی
بند محرم کے کوئی کسواتی۔ کوئی کو اپنے بسواتی
کوئی بولی کہ لڑکیوں آؤ یہ سویر آؤ چکھہ جاؤ

یہاں یہ باتیں ہورہی ہیں کہ تمام محلات میں اُردا بیگ قلماقنیوں نے آواز بلند کہدیا کہ چلو ملکہ عالیہ رونق افروز دربار ہوا چاہتی اس خبر کے سنتے ہی جلدی جلدی اپنے کام ختم کر بناؤ سنگار سے درست ہ دربار میں پہنچیں تو دیکھا کہ

۵ اردا بیگنیں اور قلماقنیں ہم معنی ہیں یعنی مردانہ لباس پہنکر محل کے آنے عورتوں کو کہتے ہیں +

نذریں دینے والیاں بیگم صاحبہ پر لوٹی پڑتی ہیں۔ ڈومنیاں عید کی مبارکباد گا رہی ہیں۔ تھاپ طبلے پر پڑ رہی ہے۔ ایک طرف بھگتنیں چتے والیاں شیشے والیاں پتلی والیاں کرتب کرنیوالیاں سامنے حاضر ہیں اور جو نذریں دے چکی ہیں وہ اپنے اپنے رتبہ سے دائیں بائیں بیٹھتی جاتی ہیں۔ یہ تمام لباس زرکار اور زیور جواہر نگار سے درست صنعت اللہ کی قدرت کے نمونے۔ بیچ میں ملکۂ عالیہ ہزار ہزار شان و شوکت سے نیم تخت پر رونق افروز۔ سر پر تاج جواہر نگار۔ لیکن ایک انداز معشوقانہ سے کج واکج رکھا ہوا ہے۔ ڈھیلی ڈھیلی پشت پر پڑی وہ چھوٹے چھوٹے بال جو چوٹی کے بلوں میں نہیں آئے ہیں گوری گوری گردن پر چھلیوں کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ سچ تو یوں ہے کہ تعریف زلف کی سلسلہ جنبانی ایک قصہ طولانی ہے بلکہ غور کرنا بھی سراسر پریشانی ہے ازبسکہ خیال اس جنجال کا کل کا کل وبال ہے۔ اس سے جی الجھتا ہے کہ پیکر تقریر بصفت پابزنجیر ہوتا ہے۔ اس ضلع کا نباہنا سانپ کا کھلانا ہے۔ یہ کوچہ سربستہ بڑا تاریک۔ اور پیچیدہ ہے۔ ایسا کونسا سودائی ہے جو اسکی موشگافیوں میں الجھا رہے۔ سچ تو یوں ہے کہ قدرت رب ودود ہے۔ رخ شعلہ تو یہ دود ہے۔ اگر اس زہرہ جبیں کی مانگ کو کسی نیک اختر نے کہکشاں ? سر بھی کیا تو فرمایئے کونسے تارے فلک سے اتارے ہمیں تو ظاہرا فرق زمین و آ ہے یہ تشبیہ کب خاطر نشاں ہے۔ ہاں یہ کہیں تو بجا ہے کہ چوٹی ایک افعی ہے اور مانگ اسکے دہن کا شر ہے۔ گورا گورا رنگ اور اسمیں ملاحت۔ پیاری پیاری مع۔ بھولی بھولی صورت۔ جُتّی بھویں۔ کتابی نقش ستواں ناک پتلے پتلے ہونٹ دانت موتی کی سی لڑی۔ یہ تمام مل جلکر چہرہ وہ ماہ تمام خوبی کہ جس سے بدر کو مجھو ں شعرائے ہندوستان کے معشوقانہ ڈھچر سے برعکس۔ اللہ نے صورت ت فرمائی ہے۔ دونوں طرف تخت کے دو عورتیں مگسرانی کر رہی ہیں۔ مبارک سلا علغلہ بلند ہے۔ تمام محل میں دھوم مچی ہوئی ہے کہ کان

پڑی آواز نہیں سنائی دیتی۔ اِدہر بادشاہ کی سواری کی تیاری ہے۔ فوج کے سردار دو بجے سے وردی پہنے گھوڑوں پر سوار اپنی اپنی فوج کی درستی کررہے ہیں سڑکوں پر سے کچھ رات رہے سے جاروب کشوں نے کوڑے کرکٹ کو صاف کردیا ہے۔ سقے چھڑکاؤ کررہے ہیں۔ صفائی کے جمعدار نگرانی میں مصروف ہیں۔ کوٹھوں پر بازار کے دونوں طرف سینکڑوں عورتیں سواری دیکھنے کو جمع ہورہی ہیں۔ کسی نے بان کی چارپائی جسکے بان ٹوٹ کر جھلنگا ہوگئی ہے اُسے آڑا کھڑا کرلیا ہے۔ اور گوری گوری انگلیوں سے بان ہٹا ہٹا کر دیکھ رہی ہیں۔ کوئی بچہ ننگے سر گلے میں کرتہ دو برس کا سن اپنی ماں کے پاس منڈیر پر بیٹھا ہے۔ ماں نے حفاظت کیواسطے پشت پر سے کرتہ پکڑلیا ہے کہ گر نہ جائے۔ ایک لڑکی نو دس برس کی اپنی بہن کو گود میں لیئے منڈیر کے پاس کھڑی ہے۔ اتنے میں صبح کے آثار اچھی طرح سے نمایاں ہوئے۔ برقندازوں کا پرا کوتوالی سے بندوبست کیواسطے نکلا۔ آگے آگے کوتوال سر پر سیاہ پگڑی اوپر اُسکے لیس سنہری ٹکی ہوئی کالی وردی جسپر سلمہ اور ستاروں کا کام بنا ہوا پیٹی لیس کی جسمیں عاشق معشوق جڑاؤ لگے گلے میں توس دان اور اُسمیں بکسوئے سوئیکے لگے۔ گھوڑے پر سوار عقب میں آٹھ تھانہ دار

جو دس بارہ قدم کوتوال سے پیچھے چار چار گھوڑے ... نکے بعد جمعدار۔ اِنکے پیچھے
آٹھ آٹھ سپاہی۔ کاہی وردیاں۔ سرخ پگڑیاں ... ے۔ سیاہ موزے پاؤں
میں قدم ملاتے کوتوالی سے نکلنے شروع ہوئے۔ جب ... کے قریب سپاہیوں کی پلٹن
نکل آئی تو کوتوالی کا جھنڈا جسکا کالا پھریرا جو بہت پرا ... ر لڑائیوں میں شریک رہکر
نیک نام ہے ایک سپاہی جو تمام کوتوالی میں قوت ... اور ہاتھ پاؤں کا ونگا ہے
کاندھے پر لیئے ہوئے جھنڈے کا سیاہ پھریرا ہوا ... تا ہوا اور دونوں شقے پیلے
پیلے ہوا پر پھراتے ہوئے باہر آئے۔ اب کوتوال ... جو تھانہ داروں کو سواری کا
نقشہ دے چکے ہیں اور پہلے ہی سے تمام رستوں ... داروں کے کھڑے ہونیکی

جگہ بتا چکے تھے کہ اتنے اتنے فاصلہ پر سڑک کے دونوں طرف سپاہی استادہ ہوں گے۔ تھانہ دار نے ایک ایک جوق کو راستوں پر تقسیم کرنا شروع کیا۔ چنانچہ قلعہ کے لاہوری دروازہ اور لاہوری دروازہ سے تا عیدگاہ سپاہی استادہ ہوئے اور آیندہ و روند کو روکنا شروع کیا۔ اب قشقوں[له] سے جنگی بیڑے سواری کے جلوس کے واسطے نکلے اور قلعہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں کوتوالی کے سواروں نے گھوڑے دوڑا دوڑا کر سپاہیوں کو آگاہ کیا کہ جلوس شاہی آتا ہے۔ یہ حکم سنکر سپاہیوں نے کوچہ بندی شروع کی دیکھا کہ اب سنہری سکے مدر پر سڑک کے بیچمیں نشان کا ہاتھی دکھائی دیا۔ اللہ رے اُس ہاتھی کی شان ؎

اُسکی گجگاہ کی اللہ رے چہرہ پہ اٹک — کہکشاں جیسے شب یلدا میں نمایاں فلک
بیٹھنے میں ہے وہ کوہ اُٹھنے میں جیسے ابر سیاہ — عرش رفعت میں ہے او چلنے میں گرداں چرخ اتک
شجر طور کا چہرے پہ ہو اُسکے جلوہ — رنگیں تر زمیں کے لیے جیسے گھڑی اُسکی مُشک
اسقدر ہے وہ سبک کہ کبھی چلتے وقت — پاؤں سے اُسکے دل مور کو پہنچے نہ دھمک
نیکلے خرطوم میں زنجیر ہلاوے وہ اگر — اُسکے دانتوں کو یہ سمجھے جو کوئی ہو زیرک
لیلےٰ نے ہاتھ نکالے ہیں ہے — ملنے کو مجنوں کے سُن سلسلۂ پا کی جھنک

بلند مستک۔ بھسونڈ اسفید و ن۔ دانتوں پر کٹاریاں جوہر دار چڑھی ہیں۔ پلک و نا
ملتھے پر۔ فولاد کی ڈھال گجگاہ ں طرف لٹکتیں۔ جھول پاشنہ تک جھولتی۔ سریلے
گھنٹے ہر دو جانب رفتار کی سے بجتے۔ گردن پر ایک فیلبان۔ سر پر گولہ دار لال پگڑی سفید۔
دوہری۔ قزلباشی گلے میں ن کا سڈول۔ گورا رنگ۔ ہاتھ میں گج باگ۔ پاؤں
جھولے میں پڑے دونوں کے انگوٹھوں سے ہاتھی کے کان کی جڑوں کو ٹھوکتا
چلا آتا ہے۔ اوپر ہاتھی کے عماری فولادی بندھی جسپر ایک جوان بلند قامت سر پر

له کیمیہ ۱۲

خود۔ گلے میں زرہ رانگے رانوں پر ایک ہاتھ میں نشان کی ڈانڈ۔ دوسرے میں لنگر کی
ڈوری چھپائے ہوئے سینہ نکالے۔ دونوں طرف ہاتھی کے سانٹے مار۔ بھالے بردار
بان انداز۔ چرخی مار چرکٹے۔ میں۔ الگ بری چھٹی گھوم۔ دھت دھت کی صدا دیتے
اُنکے بعد ماہی مراتب۔ میگ۔ ڈمبر۔ دمامہ۔ چتر و توغ۔ دماری و علم و نشان و نقارہ کے
ہاتھی۔ اِنکے بعد سواری کے ہاتھی جنپر ہودے عماری چھوٹی شکاری ہودے کسنے۔
آگے پیچھے جھوم جھوم کر قدم دھرتے۔ اِنکے بعد سانڈنی سوار شتری بانات کی وردیاں
سُرمئی پیٹیاں توڑے دار سپرین۔ کُب دار پشتوں پر۔ نیمچہ زیب کمر۔ ایک ہاتھ میں تازیانہ
ایک میں مہار۔ سانڈہنیوں کے گلے میں گھنگرو بندھے چھم چھم کی صدا دیتے۔ اِن
کے بعد شتر نال اور زنبورک کے سوار قطار در قطار۔ اِنکے بعد گُھڑ چڑھی توپیں۔ اُن کے
پیچھے اُنکے میگزین کی پیٹیاں۔ اُن کے بعد زنگبار فرقوں کے نشان۔ گردونکی ٹولیاں
عربوں کے جوان۔ جنکے آگے آگے اِن کا افسر گھوڑے پر سوار اور اُسکے پیچھے ایک عرب
ایک چھوٹا سا نقارہ کمر میں لگائے اپنے متصل اُسے بجاتا ہوا اور اُسکے ساتھ تمام عرب عربی
کے لہجہ میں کچھ دعائیہ اشعار گاتے چلے آتے ہیں۔ اِن کے بعد غول کے سپاہی
اِنکے بعد چاؤشوں کی چوکیاں۔ اِنکے بعد ہوادار ا ... ں کے کہار وردیاں رنگین پہنے
تھوپ کوتا[1] نے اور گُرب[2] کو دھکیلتے۔ اِنکے بعد ... الہ کچھ تلوار بند گرز والے نیزہ
بردار۔ یکے بعد دیگرے مختلف قسم کے ہتھیار جو اُس ... نہ میں مروج تھے۔ کتا کھانڈا
شمشیر۔ سردھی۔ سیف۔ نیمچہ خنجر۔ کٹار۔ پیش قبض ... ک۔ تبر۔ قرولی۔ یرغو۔ نیزہ
برچھی زرہ شگاف۔ خارماہی۔ رومین۔ ناچق۔ گرز ... سپر۔ کمان۔ کپادہ۔ تیر
لیس۔ ترکش۔ خاکے۔ حُنظ۔ قلندرہ۔ خدنگ۔ تُکا ... جابہ۔ گوپال۔ اصیل۔ تیغہ
گجراتی۔ عباسی۔ بھالا۔ بلم۔ برچھا۔ جنبیہ۔ کارد۔ قہ ... چماق۔ بششش بر وغیرہ سے

[1] پالکی کا اگلا ڈنڈا۔ [2] پالکی کا پچھلا ڈنڈا۔

درست آپس میں تقریر دلیرانہ کرتے چلے آتے ہیں کہ بھائی اِسوقت ہم زندہ ہیں۔ اور زمانہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم قومی خدمت نہ کرینگے تو ہمارے نام ایسے مٹ جائینگے کہ کوئی یہ بھی نہ جانے گا کہ وہ کون تھے اور کہاں گئے۔ دیہم تو کس گنتی شمار میں جو بادشاہ مشرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک کے فرمانروا تھے اب اُن کی ٹوٹی پھوٹی قبریں وہ بھی دوسروں کے زیر فرمان ہیں۔ غرض یہ آپس میں چھیڑ چھاڑ کیئے دروازہ قلعہ تک آئے۔ یہاں دروازہ پر پردہ محل کا شانی کا پڑا ہوا نقیب اور چوبدار، پیادے، دوادے، ہلکارے، مردھے حاضر تھے۔ اب قاعدہ داروں نے لشکر کو سڑک کے دونوں طرف قاعدہ سے لگایا۔ گھوڑوں کی تھہ تنی سے تھو تنی۔ اور کنوتی سے کنوتی مل گئی۔ جوانوں کا زانو سے زانو اور بازو سے بازو مل گیا۔ افسروں نے اپنی اپنی فوج سے آگے بڑھ کر ہتھلوں سے زنجیریں کھول قبضوں پر ہاتھ سلامی کے واسطے ڈالے۔ دماموں پر گیلے رومال پھیرے۔ زینہ کو چاشنی۔ کرنا کو دم ہوا توپخانہ کے میر آتش نے مہتاب کو بونہ دکھانے کا حکم دیا توپ خانہ سلامی کے میدان میں آیا۔ شمبیتی توپ کے داہنی طرف ... ایستادہ ہوئے۔ لقمے والے پیٹیوں کے پاس آئے

اور لقمہ ہاتھ میں لیے میر آت ... ، سیاہ جھنڈی والے کو دیکھا۔ اب حضور برآمد ہوئے

پردہ چرخیوں پر کھنچا۔ گرگر ... ی آواز بلند ہوئی۔ سلامی کا نقیب بولا۔ روشن چوکی

والوں نے سلامتی کو گا ... گیا۔ اب دروازہ سے کئی سو چوبدار نکلے۔ اُنکے پیچھے

گلدستہ بردار اور مجمر[1] بردار ... وردیاں پہنے نقیب آواز سلامی دیتے کہ کرو مجرا

بادشاہ عالم پناہ سلامت ... رہ۔ باادب ہوجاؤ۔ اُسوقت کا لطف بیان باہر ہے

وہ صبح کا ہونا۔ تماشائیوں ... نقیبوں کی ہٹو بڑھو۔ افسروں کا اہتمام بہر ہونگا

... دماموں کی گرج۔ نوبت ... حضور کے سر پر چتر گردش کرتا چوبریاں سُہرا گا ہے

---

[1] انگیٹھی ۱۲

کی دونو طرف جنبش میں توپوں کی آوازیں غرض کسی نے سچ کہا ہی۔ بادشاہی اور نمونہ خدائی ❖

اب سواری عیدگاہ پہنچی۔ رعیت نے جھک جھک کر سلام کیا۔ بادشاہ نے مسکرا مسکرا کر اشارہ ابرو سے سلام لیا۔ عیدگاہ میں آئے۔ اُمراء وزراء گرد و پیش بادشاہ کے واسطے مسند لگائی گئی۔ بادشاہ بیٹھے۔ خطبہ شروع ہوا توپیں سر ہوئیں خطبہ کے ختم پر توپیں چلیں۔ بعد نماز حضور سوار ہوئے۔ توپخانہ نے سلامی دی قلعہ میں دیوان عام پہلے ہی سے فراشوں نے درست کرلیا تہا۔ حضور تخت حکومت پر جلوہ فرما ہوئے۔ نذریں ہوئیں خلعت عطا ہوئے۔ توپخانہ ہر رسم دربار پر سلامی دیتا رہا بخوف طوالت دربار کا حال انشاءاللہ کسی اور پرچہ میں تفصیل کیا جائے گا ❖

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ست

(رعیت کی عید)

رمضان ختم ہوا۔ روزہ دار الوداع کی نماز پڑھکر عید کی تیاری میں مصروف ہوئے جامع مسجد سے نکلکر سویاں خریدیں۔ کہانڈ چہوہارے لیئے۔ دودھ کے واسطے گھر آتے ہوئے دودھ والے سے تاکید کردی کہ [illegible] اگر آج چاند ہوگیا تو کل صبح کو دودھ کا بندوبست کردینا۔ دام جو کہو گے ہم د[illegible] لیکن دودھ اچھا ہو۔ گھر آئے سویاں بہنوانیکے واسطے آدمی کو سویاں دیں کہ [illegible] سویاں ٹوٹیں نہیں اور جل نہ جائیں۔ گلابی رنگ یکساں ہو۔ یہ سویاں رومالی ہیں۔ [illegible]

عورتوں نے بچوں کے کپڑے جو درست [illegible] انکو منگا کر دیکہا۔ بچوں کو بُلایا۔ اور ایک ایک بچہ کو لباس پہنا کر دیکہا کہ کوئی [illegible] نہ رہ گیا ہو۔ اب جو سویاں کچی تہیں انگوشتیوں میں اور سینیوں میں لگا [illegible] چہوارے عیدیاں وغیرہ رکہکر خانپوش ڈالکر بہن بہانجیوں کو روانہ کیں [illegible] خوشی میں بچے گیارہ بجے تک جاگتے رہے صبح کو نہا دہو کر لباس بدلا ب[illegible] یا اور گھی کا ڈورا دے

ماما نے لاکر دسترخوان بچھایا۔ کچھ چھوارے دودھ میں ڈال دیئے میاں نے دھو کر
سوتیو نیر نیاز دیکر الگ الگ چینی کے پیالوں میں سوتیاں نکالیں اور بچوں کو آواز دی
کہ آؤ نیاز چکھ لو۔ میاں اور بچوں نے دسترخوان پر بیٹھکر سوتیاں کھائیں۔ اور کپڑے
بدلکر بچوں کو ساتھ لیکر میاں عیدگاہ روانہ ہوئے۔ یہاں عیدگاہ کی سڑک پر دونوں
طرف حلوائیوں نے بھٹیاں بناکر کڑھاؤ چڑھا رکھے ہیں۔ پوری حلوا کچوری بیوڑیاں
تل رہے ہیں۔ اوپر شامیانہ میلا پرانا سرخ رنگ کا تنا ہوا نیچے شامیانہ کے بڑا تخت
زمین سے بارہ چودہ گرہ اونچا بچھا ہوا جس پر اوپر نیچے لمبے لمبے تختے لگاکر تر دو تین
پیتل کے تھال سلامی چن دیئے ہیں۔ اور اُن میں طرح طرح کی مٹھائی لڈو پیڑے۔ امرتی
شاخ سہال۔ اندرسے۔ موتی پاک سوئیں بسیو۔ مگد۔ موتی چور۔ رشتہ۔ حلوا
سوہن۔ پپڑی حبشی۔ گوندا۔ جوزی۔ تاشی۔ دودیا۔ شاخ بادام۔ ریوڑی۔ خرمہ
خرمیاں۔ گلاب جامن وغیرہ کمال سلیقہ سے تھالوں میں چنی بیچمیں حلوائی سر پر
لال میلی پگڑی گلے میں سفید دوہری کمری جسمیں جگہ جگہ چکنے دھبے لگے ہوئے
دھوتی۔ ایسی چکٹ کہ زمین پر بیٹھ تو زمین کو دھبہ لگ جائے۔ ترازو میں مٹھائی
تولکر اور ڈھاک کا گیلا پتہ اُ تی پر رکھ کر حلوا وغیرہ دے دیتا ہے۔ اس کے
برابر کبابی جس نے صبح کو د ہے اُسپر لوہے کی کڑھائی چڑھی مچھلی کے کباب
تل رہا ہے اور چولھے ایک چوکھونٹی کاٹھ کی کشتی جسمیں ڈھاک کے پتے
بچھے۔ اُنمیں لونگ چڑے یاں۔ پھلکیاں بیسن کی۔ گوشت کی کچھ سموسے
میٹھے سلونے۔ کھجلے۔ میں چٹنی پودینہ کی بھری ہوئی۔ رکھی۔ گاہک کان
کے آگے کھڑے ہوئے کر رہے ہیں۔ آنکھوں میں دھواں لگ رہا ہے کچھ لوگ
کبابی کے پیچھے بیٹھے مٹی کی طشتریوں میں کباب کھا رہے ہیں۔ کوئی مرچوں
کی وجہ سسکاریاں بھر رہا ہے کسی کے منہ سے رال بہہ رہی ہے۔ مرچوں کی زیادتی

سے چہرہ پر پسینہ آگیا ہے۔ اِسکے برابر سیخ کے کباب والا ہے جسنے چھنوں پر پسندہ کباب کی سیخیں چڑھا رکھی ہیں۔ اوپر اُنکے دہی ملا ہوا۔ کچھ سیخیں کوئیلوں پر رکھی۔ برابر کوئیلوں کے ایک ٹین کا چرخی دار پنکھا ایک لڑکا جھل رہا ہے۔ ایک پیالہ میں پیاز ادرک کیری کا لچھہ۔ ادہری مرچیں پودینہ کترا ہوا ایک سینی میں کھٹے کترے ہوئے ایک مٹی کے پیالہ میں پانی بھرا ہوا جس پانی کی لاگ سے قیمہ سیخ پر پھیلاتا ہے۔ ایک موئیا کچے سوت کا پڑا ہوا جس سے دونے کو لپیٹ دیتا ہے اِسکے برابر ایک تنبولن تخت بچھائے قند کی لنگی جسپر سفید گوٹا ٹکا ہوا پانی لنگی سے ٹپک رہا ہے۔ اور برابر ہر قسم کے پان بنگلہ کلکتی۔ احمد آبادی۔ ماچل پوری۔ بیگمی۔ کافوری۔ دیسی اوپر نیچے رکھے۔ تہالیوں میں چھالیہ۔ ناجرہ۔ تیکھہ۔ نٹی۔ گول۔ کیلیں۔ کتری ہوئی۔ سفید بوتلوں میں چھوٹی الائچیاں چوگھڑا بہری ایک آئینہ گز بھر لمبا اور دس گرہ چوڑا برابر تنبولن کے رکھا ہوا۔ دکان کے سامنے سے گزرنے والے وضعدار اپنی اپنی چھب دیکھ لیتے ہیں۔ آگے تنبولن کے دو کلیاں پیتل کی بڑی بڑی منجھی دھلی کتھے چونے کی رکھی چمچیاں اُسمیں پڑی ہوئیں ایک طرف کھلونے والے چارپائیاں بچھائے اُنپر ... کاٹھ۔ کٹی ابرق کے کھلونے جھنجھنے پپیہے۔ پھیریاں لگائے ایک طرف ٹین ... ن کی چھوٹی چھوٹی گڑیاں چولہے۔ گاڑیاں۔ پالکیاں لیئے بیٹھے ہیں۔ ایک ط... ار لاکھی جھنجھنے چسنیاں بیچ رہے ہیں۔ ایک شخص چھڑی میں کاغذ کی چکر پنکھ... چرخے لیئے ایک اپنی ٹوکری میں سارنگیاں رکھے پپیہا بجاتا پھرتا ہے۔ ایک تا... تے کے بگل کمر میں آڑے ایک بڑا بگل بجا رہا ہے۔ ایک چورن والا گز سوا گز... ہ پر بڑا سا تھال رکھے جس میں چورن طرح طرح کا تر و خشک کچھ گولیاں جنپہ... ورق لپٹے کچھ اشعار پڑھکر چورن بیچ رہا ہے۔ جگہ جگہ سقے لیس اور... را تبوتی ٹوپیاں لوڑھے گلوں میں سفید دوہری اجلی کمریاں۔ لنگی کھاروے کی... ہ بندھی۔ مشک پشت پر

جسکے کھونٹے۔ پائنچے۔ درز پچھلی پر جھنجھی جت کوڑیاں ٹکی ہوئیں۔ بائیں ہاتھ پر چمڑے کی آستین کہنی تک چڑھی۔ گھٹنا جس کی موریوں کو بل دیکر پنڈلی تک چڑھا رکھا ہے۔ پاؤں میں گول پنجے کی جوتی جسپر کیچڑ کی چھینٹیں پڑکر مٹی کا رنگ ہوگیا ہے کٹورے دلہنے ہاتھ میں لٹکا تے ٹکور لگا رہا ہے جس کی سُریلی جھنکار کمال اچھی معلوم ہوتی ہے +

گگڑ والے مراد آبادی پیتل کے حقے جنپر گرم قلعی چڑھی قلم کا باریک کام بنا ہوا اُسپر ڈیڑھ خمانیچہ۔ موٹا۔ سرخ قندکی پٹی اور اُسپر سفید۔ دھنک لپٹی ہوئی۔ مٹی کی بڑی چلم جسپر ٹین کا جنبر چڑھا ہوا جسکے سوراخوں سے کوئلے دہکتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں گلے میں چمڑے کا خلتہ جسمیں کوئلے۔ تمباکو۔ توے چپل دست پناہ پڑا ہوا۔ حقہ پلا رہا ہے۔ ایک طرف گنڈیری والا آگے ایک بڑا چھبہ جس میں کیلے کے پتے بچھے گنڈیریاں اُسمیں چنی۔ سروتے سے گنڈیریاں بنا رہا ہے جب سروتہ کھولتا ہے تو پٹرے پر کھٹا کا ہوتا ہے۔ پونڈوں کی پھاندیاں بڑے چھوٹے پونڈے کھڑے جنکے اکھوئوں کے سبز سبز پتے ہوا کے چلنے سے لہراتے ہیں کبھی کبھی سریلی آواز سے [illegible] ہے کہ گنڈیریاں ہیں پونڈے کی گلاب میں بسائی ہیں یہ + اسکے قریب [illegible] ے چھبے میں ہرے ہرے پتے بچھائے آلو کچالو بالو کے بھنے ایک [illegible] رکھے ہیں۔ اور کمرکیں۔ امرود۔ کیلے۔ نارنگیاں رکھے ایک مٹی کی ہانڈی میں [illegible] میں زیرہ سفید پسا ہوا۔ لیموں۔ کٹھے ترشے ہوئے رکھے ہیں۔ ہاتھ میں ایک [illegible] ن بنا ہوا چاقو جو بیچمیں سے گھس گیا ہے۔ دستے کی جگہ بانس کی کھپچی کے [illegible] دیسی سفید سوت سے لپٹے ہوتے۔ ایک پتہ پر آلو کچالو تراشکر [illegible] چھڑک کر پرانی چلمنوں کی تیلیاں ایک طرف رکھی ہیں۔ اسمیں سے تین [illegible] کا تنکا توڑ کر کچالوؤں میں لگا دیتا ہے۔ بیچے کچالو

کھا رہے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میاں اب کے کھٹائی زیادہ ڈالنا۔ کوئی کہتا ہے کہ مرچیں زیادہ ڈالو۔ ایک منہ لٹکائے رال بہا رہا ہے منہ سرخ ہو گیا ہے کبھی کبھی کچالو والا" چاٹ ہے بارا مسالے کی یہ" کہہ رہا ہے ایک طرف ایک کھجور والا جیسے چھبیے میں ہرے ہرے کیلے کے پتے بچھے جس میں کئی قسم کی کھجوریں رکھی ہیں کھجور کے پتے کی چوری ہاتھ میں مکھیاں جھل رہا ہے۔ اور کان پر ہاتھ رکھکر آواز لگاتا ہے کہ" کھائے چھوہارہ لگا دیا ہے۔ دانہ تو شیدی گھر کے باغ کا قند میں ملا ہے"۔ بیسیوں فقیر مانگتے پھرتے ہیں۔ کہیں دس پانچ ٹھمریاں مل کر آنے جانے والے کے پیچھے پیچھے کہتی چلی جاتی ہیں " اے دیجا۔ دیجا تیرے بٹوے میں پیسہ دہرا ہے دیجا دیجا تجھے اللہ نوازے دیجا دیجا۔ پہلے ایک کہتی ہے اور پھر سب ملکر ہاتھ بڑھا بڑھا کر دیجا دیجا۔ کہتی ہوئی دس بیس قدم جاتی ہیں۔ کسی جگہ کسی فقیر نے چادر بچھا رکھی ہے۔ لوگ کوڑی پیسہ ڈالتے جاتے ہیں۔ عیدگاہ کے دروازے میں شانہ سے شانہ چھل رہا ہے۔ لوگ درختوں کے سایے ٹٹول ٹٹول کر بیٹھتے جاتے ہیں۔ امام جی صاحب چغہ پہنے۔ سر پر عمامہ باندھے ممبر کے پاس بیٹھے ہیں۔ تھوڑی دیر میں تکبیر لوگوں نے صفیں باندھیں
نماز اور دعا کے بعد امام جی ممبر پر چڑھے اور خطبہ نیا سب نے خاموش سنا
خطبہ ختم ہوتے ہی امام جی ممبر سے نیچے اترے۔ ی۔ اب لوگوں نے امام جی
سے مصافحہ کیا۔ آپسمیں ہنس ہنس کر بغلگیر ہوئے۔ گاہ سے نکلکر سودا خریدنا
شروع کیا۔ لیکن افسوس ایسے دہلی میں فی صدی ... بھی نہ ہونگے اب اہل
حرفت رمضان تو گزرا۔ کام کا مندا۔ پورا مہینہ گزر ... م کا نام نہیں چاندرات
کو کارخانہ دار پاس آئے۔
کمیٹی کاریگر! کر خندار۔ کچھ ناوان لواؤ۔ کل عید ہے ... خانہ دار! بھائی میں خود ہی

فکر میں بیٹھا ہوں۔ کلّو! کرخندار۔ مجھے تو پانچ روپیہ دیدو کہ میں نے ہاتھ لگا لیا ہے ایک پنجابی سے نو بجے سے شام تک گڈی لڑنے کی۔ کارخانہ دار۔ میں پانچ روپیہ کہاں سے لاؤں۔ تمہارے اوپر ساٹھ روپے پہلے باقی کے ہیں اور تم نے چھ برسوں سے ایک پیسہ نہیں اُتارا۔ ڈھولا پہلوان۔ کثرتی بدن کان خوبصورت ہونیکی وجہ سے توڑ ڈالے ہیں کہ پھولکر کونڈے کا کنارہ بن گئے ہیں۔ میلا کرتہ گلے میں ایک تہ بند میلا بندھا۔ سر پر میلی ململ کی دو پلڑی ٹوپی گلے میں تین چھوٹے چھوٹے تعویذ چاندی کے پڑے جنکا ڈورا پرانا ہو کر چوہے کی دم معلوم ہوتا ہے۔ ڈھولا۔ بے جا۔ ایک ایسے گردنے کی آؤنگا کہ چہرہ پراٹھا ہو جائے گا۔ نہ کام کرے نہ کاج ڈروائے سے نکل آئے۔ پانچ روپیہ تو دیدو۔ میاں میں ایک پیسہ نہ دینے دونگا جا مرے آگے سے جا۔ مارونگا لات کہ زمین میں دھنس جائیگا۔" کلّو کمزور ہے لیکن تھپکی کی پاڑ کے ہتوڑے کا پرانا دستہ اُٹھا کر۔ "ابے کیا بکا۔" دو چار کاریگر کھڑے ہو گئے۔ بیچ بچاؤ کرادیا۔ کلّو۔ غصہ میں بھرے اپنے گھر میں آئے۔ بی بی کا جو سامان تھا جہیز کا وہ تو پہلے ہی بیچکر کھا گئے تھے۔ اب صرف اس غریب کے پاس دو بالیاں سونے کی باقی ہیں۔ اور سب سامان ایک [illegible] کرکے کچھ گرو کیا تو سود میں برابر ہوا۔ میاں کلّو نے بی بی سے کہا کہ ارے یہ بالیاں [illegible] ے۔ بی بی نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ اب میرے پاس کیا رہ گیا ہے۔ [illegible] ہر دفعہ دریافت کرتے ہیں کہ تیرا زیور کیا ہوا میں کہدیتی ہوں کہ مانگے گیا ہے [illegible] بالیوں کو نہ دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا کہینگے اور مجھے اب کہاں نصیب۔ ایسدن [illegible] نے بگڑ کر کہا کہ "دیتی ہے یا نہیں یا کوئی جوتی کی آؤں جب دے گی۔ یہ کہکر ایک [illegible] ہفتہ مارا اور بالیاں نوچ لیں۔ دونوں لوَیں چر گئیں اُدھر خون بہنے لگا۔ کلّو تو بالیاں [illegible] ہی ہو گئے۔ اور یہ بیچاری روتی تھی کہ اتفاقاً اسکا بھائی آگیا اور ڈولی میں سوار کرکے لیگیا [illegible] کی بیٹھتی چلی گئی۔ میاں کلّو نے دس روپیہ کو بالیاں

عید کے خطوط

جس وقت عید نمبر نکالنے کا خیال پیدا ہوا تو شعبان آخر ہو چکا تھا۔ ایسے تنگ وقت میں مضامین کا فراہم کرنا آسان نہ تھا۔ تاہم کوشش شروع کی گئی۔ مگر اس قدر جلدی تصوفانہ مذاق کے ایسے مضامین جن کا عید سے بھی تعلق ہو مہیا ہونے محال تھے۔ اس لیے صوفیانہ خصوصیت کو اس نمبر میں ملحوظ نہ رکھا اور عام دلچسپی کے مضامین درج کر دیئے گئے ؛

ارادہ یہ تھا کہ ہندوستان کے تمام اسلامی فرقوں کے رسومات عید کا تھوڑا تھوڑا ذکر آجائے۔ تاکہ ناظرین گھر بیٹھے سارے ملک کی عیدوں کا نظارہ دیکھ لیں۔ چنانچہ شیعہ۔ صوفی۔ وہابی۔ بابی۔ قادیانی وغیرہ کل جماعتوں کے پیشواؤں کو خطوط لکھے گئے کہ اپنے اپنے طریقوں سے مطلع کریں۔ نیز ہندوستان کے ہر صوبے کے حالات دریافت کئے گئے کہ وہاں مجموعی طور پر عید کے کیا مراسم ہیں۔ مگر افسوس ہے

کہ اس کوشش میں ہمکو بہت ناگوار تجربے ہو ... علماء مشائخ نے ہمارے خطوط
کا جواب تک نہ دیا۔ حالات لکھنے تو کجا۔ لیکن ... نے نہایت اخلاق سے فوراً
جوابات لکھے اور ہماری حوصلہ افزائی کی۔ عام ناظ ... نے بھی فرداً فرداً جن کو عید نمبر
کی اطلاع ہوئی۔ ہمارا ہاتھ بٹایا۔ اور اپنے اپنے ع ... کے حالات قلمبند کر کے بھیجدیئے
بعض مضامین اب وصول ہوتے جبکہ پرچہ تیار ... بجبوراً اُن کا خلاصہ لکھدیا جاتا
ہے۔ بعض مشائخ جنکو ہمارے خیال سے اتفاق ... ہی۔ اس موقع پر نہایت خلیق
ثابت ہوئے۔ اور انہوں نے عید نمبر کی اعانت ... قعل حصہ لیا۔ افسوس اُن بزرگوں
پر ہے جو اہل علم کہلاتے ہیں اور پھر ایسی علمی خدمات ... بی چراتے اور چشم پوشی کرتے ہیں

مثلاً ہم نے حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب سے جناب حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند کے نام خط لکھوایا کہ وہ اپنے والد ماجد حضرت مولنا محمد قاسم صاحب رح کے حالات لکھدیں کہ وہ عید کے روز کیا شغل رکھتے تھے چونکہ مولانا محمد قاسم صاحب رح مسلمانوں کی ایک جماعت کے پیشوا مانے جاتے ہیں اس لئے اُنکے حالات لکھنے ضروری سمجھے گئے تھے۔ دوسرا خط مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کو لکھوایا گیا کہ وہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رح مہاجر مکی کی کیفیت عید سے مطلع فرمائیں۔ مگر کمال درجہ تاسف ہی کہ ان دونوں صاحبوں نے باوجودیکہ حضرت خواجہ صاحب سے ان کے دیرینہ مراسم ہیں خط کا جواب بھی نہ دیا۔ مولانا اشرف علی صاحب کی خاموشی تو چنداں تعجب خیز نہیں کیونکہ وہ اصلاحی سوالات کے جواب دلچسپی سے دیتے ہیں۔ باقی باتوں کو فضول سمجھتے ہیں۔ اگر سوئیوں کے جواز و عدم جواز کی نسبت اُن سے سوال ہوتا تو فوراً جواب دیتے تعجب حافظ محمد احمد صاحب پر ہے جو ضرورت زمانہ کے خوب ماہر مانے جاتے ہیں اُن کے سکوت نے حیرت میں ڈالدیا +

جن حضرات نے ہماری خواہش کی فوراً تعمیل کی اور جواب مرحمت فرمائے ہم اُنکے تہ دل سے شکرگزار ہیں خصوصاً جناب مولانا حکیم نورالدین صاحب جانشین جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مہربانی نے ہم کو زیر بار احسان کر دیا۔ ان کا جواب سب سے پہلے آیا۔ حکیم صاحب اور ان کے عقائد سے ہمکو قلبی اختلاف ہی۔ لیکن قادیانی جماعت کے سرگروہ کی بے تعصبی اور ملنساری ہر طرح قابل تعریف ہی۔ ایک زمانہ میں مشائخ صوفیہ کا یہ دستور تھا کہ اپنے دشمنوں تک سے مدارات کا برتاوا کرتے تھے۔ مگر آج وہ لوگ [illegible] کرتے ہیں جنکے عقائد کو تصوف سے بہت کم سروکار ہے۔ حکیم صاحب نے خواجہ صاحب کے خط کا مفصل جواب دیا ہی۔ مگر ہم خلاصہ درج کرتے ہیں۔ وہو ہذا +

قادیان۔ ۲۰۔ ستمبر ۲۸ء

مکرم معظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کرم نامہ باعث اعزاز ہوا۔ جزاکم اللہ۔ جناب کا استفسار پڑھکر دیر تک متعجب رہا اور دنیوی عجائبات کا مطالعہ کرتے کرتے قریب تھا کہ میری حالت وجد میں آجائے۔ بلکہ ایک قسم کا وجد رہا عید کے دن مرزا صاحب غسل فرماتے۔ اور تجدید لباس کرتے۔ اور خوشبو لگاکر مع احباب کے عیدگاہ تشریف لیجاتے تھے۔ اور گاہے اُس جامع مسجد میں جہاں ہم لوگ جمعہ پڑھتے ہیں۔ وہاں بھی عید پڑھ لیتے تھے۔ عید کا خطبہ ہمیشہ یہ خاکسار پڑھ دیتا تھا یا مولوی عبدالکریم۔ واپسی میں دوسرے راستہ سے گھر میں تشریف لاتے تھے۔ صدقۃ الفطر پہلے جمع کیا جاتا تھا اور قربانی کی عید میں بعد نماز کے معاً قربانی کرتے تھے۔ میں نے کسیکو نہیں دیکھا کہ آپ کسی کے گلے ملے ہوں۔ یا کسیکو پانچ یا ہو۔ عیدگاہ میں نئے آنے ہوئے دوست مصافحہ کرلیتے تھے۔ سیر و تفریح کے لیئے کہیں نہیں جاتے تھے۔ کوئی خصوصیت نہ تھی۔ اقارب سے بھی کوئی خصوصیت کی ملاقات۔ اُسدن نہیں کرتے تھے۔ راستے میں لاالٰہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ پڑھنے کی عادت تھی۔ مگر آہستہ پڑھتے۔ اور بعض لوگ آواز سے پڑھتے تو روکتے نہ تھے اور یہ بندہ بھی انکے تابعداروں میں ہے (یعنی ...ہی میں مراسم عید ادا کرتا ہے) مگر غرض یہ ہے کہ معانقہ عام طور پر قطعاً انکی عادت ...تھا۔

نورالدین

شاہ دلگیر صاحب اکبرآبادی نے جو ایک ...کے سجادہ نشین اور حلقہ کے دیرینہ رکن ہیں۔ خانگی ضروریات و مقدمات کے ...یم الفرصتی کا عذر کیا۔ مگر اپنے دوست جناب سیماب صاحب اکبرآبادی سے فوراً ...یل نظم بھجوائی۔ اور شکریہ کے مستحق بنے۔ حلقہ کے پرانے خادم حکیم محمود علی خاں ...ب ماہر اکبرآبادی نے غریب کی عید کا ایک نہایت مؤثر مضمون فوراً بھیجدیا ...سب احسانمندی کے قابل

مولانا سعید احمد صاحب مارہروی (نامور مورخ) ہیں جنکو ملازمت کے سبب بہت کم فرصت ملتی ہے۔ مگر ہماری استدعا پہنچتے ہی انہوں نے عید کا تاریخی مدلل مضمون بھیجدیا ❊

مولوی سید نواب علی صاحب ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج کے بھی ہم بدل ممنون ہیں جو ہمیشہ نظام المشائخ کی قلمی مدد کرتے رہتے ہیں۔ اس نمبر کے لیئے بھی انہوں نے نہایت قابل قدر مضمون لکھکر عنایت کیا۔ مولانا حسن میاں صاحب پھلواروی نے رمضان المبارک کی مصروفیت کا عذر نامہ بھیجا۔ مگر ساتھ ہی اپنے عزیز اور ہمنام مولوی سید حسن صاحب فانی۔ قادری مجیبی۔ پھلواروی کا ایک فاضلانہ مضمون عید کی خوشی پر ارسال فرمایا۔ جو افسوس ہے رسالہ مکمل ہونیکے بعد پہنچا۔ اسلیئے درج نہو سکا۔ فانی صاحب نے نہایت تشریح و توضیح کے ساتھ عید کا فلسفہ بیان کیا ہے اور جماعت کی خوبیوں پر فلسفیانہ بحث کی ہے اور اسلامی نکتہ خیال کو بھی پیش نظر رکھا ہے ❊

جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بیرسٹر لاہور اور لسان العصر خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب جج پنشنر الہ آباد بھی خاص شکریے کے مستحق ہیں جنہو[illegible] ہمارا خط پہنچتے ہی عید کی نظمیں لکھدیں۔ علی ہذا جناب عشرت لکھنوی۔ اور جنا[illegible]م۔ اکا بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ مسلم لیگ کے اخبار میں گجراتی حصہ کے ا[illegible]م نظام الدین صاحب قریشی احمد آبادی نے جن کا ذکر بار ہا رسالہ میں آیا ہے۔ ا[illegible] ہمارے حضرت نے پر کیف کا لقب دیا ہے۔ علاقہ گجرات کی مراسم عید پر ایک مفصل مضمون بھیجا تھا مگر افسوس کہ عدم گنجائش کے سبب درج نہو سکا حالانکہ اس مضمون میں گجرا[illegible] مراسم عید کی بہت سی دلچسپ باتیں تھیں۔ ملتان سے جناب خان بہادر مخدوم حسن [illegible] بھی صاحب سجادہ نشین خانقاہ سہروردیہ نے عید کی کیفیت اور وہ مراسم جو ان کے ہا[illegible]ں ہیں بھیجی تھیں۔ مگر ان مراسم میں کوئی غیر معمولی بات نہ تھی

رمضان شریف میں سجادہ نشین صاحب موصوف کی طرف سے ملتان کی خانقاہوں میں حفاظ مقرر کیئے جاتے ہیں جو تمام ماہ قرآن خوانی کرتے رہتے ہیں ؛

مدراس سے جناب مولوی محمد نصیر الدین صاحب نظامی جنرل مرچنٹ نے وہاں کے حالات عید بھیجے ہیں اور مشائخ کے دستور عید کو مشرح لکھا ہے۔ لیکن ان میں بھی کوئی نرالی اور خاص بات قابل ذکر نہیں ہے۔ نتیجہ اور انجام کار یہ ہے کہ تمام ملک میں عید کی مراسم یکساں رائج ہیں فرق ہے تو بہت معمولی۔ خدا تعالی کے شکر کے بعد جسنے عید نمبر مکمل کرنے کی ہمکو توفیق دی تمام مضمون نگاروں اور مذکورہ بالا حضرات کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ علی الخصوص ماسٹر نورالدین صاحب کا جنہوں نے عید کی تصویریں بنائی ہیں۔ ماسٹر صاحب لاہور کے باشندے اور لاہور ہی کے میو سکول و آرٹس کے پاس شدہ اور ممتاز اولڈ بوائے ہیں آجکل دہلی کے نورمل اور موڈل سکولز میں ڈرائینگ ماسٹر ہیں۔ فن نقاشی اور مصوری میں انکو کمال حاصل ہے۔ حلقہ اور بانی حلقہ کے دیرینہ حلقہ بگوش ہیں۔ اب انہوں نے اپنے قیمتی اوقات کا ایک حصہ حلقہ کی خدمت کے لیئے وقف کیا ہے۔ ہر مہینے اپنے موثر فن کے نمونے رسالہ میں پیش کیا کرینگے۔ حضرت خواجہ صاحب نے انکو نقشی کا لقب عطا فرمایا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین اپنے نقاش کے دلچسپ اور کار آمد تصاویر سے نیک نتائج اخذ کرینگے ؛

آخر میں ہمکو اپنے ہادی و پیشوائے اقدس جناب حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ جنہوں نے باوجود نادرستی طبع کے عید نمبر کی تر ں نمایاں مدد دی حالانکہ یہ مہینہ حضرت نے خاموش رہنے اور آرام لینے کیلئے مقرر کیا تھا یک لاجواب مضمون آ کے عنوان سے عطا فرمایا۔ اور عید الفقراء کی تمہید لکھی۔ آپ سارے نمبر کی جان ہے۔ ناظرین نے اردو ادب کے سیکڑوں مضامین دیکھے ہونگے۔ مگر جو دل آویز طرز ے حضرت کے مضامین کی ہوتی ہے اور خصوصاً جو کیفیت اس آ میں ہے وہ یقیناً آجتک کسی نے نا ہوگی۔ اب ہم اپنے ناظرین کو عید مبارک کہکر مضمون ختم کرتے ہیں

محمد الواحدی

عید کی دعوت کا رقعہ

از جناب منشی احمد خان صاحب تاباں ڈبل کمپنی لمٹڈ

پیو بھر کے رکھے ہیں ساقی نے جام — خدا نے کیا آج روزہ حرام
سبو پر لگائی ہے مے کی سبیل — کہ زاہد پیئے جسکو بے قال و قیل
سنو میکشو! آج پیرِ مغاں — دکھاتا ہے رندوں کو باغ جناں
مہینوں اسی دن پہ قربان ہیں — کہ ہم اپنے ساقی کے مہمان ہیں
چلو آج بھٹی پہ دعوت ہی خاص — پہن لو اپنے سے اچھا لباس
ملو دوستوں سے چہکتے ہوئے — نشہ کی ترنگیں بہکتے ہوئے
ہوئے شکر ہے بعد صد انتظار — نظر سے نظر دل سے دل ہمکنار
یہ روزہ بھی کچھ کم نہیں عید سے — کہ افطار ہو شربت دید سے
ادا کے فرائض میں کیسا قصور — ہوا سجدہ شکر داعی ضرور
اترواؤ صدقہ یہ اغ[illegible]ئے — خدا حاسدوں کی نظر سے بچائے

تاباں

بقرعید کی دعوت

ایڈیٹر صاحب کشمیری میگزین لاہور نے عیدین کے متعلق ایک مضمون بھیجا ہے۔ چونکہ [illegible] نمبر میں گنجائش باقی نہیں رہی۔ لہذا بقرعید کے موقع پر شائع ہوگا۔

بیسدن [illegible]

اس لیئے دیگر مضامین [illegible] حضرات کو ابھی سے بقرعید کی دعوت دیجاتی ہے علمی قربانیاں تیار کرکے [illegible] بھیجنی چاہئیں۔

خاکسار اڈیٹر

عید کا گلدستہ

از جناب مولانا سعید احمد صاحب مارہروی مؤلف حیات خسرو و امرائے ہنود وغیرہ

جس زمانے میں کہ مسلمانوں کا آفتاب اقبال درخشاں تھا عیدین کے دربار میں باکمال شعراء قصائد تہنیت میں اپنا کمال دکھا کر سلاطین عظام اور امرائے عالی مقام سے بیش قرار انعام پاتے تھے۔ اب بقول شخصے ؎ آن قدح بشکست و آں ساقی نماند + زمانہ کی گردش نے ان جلسوں اور درباروں کو خواب و خیال کر دیا۔ چونکہ جناب اڈیٹر صاحب رسالہ نظام المشائخ نے اپنی وسیع برادری میں عید کے پرانے جلسوں کے مطابق نئی روح پیدا کرنیکے واسطے عید نمبر شائع کرنے کا قصد کیا ہے۔ لہذا نیازمند گلہائے رنگ برنگ سے یہ مختصر گلدستہ ناظرین نظام المشائخ کی خدمت بابرکت میں پیش کر کے عید کی مبارکباد دیتا اور حسب قاعدہ انعام کا امیدوار ہے ؎

گو قابلِ منظور نہیں تحفہ ہمارا | شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

میں کیا انعام چاہتا ہوں! وہ بھی خود ہی عرض کیئے ہوں کہ جملہ ناظرین نیازمند کے واسطے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ میرا انجام ہو اور ؎

بوقت نزع میرے منہ سے نام مصطفٰے صلعم نکلے

بدن سے روح جب ہو تو صلِّ علیٰ نکلے

سعید احمد مارہروی

ہلالِ عید از گردونِ زنگاری ہویدا شد | پئے بیرون از دریائے غم کشتی مہیا شد

بیک ناخن گرہ نتواں کشود از عقدہ مشکل | دلِ عالم زہ ناخن ہلال است حیرانم کہ چوں واشد

ل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۱۲

گردد سازِ چوں خاتونِ عشرت می‌پرستاں را ، کہ مضرابِ گرِ صاحب ماہِ عید پیدا شد
ہلالِ عید جہاں را ز نورِ خویش آراست (نظیری) شراب چوں شفق و جام چوں ہلال کجاست
مگر شراب شفق خورد شب ز جامِ ہلال ، کہ مہر آگر کرد و بود جملہ در عصر است
برآمد ماہ عید از اوجِ گردوں ، طرب چوں ماہِ نو ہر دم شد افزوں
سوادِ شام در پیشِ مہِ نو ، مگر لیلیٰ ست در پہلوی مجنوں
چنیں ماہِ نو و عیدِ خجستہ ، مبارک باد بر ذاتِ ہمایوں
رسید موسمِ عید و صلائے خوش در داد ، پیالہ بر کفِ خوباں ماہ پیکر داد
بجز ز چرخ اگر صد ہزار مروارید ، چگونہ از پئے یک گوشوارہ زر داد
نماز شام کہ خورشید ازیں سرائے سرور (…) گرفت راہ سفر ہمچو عاشقان غیور
ہلالِ عید ز اوجِ افق نمایاں شد ، نمود گوشۂ ابرو تجلی از سرِ طور
تا چرخ ہلال گردد از چرخ پدید (ملا وحشی) کز بہر درِ شادی عید است کلید
عیدِ تو ہمیشہ در طرب سازی باد (سلیم) کارِ تو چو خورشید سرافرازی باد
عیدِ تو بساطِ طرب سازی باد ، انجامِ نشاطِ تو در آغازی باد
تا نام و نشانِ عید در عالم ہست ، درگاہِ تو باد عید گاہِ عالم
عید آمدہ تا در طرب بکشایند (بیدل) در ساغرِ ماہ بادہ پیمایند
عید است و بہار است و چمن جلوہ فروز (…) گل خندہ فشاں گشتہ و بلبل بخروش است
وقت است کہ افطار شود روزہ … ، چوں شیشہ بدست آمد و پیمانہ بجوش است
جہاں بر ابروئے عید از ہلال وسمہ کشید ، ہلالِ عید در ابروئے یار باید دید (حافظ)
بخانہ آمدنت عیدِ عشرت افروز … (ملا علم) مبارک است کہ امروز روزِ نوروز است
ہلالِ عید کہ بر آسماں ہویدا شد (جہانگیر[1]) کلیدِ میکدہ گم گشتہ باز پیدا شد
اے عید دین و دولت عیدت خجستہ باد ، ایامت از حوادثِ ایام رستہ باد

[1] جہانگیر ۱۲ [2] نور جہاں ۱۲

صبح عید

از جناب [illegible]
جناب [illegible] اکبرآبادی

وہ پہنا یا لعل! وہ نکلا پرہ دارِ صبحِ عید — لو وہ چمکا آفتابِ زرنگارِ صبحِ عید
چشمِ خوابیدہ۔ شکارِ انتظارِ صبحِ عید! — ہوگئی مخمور جب دیکھی بہارِ صبحِ عید
مست ہی کیفِ نظر سے میگسارِ صبحِ عید — یا خدا قائم رہی جسم جم وقارِ صبحِ عید
ہائے یہ ٹھنڈا سماں یہ سرو صحنِ گلستاں — تازگی بخش طراوت ہی بہارِ صبحِ عید
ماہ نے لوٹا شبابِ حسنِ فطرت شام کو — مہر نے توڑا طلسمِ سحرکارِ صبحِ عید
جس طرف دیکھا نظر آئی بساطِ انبساط — ہوگیا حدِ نظر آخر حصارِ صبحِ عید
یہ صباحت، یہ ملاحت، یہ چمک، یہ سادگی — روکشِ رخسارِ عذرا ہیں عذارِ صبحِ عید
محو صوفی ہوگئے تکبیر اور تہلیل میں — چھاگئی یوں رنگ متّو بنکر بہارِ صبحِ عید
دیکھنا او دیکھنے والے جو ہی اہلِ نظر! — دیدۂ باطن سے حسنِ آشکارِ صبحِ عید
رحمتِ حق سے ہیں شیریں کام و صحابِ صیام — تیس دن تک جو رہی امیدوارِ صبحِ عید
چاندنی بھی چاند بھی نما ہی سطحِ چرخ سے — شام ہی سے ہوگئے دونوں نثارِ صبحِ عید
دیکھکر نرگس نے کرلی بند چشمِ عیش میں — تا صبحِ قیامت تک خمارِ صبحِ عید
ہوگئی بیخود ہر اک چشمِ تماشا۔ دیکھنا! — و [illegible] یت بے اختیارِ صبحِ عید
رات کچھ باقی تھی کچھ تھا نور سا چھایا ہوا — وہ [illegible] بلق کے آیا شہسوارِ صبحِ عید
آگئی ہی بہرِ گلگشتِ گلستانِ جہاں — ہر [illegible] نسیمِ خوشگوارِ صبحِ عید
صبحدم جب مہرِ عالمتاب کا چلکا پڑا — بن [illegible] ج تھی آئینہ دارِ صبحِ عید
اب کہاں خاکِ کدورت اب کہاں گردِ ملال — سر [illegible] سرت ہی غبارِ صبحِ عید
دی مؤذن نے اذاں۔ ناقوس مندر میں پھکا — مرغ بولا میں بھی ہوں خدمتگزارِ صبحِ عید
بوئے فرحت سے پڑے مہکا کیئے سب روزہ دار — رات تھی یا رب کہ زلفِ مشکبارِ صبحِ عید

پھر دکھائے یہ خوشی یہ خرمی اگلے برس — گرد گا [illegible] دو جلال - پھر دگارِ صبحِ عید
[illegible] — نظر [illegible] آب تیری یادگارِ صبحِ عید

سوئیاں اور کیک

(از جناب خان بہادر لسان العصر وجان اللہ مولوی سید اکبر حسین صاحب جج پنشنر)

جناب من - ایسی ظرافت جو نری ظرافت ہو - اور اُسکے اندر کوئی اخلاقی نصیحت نہ ہو یاکوئی نکتہ مذہبی یا سوشیل یا فلسفیانہ نہ پیدا ہوتا ہو کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی - آپ کی فرمائش تھی کہ سوئیوں اور کیک کا ذکر ہو تاکہ عید میں روبروے پبلک پیش ہو - میں خیال کرتا تھا کہ اس ذکر میں کیا عمدہ ظرافت پیدا ہوسکتی ہے - لیکن آپکے اقبال سے رات چار مصرعے ذہن میں آئے - اور وہ خالی از معنی نہیں ہیں - عرض کرتا ہوں ؎

کیونکر کہوں طریق عمل ان کا نیک ہے
جب عید میں بجائے سوئیوں کے کیک ہے

مجبور ہوں مگر نہ ملوں اُن سے کس طرح
اب تک وہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ ایک ہے



آپ کا نیازمند اکبر

حضرت گھبرایئے نہیں جو ایک کہے جائینگے تو ایک دن ایک سمجھنے بھی لگیں گے - اور جسدن ایک سمجھ لیا تو کیک کے مقابلہ میں سوئیاں ہی پسند کرینگے - کیونکہ سوئیاں مفرد آٹے کی ہوتی ہیں اور کیک مرکب اشیا سے بنتا ہے - پس مفرد پر ایمان رکھنے والا مفرد ہی اختیار کرے گا ؎

ایڈیٹر

عید پر اشعار لکھنے کی فرمائش کے جواب میں

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا۔ لاہور)

یہ شالامار میں اک برگِ زرد کہتا تھا — گیا وہ موسمِ گل جس کا رازدار ہوں میں
نہ پائمال کریں مجھکو زائرانِ چمن — انہیں کی شاخِ نشیمن کی یادگار ہوں میں
ذرا سے پتے نے بیتاب کردیا دل کو — چمن میں آکے سراپا غمِ بہار ہوں میں
مجھے قسم ہے نظامی! مدینے والے کی — ہمیشہ ماتمِ ملت میں اشکبار ہوں میں
خزاں میں مجھکو رلاتی ہے یادِ فصلِ بہار — خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہوں میں
اجاڑ ہو گئے عہدِ کہن کے میخانے — گزشتہ بادہ پرستوں کی یادگار ہوں میں
سرورِ مرغِ نواریز و ہم نشینیِ گل — مرے [illegible]یب کہاں! غنچۂ مزار ہوں میں

پیامِ عیش و مسرت ہمیں سناتا ہے
ہلالِ عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے

اقبال



اوپر جو تاجدار عید کے انعام لٹا رہے ہیں نیچے انکی اولاد بھیک مانگ رہی ہے۔ عروج وزوال کا عبرتناک نظارہ +



ایڈیٹوریل

مدرسہ الٰہیات کانپور کا سالانہ جلسہ

۷-۸ شوال ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۱-۱۲ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء کو ہونیوالا ہے۔ ہمارے ناظرین جن میں زیادہ حصہ حضرات صوفیائے کرام اور مشائخین عظام کا ہے۔ اپنی خلوت نشینی اور گوشہ گزینی کے باعث اس نام کے مدرسہ سے ناآشنا ہوں گے۔ گو یہ نام انکے حقیقی مقصود کا دیرینہ آشنا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس مدرسے کے مقاصد کی تشریح کریں*

یہ تو ہر قوم اور ہر ملک کے واقفکار لوگوں نے مان لیا ہے کہ دین اسلام کی ترویج و اشاعت حضرات صوفیہ کے روحانی جذبات سے ہوتی۔ وہ خود برکات و محاسن اسلام کا نمونہ بنے۔ اور بھٹکتی ہوئی روحوں کو مرکز حق پر لاتے۔ اجنبی ملکوں میں گئے۔ پہاڑوں اور جنگلوں کے دشوار گزار مرحلوں کو طے کیا۔ بھوک پیاس کی تکلیفیں اُٹھائیں عیش و راحت کو بھلا دیا۔ جب یہ دن میسر آیا کہ چاروں طرف دین کے چراغ روشن نظر آنے لگے مگر اسلاف کے خلف نے سجادہ و حجرہ نشینی اور چپ چاپ یاد الٰہی۔ و سب کاموں پر مقدم رکھا۔ اور ماسوا کو ترک کرکے بیٹھ رہے اُنہوں نے سمجھا کہ سب چیزیں قابل فراموشی ہیں۔ یہاں تک کہ یاد رکھنے کے قابل فرائض کو بھی بھول گئے۔ معترض کہتے ہیں کہ انہوں نے یاد کی چیزوں کو بھلایا اور بھول کے لائق اشیاء کو یاد رکھا۔ ہم کہتے ہیں یہ کلیہ سب پر صادق نہیں۔ تاہم مشائخ اپنے ذاتی اذکار و اشغال کی محویت میں رستہ چلنے اور چلانے سے ضرور غافل ہوگئے ہیں۔ ورنہ یہ نہوتا کہ اُنکے بزرگوں کی کمائی غیر مذہب والے دن دہاڑے لوٹیں اور انہیں خبر نہو۔ بہرحال ہم فقرائے صوفیہ کو بتانا چاہتے ہیں کہ آپکے متقدمین کی کمائی پر اغیار نے دست درازی شروع کی ہے۔ سورج کی بہت تھوڑی سی گردش میں

سورج پرست قوموں نے سیکڑوں مسلمانوں کو بے دین بنا دیا اور رات دن کوشش کر رہے ہیں کہ فالتو اندوختہ کے ساتھ مسلمانوں کے اصلی سرمایہ پر بھی ہاتھ صاف کریں یہ دیکھکر سارے ملک کے ذی حس لوگوں میں تحفظ ملت کا ایک ولولہ پیدا ہوا اور ہر شخص نے اپنی حیثیت اور بساط کے موافق کچھ کیا اور کرنا چاہا۔ مگر کانپور کے مسلمانوں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ سب کاموں سے زیادہ مفید اور ضروری تھا۔ یعنی انہوں نے ایک ایسی درسگاہ بنانی چاہی جہاں مسلمانوں کو فن مناظرہ کی باضابطہ تعلیم ہو۔ جہاں اُن کو تمام مذاہب کی حقیقت سے باخبر کیا جائے جسمیں ایسے قومی تیار ہوں جو بلا طلب نمو و بلا خواہش داد کام کریں جو تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت و حفاظت کر سکیں۔ جن کا قدم مقابلہ کی ہلتی ہوئی زمین پر اچھی طرح قائم و مستقیم ہے۔ چنانچہ گزشتہ سال انہوں نے دھوم دھام سے اس درسگاہ کی بنیاد ڈالدی۔ اور ایک معقول سرمایہ اخراجات کے لیے جمع کر لیا۔ اور سال بھر ہوتا رہا۔

کام شروع ہوگیا اور اب وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے عام اجماع میں اپنی کارگزاری کو پیش کریں اور دیکھیں کہ باہمی مشورہ انکے کام کو کہاں تک کارآمد سمجھتا ہے اور معلوم کریں کہ اس سلسلہ کو وسیع کرنے اور مؤثر بنانے میں ابھی اور کن کن باتوں کی ضرورت ہے۔

مدرسہ الٰہیات نے انگریزی اور عربی کے فارغ التحصیل طلبہ کو معقول وظائف دینے کا اعلان کیا اور چاہا کہ اس لشکر میں ہر طرف کے مسلمان شریک ہوں۔ مگر افسوس کہ بہت کم لوگوں نے توجہ کی۔ ابھی تو یہ زمانہ ہی کہ فیس دے کر پڑھنے والوں کو بلایا جاتا ہے اور وہ نہیں آتے۔ شاید وہ وقت بھی آئے کہ فیس دے کر پڑھنا چاہیں اور جگہ نہ ملے۔

قصہ مختصر مدرسہ الٰہیات جس غرض اور مقصد پر قائم کیا گیا ہے وہ صرف ایک فقرہ میں ادا ہو سکتا ہے۔ یعنی دین الٰہی کے سمجھنے اور سمجھانے کے لیئے قومی تیار کرنا۔ ہمارے نزدیک مدرسہ الٰہیات کا وجود ملت اسلام کے لیئے بیحد ضروری ہے

اور اس قابل ہے کہ مشائخ اسکی اعانت میں حصہ لیں۔ اور اپنے مریدین کو جنکے لیئے علم لدنی حاصل کرنے سے پہلے علم آلٰہی سیکھنا لازمی ہے۔ اسمیں بھیجیں اور تعلیم دلائیں۔ ہم مدرسہ آلٰہیات کے اخلاص شعار اراکین کو مبارکباد کہتے ہیں کہ انکی نیک نیتی اور راست روی نتیجہ خیز ہوتی نظر آتی ہے۔ یہ سال ایسا گزرا ہے کہ مدرسہ نے اپنی اندرونی کارگزاری کے ساتھ بیرونی کارگزاری کو بھی جاری رکھا۔ یعنی متعدد صحیفے (ٹریکٹ) ان معرکۃ الآرا مسائل پر لکھکر شائع کیئے جو اسلام اور غیر مذاہب میں درمیانی مورچے تھے۔ ان مساعی میں جہاں تک ہمکو علم ہے سب سے بڑا حصہ مدرسہ کے آنریری سکرٹری حافظ احمد اللہ صاحب اور کانپور کے مشہور دیندار تاجر حافظ محمد حلیم صاحب اور گرجداروں کے کہنے والے منشی رحمت اللہ صاحب مدعد کا ہے۔ نیز کانپور کے اکثر تجارت پیشہ حضرات دل و جان سے اس کار خیر کو ترقی دینے میں مصروف ہیں۔ خوش قسمتی سے اُن کو مولانا آزاد سبحانی جیسے لائق مدرس ملگئے جو غیر مذاہب کے اصولی مسائل پر فاضلانہ قلم فرسائی کرسکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں ٭

ہماری دلی دعا ہے کہ مدرسہ آلٰہیات اپنے غایت مقصود تک رسائی پائے اور اُسکے کارندے خلوص و یک جہتی سے اس مشکل اور عظیم الشان کام کو آگے بڑھاتے رہیں اور دکھائیں کہ جو ضرورت تھی وہ اس مدرسے نے پوری کی ٭

کلکتہ سے جناب کبیر الحسن صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ قصبہ شیخپورہ ضلع مونگیر میں ۱۷-۱۸ شوال کو جناب سید شاہ قربان علی و حاجی حافظ سید وارث علی شاہ صاحبان کا دھوم دھام سے عرس ہونے والا ہے ٭

رام پور سے جناب حکیم محمد نبی خان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں ۲۵-۲۶-

۲۷ شعبان ۱۳۲۹ھ کو حسب دستور حضرت شاہ محمد حسن صاحب چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت رونق کے ساتھ عرس ہوا۔ بیرونجات کے فقرا و دیگر اصحاب کثرت سے تشریف لائے تھے۔ تین روز مراسم عرس کی خوب گہما گہمی رہی۔ یہ عرس شاہ صاحب ممدوح کے جانشین اور خلیفہ جناب شاہ محمد فاروق حسن صاحب چشتی صابری مالک اخبار دبدبۂ سکندری رام پور کرتے ہیں +

اخبار مشرق گورکھپور کے نامہ نگار نے یہ دل خراش اطلاع دی ہے کہ کسی یورپین نے اپنے گھوڑے کا نام (نعوذ باللہ من ذالک) محمد رکھا ہے۔ ایسے ہی ولایت کے ایک باتصویر اخبار کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں کسی میم کے کتے کی کیفیت درج ہے کہ وہ بڑی خوبیوں کا کتا ہے میم نے اُسکا نام محمد رکھا ہے +

جو قوم نادانستہ یا دانستہ ایسا کرتی ہے وہ ڈرتی نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے دوست اور پاک بندہ کی بے حرمتی سے ناراض ہوگا تو اُسکے تختہ کو زیر و زبر کر ڈالیگا۔ اور کیا اِس قوم نے مسلمانوں کی دلشکنی کو معمولی کھیل سمجھ رکھا ہے !!

خدا کا شکر ہے کہ علیگڈھ کالج کا قضیہ رفع دفع ہوگیا۔ نواب وقار الملک اور صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کی باہمی صفائی کردی گئی۔ دعا ہے کہ یہ علاج کارگر ہو اور دوبارہ اِس شکلی پھوڑے کے شگاف کی ضرورت نہ پڑے +

نظامیہ حجرہ ریاست ریواں سے اطلاع پہنچی ہے کہ وہاں کے ہندو مسلمانوں نے جمع ہوکر خواجہ حسن نظامی صاحب کی صحت کی خوشی میں شاندار جلسہ کیا +

غازی پور سے ایک ارشی درویش صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ فقیر سے بانے

کے مضمون سے اُنہیں اتفاق ہے اور وہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب سجادہ نشین خانقاہ وارثی دیوہ کی عزت کرتے ہیں۔ مگر سید صاحب کے چند دعاوی سے اُنہیں اختلاف ہے۔ ہم بہت خوش ہونگے اگر درویش صاحب وضاحت سے اور مدلل طریقہ سے اپنے اختلاف کو لکھدیں گے۔ تاکہ ہمکو اور سب ناظرین کو آسانی سے غور کرنے کا موقع ملے۔ اور حق و ناحق پر گفتگو ہو سکے۔

صلائے عام دہلی کے شیعہ اوڈیٹر خان بہادر میر ناصر علی آنریری مجسٹریٹ دہلی کی نسبت ہمارے پاس تھری شاہ صاحب نے ایک مراسلہ بھیجا ہے جسمیں غیر متین پیرایہ میں خان بہادر کی متعصبانہ پالیسی پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ ہم نامہ نگار کا یہ مضمون شائع کرنے سے مجبور ہیں۔ لیکن جس بنا پر یہ مضمون لکھا گیا ہے وہ حقیقتاً نوٹس میں لانے کے قابل ہے۔ صلائے عام میں خان بہادر صاحب خواہ مخواہ صوفیوں پر حملے کرنیکے عادی ہو گئے ہیں اب تک ہم نے دانستہ چشم پوشی کی۔ اور ہمہ وقتی کے غیر مستحق مدعی پیر مرد کی منہ زوریوں کو برداشت کرتے رہے۔ مگر اب شاید تحمل کا زمانہ ختم ہونے کے قریب آگیا ہے۔

طلب دعا منشی محمد اسمٰعیل صاحب کو کب سب انسپکٹر پولیس ناسک کے حصول مقصد کے لیے دعا ہو۔ پانچ روپیہ حلقہ کی نذر کرینگے۔

بابو غلام محی الدین صاحب کلرک شملہ کو اللہ تعالیٰ مراد دلی عطا فرمائے۔

ایک پنجابی فقیر دوست اپنے حصول مقصد کی دعا چاہتے ہیں۔ پانچ روپیہ حلقہ کے پیش کرینگے۔

منشی نذیر احمد صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر موجودہ مہم کے سر ہونے کی دعا چاہتے ہیں۔

رسید نذورات از جناب مولوی سید عبد الرحمٰن صاحب بی اے۔ عہ۔ از جناب خواجہ عثمان علی شاہ صاحب سرگروہ چشتیہ نظامیہ۔ عہ۔ از جناب اڈیٹر صاحب رسالہ صوفی عہ۔ از جناب محمد نجم الدین صاحب میر فضیح بارہ معرفت حسین میاں صاحب پھلواروی عہ۔ میزان ملعہ

باقی تفصیل آمد و خرچ آیندہ ماہ شائع کیجائے گی۔ (اڈیٹر)

حلقہ کی کارگزاری

پچھلے پرچے میں حضرت دبیر الحلقہ اعلان فرما چکے ہیں کہ انکو ایک مہینے کی خاموشی درکار ہے۔ جس میں وہ اپنی صحت کی طرف توجہ کرنی چاہتے ہیں۔ اس لیئے اس مہینے کی کارگزاری آیندہ مہینے وہ خود اپنے قلم سے تحریر فرمائینگے۔ لیکن دو واقعوں کا اظہار اس پرچہ میں ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اول یہ کہ اس مہینے میں اودھ کے مشہور نامور علم دوست رئیس راجہ نوشاد علیخاں صاحب تعلقدار جہانگیر آباد و میلا پور دہلی تشریف لائے تھے۔ چونکہ راجہ صاحب موصوف کو حلقہ اور بانی حلقہ سے ایک دیرینہ تعلق تھا۔ اس لیئے اراکین و خدام حلقہ نے صاحب موصوف کو منزلگاہ حلقہ میں ۱۱ ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء کو دعوت دی۔ اور کئی گھنٹے نہایت پرلطف صحبت گرم رہی۔ راجہ صاحب کی وسیع النظری اور عالمانہ بلند خیالی اس تھوڑی سی دیر میں سب پر عیاں ہوگئی اور حاضرین نے اس تقریب سے کمال درجہ حظ اٹھایا۔ راجہ صاحب نے حلقہ کی ہر چیز کو نہایت غور اور خوض سے ملاحظہ کیا۔ اور بعد کامل گفت و شنید کے شرکت حلقہ کو منظور فرمایا۔ اور عہدنامہ خدام پر دستخط کرکے معائنہ کی کتاب پر حسب ذیل رائے لکھی۔ یہ رائے انگریزی میں ہے اور اسکا لطف انگریزی ہی میں آسکتا ہے۔ اردو زبان میں ابھی اتنی وسعت نہیں ہوئی کہ انگریزی الفاظ کے اصلی جذبات اور خیالات اسمیں ادا ہوسکیں اس لیئے اصل رائے مع ترجمہ درج کی جاتی ہے۔ تاکہ وہ ناظرین جو انگریزی سمجھ سکتے ہیں راجہ صاحب کے فاضلانہ الفاظ کو اُن کی اصلی صورت میں دیکھیں ٭

عطیہ:۔ راجہ صاحب نے حلقہ کی ضرورت کو ملحوظ رکھکر صہ روپیہ اسیوقت نقد نذر کیئے اور صہ روپیہ ماہوار مقرر فرمائے۔ نیز وعدہ فرمایا کہ حلقہ کے کتبخانہ کو بھی مفید کتب سے مدد دینگے ٭

11th Sept. 1910.

I had the pleasure of paying a visit to the Manzilgah of the Halqa-i-Nizam-ul-Mashaikh to-day at the kind invitation of my most esteemed & respected friend Kh. Hasan Nizami Sahib. There cannot be two opinions as to the importance & utility of the work Halqa is rendering to Muhammadan community. The Society is only in its infancy; being in existence for the last two years & yet it has enrolled a good number of influential Muhammadan of light & learning as its Khadims and rukns. This fact certainly speaks volumes for the popularity of the association which is no doubt mainly due to the inspiring influence of Mawlana Hasan Nizami.

I am fully alive to my diffidence in tackling such a difficult & vast

subject as the sufism, yet as far as I think, in it lies the future salvation of the Muhammadans from the present state of degeneration, for it goes without saying that true advancement is that which moulds true Islamic principles & brings them home to the so-called men of NEW LIGHT, who on their side have to bring about a reasonable compromise between old School & new School of thought & thus produce a unity which would be extremely useful & would greatly help us to easily tread on the path of of progress

The financial state of the association is far from being satisfactory, & I trust every true Muhammadan will assist the association in any way he can.

Sufistic conception of godhead

is not only very comprehensible, but I believe is the only sensible one.

A great European author is said to have remarked that "religion without power is but a philosophy," but I would say that "Islam without spiritualistic refinement & developments is but a philosophy."

I had seen the various registers kept by the Halqa. They are all very carefully & systematically kept & shows a great credit and diligence on the part of the Hony. Secretary of the association. I heartily wish the Halqa every success in future, & if in any possible way I shall be in a position to render any service to the cause of the Halqa I shall be only too delighted to do so & shall always be proud

for the rendition of such humble services that lie within my power.

I must congrutulate the Halqa on securing the services of such an enthusiastic Khadim as S. Wahidi Sahib.

Naushad Ali Khan
Khadim-i-Halqa.

ترجمہ (۱۱ ستمبر ۱۹۱۹ء)

اپنے نہایت معزز و محترم دوست خواجہ حسن نظامی صاحب کی مہربانی آمیز دعوت پر آج مجھے نشر گاہ حلقۂ نظام المشائخ کے دیکھنے کی مسرت حاصل ہوئی حلقہ جو کچھ ملت اسلام کی خدمت کر رہا ہے۔ اسکی اہمیت و فائدہ مندی سے کسیکو اختلاف نہیں ہوسکتا۔ انجمن ابھی محض حالت شیر خوارگی میں ہے یعنی کل دو سال سے وجود میں آئی ہے۔ لیکن (اس تھوڑے سے عرصہ میں بھی) باوقار اہل دل اور اہل علم مسلمانوں کی ایک معقول تعداد اسمیں بطور اراکین و خدام کے شامل ہوگئی ہے۔ اس بات سے انجمن مذکور کی ہر دلعزیزی کا بہت بڑا ثبوت ملتا ہے جو بلاشبہ مولانا حسن نظامی کے فیضی رسوخ کا نتیجہ ہے۔

مجھے اپنی قابلیت پر اتنا بھروسہ نہیں کہ تصوف جیسے دقیق اور وسیع مضمون میں دخل دے سکوں تاہم جہاں تک میں خیال کرتا ہوں اسی میں مسلمانوں کو موجودہ مبتذل حالت سے نجات مل سکتی ہے کیونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ سچی ترقی وہی ہے جو سچے اسلامی اصولوں سے پیوستہ ہے اور انہیں انکے ذہن نشین کرنے جو نئی روشنی کے کہلاتے ہیں اور جنہیں قدیم و جدید خیالات کی تعلیم کی معقول مصالحت کے ذریعہ وہ اتحاد پیدا کرنا ہے جو نہایت مفید ہو اور ترقی کا راستہ طے کرنے میں ہمارا ممد اعظم ہو۔

مالی حالت حلقہ کی نہایت ناقابل اطمینان ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہر سچا مسلمان حتی الامکان اسکی اعانت کرے گا۔ **الوھیّۃ** کے متعلق جسقدر قرین عقل صوفیوں کا بیان ہے ایسا کسیکا نہیں ہے۔ ایک بڑا یورپی مصنف کہتا ہے۔ "مذہب بغیر طاقتِ سلطنت محض ایک فلسفہ ہے۔" مگر میں کہتا ہوں کہ "اسلام بغیر بلا تخلیص و تفہیم کے فقط ایک فلسفہ ہے۔"

میں نے حلقہ کے مختلف رجسٹر دیکھے جو بہت احتیاط و باقاعدگی کے ساتھ رکھے جاتے ہیں اور ان سے آنریری سکرٹری

کے اعتبار و محنت کا اظہار ہوتا ہی۔ میری دلی خواہش ہی کہ حلقہ ہر قسم کی کامیابی حاصل کرے۔ اور اگر کسی ممکن طریقے سے میں حلقہ کی کسی خدمت کے قابل ہونگا تو وہ میری نہایت ہی راحت کا باعث ہوگی۔ اور ایسی توفیقِ خدمتگزاری پر ہمیشہ فخر کرونگا۔ آخر میں حلقہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اُسنے سید ناصر جیسے سرگرم خادم کی خدمات حاصل کی ہیں ✦

نوشاد علیخاں۔ خادم حلقہ

جناب چودہری محمد الدین صاحب سابق افسر مال بندوبست دہلی وحال افسر مال ریاست مالیرکوٹلہ کا تمام اراکین و خدام حلقہ کو احسان ماننا چاہیے کہ اُنھوں نے اپنے دوران اقامت دہلی میں مقابر و مساجد و خانقاہوں کے ساتھ کمال درجہ دلچسپی کا اظہار کیا۔ اور اپنے اختیارات افسری سے خانقاہوں و مقابر کہنہ کی جائز طور پر خدمت کی اور انکو نااہل اور ناروا قبضوں سے نکلوایا۔

چودہری صاحب نہایت نیکدل۔ پابند مذہب اور دیانتدار مسلمان ہیں۔ انکو مسلمانوں کے تمام علمی کاموں سے قلبی محبت ہی۔ اور سب کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ حلقہ کے ابتدائی معاونوں میں ہیں چنانچہ شروع زمانہ میں جبکہ حلقہ نیا نیا قائم ہوا تو انہوں نے حضرت دبیر الحلقہ کو ۲۵ روپے اخراجات حلقہ کے لیے عنایت کیے تھے مگر نام ظاہر کرنے کو منع کر دیا تھا۔ نظام المشائخ کے ابتدائی نمبروں میں انکی رسید چھپ چکی ہی۔ اس ماہ میں چودہری صاحب نے حلقہ کے رجسٹر وغیرہ کو ملاحظہ فرمایا۔ اور ۱۰ روپے حلقہ کے فنڈ میں داخل کیے۔ اور معائنہ کی کتاب پر یہ رائے لکھی ✦

۲۸ ستمبر ۱۹۱۱ء

خواجہ حسن نظامی صاحب نے آج مجھے حلقہ کے رجسٹروں کا ملاحظہ کرایا۔ حلقہ کے مقاصد سے مجھے نہایت ہی ہمدردی ہی اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ہمارے اولیاء کرام کی خانقاہوں و درگاہوں میں جو بعض خود غرض اشخاص کی وجہ سے خلاف شریعت اسلامی امور داخل ہو گئے ہیں۔ انکی اصلاح کے لیے کوئی جماعت تیار ہو جو درگاہوں کے خادمین کی اولاد کو جدید تعلیم دلائے۔ اور انکو شریعت کے طریقہ پر چلانے کے لیے کوشش کرے۔ یہ خوشی کی بات ہی کہ اس حلقہ نے ان امور کی اصلاح کے لیے بیڑا اٹھایا ہی اور جیسا کہ ہر ایک اصلاح کے کام کی مخالفت ہوا کرتی ہی۔ اس حلقہ کی مخالفت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا۔ اور اسکو بدنام کرنے اور حلقہ کے بانیوں کی خود غرضی سے منسوب کرنیکی کوشش کی گئی۔ یہ وقت کمال اندیشہ کا تھا کیونکہ حلقہ ان حملوں کے سیلاب سے بچتا نظر نہ آتا تھا۔ مگر حلقہ کے بانیوں کی ہمت قابل تعریف ہی کہ باد مخالف کے جھونکوں سے بالکل نہ ہلے اور اپنے کام کو محفوظ رکھا ✦ مجھے امید ہے جوں جوں مخالفین حلقہ اسکے بانیوں کی ہمت و استقلال اور انکی بے غرضانہ محنت کو دیکھیں گے وہ رفتہ رفتہ مخالفت کو چھوڑ کر اسکی موافقت کے لیے آمادہ ہو جاوینگے۔ اور وہ کام جس کی اس زمانہ میں سخت ضرورت تھی آخر کار کامیاب ہو کر رہے گا ✦

محمد الدین سٹلمنٹ آفیسر ریاست مالیرکوٹلہ

درویش ایجنسی دہلی

دہلی تجارت کی ایک منڈی ہے۔ یہاں نئے زمانہ اور پرانے زمانہ کی عمدہ سے عمدہ چیزیں ارزان اور کفایت سے دستیاب ہوسکتی ہیں۔ دہلی کی ادویات۔ دہلی کے زیور۔ دہلی کے جوتے۔ دہلی کی دیگر نامور سوغاتیں سارے ہندوستان میں پسند کی جاتی ہیں۔ مگر بہت لوگ دہلی نہیں آسکتے اور ان نفیس اشیا سے محروم رہتے ہیں ہم نے مخلوق کی فائدہ رسانی اور آسانی کے خیال سے ایک ایجنسی قائم کی ہے جسکا کام یہ ہوگا کہ بیرونجات کی فرمائشوں کی ایمانداری اور دیانت سے تعمیل کرے۔

اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا تامل تحریر فرمائیے۔ فوراً تعمیل ہوگی اور آپ کی مرضی کے موافق دیکھ بھال کے چیز روانہ کیجائیگی

جس طرح آپ اپنی تلاش پر بھروسہ رکھتے ہیں ویسا ہی ایجنسی پر اعتماد رکھیئے کیونکہ وہ آپ کے کام کو اپنا سمجھیگی اور آپکو نقصان نہونے دیگی۔

ہر فرمایش کے ساتھ نصف قیمت آنی چاہیئے کیونکہ بعض حضرات دی۔ پی واپس کردیتے ہیں تو ایجنسی کو خواہ مخواہ کی زیر باری ہوتی ہے جواب طلب امور کے لئے دو پیسہ کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

المشتہر

محمد مرتضیٰ۔ کوچہ چیلاں مسجد کالیخاں۔ درویش ایجنسی دہلی

۷۸۶

نظام المشائخ

جلد ۳ — نمبر ۵

شوال ۱۳۳۰ھ — ستمبر ۱۹۱۲ء

قیمت سالانہ

ہر مذہب کے تصوف، ادب، تاریخ، تمدن، اخلاق کو شائع کرنے والا۔ اور ہر ملت کے درویشوں کا ... رسالہ

اعلیٰ مدیر: حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب ...

نائب مدیر: خادم الفقرا سید محمد ارتضیٰ واحدی دہلوی

فہرست مضامین

(دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے)

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک پانچ روپیہ۔ فی پرچہ ۸؎۔ قسم دوم سالانہ مع محصول ڈاک ۲؎ فی پرچہ ۴؎

محمد الواحدی مالک و اڈیٹر نے منزلگاہ حلقہ المشائخ دہلی سے منشی فضل حسین کے ہلالی پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

قیمت فی پرچہ

اسے خیال سے پڑھیئے اور اس پر کاربند ہو جائیے

۱۔ رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ خریدار صاحبان دیر سویر کا خیال کر کے ۱۰ تاریخ تک اسکا انتظار کریں۔ اگر اس تاریخ کو بھی نہ پہنچے تو فوراً ہمیں اطلاع دیں ہم او پرچہ بھیجدینگے۔ ورنہ ۱۸ تاریخ تک شکایت نہ پہنچنے کیحالت میں ا دوسرا پرچہ قیمتاً ملیگا ۔

۲۔ جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہوا کرے انہیں چاہیئے کہ ہمیں بھی اسکی خبر دیدیا کریں۔ ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ دوسرا پرچہ مفت نہیں بھیجا جائے گا۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے اصلی گاؤں یا شہر کے ڈاکخانہ کو دیدینی کافی ہوگی ۔

۳۔ خط و کتابت میں کم از کم اپنا نام و پتہ نہایت صفائی کے لکھنا چاہیئے اور خریداری کا نمبر ضرور بتانا چاہیئے ورنہ جواب نہ پہنچنے کی شکایت معاف ۔

نوٹ ۱۲۔ رسالہ کے نمبر ہیں جو ڈاکخانہ کی طرف سے ایت ملے ہیں۔ انکا لکھنا بیکار ہے۔ ضرورت اس نمبر کے لکھنے کی ہے جو خریدار کے پتہ کی چٹ پر شروع میں اسطرح ۱۲۴۱ یا اسطرح (۱۲۴۱) لکھا ہو

۴ ۔ ر ... ا ہے ۔

۵ نمونہ ... بھیجنے چاہئیں۔ یا سرکاری وی پی منگانا چاہیئے مفت ...

المشـــــــتہر

محمد الواحدی

ایڈیٹر نظام المشائخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظام المشائخ

شوال کی سترھویں

یعنے

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا عرس

حضرت امیر خسرو رح قوم کے ترک ہیں۔ پٹیالی ضلع ایٹہ میں پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار کا اسم مبارک امیر سیف الدین محمود تھا۔ حضرت امیر خسرو کا سن ۹ برس کا تھا جو آپکے والد نے انتقال فرمایا۔ آپ کی طبیعت بچپن ہی سے موزوں تھی چنانچہ آپنے اپنے والد کے انتقال پر ایک مرثیہ لکھا جسکا ایک شعر ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ شعر

سیف از سرم گزشت دلم نیم شد — دریائے من رواں شد دُرِ یتیم ماند

حضرت امیر کے والد نے جو آپ کی طبیعت صوفیا کی طرف متوجہ دیکھی تو ایک روز آپ حضرت

امیر کو اپنے ہمراہ حضرت سلطان جی صاحب کے دولت کدہ پر لائے۔ جب حضرت امیر کے والد اندر جانے لگے تو آپ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ مجھے کہاں لیئے جاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تمکو حضرت سلطان جی صاحب کا مرید بنانے کو لایا ہوں آپ نے اپنے والد ماجد سے دست بستہ عرض کیا کہ جناب پیر کا پسند کرنا میرا فعل ہے نہ کہ آپکا غرض حضرت امیر کے والد یہ سنکر حضرت امیر کو دروازہ پر چھوڑ گئے اور آپ اندر تشریف لے گئے۔ حضرت امیر نے دروازے پر بیٹھے بیٹھے ایک رباعی موزوں کی اور دل میں خیال کیا کہ اگر پیر روشن ضمیر ہیں تو اسکا جواب دیں گے۔ اگر جواب معقول مجھے ملگیا تب تو مرید ہوں گا ورنہ چلا جاؤں گا۔ اور وہ رباعی یہ ہے ؎

تو آن شاہی کہ بر ایوان قصرت | کبوتر گر نشیند باز گردد
غریبے مستمندے بر در آمد | بیاید اندروں یا باز گردد

چنانچہ حضرت سلطان جی نے اپنے کشف سے امیر کا ارادہ دریافت کیا اور ایک خادم کو بلاکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو ایک لڑکا دروازہ پر بیٹھا ہے۔ تم یہ رباعی اسکے پاس جاکر پڑھ دو رباعی یہ ہے ؎

بیاید اندروں مردِ حقیقت | کہ با ما یک نفس ہمراز گردد
اگر ابلہ بود آں مرد ناداں | ازاں راہے کہ آمد باز گردد

خادم [illegible] اگر پڑھی۔ امیر یہ سنکر اندر گئے اور مرید ہوئے
حضرت [illegible] ہجری میں ہوا تو امیر اُسوقت بنگالہ میں تھے
یہ خبر سنکر آپ [illegible] ئے۔ حضرت سلطان المشائخ نے قبل از وفات
یہ ارشاد فرمایا تھا کہ [illegible] نہ آنے دینا۔ ایسا نہو کہ شرع میں رخنہ پڑے
جب امیر آئے۔ اور اُس جگہ [illegible] کا اب مزار ہے تو لوگوں نے روکا۔ آپ شیر
گئے۔ اور پیر کے مزار کو دیکھکر ایک [illegible] ی ہوئی۔ اُس وقت آپ نے یہ دوہا پڑھا

گوری سوئے سیج پر اور مکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر آپنے شام بھئی چو دیس

یہ فرما کر ایک آہ کا نعرہ مارا اور اسیوقت آپ کا انتقال ہوگیا۔ جب حضرت آپ کا انتقال ہوا تو ۱۷ شوال تھی اور پیر کا انتقال ۱۷ ربیع الثانی کو چھ مہینے قبل حضرت خسرو سے ہوا۔ یہ دونوں سترہویں دونوں عرس ہیں۔ دہلی سے لوگ سترہویں شب کو جاتے ہیں اور اٹھارہ کی صبح کو شہر کے تماشائی جمع ہوتے ہیں۔ دوپہر تک درگاہ حضرت نظام الدین میں رہتے ہیں۔ اور بعد دوپہر کچھ دہلی آجاتے ہیں۔ کچھ مدرسے جاتے ہیں یعنی ... ہیں۔ اور جو بغرض سعادت جاتے ہیں وہ ختم کے بعد واپس دہلی آجاتے ہیں۔

۱۷ تاریخ کو

میرے کرمفرما میاں محبوب علی شاہ صاحب کہ آپ خاندان نظامیہ سے بہت ہیں اور جوان صالح شخص ہیں۔ صورت کے ساتھ اللہ نے سیرت بھی مرحمت کی ہے۔ آپکے آدمی نے آکر مجھے میرے غریب خانہ پر آواز دی۔ میں باہر آیا تو آدمی نے سلام کرکے ایک لفافہ دیا۔ میں نے وہیں کھڑے کھڑے اُسکو کھولا۔ پڑھا تو معلوم ہوا کہ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ پیر صاحب آپ کو کچھ یاد بھی ہے کہ آج کیا تاریخ ہے۔ اور میں کیوں یاد دلاتا ہوں۔ سُنئیے۔ آج ۱۷ شوال ہے۔ حضرت امیر کا عرس ہے۔ آجکی شب ہے۔ اور کل کا روز۔ میں کل تمام دن تمہاری راہ دیکھتا رہا کہ آپ آجائیں۔ لیکن آپ تشریف نہیں لائے۔ آج مجبوراً آپکے پاس آدمی بھیجا۔ آپ میرے پاس تشریف لے آئیں۔ میں اور آپ اور ایک میرے پیر بھائی جو عرس میں شرکت کی غرض سے تشریف لائے ہیں۔ یہاں سے ٹھیک ۵ بجے سوار ہوکر چلیں گے۔ کل صبح کو واپس ہونگے ختم کے بعد۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں اس عُرس میں شریک نہ ہوتا تھا کہ رنڈیوں کے ساتھ سیکڑوں جرائم پیشہ بہلوان آوارہ شرابی۔ آزاد منش۔ لوگ جمع ہوکر طرح طرح کا فساد پھیلاتے تھے۔ چوری تو انکے بائیں ہاتھ کا داؤ ہے۔ جو غریب محض بغرض سعادت

حاضر ہوتے تھے انکو بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھانی پڑتی تہیں۔ لوٹا ہاتھ سے رکھا اور غائب جوتی اتاری اور ندارد۔ بستر کو چھوڑ کر نہا گئے ہیں۔ جب واپس آئے تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں بستر نہیں دکھائی دیتا۔ کسی غریب کا بیگ اٹھ گیا جو کچھ تہا اُسی میں تہا اب گہر تک پہنچنا دشوار۔ اس غریب کی وہی مثل ہوجاتی تہی کہ آئے تھے نماز کو چھڑانے اُلٹے روزے گلے پڑے۔ گہر دور۔ خط بہیجیں تو کہائیں کیا۔ کسی سے مانگیں تو غیرت متقاضی نہیں۔ غرض اسکے علاوہ لڑائی دنگا۔ اب خدا کا شکر ہے کہ حلقہ نظام المشائخ نے یہ بندوبست کردیا ہے کہ رنڈیاں اندر نہ آئیں۔ اور جو لوگ شریک عرس ہوتے ہیں اُنکی نگرانی حلقہ والے خاص طور پر کرتے ہیں جس سے ہم بے غل و غش جہاں چاہتے ہیں بستر لگاتے ہیں۔ اللہ اس گروہ کے خیالات میں ترقی مرحمت فرمائے اور ہم کو مناسب ہے کہ ہم بھی بدل کوشاں رہیں۔ نہ کہ مخالفت پر اڑے رہیں۔

میں نے اُس آدمی سے کہا کہ میری طرف سے شاہ صاحب کیخدمت میں عرض کردینا کہ وہ وقت مقررہ پر ضرور حاضر ہوگا۔ آدمی تو بہت اچھا کہکر روانہ ہوا۔ اور میں نے حسینا سے کہا کہ حسینا میرا بستر باندھ دو۔ تکیہ اور پلنگ کی چادر۔ اور شبکو جنگل کی ہوا ہے ایسا نہو کہ سردی معلوم ہو۔ چادرہ رات کے اوڑہنے کا ضرور رکھ لینا۔ دیکھو کوئی چیز بہولنا نہیں۔ اور بستر لپیٹ کر محبوب علیشاہ صاحب کے مکان پر پہنچا دو۔ میں ٹہیک وقت پر کپڑے بدل شاہ صاحب کے مکان پر آیا تو دیکہا کہ شاہ صاحب کے دروازہ پر دو کرایہ کی گاڑیاں کہڑی ہیں۔ اور گاڑی والوں نے گھوڑے کھولکر گھانس ڈالدی ہے۔ اور گھوڑے گھانس کھا رہے ہیں۔ ایک کوچوان گاڑی کی چھت پر لیٹا ہوا دوسرا نیچے اوکڑوں بیٹھا حقہ پی رہا ہے۔ سائیس دونوں گھوڑوں کے پاس بیٹھے ہیں۔ میں اندر گیا تو دیکہا کہ شاہ صاحب انتظام میں مصروف ہیں۔ دالان میں بستر بندھا ہوا رکھا ہے۔ اور اُسکے قریب تام چینی کا گنج پانچ درجہ کا۔ جس میں کھانا ہے۔ اُسکے قریب

ایک لوٹا۔ چھوٹا سا پاندان مرادآبادی جس پر قلم کا باریک کام بنا ہوا اور اُس پر شاہ صاحب کا نام کندہ ہے۔ یہ کسی مرادآبادی نے شاہ صاحب کی نذر کیا تھا۔ اور پاندان کے قریب ایک نارنولی پیتل کی کلی جس پر تیل کی چلمار چینہ منجا ڈھلا ہے سوراخ اس سے جگہ جگہ خوشنما پھول بنے ہوئے۔ اور بستر کے پاس ایک ہڑپی کھانے کی جس میں ایک طرف کوئیلہ تمباکو توے چمٹا۔ دست پناہ دیا سلائی کا بکس کچھ گودڑ کوئیلہ سلگانے کو رکھا ہے۔ دوسری طرف پانی پینے کا گلاس۔ کھانا کھانے کے واسطے تام چینی کے پیالے پیالیاں رکابیاں ایک دستر خوان۔ غرض یہ سامان ہر اور شاہ صاحب کی جانماز تہ کی ہوئی بستر پر پڑی ہے۔ ایک مسواک بستر بند میں اڑسی ہوئی۔ ایک چھوٹا سا ٹرنک جس میں شاہ صاحب کے شب خوابی کے کپڑے ہیں۔ یہ سامان رکھا ہوا ایک طرف۔ صحن چبوترے پر ماہتابی کے قریب کرسی بچھی ہے اُس پر ایک شاہ صاحب نورانی صورت نیچی ڈاڑھی۔ گیروا عمامہ سر پر پیشانی پر نماز کا گٹہ۔ گلے میں ڈھیلا گھٹنے سے نیچا کرتہ۔ موٹے موٹے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں آہستہ آہستہ لبوں کو جنبش ہے۔ اور تسبیح کا ایک ایک دانہ دانے پر کھٹر کھٹر کر رہا ہے۔ گیروا تہ بند بندھا پاؤں میں کالا سلیپر۔ نیچی نظر۔ اپنے خیال میں ڈوبے ہوئے تشریف رکھتے ہیں۔ میں نے پہلے محبوب علیشاہ صاحب سے سلام علیک کی اور پھر مہمان صاحب سے۔ مہمان شاہ صاحب نے بکشادہ پیشانی جواب سلام دیا۔ محبوب علیشاہ صاحب نے مہمان شاہ صاحب سے کہا کہ جناب یہ ہمارے شہر میں داستان گو ہیں۔ اور انہوں نے زمانہ کی ضرورت کے موافق داستان میں جدت کی ہے۔ واقعی اس جدت کی ضرورت تھی۔ آپ انکو سنیں گے تو انشاءاللہ بہت خوش ہونگے۔

اس عرصہ میں محبوب علی شاہ صاحب کی نظر کارنس کے گھنٹہ پر پڑی تو دیکھا کہ

۵ بجنے میں کچھ منٹ باقی ہیں۔ آپ نے نتھن خدمتگار کو آواز دی۔ نتھن حاضر ہوا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ نتھن تم یہ اسباب اور شاہ صاحب کے آدمی کو ایک گاڑی میں سوار کرکے آگے جاؤ۔ اور ایک گاڑی ہمارے واسطے چھوڑ دو۔ لیکن کوئی چیز رہ نہ جائے۔ تم آگے جاکر مکان میں بستر لگاؤ۔ ہم بھی آتے ہیں۔ نتھن تو اسباب اور شاہ صاحب کے آدمی کو لیکر روانہ ہوا۔ اور ہم پانچ بجکر ۵۲ منٹ آئے تھے جو سوار ہو کر نظام الدین کو روانہ ہوئے۔ جب بازار سے گزر کر دہلی دروازہ سے باہر آئے تو کھلا ہوا میدان۔ اور بلا کسی آمیزش کے دور کی خنکی لیے ہوئے ہوا چونکہ آجکل برسات کا زمانہ قریب الاختتام ہے۔ گرمی میں تو فرق نہیں آیا ہے بلکہ حبس اور وہ بھی حبس بیجا کا اضافہ ہوگیا ہے۔ لیکن رُت پلٹ گئی ہے۔ وہ گرد وغبار سے صاف اور دُھلا دھلا جنگل۔ بارش کے پانی کی پتلی پتلی گزرگاہوں میں ٹھیکریاں۔ کنکر۔ اینٹوں کے روڑے جو پانی کے بہاؤ سے سمٹ سمٹ کر جگہ جگہ اکٹھے ہوگئے ہیں نگاہ کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ دہلی دروازہ کے ٹوٹے ہوئے گھوگھس سے نکلتے ہی بائیں طرف پون میل کے فاصلے پر طاس دریا کا نشیب ہے اُس طاس میں جمنا کئی نالیوں اور ایک بڑی دھارا کے ذریعہ فرائے صحرامیں کروٹیں لیتی نظر آتی ہے۔ اور پانی کی موجیں ہوا کے چلنے سے سطح آبی پر آپس میں اٹکھیلیاں کرتی ہوئی مستانہ وار گزر رہی ہیں۔ اِسوقت آفتاب مغرب کیطرف جھک گیا ہے۔ اور دھوپ میں کمزوری کی وجہ سے رنگینی پیدا ہوگئی ہے۔ یہ ڈوبتے ہوئے سورج کی دھوپ جو پانی کی موجوں پر پڑتی ہے تو محل نظر پر موجیں سنہری ہوجاتی ہیں۔ اور مشرق کی طرف جو لاجوردی افق پر بادلوں کے رنگین ٹکڑے بکھرے ہوئے آہستہ آہستہ حرکت کررہے ہیں۔ اُنکا عکس سطح آبی پر پڑکر لہراتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور جمنا کے دوسرے کنارہ پر چہ مختلف فاصلہ سے گھنیرے درخت دور تک

جو باغ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ انپر اسوقت نظر فریب اودی اودی جھلک اور اسمیں دور کی سبزی جو نگرا نظر میں محسوس ہوتی ہے۔ ابھی تک دریا اور کنارہ کے درخت دیکھنے سے نظر کو تسکین نہیں ہوئی تھی کہ ایک ٹیلہ نظر کے سامنے آگیا۔ اور یہ منظر ہماری نظر سے اوجھل ہو گیا۔ اسی ٹیلہ کے قریب کنلے کی ترچھی سڑک جو کھنڈرات کے نشیب اور فراز کو قطع کرتی ہوئی چلی گئی ہے دکھائی دی اسی سڑک پر تھوڑی دور فیروز شاہ تغلق کی یادگار کی بلند بلند سنگ خارا اور چونے سے چنی ہوئی دیواریں جو جگہ جگہ سے ٹوٹ گئی ہیں۔ کسی جگہ کھنا چھوٹا ہوا ہے اور اسکا سفید پڑا ناچونہ اور پتھر دور تک پھیلے ہوئے۔ کسی جگہ کوئی ذات کہیں برابر چھوٹے چھوٹے دروازے ایک بلند دروازے کی محراب جو اپنی بلندی سے اپنے مکین کی شان کا پتہ دے رہی ہے۔ کسی جگہ سے کچھ کنگرے ٹوٹ گئے ہیں کہیں سلامت ہیں۔ کہیں کچھ میدان ہے۔ کسی کونہ پر عمارت کے برج۔ ایک نصف کسی صدمہ سے گر گیا ہے۔ اور اسکا مصالحہ ایک پھیلے ہوئے ڈھیر کی صورت ہو کر اس ڈھیر پر گھانس جگہ جگہ پیدا ہو گئی ہے۔ اور نصف سلامت حصہ برج کا جو آدھا دائرہ کی صورت دکھائی دیتا ہے۔ اسمیں طاق و کارنس وغیرہ بنا ہوا ہے اس زمانہ کے کاریگروں نے جو جو پھول پتی کا کام بنایا ہے۔ ایسا خوشرنگ اور صاف ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقوش برج ٹوٹنے کے بعد بنائے ہیں۔ کسی جگہ میدان میں کچھ کچھ زمین سے بلند اور کچھ کچھ حصہ اُن کا زمین سے ہموار۔ بنیادیں جو دالان و شہ نشین و حمام و کوٹھڑی وغیرہ کا پتہ دے رہی ہیں کہ معمار عقل ہی بتا سکتا ہے۔ شام کے وقت کچھ ابابیلیں ہوا میں چکر لگا کر کسی دروازے میں جا رہی ہیں۔ کچھ شاما میں کسی پتھر یا منڈیروں پر بیٹھی اپنے خوش آیند لہجوں میں مکین کا گویا ماتم کر رہی ہیں۔ پیچھیں اُس کھنڈر کے ایک بہت بڑی دو منزلہ گول مخروطی عمارت ہے

جسکی دونوں منزلوں میں محراب دار دروازہ اور اُسی عمارت کے اوپر تیس پچیس گز گُرنڈ پتھر کی لاٹھ جسکا دور کئی آدمیوں کی کولی میں نہ آئے کھڑی ہوئی جس کو فیروز شاہ نے میرٹھ سے لاکر نصب کیا۔ جسکا کچھ حصہ بجلی کی نذر ہوکر قلم کی صورت دکھائی دیتا ہے۔ دور دور سے نظر آتی ہے۔ اور گرنڈ اتنا بے ریشہ پتھر ہے کہ چوٹ سے کھیل کھیل ہوجاتا ہے۔ لاٹھ کی بلندی پر تین گِد بیٹھے ہیں۔ ہماری گاڑی آنِ واحد میں وہاں سے گزر گئی۔ گاڑی ایک فرلانگ گئی ہے کہ سڑک سے بائیں جانب کو ایک پرانا دروازہ کمال مضبوط شمال رویہ بنا ہوا جسکے دروازے کو کچا تیغہ لگاکر بند کر دیا ہے۔ اب اس دروازے میں جیل کے ملازم رہتے ہیں۔ اور اسکی بڑی بڑی سنگ خارا کی چٹانوں پر کہیں کہیں مثل لوہے کے زنگ کے ایک مادہ پیدا ہوکر بہتا ہے۔ اُسکی لکیریں بڑی ہوئی ہیں۔ جو دور سے نظر آتی ہیں۔ دروازے سے مغرب کی طرف سڑک کے دائیں جانب جیل کا دروازہ اور اُسکے دروازے سے سڑک جسپر ہم جارہے ہیں آکر ملتی ہے۔ وہ سڑک لال بجری سے کُٹی ہوئی۔ شام کے قریب چھڑکاؤ ہوا۔ دونوں طرف اس سڑک کے سپاہیوں کی کوٹھریاں ہیں۔ ایک طرف سپاہیوں کی کثرت کا سامان نصب ہے۔ سپاہی اپنی اپنی کوٹھریوں کے آگے چارپایاں کرسیاں مونڈھے تپائیاں بچھائے کچھ وردیاں پہنے کچھ بے وردی بیٹھے ہیں۔ جیل کے دروازہ کے آگے ایک اور دروازہ ہے۔ جس کا آہنی کٹہرا کمال مضبوط۔ دو سپاہی وردیاں پہنے بندوقیں کاندھوں پر دھرے بڑی مستعدی سے اِدھر اُدھر ٹہل رہے ہیں۔ شام کے قریب تمام قیدی بند ہیں اندر کے دروازے کے کواڑ بند ہیں۔ صرف کھڑکی کھلی ہے۔ سپاہیوں کی کوٹھریوں کی پشت پر پھانسی دینے کا احاطہ بنا ہوا ہے۔ اس سے آگے گاڑی بڑھی۔ پست و بلند ٹیلہ جسکو برسات کا سبزہ اپنی چادر میں لپیٹے ہوئے ہے۔ اس سے آگے داہنی طرف

سڑک سے ملا ہوا ایک بڑا گڑھا ہے جس میں برساتی پانی جمع ہو کر تالاب بنا گیا ہے۔ اسمیں مغرب کی طرف جھکے ہوئے سورج کی شعاعیں جو پڑ کر اچٹتی ہیں تو آنکھوں میں چکا چوند معلوم ہوتی ہے۔ ہوا سے لہریں ایک کنارے سے اٹھکر دوسرے کنارے پر منتہی ہوتی ہیں۔ اسکے آگے ایک بلند ٹیلہ ہے جسکو سڑک قطع کرگئی ہے۔ اس ٹیلہ کے آگے سائیں کا تکیہ ہے جو لب سڑک ہی پیپل کے سایہ میں ایک کچی کوٹھری گوندلی دیواروں کی بنی ہوئی جسکی سہاوٹی کی مٹی بارش سے بہ گئی ہے اور دیواروں نے چوکھٹ کو چھوڑ دیا ہے۔ جسکی وجہ سے چوکھٹ آگے جھک گئی ہے۔ اوپر اس کوٹھری کے پھونس کا دوپلڑا چھپر جسکی بلی بیچ میں سے ٹوٹ کر چھپر جھک گیا ہے۔ اور پھونس بارش سے گل گیا ہے۔ اور ہوا سے جگہ جگہ سے اڑ کر پرانے بانسوں کا ڈھانچہ نکل آیا ہے۔ اور سائیں صاحب نے جو چھپر کے اندر چھینکا باندھا ہے۔ اور اس چھینکے کی بکدار دھواں لگی ہوئی۔ بان اور اُس مٹی کی کالی ہنڈیا جسکو سائیں صاحب نے رکھ دیا ہے اور اُس ہنڈیا کی چپنی پر کچھ روٹی کے سوکھے ہوئے ٹکڑے رکھے ہوئے باہر سے دکھائی دیتے ہیں۔ اس چھپر کے چاروں طرف کی دیواروں پر سڑک میں جو بھینس یا بیل نے گوبر کیا ہے۔ سائیں صاحب نے اس گوبر کو اٹھا کر بے ڈھنگے سے اُپلے بنا کر دیواروں کی جڑوں تک تھاپ دیئے ہیں۔ جنکو گلہریوں نے کرید کرید کر چاروں طرف دیواروں کی جڑوں میں گوبر پھیلا رکھا ہے۔ اور گرے ہوئے گوبر کو مرغیوں نے دانہ کے لالچ سے دور تک بکھیر دیا ہے۔ کوٹھری کے آگے ایک زمین سے بالشت بھر اونچا چبوترہ جسکی حدوں کی اینٹیں ٹھوکروں میں آکر اُکھڑ گئی ہیں اور ٹیلہ سا رہ گیا ہے اس ٹیلہ کے بیچ میں ایک گڑھا کھدا ہوا ہے جسمیں گیلی گھانس اور لید سلگ رہی ہے اُس الاؤ کے قریب سائیں جھب برشاہ اونکڑوں بیٹھے ہیں جو رستہ سے پیدل یا گاڑی اکہ وغیرہ گزرتا ہے۔ سائیں صاحب آواز لگاتے ہیں خیر ہو۔ بھلا ہو بابا کچھ

فقیروں سے بھی ہاتھ ملاتے جاؤ۔ سائیں کا کالا رنگ۔ چیچک رو۔ ایک آنکھ سیتلا میں خراب ہو گئی ہے اور ٹینٹ نکل آیا ہے۔ اور اس ٹینٹ میں کچھ سفیدی کچھ سیاہی۔ لیکن بے نور۔ موٹی موٹی رنگین لال لال ابھری ہوئی ڈاڑھی کربڑی لمبی۔ بھرا ہوا خط۔ لبیں اتنی دراز ہیں کہ ہونٹ چھپ گئے ہیں۔ اور ناک سے جو رطوبت بہی ہے اُس سے مونچھوں کے بال گیلے ہیں۔ چہرے پر جھُریاں پڑی ہوئیں۔ ناک کا ایک نتھنہ جو گل گیا ہے۔ اُس طرف سے لال لال بھیگا ہوا ناک کا بانسہ دکھائی دیتا ہے۔ گلے میں عوزی یعماچی سلیمانی۔ کچھ کاٹھ کے چھوٹے بڑے دانے پڑے ہوئے۔ سینہ کا پنجر اور دونوں پہلوؤں کی پسلیاں۔ ایک ایک گنی جاتی ہے کمر میں ایک بالوں کی گتھی ہوئی تاگڑی جسکے سرے پر ایک کھاروے کی گھنڈی جس پر چارخانہ سلا ہوا اور تاگڑی میں ایک لنگوٹی آگے پیچھے اڑسی ہوئی دیسی سوت کی بھنجیاں سے بٹے ہوئے میلے دوڑے میں۔ ایک نکچوٹی چھوٹی سی اور ایک لوہے کی سلائی کمر میں لٹک رہی ہے۔ جس سے سائیں کانٹا نکال لیتے ہیں۔ سر سائیں نے آج ہی منڈوایا ہے اور اُسپر جو تیل چُپڑا ہے تو سر کی نیلی نیلی کھال چمک رہی ہے اُسی چبوترے پر ایک گڑھا کھدا ہوا۔ جسمیں گیلی اور سیلی ہوئی گھانس کا الاؤ لگا رکھا ہے۔ سائیں کے آگے ایک مٹی کا کالا فرشی حقہ جسکے پیندے کے کنارے کئی جگہ سے جھڑ گئے ہیں اور پانی کے رساؤ سے کنارے اور پیندے میں کیچڑ لپٹ گئی ہے اُسپر بانسی کا نیچہ لوہے کی قفلی۔ نیچہ اور قفلی کا کپڑا گل گل کر گیا ہے گٹہ سڑکر اندر دھنس گیا ہے۔ اُسپر مٹی کی موٹی بھدی چلم رکھی سلفہ بھرا ہوا اور چند تماشائی ستر ہتّوں میں جانے والے الاؤ کے قریب بیٹھے کوئی راستے کے لیئے چلم بھر رہا ہے کوئی پانی پی رہا ہے۔ کوئی حقہ پینے کو بیٹھا ہے۔ ایک طرف پیپل کی جڑ میں دو تین ٹھلیاں آڑی سیدھی زمین پر رکھی ہیں ڈھکنا کسی پر نہیں۔ برابر

ٹہلیوں کے زمین پر ایک رکھی ہے۔ اُسپر پانی پینے کا ایک آبخورہ رکھا ہے۔ سڑک سے گزرنے والا کتا جو ٹہلیا کے قریب آتا ہے ٹانگ اُٹھا کر دھار مار جاتا ہے۔ راقم سبحان اللہ کیا حقیری ہے کہ آدمی تو ایک طرف جانور کی دل آزاری سائیں صاحب نہیں چاہتے۔ تکیہ سے آگے سو قدم بڑھکر بڑ کے درخت کے سایہ میں ایک چبوترہ اور اُسپر ایک کوٹھری جو کسی مہاجن صاحب نے بنوا دی ہے۔ اُس چبوترے کے قریب ایک چھوٹا سا چھپر جو چار لکڑیوں پر کھڑا ہے اُسکے نیچے پانچ چار مٹکے کورے کورے رکھے ایک بامن (برہمن) بڈھا جس کی عمر ساٹھ پینسٹھ برس کی جسنے کچھ اینٹیں چنکر اوپر نیچے رکھ ایک چبوتری سی بنالی ہے۔ اُسپر بیٹھا ہوا۔ سر پندرہ بیس دن کا منڈا ہوا چھوٹے چھوٹے سفید بال چندیا پر کھڑے ہیں جنمیں ایک چوٹی جسکو بل دے کر گرہ دے لی ہے۔ ننگے سر ننگے گلے پیشانی پر قشقہ لگا ہوا گلے میں ایک تنکوں کی کنٹھی پڑی ایک جنیو کی لڑی کا آڑا پڑا ہوا جسمیں ایک کنجی باندھ لی ہے۔ ایک میلی دھوتی ایک جوتہ ادہوڑی کا۔ اُلٹی نوک لمبا پنجہ تلے سے ٹلا ملاکر اُڑا ایک طرف رکھا ہے۔ ایک ہاتھ میں پیتل کی لُٹیہ دوسرے میں ایک بانس کا ٹوٹا جسکو بیچ میں سے چیر لیا ہے۔ آگے بامن کے ایک گلا ٹوٹا مٹکا گڑا ہے جس میں پانی جمع ہوکر سڑ گیا ہے۔ کچھ کوڑا کرکٹ تنکے پینے کے پانی میں پڑے پڑے سڑ کر گل گئے ہیں۔ سینکڑوں بھنگے پانی پر تیر رہے ہیں۔ ہزاروں کیڑے اُس میں کلبلا رہے ہیں۔ جو کتا سڑک سے گزرتا ہے اسمیں منہ ڈالکر پانی پی لیتا ہے۔ اِس سے آگے بڑھکر سنسان ٹیلوں میں پرانا قلعہ اپنی شان دکھا رہا ہے فصیل قلعہ پر کہیں کہیں کنگرے باقی ہیں۔ کہیں کہیں کے توڑ دیئے ہیں۔ ایک شمال مغربی کونہ کا برج جو نصف شق ہوکر گر گیا ہے۔ نصف باقی ہے۔ اُس برج کے قریب جو دروازہ ہے اُسکو کچا تیغہ لگا رکھا ہے۔ دروازے کی پیشانی پر ایک چھوٹا سا

برآمدہ ہے جو پتھر کے توڑے نکالکر بنا ہے۔ بااین کہن سالگی بھلا معلوم ہوتا ہے فصیل میں اور سلامت کنگروں میں رند[1] لمبے لمبے بنے ہوئے ہیں جو اُس زمانہ میں ان رندوں سے حریف پر تیر لگایا کرتے تھے۔ اندر قلعہ کے مسجد شاہی کمال خوشنما جو اپنی نظیر آپ ہی ہے قلعہ کی ٹوٹی پھوٹی دیواروں سے بلند ہوکر زمانہ کی اُلٹ پلٹ کا تماشا دیکھ رہی ہے۔ اور اس سے ذراہٹ کر شیر منڈل کا برج کسی اور شکار کے انتظار میں کھڑا ہے۔ اب پیچھیں قلعہ کے بلند کھلا ہوا دروازہ ہے جس سے قلعہ کے باشندے آتے جاتے ہیں۔ اُسکے آگے ایک پُل بنا ہوا ہے اور سڑک کے دوسرے سِرے پر اُسی زمانہ کی ایک مسجد ہے جو بہت بڑی ہے۔ اُسکا مضبوط دروازہ اور دروازے کے اندر ٹوٹا ہوا حوض ہے جو کوڑے کرکٹ سے اٹ گیا ہے صحن مسجد میں ہزاروں گڑھے ہے۔ اور گھانس۔ کہیں کہیں پتھر اور چونہ پڑا ہے۔ جو شخص سڑک سے گزرتا ہے تو دروازہ مسجد سے اندر کی محرابیں جو چپ چپ کر سامنے ہوتی ہیں دکھائی دیتی ہیں جن کو بارش نے سجدہ کر کرکے کہیں سے کالا اور کہیں سے ملگجا کر دیا ہے۔ قلعہ اور مسجد سے آگے نظام الدین کے کھنڈرات میں کوئی مقبرہ کہیں چھوٹی سی مسجد کہیں قبروں کے تعویذ۔ کچھ کچھ فاصلے سے قریب اور بعید اونچے اونچے گنبد۔ کہیں کسی قبر کا چبوترہ ایک طرف زمین میں دہ گیا ہے۔ کوئی پتھر کا تعویذ آڑا ہوگیا ہے جسپر ایک چھوٹی سی تختی بنی ہوئی جو زنانہ قبر کا پتا دے رہی ہے کسی تعویذ پر قلمدان۔ جو مردانہ قبر کی علامت ہے۔ ان کھنڈروں سے آگے اب حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ کے مزار مبارک کی مسجد کا گنبد جو درختوں میں سر اٹھائے ہوئے ہی نظر آتا ہے۔ سڑک تو سیدھی گرے جاتی ہے۔ اب ہماری گاڑی وائیں کو مڑی تو نہر کے پل پر آئی جب ہم پل کے وسط میں آئے تو

---

[1] لمبے لمبے سوراخ جن کی آڑ میں کمر کرتے پر بیٹھکر تیر یا بندوق لگاتے ہیں نے رند کہتے ہیں ۱۲

دیکھا کہ نہر سیدھی چوڑی جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے صفحہ صحرا پر ایک جدول
نظر آتی ہے۔ اب نہر کے پانی پر موجیں بہاؤ کے رخ پڑتی ہوئیں جو شفق کے عکس
سے نارنجی ہو گئی ہیں اور ابر کے رنگین ٹکڑے جو ہوا پر بے ترتیب پھیلے ہوئے ہیں
اُن کا عکس پانی میں غواصی کیے ہوئے لہرا لہرا کر زینہ بالا ہوتا ہوا نظر آتا ہے اور
اس وقت اتفاق سے ایک بڑی مچھلی نے جو نہر کے بیچوں بیچ اچھال کر کے دم دی ہے
تو وہاں سے لہریں حلقہ وار اٹھ اٹھ کر دونوں کناروں پر جا جاکر ختم ہو رہی ہیں اور
وہ موجیں جو ہوا کے موافق اٹھ رہی ہیں نشیب سے وہ حلقہ دار موجیں لڑکر پردہ آب پر
ایک نظر فریب ماہی پشت بنتا جاتا ہے۔ اور عکس شفق سے وہ سنہرے والا لہر کا
جال سنہری ہو کر فنا ہوتا جاتا ہے۔ نہر کے کنارے پٹری اور پشتہ کی ہری ہری
گھانس بیچوں بیچ پانی دونوں طرف گھنیرے درخت اور ان درختوں میں کوئی کوئی
اوبھرا ہوا سیاہ برج اور اُن درختوں پر جو شام کے قریب طوطوں کے جھلڑ جو
نہر کے پانی سے ملے ہوئے بولتے اور اُڑکر اُڑکر درختوں پر بیٹھتے ہیں اور کووں
کی قطاریں کاؤں کاؤں کرتی ہوئی درختوں کی چوٹیوں پر جھولتی ہوئی چلی جاتی ہیں
یہ سماں مل جلکر ایسا دلکش ہے کہ آگے جانے کو جی نہیں چاہتا۔ اب گاڑی پل سے
اُتری اور تھوڑے فاصلہ پر کوچوان نے گھوڑے روکے تو میں نے دیکھا کہ حضرت
سلطان جی صاحبؒ کی باولی کا چھوٹا سا سفید دروازہ جس پر املی کا درخت چھایا ہوا ہے
حلوائی شام کی وجہ سے املی کی پتیاں بند ہو گئی ہیں۔ اور دروازہ کے قریب حلوائیوں نے
چھوٹے بڑے شامیانے تان دیئے ہیں کسی نے چادر تانی ہے اُسکے نیچے
تخت بچھا رکھے ہیں۔ اور تختوں پر بڑے بڑے اُنپر پیتل کے تھال جنمیں طرح طرح کی مٹھائیاں
کہ جن میں سوائے شکر کے اگر آپ خوردبین سے دیکھیں تو کسی چیز کی آمیزش نہیں
واہ رے دہلی کی کاریگری۔ اپنی استادی سے کماتے ہیں۔ قریب تخت کے بھٹی

گرم ہے جیسیں کیکر کی لکڑی کے بیڈول موٹے موٹے کندہ سُلگ رہے ہیں کڑھاؤ میں گھی چڑھا ہوا میوٹیاں تل رہے ہیں۔ سامنے دوکاندار کے ایک توے کا کڑھاؤ آزار رکھا ہوا ہے جسکے نیچے دو پتھر لگا رکھے ہیں۔ کچھ کوئلے کڑھاؤ کے نیچے دہک رہے ہیں۔ جس سے حلوا گرم رہے اور ایک طرف گھی گرمی کیوجہ سے جمع ہو جائے۔ ایک اس تخت کے نیچے چکلا بیلن ہے۔ پتلی پتلی پوریاں بیل رہا ہے۔ کچھ پوریاں حلوے پر رکھی ہیں۔ ایک حلوائی کے ہاتھ میں لوہے کا پونا ہے کہ گھی میں سے پوریاں الٹ پلٹ کرا تار لیتا ہے۔ دوکاندار کے ہاتھ میں پیتل کے پلڑوں کی ترازو ہے۔ دکان کے آگے گاہکوں کا ہجوم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ لالہ دو آنہ کا پوری حلوہ دیدو۔ کوئی کہتا ہے کہ سیر بھر پوریاں تول دو +

تنبولی — اِنکے قریب پان والے نے ایک تختہ پر پان چھوٹا بڑا میل الگ الگ لگا رکھا ہے پانوں پر پانی چھڑکا ہوا۔ تھالیوں میں چھالیہ کتری ہوئی۔ کسی میں الاچیاں۔ کسی میں زردہ رنگا ہوا۔ کچھ پوربی زردہ جسکے سرخ سرخ پٹھے ایک صندوقچہ سے لگا کر کھڑے کر دیئے ہیں۔ کچھ سورتی زردہ کی پھوریاں رکھی ہیں +

کبابی — کسی جگہ کبابی کوئیلوں پر سیخیں لگیں کچھ مجونیر چڑے ہیں۔ ایک مٹی کے پیالہ میں ہری مرچیں۔ ادرک پیاز کا لچھا۔ کھٹے کترے ہوئے۔ ایک کاٹھ کے خوان میں خمیری روٹیاں۔ جنپر میلی گیلی صافی پڑی ہے۔ سیر کی تول میں دس بارہ ہیں کچھ ڈاک کے پتے بے ترتیب بکھرے پڑے ہیں۔

کچالو — جگہ جگہ بیسیوں کچالو والے بڑے بڑے چھیبے آگے رکھے۔ کیلے کے پتے بچھے آلو کچالو۔ بالو کے بُھنے ہوئے ایک ٹوکرے میں رکھے ہیں۔ کچھ چھلے ہوئے چھیبے میں رکھے ہیں۔ علاوہ کچالوؤں کے امرود۔ نارنگیاں۔ کمرکیں۔ کیلے رکھے ہیں۔ آگے کچالو والے کے چھلکوں کا ڈھیر ہے ایک پتے میں چھوٹی چھوٹی قاشیں کر کرکے ڈالتا جاتا ہے۔ ایک مٹی کی ہانڈی میں نمک

مرچیں زیرہ پسا ہوا رکھا ہے۔ کھٹے ترشے ہوئے پڑے ہیں۔ اسلئے برابر گنڈیری گنڈیری
والا جسکے چھپے میں گنے کے باریک سفید چھلکے بچھے اُسپر گنڈیریاں رکھیں اوپر
گنڈیریوں کے باریک سفید ململ کی صافی گیلی پڑی جسمیں سے گنڈیریاں صاف
نظر آتی ہیں۔ قریب گنڈیری والیکے ایک مٹی کا کورا مٹکا رکھا ہے۔ اسمیں گنڈیریاں
کتر کتر کر ڈالتا جاتا ہے کہ سوندھی ہوجائیں۔ سروتے کا کھٹا کھٹ ہو رہا ہے کہ ہی بی
سریلی آواز سے کہتا ہے گنڈیریاں ہیں پونڈے کی گلاب بیلی مالی بیں۔ نئی
پھاندیاں گنوں کی کھڑی ہوئیں ہیں۔ قبر کے چبوترے پر ریوڑی والا سہمی کی خیلہ پر ریوڑی
میں جو ترونوں پر رکھی ہیں۔ ان میں ریوڑیاں گزک پٹی تل شکری۔ لاچی دانہ میٹھی
کھیلیں۔ سابونیاں۔ گٹھہ۔ بتاشے رکھے ہیں۔ کھجور کی چھڑی ہاتھ میں لئے کھیاں
جھل رہا ہے۔ اور آواز لگاتا ہے۔ ریوڑیاں ہیں کرارے دار۔ کسی جگہ کنکوے والا کنکوے والا
ایک کھیرا بچھائے۔ گڈی۔ کنکوہ۔ گڈہ۔ تاوے۔ آدھے۔ پونئے۔ پیسیں دیڑھ چیل
دو چیل۔ آدھیل۔ کچھ ڈورے گولے۔ چرخیاں۔ پیچکے۔ انٹیاں۔ جنپر مانجھا ہوا ہوا
ایک صندوق برابر رکھا ہے۔ جسمیں ڈور گڈیاں رکھی ہیں۔ کسیطرف دہلی والے بیفکر
آپسمیں ہاتھ لگا لیا ہے۔ ایک طرف چاندی والا جوتہ والا کندلاکش مرصع کار
زرکوب۔ نگینہ گر۔ مصور مُہرکن ایک ٹیلہ پر کھڑے ہیں۔ گڈی ہوا میں پھنک
رہی ہے۔ دوسری طرف تارکش دبکیہ زردوز جرورڑی والا ستاریوالا کناری
والا شالدوز نیچہ بند نقاد پٹوہ قلعی گر نان بائی۔ دو چار لالہ لوگ جو انہیں
کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں + (راقم۔ اسے مسلمانوں خدا کو مانو پانی
سر سے ڈھل گیا۔ اب تو جو تم سے ملے وہ بے آبرو ہوتا ہے۔ ذرا تو ابھو کنکوہ
سے نظر نیچی کرکے دیکھو کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ سورج ڈوبا۔ شام ہوئی۔ اب گڈی
نہیں دکھائی دے گی۔ مناسب تو یہ ہے کہ ہاتھ سے توڑ کر چھوڑ دو۔ گڈی بہت

کنیا رہی ہے اور کنده بھی نکل گیا. ورنہ ہاتھ بھر جائینگے اور گڈی گر جائے گی۔ تم تو اور سے ڈھیل دیتے جاتے ہو کہ ہوا میں خانہ پکڑے پھر اتار لیں گے اور کل لیے جوڑ کر نوشیران بنائینگے۔ بھائی گڈی تو شیروان ہوگی تو پھر اڑانے والا تو اللہ ہی اللہ ہے) غرض دونوں طرف وہ کاٹا وہ کاٹا کا غل ہے کسی نے اپنی گڈی آگے نکالی ہے اور حریف گڈیوں کے پیٹے میں بیٹھتا چلا آتا ہے۔ کسی نے گڈی کا زخ لگایا ہے۔ کوئی دوسرا کھینچ رہا ہے۔ کسی نے ڈورنے ڈور ملا پیچھے ہٹ جھٹکا دے کر گڈی کاٹی۔ کوئی کہتا ہے واہ میاں ڈھون کیا داؤں کیا ہے۔ کسی کا پیچ چل رہا ہے سیکڑوں لونڈے لگیاں ہاتھوں میں لیئے لا لنگر باندھے گڈیاں ڈور لوٹ رہے ہیں۔ کسی لونڈے سے ڈور کے توڑنے پر لپاڈگی ہو رہی ہے۔ وس میں تماشائی ملکر کہو بے لونڈے۔ خبردار۔ ابے ڈور نہ لوٹیو پیچ چل رہا ہے۔ ایک لونڈا ڈور توڑ کر بھاگا۔ جو صاحب گڈی لڑا رہے تھے۔ وہ ڈور ہاتھ سے پھینک کر گالیاں دیتے ہوئے بھاگے جاتے ہیں۔ اور آواز دے کر کہتے ہیں پکڑیو بے لونڈے کو۔ راقم۔ واہ رے دہلی والوں! آفرین ❖

ایک طرف ہنڈولہ گڑا ہوا ہے۔ ہنڈولے والا کھمبوں پاس کھڑا ہے جب ہنڈولے کی پیڑھی نیچے ہوتی ہے اُسکو پکڑ کر اوپر چڑھا دیتے ہیں دہلی والے ہنڈولے میں بیٹھے ہیں۔ کوئی ہنس رہا ہے کوئی ڈر رہا ہے۔ کسی کو خیال ہے کہ ہنڈولہ ٹوٹا اور ہم چور۔ کسیکو چکر آگیا ہے تو آنکھیں بند کرکے پیڑھی کے کٹہرے کی دونوں پٹیاں پکڑلی ہیں۔ اور گھبرا گھبرا کر آواز دے رہا ہے۔ او بے ہنڈولے والے۔ سہج سہج۔ کوئی کہتا ہے۔ ابے زور سے نہیں تو ریپٹا دونگا۔ قریب ہنڈولہ کے ایک لڈا کھڑا ہے۔ اُسپر کچھ گودڑے چیتھڑے ہیں۔ دو بیل دُبلے بڈھے جوتے سے بندھے ہیں۔ جن کے آگے

کچھ تیار ہے۔ ہنڈولہ والے کی جورو میلا نیلا لہنگا۔ گاڑھے کا دوپٹہ۔ پڑی آگے
پتھروں کا چولہا بنائے کچھ تنکے اور اُپلے جو راہ میں چن لئے تھے ان سے چولہا
سلگا رہی ہے۔ ایک چھوٹے سے مٹی کے کونڈے میں آٹا گوندھا ہوا۔ موٹی
موٹی روٹیاں پکا رہی ہے۔ ایک مٹی کے آبخورے میں دو تین لال مرچیں۔ نمک اک
پوتھی لہسن کی چار پھانکیں کھٹائی کی ایک ڈلی پیاز کی رکھی ہے۔ دو چھوٹی چھوٹی
لڑکیاں لڑکے پاس بیٹھے کالے رنگ ننگے کھیل رہی ہیں۔ کچھ دیہاتی لوگ
ہنڈولے کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ٹوکری ہے جس میں کچھ
کچوریاں ہیں۔ ٹوکری میں ڈھاک کے پتے بچھے اوپر سے سوت کا دوہر ڈال لپٹا ہوا
ہے۔ جن دوستوں نے اس سے کچوریاں منگائی ہیں وہ راہ دیکھ رہے ہیں۔ ان کو
یہاں گھنٹہ گزر گیا ہے کہ کھڑے ہیں اسکے دوست بیچارے پریشان ہیں کہ کہاں
گیا۔ ایک برف والا جسکے ٹوکرے میں ہنڈیا مٹی کا رکھا اور ہنڈیا کے منہ پر ٹاٹ ہے پھیری والا
کا دوہرا کپڑا ڈھکا۔ آواز لگا رہا ہے۔ ملائی کی برف شربت کی برف۔ ادھ آنہ وائی ذرا
پیسہ کو اور ٹکے والی پیسہ کو۔ ایک طرف ایک کان میلیہ سر پر دستی سفید پگڑی کان کا میلیہ
بندھی۔ انگرکھا گلے میں۔ ایک لوہے کا پتلا موچنا کنپٹی پر پگڑی میں اڑسا ہوا اور
چند سلائیاں۔ کسی سلائی میں روئی کی پھریری۔ کاندھے پر ایک چھوٹی سی جھولی
کھاروے کی۔ آواز لگاتا پھرتا ہے میل نکالیں کان کا۔ ایک طرف ایک سقہ کلابتونی سقہ
ٹوپی سر پر۔ چکن کا انگرکھا گلے میں۔ اسپر ساٹن کی صدری دستہ کی ہوئی۔ دامن
انگرکھے کے کمر سے لپیٹ کر اوپر سے کھاروے کی لنگی باندھ لی ہے۔ کاندھے پر
مشک ہاتھ میں پیتل کے کٹوروں کی جوڑی۔ آنے جانے والوں کو آواز دے رہا ہے۔
میاں پانی پیتے جاؤ۔ یہ مشک پتھر والے کنوئیں سے لایا ہوں۔ ایک شخص بانس
کے ٹوکرے میں کپڑا بچھائے شور یکے رنگین سفید کھلونے بیچتا پھرتا ہے کوئی

چھڑی میں چرخ چرخیاں۔ پنکھیاں۔ گورکھ دھندے۔ چرخہ ابرک کے۔ لنگور روئی کے۔ بانس کی تیلی میں پروئے ہوئے۔ کھلونے والا جب ڈورے کو انگلی سے جھٹکا دیتا ہے تو لنگور بھی اُچکتا ہے۔ ایک گاڑی والا بجتی ہوئی گاڑیاں ایک لکڑی میں لٹکائے۔ ایک گاڑی میں ڈورا باندھے گاڑی کو کھینچتا پھرتا ہے گاڑی پٹر پٹر بجتی چلی جاتی ہے۔ ایک میدان میں دھوبی جمع ہیں۔ ایک طرف ایک دھوبی کھڑا (دھوبی)
ہوا اُسکے پیچھے دس بارہ سُرتیئے کھڑے ہیں۔ جب آگے کھڑا ہوا دھوبی کھنڈ کا چوک کہہ لیتا ہے تو سُرتیئے ملکر اُس کھنڈ کے آخر کے مصرعہ کا قافیہ اور ردیف کہکر غل مچاتے ہیں۔ اور کئی بار کہنے کے بعد جو کھنڈ کہنے والے نے پہلا شعر کہا تھا اُسکو گاتے ہیں اور غل مچاتے ہیں۔ ایک دھوبی اُنکے سامنے کھڑا ہے۔ یہ پہلا چاروں چوک کھنڈ کے کہہ لیتا ہے تو یہ شروع کرتا ہے۔ چوبیس گھنٹہ میں اتنی کھنڈ سے زیادہ نہیں کہہ سکتے۔ اِن دونوں میں بحث ہے۔ اگر اِن دونوں میں سے ایک پیشاب یا پاخانہ پھرے یا بیٹھہ جائے تو ہارا گا۔ ایک طرف منجھولیاں بارکش تانگے بیچ گاڑیاں وہ تین رتین پر کھڑی ہیں جنکو لوگ بکرایہ لائے ہیں۔ اِن تمام گاڑیوں میں مسلمانوں کی دو چار ہی گاڑیاں ہیں۔ اور وہ بھی خراب حالت میں۔ الغرض میں اور محبوب علی شاہ صاحب اور نہان شاہ صاحب گاڑی سے اُترے۔ نتھن نے دوڑکر سلام کیا اور کہا۔ میاں میں نے بستر لگادیا ہے۔ اب ہم باولی کے دروازے میں گھسکر اندر باولی کی سیڑھیوں پر آئے تو دیکھا کہ باولی میں پانی موتی سا بھرا ہوا ہے لیکن پانی میں ڈوبی ہوئی سیڑھیوں اور دیواروں پر جو کائی جمی ہوئی ہے اُس سے پانی کالی جھلک دے رہا ہے۔ باولی کے گوشہ شمال اور مغرب میں ایک گنبد ہے جو تقریبًا تیس گز بلند ہے لوگ اُسپر سے جست کرکے کودتے ہیں کہ یہ برج پانی سے چھہ سات گز فاصلے سے ہے۔ باولی کی تین طرف کی دیواروں پر کہیں کسی قبر پر

دالان بنا ہے کچھ اُسپر سے کود رہے ہیں۔ کچھ مشرقی دیوار سے۔ لیکن یہ مقامات بہت نیچے ہیں۔ اور بہت آدمی باولی میں نہا رہے ہیں کوئی کھڑی لگا رہا ہے۔ کوئی چت کوئی پٹ۔ کوئی پانی کاٹ کر دوسرے کنارے پر جا نکلتا ہے۔ کوئی ملاح کا بنا ہوا سیڑھیوں کیطرف آ رہا ہے جو تیرنا نہیں جانتے وہ سیڑھیوں پر کھڑے کھڑے غوطے لگا کر پانی میں نہا رہے ہیں۔ کوئی کودنے والا اوپر سے آواز دے رہا ہے۔ اجی ہٹ جاؤ نیچے ہٹ۔ میں کودوں گا کوئی پانی میں سے آواز دیتا ہے۔ ابے دیکھ یہاں سے نہیں میرے اوپر نہ کود پڑیو۔ سیڑھیوں پر جو پانی کے قریب ایک سل سنگ خارا کی دو گز سے ڈیڑھ گز بچھی ہے۔ اُسپر چڑھ کر کوئی سر کھلی لگاتا ہے۔ کسی کے کودنے سے پانی میں چھینٹیں اُڑتی ہیں۔ کوئی اسطرح کودتا ہے کہ جیسے پانی میں تیر مارا کہ ایک چھینٹ نہیں اُڑتی۔ جب وہ کود کر پانی میں بیٹھ جاتا ہے تو جو پانی اُسکے دباؤ سے نیچے چلا جاتا ہے وہ زور کر کے اُبھرتا ہے۔ اور تھوڑی سی جگہ سفید جھاگ سے ہو کر پھر پانی صورت اصلی پکڑ لیتا ہے۔ نظام الدین کے رہنے والے لونڈے تماشائیوں سے کہہ رہے ہیں کہ میاں پیسہ پھینکو۔ ہم باولی میں سے لائیں گے۔ کوئی چھینٹیں اڑا رہا ہے۔ شہر کے تماشائی کچھ سیڑھیوں پر بیٹھے ہیں کچھ دیواروں پر سے تماشا کود ایکا دیکھ رہے ہیں۔ کوئی لونڈا فضول ہاؤ ہاؤ کر کے غل مچاتا ہے۔ کوئی کبوتر باز سیڑھیوں پر کھڑے سیٹی بجا رہے ہیں۔ کچھ باولی میں سے کود کر نکلے ہیں اور آگے پیچھے سیڑھیوں پر چھینٹیں اُڑاتے ہوئے چڑھ رہے ہیں۔ اور جہاں سے جی چاہتا ہے پھر کود پڑتے ہیں۔ کوئی ناتجربہ کار ناک پکڑ کر کودتا ہے۔ کوئی دونوں ہاتھ ملائے پانی پر چلا آتا ہے کوئی ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے راقم۔ کچھ ہو گر گئیا۔ چوٹ لگے مریں۔ لیکن شیخی بنی رہے۔ واہ رے اپنی آن بان کے پورو۔ کیوں نہو آخر ہو بھی تو تم دہلی والے۔ تمہارا کیا کہنا ہے۔ اللہ زیادہ کرے۔

الغرض پہلے ہم بستر پر آئے۔ حقہ پیا۔ پان کھایا۔ نمازیں پڑھیں۔ کھانا کھایا۔ اس میں رات کے ۱۰ بجے۔ اب شاہ صاحب نے فرمایا کہ لو بھئی جس غرض سے ہم یہاں آئے ہیں سماع میں شریک ہو کر داخل حسنات ہوں۔ الغرض پہلے حضرت امیر خسرو رحہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ اور فاتحہ پڑھی۔ پھر حضرت سلطان الاولیا محبوب الٰہی رحہ کے مزار مبارک پر آئے بعد فاتحہ ایک جگہ محفل میں مشکل سے ہاتھ آئی گھس پل کر کوئی کہیں کوئی کہیں بیٹھے کچھ لوگ غلام گردش میں کہ اسکی کرسی ڈیڑھ فٹ کے قریب بلند ہے جسکا چبوترہ سنگ مرمر سے بنا ہے بیٹھے ہوئے۔ کچھ صاحبزادے مزار کے دروازہ کے ادھر ادھر مؤدب سر جھکائے بیٹھے ہیں شہر کے تماشائی اور کچھ صوفی جو دور دور سے آئے ہیں آگے پیچھے بیٹھے ہیں۔ انکے پیچھے تماشائی کھڑے ہیں۔ اوپر ایک نمگیرہ جو حیدرآباد سے کسی رئیس نے چڑھایا ہے۔ تمام صحن میں چھایا ہوا ہے۔ اسکے نیچے ایک الگنی بندھی ہے جسمیں آہنی فانوس اور انپر سرخ چھوٹا کپڑا منڈھا ہوا لٹک رہے ہیں شمعیں ان میں روشن ہیں۔ سامنے مزار کے ایک قوالوں کی جوڑی ڈھولک ستار ہارمونیم طنبورہ بجا رہے ہیں اور فارسی کی غزلیں کچھ اردو کی غزلیں گا رہے ہیں۔ لوگوں کو کیفیت طاری ہے کوئی عالم مستی میں کھڑا ہو گیا ہے۔ کوئی لیٹا ہوا کروٹیں لے رہا ہے کوئی بیٹھا ہوا جھوم رہا ہے۔ کوئی گردن جھکائے آنکھیں بند کئے رو رہا ہے۔ کسیکو کیفیت شروع ہونیوالی ہے۔ کوئی کیفیت کے بعد جھکا بیٹھا ہے۔ ہمارے شاہ صاحب اور مہمان شاہ صاحب پر ۔۔۔ کیفیت طاری ہوئی۔ اب رات ڈھلی اور قوالوں نے راگنی بدلی۔ بھاگ پرچ سوہنی ۔۔۔ بھیروں شروع کی۔ شامیانہ کے نیچے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ رات ۔۔۔ جالیاں جنمیں کچھ شاہزادوں کے مزار ہیں۔ اب انکی مرمر ۔۔۔ سجدوں میں اذانیں ہوئیں۔ قوالوں نے قوالی بند کی ۔۔۔ کی مسجد میں نماز شروع ہوئی۔ اسوقت کی نماز ۔۔۔ ہوئے طبیعت کو ایک سکون۔ صبح کا دھندلکا درگاہ میں

فی نعت النبیؐ

از عالی جناب خان بہادر لسان العصر وحید اللہ مولوی سید اکبر حسین صاحب جج پنشنر الہ آباد

ذکرِ رسولِ پاک ہے فخرِ زبانِ انس و جن — روح کو اس سے ہے سرور قلب ہے اس سے مطمئن
ولولۂ دلِ جواں قوتِ خاطرِ مسن — سنیے اگر بگوشِ جاں وردِ ملک ہے اس کی شان

صلِّ علیٰ محمدٍ صلِّ علیٰ محمدٍ

حسنِ رکوع ہے یہی شوقِ سجود اسی سے ہے — حالتِ ذوق و وجد کا دلمیں نزول اسی سے ہے
دینِ خدائے پاک کی شانِ نمود اسی سے ہے — منبعِ فیض ہے یہی ہمتِ جود اسی سے ہے

صلِّ علیٰ محمدٍ صلِّ علیٰ محمدٍ

حالتِ ملک و قوم پر ہوں شب و روز بیقرار — دین سے دل کو پھیر دیں ایسے سبب ہیں بیشمار
مرکزِ طبع کیا بنے؟ جس سے ہو کم یہ انتشار — آئی صدا فلک سے یہ پڑھ تو اسی کو بار بار

صلِّ علیٰ محمدٍ صلِّ علیٰ محمدٍ

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر — ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو کردے سما ابھار کر — اکبر اسی کا ورد تو صدق سے جی نثار کر

صلِّ علیٰ محمدٍ صلِّ علیٰ محمدٍ

رہنے دے آسماں اگر تجھ سے ہے برسرِ جفا — ہو نہ ملول تجھ سے ہے دولت و جاہ اگر خفا
مسلکِ مستند یہ ہے چھوڑ نہ تو رہِ وفا — نسخۂ حفظِ دین ہے یہ ہے یہی نیک فلسفا

صلِّ علیٰ محمدٍ صلِّ علیٰ محمدٍ

اکبر

بے ثباتی دنیا

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید ز جام مرگ مئے کل من علیہا فان

دنیا کی بے ثباتی ایک امر بدیہی ہے جسمیں گنجائش چون وچرا نہیں۔ اس عالم کا آخری ہونا قطعیات سے ہے جسمیں مجال دم زدن نہیں۔ ارباب تناسخ آئیں جائیں۔ ہم نہ مانینگے نہ مانے ہیں۔ جانیوالے کیا خاک آئیں گے۔ ممکن نہیں۔ تم آئے گئے۔ اب پھر آئے۔ انسان تھے حیوان ہوئے۔ حیوان سے انسان ہوئے آخر اسکا ثبوت کیا ہے۔ سبنے دیکھا مرگئے۔ خاک ہوئے۔ اب آئے آئے کا غل مچانا۔ طوفان بے تمیزی اُٹھانا۔ بے محل غوغا۔ ناوقت شہنائی بجانا۔ اچھا خاصا لغو کھلا افترا۔ گہرا بہتان ہے۔ یہ سب ہذیان ہے۔ اُس جلیل القدر شہنشاہ واحد قہار مالک مختار سے انحراف۔ اُسکے احکام سے انکار۔ لاف وگزاف۔ عقل کے اندہوں نہیں بلکہ دل کے اندہوں کا کام ہے۔ اسکا برا انجام ہے۔ اُس علیم وخبیر۔ سمیع وبصیر صاحب اسم عظیم۔ عظیم الذکر۔ منعم وستار۔ رب الارباب۔ وسیع الاختیار کے فرمان عظیم الشان سے سرکشی۔ عدم الانقیادی۔ حیلہ جوئی۔ فتنہ پردازی۔ گویا آیہ شریفہ لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور کا مصداق ہونا۔ وفرقتی فی السعیر سے ملنا ملانا۔ یا یوں سمجھو کہ خود رونا اوروں کو ہنسانا ہے۔ یہ عالم عالم اجسام ہے۔ جس کو موجودات مادیہ گھیرے ہوئے ہیں اور جسکے ہر سہ اجناس (جمادات۔ نباتات حیوانات) بہت صاف صاف کھلے ہوئے الفاظ میں پکار پکار کر کل من علیہا فان پر شہادت دے رہی ہیں۔ خوب یاد رکھو کہ عالم ارواح علیین وسجین کا سامنا ہے

عالم مثال کی حد ختم ہوئی۔ مقام علیین علویات کا ذخیرہ۔ قربت و وصلت کا خزینہ
ابرار کا مقام۔ تابعداروں کا ٹھکانا۔ کما قال اللہ تعالیٰ کلا ان کتاب الابرار
لفی علیین۔ وما ادراک ما علیون۔ کتاب مرقوم۔ یشہدہ المقربون
اسفل السافلین سجین۔ سفلیات سے متعلق دوری و مہجوری شیاطین کے
رہنے بسنے کی کوٹھڑی کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ کلا ان کتاب الفجار لفی
سجین۔ وما ادراک ما سجین۔ کتاب مرقوم۔ ویل للمکذبین الذین
یکذبون بیوم الدین۔ معقولی تو ایک مسئلہ جہل مرکب و بسیط ہی میں چکرا گئے
اپنی عقل کے گھوڑے کہاں کہاں نہ دوڑائے۔ ٹھوکریں کھائیں منہ کے بل گر
پڑے۔ اب آئے تو جائیں کہاں۔ نہیں نہیں کرنے والوں کے موت کے زہریلے
اثر نے سب چوکڑیاں بھلادیں وہ انانیت و خودداری سب دھری کی دھری رہ گئی
اور خود بدولت چولہ خالی کر کے جا وہ جا پہنچے سیدھے تحت الثریٰ۔ بھلا موت
اور اس سے کوئی بچ جائے کل نفس ذائقۃ الموت۔ مرجائے اور پھر لوٹ
آئے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ سب ڈھکوسلے ہیں۔ غرض یہ کہ موت کسیکو
نہ چھوڑے گی۔ اور جو گیا وہ آنے کا نہیں۔ یہ عالم عالم آخری ہے دنیا فانی دنیا
کی ہر شے فانی۔ ہر سمت سے فنا فنا کی صدائیں آرہی ہیں۔ ایک دن آنیوالا ہے
کہ لمن الملک الیوم کا جواب بجز ذات پروردگار عالم و عالمیان سے نہ دیا جائیگا
نہ کانوں میں قوت سامعہ ہوگی نہ آنکھوں میں قوت باصرہ۔ نہ قوت گویائی ہوگی
نہ حس و حرکت۔ غرض کچھ بھی نہوگا۔ اور ہوگا تو وہی واحد اور فرد صمد۔ وجود مطلق
باری تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہٗ۔ شان قہاری کا ظہور ہوگا۔ اور للہ الواحد القہار
کی عبرتناک صدا۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔
فاعتبروا یا اولی الالباب۔ دنیا والو! دنیاوی تعلق دنیا تک محدود نہیں

جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ یہ تو عملیات کے متعلق ہے۔ اور عملیات پر اثر بڑا قوی اثر ہے، صحبت اور انسیت یاران جلسہ اور انیس دلی رفیق قلبی کا۔ اب بات یہ نکلی کہ اس عالم میں روحوں کا رجحان ہماری اس آئیندہ لی دائمی پائدار اور کبھی نہ فنا ہونیوالی زندگی کے ساتھ ایک ایسی نسبت قویہ کی یادگار ہے کہ جس سے ہم ایسے عالم و عالمیان کے تعلق کے باعث آیندہ کے لیئے ایک نتیجہ انسیت و اجنبیت کا نکال سکتے ہیں ایک مثل ہے جیسے روح ویسے فرشتے۔ کیا باعتبار دینی اور کیا باعتبار دنیاوی اثر صحبت بلا اپنا رنگ جمائے باز نہیں رہ سکتا۔ اور جب یکرنگی ہوئی تو یہاں وہاں سب یکساں۔ دنیا ہو یا آخرت سب مساوی +

اب میرا وہ جملہ کہ دنیاوی تعلق دنیا تک محدود نہیں۔ اسکے لیئے حدیث شریف المرء مع من احب کافی ووافی۔ مانا کہ اس عالم کے ہر گوشہ سے کل من علیہا فان کی صدائیں آرہی ہیں۔ مسلم کہ لذائذ دنیاوی فناپذیر واسطے سریع الانقطاع تعلقات عارضی و چند روزہ ہیں۔ مگر نہیں۔ وہ روحانی تعلقات جو جسم انسانی میں ارواح کے آنے کے قبل یک جنسی و یک جہتی کے ساتھ وابستہ تھے۔ اب بھی ہیں اور رہینگے ربط و تعلقات روحانی کا رفع یا فنائیت جسمی تعلقات حسیہ کے ساتھ لازم و ملزوم ثابت کرنا ارواح و عالم ارواح پر بدنما دھبہ لگانا ہے۔ گویا روح عرض ہے اور صرف حیات بدن میں اسکا انحصار ہے۔ باقی عالم کے فانی ہونے اور لذائذ دنیاوی کے فناپذیر ہونیسے بحث نہیں۔ رابطے غرض سریع الانقطاع۔ تعلقات جسمی عارضی اور چند روزہ ہیں۔ اسکا انکار گویا انکار بداہت ہی جسم خود فانی ہے۔ وہ اغراض جو متعلق جسم ہیں کب باقی رہ سکتے ہیں +

روح کو فنا نہیں۔ تعلقات روحی کب زائل ہوسکتے ہیں۔ اس عالم اجسام میں روحانی تعلق خود بخود ہی۔ خاصۃً ہی نہ عامۃً اسکو تحریک کی حاجت نہیں۔ عالم ارواح

میں جو نسبت تھی اُسکا یہ اظہار ہے جو نفرت تھی وہ یہ انکار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک کہ روحوں کا لشکر عظیم الشان ہے۔ جسکا تعلق جہاں رہا تھا یہاں بھی وہی جان پہچان ہے۔ اُس مکیہ عورت کا قصہ کہ جو اُسکی صحبت میں بیٹھا خود بخود ہنس دیا۔ حتیٰ کہ مدینہ آکر۔ کا اپنی جنس و خاصیت کی ندیمی عورت کے پاس فروکش ہونا۔ ہمارے دعوے کے اثبات کے لیے کافی و وافی۔ تعلقات جسمی و تعلقات روحی دونوں کی ایک کیفیت ایک نسبت نا ممکنات سے ہے۔ روح و جسم میں یگانگیت تعلق قریبہ اور پھر تفرقہ پردازی؟ شدت نفرت واجبات سے ہے محسوسہ غیر محسوسہ۔ اشارات غیر اشارات ہیں بُعد المشرقین و المغربین صاف صاف آیۂ کریمہ فلا اقسم بما تبصرون وما لا تبصرون سے آشکارا ہوتا روح بنفسہ جوہر قائم ہے۔ نہ جسم انسانی سے متصل نہ منفصل۔ تصرفات تدبیرات کا دَور جاری ہے۔ روح میں تغیر و تبدل کو کیا دخل۔ روح حقیقت جنسیہ ہے نہ بوعلی سینا و ارسطو کی تحقیق کے مانند ماہیت نوعیہ۔ ارواح الطف و انظف اِس عالم اور اُس عالم سے نسبت کیا چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ سب جانے دیجئے۔ اِس قفس عنصری میں طائر روح کا کیا حال ہے۔ تڑپ ہے بےچینی بےکلی آہ و زاری۔ گریہ و بیقراری۔ آخر یہ کیا وبال ہے۔ ہاں نشیمن اعلیٰ بھولتا نہیں۔ اتحاد جنسی نکلتا نہیں ؎

محبت است کہ دل را امید بدآرام   وگرنہ کیست کہ آسودگی نخواہد

جب روح کا یہ حال ہے تو تعلق روح کا کیا پوچھنا۔ غرض یہ یقینی کہ یہاں کی محبت اتحادِ یک جہتی۔ یک جنسی۔ اُس عالم میں بھی اپنا پورا پورا اثر دکھائے گی۔

میرا مضمون بے ثباتی دنیا پر ہے۔ مگر نتیجہ کیا نکلتا ہے خوابِ غفلت سے چونکنا بے ثباتی دنیا کا اقرار اور ترک غفلت پر اصرار۔ سمجھ سے بہت دور عقل سے

دشوار بہت دشوار ہے۔ اور یہ صحبت دنیا و ارباب دنیا اُسی غفلت کا جزوِ اعظم صحبت بد سے گریز نہیں تو غفلت جائیگی نہیں۔ غفلت نہ چھوڑی تو کام دینی درست ہونیسے رہے۔ کام دینی درست نہوئے تو امانت دیانت راستبازی نیکی۔ دینداری کچھ بھی نہیں۔ غرض انسان انسان ہی نہیں۔ یہ خوفناک نتیجہ نکلا کسکا صحبتِ بد کا۔ نیکی و دینداری کس نے کھوئی۔ راستبازی کس نے مٹائی۔ دیانت کس نے ڈبوئی۔ وہی جواب صحبتِ بد نے۔ سچے ہمدردوں۔ بہی خواہوں اور جان نثاروں سے علٰحدہ ہوکر جھوٹے ہوا خواہوں۔ بدخواہوں اور عیاروں سے کس نے ملایا۔ وہی جواب صحبتِ بد نے۔ خدا کو بھلایا کس نے صحبتِ بد نے غرض کہ انسان سے حیوان بنایا کس نے صحبتِ بد نے۔ الامان۔ الامان۔ الحفیظ الحفیظ۔ الحذر۔ الحذر۔ آہ یہ دنیا ایک طلسمی جال ہے۔ جو پھنسا اُسکی رہائی محال ہے اے یاران طریقت واے ارباب بصیرت۔ کیا سنا نہیں۔ حب الدنیا رأس کل خطیئۃ ؎

پیدا ہوئے تو مروگے ضرور۔ اور مرنے پر محاسبہ یقینی۔ پھر یہ غفلت یہ بےپروائی یہ انسیت یہ خودرائی۔ اب بھی چونکو۔ بیدار ہو۔ ابھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا۔ نادم ہو اور پشیمان۔ صاف دل ہو اور سچا ایمان۔ ورنہ تم جانو تمہارا کام ؎

من نگویم کہ این مکن آں کن — راہ خود گیر و کار آساں کن

محمد نذیر الحسن

شہید نمبر (یعنی محرم ۱۳۳۰ھ کا نظام المشائخ) اِسکے قسم دوم کے تمام پرچے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئے۔ اب کچھ کا پیاں قسم اول کے پرچوں کی باقی ہیں۔ قسم اول کے شہید نمبر کی قیمت ایک روپیہ (عہ) رکھی گئی تھی۔ لیکن اب رفاہ عام کے خیال سے ۱۲ فی پرچہ کر دیئے گئے ہیں۔ اہل ذوق حضرات اس رعایت سے فائدہ اُٹھائیں۔ یہ حجم کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی اور مضامین کے لحاظ سے لاثانی پرچہ ہے ؛ منیجر نظام المشائخ دہلی

معرفت

ہر پھول میں

(از جناب مولوی حفیظ الکریم صاحب حفیظ)

کیا بہار قدرت نے رنگِ معرفت ہر پھول میں
جلوۂ وحدت نظر آتا ہے کثرت پھول میں

دیکھ اُس کے رنگیں کی جھلک ہر پھول میں
روح بلبل کی سمائی رنگ ہو کر پھول میں

پتے پتے سے پتہ ملتا ہے اُسکی ذات کا
ہر ورق ہے معرفت کا ایک دفتر پھول میں

باغ میں اُس خود نما کا رنگ ہے ہر سو نکھار
نار نکہت شہادت بن گئی ہر پھول میں

کلی گلزار میں چشمِ بصیرت اے کلیم
طور کا جلوہ نظر آنے لگا ہر پھول میں

باغ میں پڑھنے لگیں کلمہ گلوں کا بلبلیں
کیا بہار قدرت نے رنگ اللہ اکبر پھول میں

ہے کی قدرت کا تماشا ہی عیاں ہر رنگ سے
پھول بنکر شاخ میں ہے رنگ بنکر پھول میں

پھول بنکر شاخ میں وہ خود نما لاتا ہے پھل
خار بنکر نوک کی لیتا ہے چھپکر پھول میں

ایک تیری ذات سے ہے باغِ عالم کی بہار
تو ہی تو ہر شاخ میں ہے تو ہی تو ہر پھول میں

تیری وحدت کی حقیقت سے ہے کثرت آشکار
تیری رنگت ہر چمن میں تیری بو ہر پھول میں

تیرا جلوہ ہر شجر میں تیرا گھر ہر شاخ پر
تیری رنگت تیرا جوبن تیری بو ہر پھول میں

غنچے دیتے ہیں چٹک کر شاخ میں تیرا پتہ
تجکو بتلاتی ہیں شاخیں ہاتھ اٹھا کر پھول میں

آپ ہی عاشق ہے تو اور آپ ہی معشوق ہے
پھول بنکر باغ میں ہے رنگ بنکر پھول میں

در بہاراں گل شدی در صحن گلزار آمدی
بعد ازاں بلبل شدی با نالۂ زار آمدی
(قدوسی)

حفیظ از دیوان

فقیری بانا

(نمبر ۳)

اِس تانے بانے کے دو ہی نمبروں نے درویشی چادر میں جنبش پیدا کر دی، سونے والے جاگ اٹھے! اعتراض پر اعتراض آنے لگے!۔ خرقوں کی دیکھ بھال شروع ہو گئی، کوئی خفا ہوا، کسی نے تحسین و آفرین کہی +

اِس ابتدا کی انتہا نتیجہ خیز نظر آتی ہے۔ آج بگڑتے ہیں۔ کل سنور جائیں گے، راضی ہو جائیں گے، جب دیکھیں گے کہ ہمنے جو کچھ لکھا اِن کے فائدے کیلئے لکھا، اُن کی محبت میں لکھا، نفرت سے نہیں، عداوت سے نہیں بلکہ خلوص سے اور دل کے سوز سے +

کہا جاتا ہے۔ "نہ چھیڑو ہمیں ہم ستائے ہوئے ہیں"۔ ہمارے سکوت کو ٹھیس نہ لگاؤ، ہماری خلوت میں دراندازی نہ کرو۔ فقیری برقع ایک راز ہے اسکا پردہ عقل کے ہاتھ سے نہیں اُٹھ سکتا۔ مُنڈے ہوتے اور رنگے ہوئے جوگی اور پسی ہوئی دوا کا پہچاننا آسان نہیں۔ ہر ملک، ہر صوبے، اور ہر محکمے کے دنیاوی کارندوں کا لباس جداگانہ ہوتا ہے۔ پولس کو دیکھو، جسکے ہاتھ میں ظاہری امن و انتظام کی کل ہے، ایک وردی اُسکے لیئے خاص کر دی جاتی ہے، اِس وردی سے پولس کے کاموں کا امتیاز ہوتا ہے۔ یہی وردی نیک معاش اور بدمعاش عنصروں کو اپنی حد پر قائم رکھتی ہے۔ بے وردی کے سپاہی کو خواہ وہ کسی عہدے اور رتبے کا ہو اختیار نہیں ہے کہ کسی معاملہ میں دست اندازی کرے۔ وردی ہی کا نام پولس ہے۔ وردی ہی جرائم کو روکتی ہے، وردی نہو تو پولس کا سپاہی تم جیسا

ایک معمولی آدمی ہے جو کچھ نہیں کر سکتا۔ وردی کی بزرگی اور عظمت کا یہ عالم ہے کہ باوردی سپاہی بادشاہ کا نائب سمجھا جاتا ہے۔ اِس لباس میں کوئی شخص اسکی بے حرمتی کرے تو سنگین سزا کا مستوجب ہو جائے۔ پس فقیر جو اقلیم باطن کا پولسمین ہے جسکے ذمہ روحانی جرائم کی نگہداشت ہو۔ اگر کوئی مخصوص لباس اختیار کرے تو اُسکو کیوں مطعون کیا جاتا ہے۔ اُسکی وردی پر کس لئے ے دے ہوتی ہے"۔

ہم کہتے ہیں کہ معترض صاحب نے ہماری تحریر غور سے نہیں پڑھی اصل مطلب نہیں سمجھا۔ یونہی آنکھ بند کرکے ایک فرضی خیال ذہن نشین کر لیا۔ ہم نے کب کہا کہ فقرا کا لباس مخصوص نہو اور کہاں لکھا کہ درویش بے وردی رہیں۔ بحث یہ تھی کہ اپنے اختیار۔ اپنی مرضی سے کوئی بانا استعمال نہ کرو۔ اپنے محکمے کے افسروں کے حکم کے موافق اُنکی تجویز کے مطابق خرقے پہنو۔ کیا کوئی سپاہی پولس کے اعلیٰ مجوّزِ افسر کی منشا کے خلاف ازخود کوئی وردی تراش سکتا ہے۔ کیا ہر سپاہی کو اختیار ہے کہ جو جی میں آئے وہی وردی بنوا لے۔ ایسا ہو تو پولس کا سارا کام درہم برہم ہو جائے۔ اور وردی کی ہیبت دلوں سے اُٹھ جائے۔ کون جانے کہ یہ شخص جو پولس نما وردی پہنے ہوئے ہو۔ واقعی پولسمین ہے یا کوئی دہوکہ باز مفتری مکار ہے۔ وردی کی جسقدر عظمت اور تاثیر ہے وہ سب افسر اعلیٰ کی پیروی اور حکم برداری کے سبب ہے جو قطع، وضع افسر اعلیٰ حاکم نے مقرر کردی ہے۔ اسکی تعمیل نہ کیجائے تو نہ خلقت پر سپاہی کا اثر پڑے نہ افسر اعلیٰ وردی کی بے حرمتی پر باز پرس کرے۔

فقیر شریعت کے خلاف لباس اختیار کرتے ہیں گویا اپنے افسر دین سے سرتابی کرتے ہیں۔ فقیر اپنے طریقے اور خاندان سے الگ ہو کر اپنی مرضی سے

جڑ رہے ہیں تو ان سپاہیوں کے مصداق ٹہرتے ہیں جنہوں نے خود مختارانہ لباس سے رعب و وقار کو خود بے اثر اور گم کر دیا۔ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ فقیر وہ بانے استعمال کریں جو شریعت کے خلاف نہوں۔ ایسی وضع اختیار کریں جسکا اُنکے خاندان اور سلسلے میں رواج چلا آتا ہو تاکہ اُنکی صورت دیکھتے ہی اُنکی وضع پر نگاہ پڑتے ہی دلمیں ایک کیفیت طاری ہو جائے۔ برے جذبات ایکدم مغلوب ہو جائیں۔ اور معلوم ہو کہ یہ بزرگ قادری ہیں یہ چشتی۔ یہ نقشبندی ہیں یہ سہروردی۔ یہ نظامی ہیں یہ صابری جسطرح اس ملک میں بنگال پنجاب بمبئی اور ممالک متحدہ کی جداگانہ وردیوں کو دیکھکر فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سپاہی فلاں علاقے کا ہے۔ یہ سپاہی فلاں علاقے کا +

جن بزرگوں کے دل اس سچی بات سے دُکھتے ہیں۔ جو حضرات اپنی خود مختارانہ حکومت کے خلاف ایک آواز بھی سننی نہیں چاہتے۔ اُنکو یاد رکھنا چاہیئے کہ اب وہ زمانہ نہیں ہے کہ اُنکی ہر ادا کے آگے سر تسلیم کر دیا جاتا تھا۔ آج وہ وقت ہے کہ کوئی کام بغیر ضابطے اور قرینے کے چل نہیں سکتا۔ اور جو بے ضابطہ رہنا چاہتا ہے وہ صفحۂ ہستی سے فی الفور مٹا دیا جاتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پولس کی وردی فقیری بانے سے کچھ نسبت نہیں رکھتی۔ یہ مثال اس مسئلے پر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ پولس کی وردی میں اگر کچھ فرق پڑ جائے تو واقعی خلقت ایسے سپاہی کا رُعب نہیں مانیگی اور اُسکو پولسمین نہیں سمجھے گی۔ لیکن فقیر چاہے جیسا لباس پہنے۔ اُسکی عقیدت میں فرق نہیں آئیگا۔ اسکی طرف لوگ برابر مائل رہیں گے۔ اور اس سے ویسے ہی متاثر ہونگے۔ جیسے ایک باضابطہ اور باقاعدہ لباس والے درویش سے ہوتے ہیں فقیری لباس شریعت اور لباس خاندانی کی مقید نہیں ہے۔ عوام اس بات کو نہیں دیکھتے۔ اور نہ اُنمیں دیکھنے سمجھنے کی قابلیت اور لیاقت ہوتی ہے۔ وہ تو ہر فقیر

صورت سے عقیدت و ارادت رکھتے ہیں۔ اور ہر درویش شکل کے آگے ادب سے سر جھکاتے ہیں۔ ایسی حالت میں وہ مقصود کہیں نہیں جاتا کہ روحانی جرائم کے مرتکب فقیر صورتوں سے اثر پذیر ہوں۔ اور گناہ کرنے سے باز رہیں۔ اب یہ عرض کیا جائے گا کہ پولس کی وردی کی مثال آپ ہی نے دی تھی۔ اب آپ ہی اس میں شک و شبہ نکالتے ہیں۔ ہمارا اسمیں کیا دخل۔ تاہم آپکے شبہ کا جواب بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ گو جہلا۔ اور عوام بے قرینہ اور بے ضابطہ فقیروں سے بھی اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن یہ اعتقاد چند روز ہے۔ علم کی روشنی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور وہ وقت آندھی کی طرح چلا آتا ہے۔ جبمیں اس قسم کی ضعیف اعتقادیاں معدوم ہو جائیں گی۔ اور ہر چیز کی شناخت مشاہدہ، علم اور عقل کے معیار سے ہوگی۔ جو اشیا اس کسوٹی کی پرکھ پر پوری اتریں گی۔ وہی بازار میں قبول کیجائینگی۔ ایسے زمانہ میں ان دھوکہ باز مصنوعی بے اصول فقیروں کی قلعی کہلجائے گی۔ اور کوئی انہیں منہ نہ لگائے گا۔ آجکل بھی یہ بات موجود ہے کہ معقول اور سمجھدار طبقے میں جھوٹے بانے کے فقیر حد درجہ حقیر ہو گئے ہیں اور انکے سبب لائق اور سچے فقرا بھی مشتبہ اور بدنام ہو رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارا فرض ہے۔ کہ سب ملکر یکدل ہو کر فقیری بانے اور فقیری بانے والوں کی اصلاح کریں اور اپنے مقدس گروہ کو بدنامی اور رسوائی سے بچائیں ۔ (باقی آیندہ)

محمد الواحدی

نظام المشائخ کے رجب ۱۳۲۷ھ۔ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ اور ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ کے دو دو پرچوں کی ایک ایک کی ضرورت ہے۔ اگر ناظرین میں سے کوئی صاحب [illegible] ان میں سے کوئی ایک پرچہ دینگے [illegible] قیمت پیش کی جائے گی ۔

منیجر نظام المشائخ دہلی

تو اور نہیں میں اور نہیں

(از جناب پنڈت جواہر ناتھ صاحب کول غمخوار۔ المتخلص بہ ساقی۔ بسو یدار)

وہ حجاب دوئی کا اب نہ رہا۔ تو اور نہیں میں اور نہیں ۔۔۔ تو دل میں ہوا ہے جلوہ نما۔ تو اور نہیں میں اور نہیں
تو بحرِ بقا میں موج فنا۔ تو اور نہیں میں اور نہیں ۔۔۔ یہ قطرہ ہوا شورِ دریا۔ تو اور نہیں میں اور نہیں
تو پردہ میں گو روپوش ہوا پردہ تیرے رخ پر رہ نہ سکا ۔۔۔ پردہ ہی ہوا خود پردہ کشا تو اور نہیں میں اور نہیں
میں دشت نوردِ عشق ہوا صحرا میں پھرا بھٹکا بھٹکا ۔۔۔ تو میرا ہے خضرِ راہنما۔ تو اور نہیں میں اور نہیں
تو مہر سما میں ذرہ بنا تو شاہ شہاں میں تیرا گدا ۔۔۔ بندہ ہوں ترا تو ہے مولا۔ تو اور نہیں میں اور نہیں
میں تیرا گریباں چاک ہوا شوریدہ سر غمناک ہوا ۔۔۔ چالاک ہوا کیوں حسبت بنا تو اور نہیں میں اور نہیں
اے جان جہاں تیرا شیدا میں لے کے ہوں تیرا محوِ لقا ۔۔۔ سو جان سے ہوا ہوں تجھ پہ فدا تو اور نہیں میں اور نہیں
میں شیفتہ ہوں مہجور ترا۔ کیوں نالۂ زار نہیں سنتا ۔۔۔ یہ دوری کیوں اے ہوش ربا۔ تو اور نہیں میں اور نہیں
تو جلوۂ آبحیات ہوا میں تشنہ دہن ہیہات ہوا ۔۔۔ تو ذات ہوا میں صفات ہوا تو اور نہیں میں اور نہیں
میں طالب تو مطلوب ہوا میں شیدا تو محبوب ہوا ۔۔۔ اسلوب یہ خوش اسلوب ہوا تو اور نہیں میں اور نہیں
تو جاذب میں مجذوب ہوا مجذوب ہوں کیوں محجوب ہوا ۔۔۔ یہ جذب تھے جذب قلوب ہوا تو اور نہیں میں اور نہیں
تو اور ہوا میں اور ہوا۔ نیرنگ روش کا دور ہوا ۔۔۔ گو تیرا انا الاطور ہوا تو اور نہیں میں اور نہیں
کچھ حال پہ میرے غور نہیں یہ رسم وفا کا طور نہیں ۔۔۔ منظور نہیں گو رنگ وفا تو اور نہیں میں اور نہیں
ہر اشک بنا ہی دم نکلا اب دم ہے کہاں خوں نابہ ہوا ۔۔۔ ہوتا ہی نہیں ہے نالہ رسا تو اور نہیں میں اور نہیں
جانسوز ترا پروانہ بنا تو شمع جو اے جانانہ بنا ۔۔۔ ساقی بھی ترا دیوانہ بنا تو اور نہیں میں اور نہیں

ساقی

عرس بہار شریف

صدر الحلقہ حضرت مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی قادری اور اُنکے صاحبزادہ مولانا حسن میاں صاحب خاص شکریہ اور سپاس کے مستحق ہیں جو حلقہ نظام المشائخ اور اُسکے رسالہ کو کبھی فراموش نہیں کرتے۔ صوبہ بہار جہاں حلقہ کے متعدد ممبر ہیں مرکز الفقرا ہے۔ اور جس عرس کی کیفیت ذیل میں مولانا حسن میاں صاحب نے لکھی ہے وہ تمام بہار میں باعتبار قدامت و باعتبار کیفیت اثر اعلیٰ درجہ کا عرس مانا جاتا ہے۔ ناظرین واقعات عرس کے ضمن میں علمی تاریخی واقفیت کا بھی ایک معقول ذخیرہ پائینگے اور واقعہ نگار کی محنت جو اور محنت کی داد دینگے۔ ہمکو یہ معلوم کرکے افسوس ہوا کہ مولوی محمد موسیٰ صاحب متولی وقف مسمات صغرٰے کے خلاف شورش پیدا کی گئی ہے۔ مولوی صاحب حلقہ کے ممبر ہیں۔ اور اُنکے دل میں اپنے مذہب ملت کا مخلصانہ درد ہے۔ چنانچہ اُن کا نشانات دینی کے بقا کیلئے صدر الحلقہ سے اعانت کا وعدہ کرنا برمحل ثبوت ہے اُنکی قومی و دینی محبت کا۔ عزیزم محمد الواحدی ایڈیٹر رسالہ ہذا یہ خبر اس مضمون میں پڑھکر خوش ہوں گے اور اُنکے ہمخیال نوجوان گروہ کو اطمینان ہوگا کہ جس خیال کو اُنھوں نے فقیری بانے میں ظاہر کیا تھا۔ یعنی فقرا کا امتحان وغیرذلک۔ وہ بہار میں ہو بہو عمل پذیر ہوا اور شاید پہلے سے ہوتا آتا ہے ۰

اہل حلقہ حضرت صدر الحلقہ کی اس بیغرض اور نواز شانہ سعی کے احسانمند ہیں جو اُنھوں نے شاہ عبدالقادر صاحب سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور پٹنہ جیسے روشنخیال اور اخلاص شعار محب الفقرا بزرگ کے شکوک کو رفع کرنے میں کی ۰ حسن نظامی

پانچویں شوال کو ہم لوگ بتقریب عرس حضرت برہان العارفین سلطان المحققین مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ المنیری البہاری قدس اللہ سرہ العزیز بہار حاضر ہوئے۔ عرس بحمد اللہ خیر و خوبی سے تمام ہوا۔ اس سال میلہ کا بھاری جماؤ تھا۔ مجمع بہت زیادہ تھا۔ اطراف جوار کے علاوہ ضلع پورنیہ و بہاگلپور و دربھنگہ و ضلع مونگیر و ضلع سارن وغیرہ وغیرہ دور دراز مقامات کے لوگ عوام و عمائد و معززین حاضر تھے۔ آزاد فقرا کا بڑا گروہ اور مشائخ صوفیہ کا خاصا مجمع تھا۔ صوفی باصفا حضرت مولوی شاہ محمد عبد القادر صاحب سجادہ نشین اسلام پور۔ جناب مست الست حضرت شاہ چاند صاحب ساکن بیتھو۔ جناب مجمع الفضائل والمناقب شاہ فرید صاحب سجادہ نشین منیر۔ جناب صاحب المجد والکرم شاہ درگاہی صاحب بلخی سجادہ نشین رائے پورہ جناب قبلہ مولوی شاہ عبید اللہ صاحب فریدی نعمتی سجادہ نشین خانقاہ خورد پھلواری اور قبلہ و کعبہ جناب حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی دامت برکاتہم وغیرہم صوبۂ بہار کے ممتاز مشائخین جلوہ فرما تھے۔

مختصر کیفیت عرس

اصل عرس جو خانقاہ کی طرف سے ہوتا ہے یہ ہے کہ شب ششم کو خانقاہ سے درگاہ تک (جو نصف میل سے کچھ زائد فاصلے پر ہے) خوب روشنی کیجاتی ہے جسے "چراغاں" کہتے ہیں۔ ۱۲ بجے شب کو جناب صاحب سجادہ وغیرہ درگاہ شریف پر حاضر ہوکر سلام و زیارت کے بعد ایک نیا شامیانہ بطور شبنمی مزار پر انوار پر نصب کرتے ہیں۔ پھر قل شروع ہوتا ہے مزار مبارک کے چاروں طرف ہزار ہا آدمی حلقہ کیئے کھڑے رہتے اور خاص خاص حضرات بیٹھے ہوئے ہیں اسوقت حلقۂ درگاہ میں کثرت و ہجوم کے باعث شانے سے شانے چھلتے ہیں فاتحہ کے بعد سب لوگ خانقاہ چلے آتے ہیں اور مجلس سماع شروع ہوجاتی ہے جو صبح تک گرم رہتی ہے۔ اسوقت پھر قل و فاتحہ ہوکر مجلس ختم ہوتی اور گاگر لانے کی رسم ادا کی جاتی ہے جسکا قرین کو دن

کے وقت خانقاہ میں پھر مجلس سماع ہوتی ہے۔ اور اسکے بعد بھی کئی دن تک قوالی کا سلسلہ باقی رہتا ہے۔

پولیس کی چادر ۵۔ تاریخ دن کے چار بجے بہار کی پولیس حضرت مخدوم جہاں کے آستانہ پر چادر لیجاتی ہے۔ جسکا جلوس قابل دید ہے۔ پولیس کا ہر اعلیٰ و ادنےٰ حاکم و ملازم۔ جوش۔ خلوص اور عقیدت کیساتھ شریک ہوتا ہے افسران۔ بندوق۔ کرچ۔ تلوار و سنگین سے مسلح اور سب اپنی اپنی خاص وردیاں پہنے رہتے ہیں۔ ہاتھی بھی متعدد اِس جلوس میں ہوتے ہیں۔ آستانہ تک یہ لوگ باجوں کے ساتھ آتے ہیں۔ اس تقریب میں نہ صرف بہار بلکہ اطراف و جوانب کی پولیس کے لوگ بھی معتقدانہ شریک ہوتے ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کا بھی اسمیں کوئی امتیاز نہیں۔ سب بلاتخصیص شریک ہوتے ہیں۔ جو صوبہ بہار کے لوگوں کی خوش عقیدگی و بے تعصبی کی دلیل ہے۔

مشائخ کی چادر دوسری چادر ۶۔ شوال کی شام کو حضرت چاند شاہ صاحب کی طرف سے باجوں اور قوالوں کے ساتھ جاتی ہے جس میں بہتیرے مشائخ ساتھ ہوتے اور ذوق و وجد کے عالم میں ہر قدم پر شوق کے نعرے لگاتے جاتے ہیں۔ مزار شریف پر چادر چڑہائی جانے کے بعد قل و فاتحہ اور پھر مجلس سماع ہوتی ہے۔ مغرب کے بعد جناب شاہ درگاہی صاحب بلخی کیطرف سے الگ میں آستانہ پر قل و فاتحہ و محفل سماع ہوتی ہے۔

مشاعرہ ۷۔ شوال۔ شب کیوقت خانقاہ کے کمرے پر ایک پُرلطف مشاعرہ ہوا جس میں نعتیہ و صوفیانہ و عاشقانہ غزلیں پڑہی گئیں۔

آزاد فقراء بہار کے عرس میں آزاد و بینوا فقراء کا بڑا گروہ جمع ہوتا ہے جس میں گرزمار وھمالی۔ سدا سہاگ و قلندر سب ہی ہوتے ہیں۔ یہاں سے انتخاب صدر

کے بعد یہ لوگ تمام آستانوں پر دورہ کرتے ہوئے پنڈوہ شریف تک جاتے ہیں
ہ۔شوال کی شام کو یہاں خانقاہ میں سب کے سب مجتمع ہوتے اور مشائخین بھی
تشریف لاتے ہیں اور انکی سرگروہی ہوتی ہے یعنی اس جماعت کا ایک ممتاز شخص
جو سرداری کی قابلیت رکھتا ہو اس جماعت کا سرگروہ مقرر کیا جاتاہے۔ پھر ہر سال
اسی موقع پر اُسکا امتحان ہوتاہے۔ اور اگر کسی طور پر اُسکی نااہلیت ثابت ہوتی ہو
تو اُسکو معزول کرکے دوسرا سرگروہ منتخب ہوتاہے۔ اسکی اطاعت و فرمانبرداری
اس گروہ کے ہر فرد پر لازم و فرض ہوتی ہے۔ اس جماعت میں نقیب و چوبدار و علمدار
بھی ہوتے ہیں۔ جن کی خدمتوں اور عہدوں کا باضابطہ اعلان درگاہ شریف میں کالے
پتھر پر جاکر ہوتاہے۔ یہ لوگ جہاں جاتے ہیں۔ سرگروہ اور نقیب و چوبدار و علمبردار
ہمراہ ہوتے ہیں۔ اور جب اپنی جمعیت کے ساتھ چلتے ہیں تو بار بار نعرہ ہائے قلندرانہ
بلند کرتے جاتے ہیں۔ انکے الفاظ و اصطلاحات بھی مخصوص ہیں+

اس سال بھی خانقاہ میں جناب شاہ محمد حیات صاحب سجادہ نشین و دیگر
مشائخ کے سامنے سرگروہی کا قضیہ درپیش تھا۔ بہت جھگڑوں کے بعد بالآخر
سابق سرگروہ صاحب کی سرداری بحال رکھی گئی۔ آخری فیصلہ پر سب فقیروں نے
نعرۂ قلندرانہ بلند کیا+

لطفِ اولیا کرمِ اولیا۔ ۔ ۔ ۔ بحق پنجتن۔ ۔ ۔ لاآلہ الا اللہ الا اللہ+

کتب تذکرہ و تاریخ سے معلوم ہوتاہے کہ یہ بے نوا فقیروں کا گروہ اور انکی یہ آزادانہ
روش بہت قدیم سے ہے۔ مگر سابق میں ان میں بڑے بڑے عارفان باکمال ہوتے
تھے اور اب بظاہر کوئی عارف باخدا دکھائی نہیں پڑتا۔ صرف رسم باقی ہے۔ مگر اس سے
یہ ضروری نتیجہ نکلتا ہے کہ مسلمانوں کی کوئی جماعت کبھی بے سردار نہیں رہی۔ ایک
نہ ایک واجب الاطاعۃ سردار اپنا ہمیشہ مقرر کرتے آئے+

وقف کا ملاحظہ

عرس کے بعد حضرت قبلہ عالم جناب الد ماجد مد اللہ ظلہ العالی نے صغرے اسٹیٹ کیطرف توجہ فرمائی۔ وقف نامہ۔ اُسکے کاغذات حساب کتاب اور اوقاف کے ہر صیغے (مدارس وغیرہ) کا ملاحظہ کیا۔ بحمد اللہ کام اچھی طرح پر جاری ہے۔ اور آئندہ بہت کچھ حسنات وخیرات کی امید کیجاسکتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بعض حضرات نے جناب مولوی محمد موسیٰ صاحب متولی کی نقص تولیت کے لئے مقدمہ دائر کردیا ہے جسکی وجہ سے سردست بہتیرے کام ملتوی پڑے رہنے پڑے ہیں۔ لیکن خدا نے چاہا تو اس مخالفت بے ضرر۔ اور متولی صاحب کی پریشانی کا جلد خاتمہ ہو جائے گا۔ اور ہر صیغہ کیلئے ایک کمیٹی باضابطہ۔ اور مدرسہ کا نصاب وغیرہ عنقریب مرتب ہو جائے گا۔

حضرت کا وعظ

جمعہ کے دن حضرت قبلہ کا جامع مسجد میں صوفیانہ وعظ تھا حضرت نے اپنے وعظ میں آثار قدیمہ کے استحفاظ۔ مقابر اولیا کی حفاظت اور بندگان دین کے مزارات کی مرمت پر پر زور اور مؤثر تقریر فرمائی اور اہل بہار کو اسکی طرف توجہ دلائی۔ جناب مولوی محمد موسیٰ صاحب متولی نے فرمایا کہ میں تیار ہوں اور اس کام کے لیے دو حصے اپنی تولیت سے دونگا۔ مگر ایک حصہ پبلک بہار جمع کرے"۔ تخمینہ کیا گیا ہے کہ پندرہ ہزار روپیہ میں بہار کے تمام مزارات کی عمارتوں کی درستگی اور مقبروں کی مرمت ہو جائے گی۔ بہار کے عام لوگ ادہر توجہ کریں یا نہ کریں۔ مگر مولوی محمد موسیٰ صاحب بے شک مستعد ہیں اور امید ہے کہ آہستہ آہستہ اس کار خیر کو بالکل وہی انجام دینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ +

حلقہ کے اغراض پر مکالمہ

مخدوم مکرم جناب شاہ عبد القادر صاحب سجادہ نشین اسلام پور نے حضرت العارف العلام جناب الوالد المحترم مد اللہ ظلہ سے ایک صحبت میں حلقہ نظام المشائخ کے اغراض و مقاصد اور

انداز و روش پر دیر تک دوستانہ گفتگو کی۔ حضرت قبلہ نے جناب شاہ صاحب دام مجدہ کی تشفی فرمائی۔ اور اُنکو اپنا پورا ہمخیال بنا لیا۔ جناب شاہ صاحب موصوف واقعی صوفی با صفا ہیں۔ وہ تصوف کو ہر طرح کے غل و غش سے بالکل پاک و صاف اور شریعت ظاہری کے پورا پورا مطابق و موافق رکھنا چاہتے ہیں اور محض رسم پرستی کو پسند نہیں فرماتے۔ اور زبانی قیل و قال کے بجائے لوگوں میں حال پیدا ہونا چاہتے ہیں۔ فجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء +

دیگر مشائخ

بہار کے پیرزادگان و مشائخ میں حضرت شاہ وصی احمد عرف شاہ براتی صاحب خلف رشید جناب حضرت شاہ امین احمد صاحب علیہ الرحمۃ سابق سجادہ نشین بہار خانقاہ حضرت مخدوم رحمۃ کی ذات بابرکات دینی و دنیاوی حیثیت سے بہت مغتنم ہے۔ ادام اللہ فیوضہ +

نیز مکرم معظم فضائل مآب جناب سید شاہ محمد سجاد صاحب دام مجدہ ساکن محلہ محل (بہار) کی ذات نہایت قابل قدر اور مغتنمات سے ہے۔ صوفیہ کرام خصوصاً صوبہ بہار کے گزشتہ بزرگان عظام کے تاریخی حالات اور اُنکے سلاسل وغیرہ کے متعلق اُنکے معلومات بہت وسیع ہیں۔ کتب تذکرہ وغیرہ پر اُنکی اچھی نظر ہے

وف سے میری اور جناب شاہ عبد القادر

اور برابر بزرگوں کے تذکرے اور علمی

لاسل وغیرہ کے متعلق میرے معلومات

نجیبیہ کی قدردانی کی گئی۔ وللہ الحمد

رارات

ر مزارات و مقابر کی زیارت کی۔

روش ... سجادہ نشین

تھے اور اب بنظر

یہ ضروری نتیجہ نکلتا ہے

نہ ایک واجب الاطاعۃ سردار اپنا

بہار معدنِ اولیائے کرام۔ اور مخزنِ مشائخ عظام ہے۔ بڑے بڑے اکابر یہاں زیر قبور آسودہ ہیں۔ حضرت مخدوم جہاں مخدوم شرف الدین بہاری کے آستانہ کے علاوہ ذیل کی زیارت گاہیں اور مقبرے مشہور ہیں۔

بلخیوں کا مقبرہ

یہاں حضرت شیخ الاسلام حسین نوشہ توحید بلخی قدس سرہ[1] المتوفی ۸۴۴ھ و حضرت شیخ حسن بن حسین نوشہ توحید و حضرت مخدوم شیخ احمد لنگر دریا ابن حسن بلخی کے مزارات ہیں۔ یہ مقبرہ پہاڑ پورہ میں روضۂ مخدوم سے قریب (شکستہ حالت میں) ہے۔

مقبرہ امیر

یہاں حضرت مخدوم احمد چرم پوش سہروردی زیر قبر آسودہ ہیں۔ جو مخدوم شرف الدین کے خالہ زاد بھائی اور نہایت محترم عالم اور بڑے صاحب کشف و کرامات و صاحب سلسلۂ خانقاہ تھے۔

روضۂ مخدوم سیستانی

کاغذی محلہ میں ہے۔ یہ حضرت مخدوم سید محمد بدیع سیستانی وہ بزرگ ہیں کہ حضرت مخدوم شرف الملۃ والشرع والدین ان کے مزار پر بکمال ادب حاضر ہوتے تھے۔ اور مخدوم سے پہلے اس دیار کے صاحبِ ولایت آپ ہی تھے۔ یہاں کے سوا مذکورۂ بالا مزارات پر کہیں قبہ و گنبد نہیں ہے بلکہ حضرت مخدوم کا مزار پُر انوار تو بالکل خام ہے جو غلاف سے پوشیدہ رہتا ہے۔

چھوٹی درگاہ

یہ حضرت مخدوم شاہ بدر عالم زاہدی کا آستانہ ہے۔ یہاں خباثت زدہ وغیرہ بکثرت آتے اور شفاء صحت پاتے ہیں۔ حضرت بدر عالم مخدوم جہاں کے ہمعصر ہیں۔ اور مخدوم ہی کے حسب ارشاد اپنے وطن سے بہار آکر سکونت پذیر ہوئے۔ آپ حضرت شیخ فخر الدین زاہدی میرٹھی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ یہ سلسلہ زاہدیہ کہلاتا ہے جو حضرت ابو اسحٰق گازرونی کے ذریعہ سے

[1] مرید حضرت مخدوم و نیز خلیفہ مولانا مظفر مرید و خلیفہ حضرت مخدوم ۱۲

بواسطہ حضرت ابومحمد رُویم بغدادی کے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ سے ملتا ہے۔ عالیجناب نان بہادر نواب مولوی عبد الجبار خاں صاحب سی آئی ای آپ ہی کی اولاد والا نژاد سے ہیں۔ اور صوبہ بہار کے متعدد خاندان آپ کی جزئیت کا شرف رکھتے ہیں +

گنگن دیوان حضرت بندگی میراں شاہ گنگن دیوان رح حضرت مخدوم جہاں کے معاصرین اور اکابر عقلائے مجاذیب سے ہیں۔ آپ کا مزار ایک بلندی پر نہایت پر فضا مقام میں واقع ہے +

سید گوشائیں حضرت میر سید شاہ فضل اللہ عرف شاہ گوشائیں جو حضرت سرانداز غوثی قطب الدین بینادل قلندر جونپوری المتوفی ۹۲۵ھ کے داماد عزیز اور خلیفہ اجل ہیں۔ اور حضرت مخدوم منعم پاک عظیم آبادی وغیرہ کے ذریعہ سے آپ کا سلسلہ صوبہ بہار میں شائع وذائع ہے۔ آپ کا مزار پُرانوار محلہ بارہ دری میں واقع ہے +

روضہ ملک بیا حضرت سید ابراہیم ملک بیا اکابر بزرگوں میں ہیں۔ پہاڑ کے اوپر آپ کا روضہ ہے جس کی نسبت یہ مشہور ہے۔ اور نیز گنج ارشدی میں مرقوم ہے کہ اس روضہ کی بنیاد حضرت مخدوم جہاں و حضرت مخدوم احمد چرم پوش و مخدوم سیستانی اور ایک اور بزرگ نے ملکر رکھی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ "تا قیام قیامت خواہد ماند"۔ چنانچہ آجتک وہ روضہ نہایت عمدگی و خوبی سے الآن کما کان موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ غازیانِ اسلام سے تھے۔ واللہ اعلم +

روضہ شاہ سفید باز مخدوم کے آستانہ سے تھوڑی دور پر ہے۔ آپ کا پورا نام حضرت مخدوم شاہ تیم اللہ سفید باز ہے۔ حضرت مخدوم شرف الدین کے خالہ زاد بھائی۔ حضرت مخدوم قاضی شہاب الدین پیر جگجوت

کے نواسہ۔ اور حضرت مخدوم شاہ آدم صوفی چشتی کے پوتے ہیں۔ آپکے والد ماجد مخدوم شاہ حمید الدین صوفی بھی یہیں ہیں ۔ (اور حضرت پیر جگجوت و شاہ آدم صوفی دونوں بزرگوں کے مزارات مقام جھلی پٹنہ میں مشہور ہیں) ۔

روضۂ شیخ طبیلہ بخش حضرت شیخ فرید طبیلہ بخش بھی اسی مبارک زمانہ کے بزرگ ہیں اور حضرت نور قطب العالم کے خلیفہ ہیں مزار محلہ چاندپورہ میں ہے ۔

حضرت مخدوم شاہ سعادت بھی حضرت نور قطب العالم کے خلیفہ اور یہیں بہار میں مدفون ہیں ۔

مقبرہ شاہ گنج نشین محلہ سکونت میں (جو محل سے قریب ہے) حضرت شاہ منجھن گنج نشین سہروردی اور آپکے سلسلہ کے دیگر بزرگوں کے مزارات ہیں۔ حضرت شیخ منجھن حضرت مولانا دیوان شاہ عبدالرشید جونپوری کے سلسلہ قادریہ وسہروردیہ احمدیہ کے شیوخ سلسلہ سے ہیں جنکی شان میں یہ قدیم شعر ہے ۔

شیخ منجھن ستون خانۂ دیں لقب خاص شاہ گنج نشیں

حضرت شیخ داؤد قریشی جو شیخ منجھن گنج نشین کے پیران طریقت اور حضرت سید صدرالدین راجو قتال بخاری کے خلفا سے ہیں۔ وہ بھی بہار میں زیر مرقد آرام فرماتے ہیں ۔

غرض اسیطرح اور بھی بڑے بڑے اولیاء اللہ و مشائخ طریقت یہاں ہوئے ہیں۔ حضرت ابو الفیاض قمر الحق شاہ غلام رشید جونپوری نے اپنی کتاب گنج ارشدی میں (جو ۱۱۳۵ھ کی تصنیف ہے) اکثر مزارات کے پتے اور صاحبان مزار کے نام معہ نامی تحریر فرمائے ہیں۔ اور اکثر بزرگان طبقہ علماء و فضلاء و

مشائخ وصوفیہ میں ایسے ہیں جنکے صرف نام ہی نام باقی رہ گئے ہیں مزار ومدفن وغیرہ کا کچھ بھی نشان وپتہ نہیں ملتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ورضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین +

آثار قدیمہ

بہار میں ٹوٹے پھوٹے کھنڈرات اور عمارتوں کے مٹے ہوئے نشانات تو بہت ملتے ہیں مگر کوئی قدیم شاہی عمارت باقی نظر نہیں آتی۔ لیکن کہیں کہیں کتابے اور طغرے خراب خستہ حالت میں نظر آتے ہیں جو بدقت وغور پڑھے جا سکتے ہیں۔ یہ کتابے بہت ہی قابل قدر ہیں۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ ان کے استحفاظ کی طرف کسی کو توجہ نہیں ہے۔ جن چند کتابوں کی میں نے نقل لی ہے وہ حسب ذیل ہیں +

حضرت مخدوم شرف الدینؒ کے آستانہ میں مخدوم مولانا مظفر بلخیؒ کے حجرہ کے مقابل ایک بڑا سنگ سیاہ جسکا ایک گوشہ شکستہ ہوگیا ہے رکھا ہوا ہے۔ اُسپر یہ عبارت کندہ ہے +

اُمِرَ بِبِنَاءِ ھٰذِہِ الْعِمَارَةِ فِیْ اَیَّامِ مملکۃ المجلس العالی خان الاعظم خاقان ....عز الحق والدین غیاث الاسلام والمسلمین معیث الملوک والسلاطین ابی الفتح طغرل السلطانی خلد اللہ ملکہ العبد المبارک الخازن۔ تقبل اللہ منہ ... فی المحرم سنۃ اربعین وستمائۃ +

یہ کتابہ کسی عظیم الشان عمارت کا ہے جو سلطان طغرل کے عہد میں اُسکے حسب الامر

سلہ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ یہ طغرل وہی ہے جس نے لکھنوتی میں مستقل سلطنت کا دعوے کیا اور آخر غیاث الدین بلبن کی فوج نے اسکو قتل کیا۔ واللہ اعلم بالصواب +

سنہ ۷۴۹ھ میں بنائی گئی۔ لیکن مخدوم جہاں کے روضہ سے اسکا تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ مخدوم کا وصال سنہ ۷۸۲ھ میں ہے اور کتابہ اس سے بہت پہلے کا ہے۔

حضرت حسین نوشہ توحید کے مزار پرانوار کے سرہانے بھی ایک کتابہ رکھا ہوا ہے جسکی نقل نہ لی جاسکی۔

حضرت پیر بدر عالم زاہدی کے مرقد شریف کے سرہانے جو کتابہ ہے اسپر یہ اشعار کندہ ہیں۔

مجلا گشت این میموں عمارت — بعہد بادشاہ عدل پرور
شہنشاہ جہاں فیروز شاہ آنکہ — از و آباد شد محراب و منبر
بسعی والتماس بندہ خاص — بتذلیل خاطر اندر دو داور
ملک سیرت ملک داؤد کفایت — فہیم نامور در ہفت کشور
گزشتہ ہفصد از تاریخ ہجرت — فزودہ بود یک بر ہشت دیگر
ہمیشہ باد سر بر تخت دولت — چو نام خویش فیروز مظفر

یہ کتابہ سنہ ۷۸۱ھ عہد فیروز شاہ کا ہے۔ مگر نہیں معلوم آپ کی خانقاہ کی عمارت کا ہے یا روضہ کا یا کس عمارت کا؟

آستانۂ مخدوم احمد چرم پوش میں متعدد کتابے ہیں مگر اس خراب خستہ حالت میں کہ کوشش کرنے پر بھی پڑھے نہ گئے۔ حضرت شاہ نصیر الدین شیر دشت سہروردی (جو مخدوم چرمپوش کے پوتے ہیں) کے سرہانے کا کتابہ میں نے اپنے ہاتھوں سے صاف کیا۔ اور حروف کے ابھارنے کی کوشش کی مگر نہ پڑھ سکا اُسی حلقہ میں پچھم طرف کی دیوار میں ایک کتابہ ہے جو قدامت اور کہنگی سے بہت کچھ مٹ گیا ہے اور بعض حصہ دیوار کے اندر چلا گیا ہے۔ کہیں کہیں سے جو پڑھا جا سکا وہ ذیل میں درج ہے۔

"در عہد ظلّ حق براہیم شاہ[1] کہ . . . . کرد
قاضا ملک کہ خوانده فلک آفتاب دیں . . . . کرد
اسلام را نہال ز سر سبز و تازہ شد کفار را ز بیخ برآورد و دور کرد
ہیصد و سی و پنج بد از ہجرت نبیؐ طور کرد

افسوس ہے کہ ملک بختیار خلجی فاتح بہار و بنگال کے مزار کا مجھے پتہ نہ مل سکا۔ وہ بھی یہیں (بہار میں) مدفون ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

وصلی اللہ وسلم علی النبی الامی وآلہ وصحبہ واولیاء امتہ اجمعین وعلینا معہم برحمتہ وھو ارحم الراحمین ۔

حسن از پھلواری شریف

[1] حضرت قبلہ نے فرمایا کہ غالبًا یہ ابراہیم شاہ شرقی کے عہد کا کتابہ ہے۔ جس کا پایہ تخت جونپور تھا اور بہار وغیرہ اُسکی سلطنت میں شامل تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کتابہ میں ہیصد پڑھا گیا ہے مگر غالبًا ہشتصد ہوگا۔ کیونکہ ابراہیم شاہ شرقی اسی زمانہ میں گزرا ہے ۔ ۱۲

اِس ماہ میں حضرت مولانا حسن میاں صاحب پھلواروی۔ مولانا شفیق صاحب عماد پوری۔ مولانا محمد عبد الجلیل صاحب داناپوری۔ منشی کریم الدین صاحب راجپوت قصوری۔ بابو خدا بخش صاحب کٹنری۔ منشی محمد اسمٰعیل صاحب کوکب ناسکی شاہ خلیل صاحب اودیپوری۔ اور نعیم اللہ صاحب کانپوری نے توسیع اشاعت رسالہ نظام المشائخ میں خاص کوشش فرمائی۔ جزاہم اللہ خیر الجزا۔ ہم ان حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور امید کرتے کہ تمام ناظرین توسیع اشاعت میں مساعی جمیلہ فرمائیں گے۔ اور ہمیں خاص مشکوری کا موقع دیں گے ۔

اڈیٹر

سیلِ فنا

ماہ گزشتہ میں بارانِ رحمت کی کثرت نے ہزاروں آدمیوں کو غرقابِ زحمت دیا اور بتایا کہ غافل انسان کی قدرتِ خدا کے آگے کچھ ہستی نہیں۔ جناب سیماب اکبرآبادی نے اس نظم میں اس طوفان بلا کو کمال قابلیت سے الفاظ میں دکھایا ہے۔ ناظرین کلام کی روانی دیکھکر داد دیئے بغیر نہ رہیں گے۔ (ڈیٹر)

آہ! اے ماہ ستمبر جزو فصلِ برشگال
آخری ہفتہ بھی تیرا کس قدر تھا آپ پر
لوگ دیتے تھے اُسے طوفانِ نوحی سے مثال
تھی کوئی سیلِ فنا یا بارشِ سیلاب پر

تھی شبِ تاریک میں کالی گھٹا چھائی ہوئی
ڈالدی تھی ظلمتوں نے چاند تاروں پر نقاب
اور دِن میں دُھوپ کی امید ٹھکرائی ہوئی
آسماں زیرِ سحاب و مہر تاباں در نقاب

اے ہوائے سرد و تر۔ اے بارشِ ابرِ محیط
تم ہوئے دونوں مسلط بستیوں کو گھیر کر
الغیاث! اے عازمانِ جادۂ دُور و بسیط
دم لیا آخر کئی جانوں پہ پانی پھیر کر

وہ گرج بادل کی وہ دل دوز بجلی کی کڑک
وہ اندھیرا اور وہ گھر گھر کے آنا ابر کا
وہ صدائیں خوف آگیں۔ وہ نظر سوئے فلک
آہ! وہ خلوت میں گھبرانا دلِ بیصبر کا

اے کسانوں کی تمنا، آبروے مرغزار!
رونقِ صحرا تھی اور کھیتوں کی زینت تجھسے تھی
بڑھ گئی حد سے تو سب کو ہوگئی تو ناگوار
دشت میں ریگِ تپیدہ کو بھی نفرت تجھسے تھی

ٹو گری سر پر تو بالائے زمیں ایواں گرے
بام و در چھلنی ہوئے چھت آپڑی دالان گرے

ایک تھی پھر غریب شاہ تیری دستبرد
در غم خانہ گدا ر منعم بفکر مال مرد

زندہ در گور۔ آہ بسے مردوں سے بدتر جاندار
شب کو آتا تھا نظر جو اک مکان شاندار

ملئے کب لگے بس دنیا میں یہ اندھیر تھا
صبح کو دیکھا تو اینٹوں کا بڑا سا ڈھیر تھا

طائران باد پا عزلت گزین آشیاں
ہوگئی ابس برہمی میں بند ساقی کی دکاں

خوش خرامان سبکرفتار تھے خانہ نشیں
کیوں نہ بیٹھے دل مثال درد پیمانہ نشیں

تابش قطرات باراں اب نہیں دیدہ پسند
الاماں کا شور خشکی و تری سے ہی بلند

کوڑیوں کے مول ہے بادل کی گوہر دامنی
آہ اک سا برستے یہ ظالم!! نازش تردامنی

تھا حیات انگیز عالم" جنکی ہستی کا خطاب
باجرے کے کھیت سرسبز پودے پا در آب

آہ! آلودہ وہ خود انگیزش دنیا میں ہیں
ہے گماں گویا کہ لاکھوں خضر اک دریا میں ہیں

راستوں میں تھا زمیں سے ہاتھ بھر پانی بلند
شور غل خشکی میں اور دریا میں طغیانی بلند

خاک پر کیوں پاؤں رکھتا آسماں دیدہ تھا
گریہ افسردہ مو۔ برگ باراں دیدہ تھا

آہ! اے سیل فنا۔ اے بحر نا پیدا کنار
سرحد پنجاب پر ڈالے تھے ڈیرے ایکبار

حیدرآباد ایک دن آیا تھا تیرے پاٹ پر
پھر اٹھایا تو نے اک طوفان "سو رد گھاٹ" پر

تیری لہریں جوش پر ہیں تیری موجیں پُرخروش
سینکڑوں جانیں ہیں تیری وافی پہ نثار
ہے زبانِ نطقِ زا تیرے تلاطم سے خموش
ہے سکوتِ آفرینش ہے تہذیب انتشار

رخصت اے طوفان خفتہ سیل باقی باش باش!!
اب نہیں ہے تابِ ضبط آہ اب تک نہ بہ آ
آ جا جوش پر دنیا کی چشم اشکبار باش
آ کہ ویرانہ بسا کیں ہو نہ جائے آ تباہ

دیکھ اپنی آہ وزاری کو ارے انانوں کے ڈر
محو اتنا بھی نہ ہو بوں کی روانی میں ہو تو
آہ اک دل سے کسی مظلوم نے کھینچی اگر
خاک ہو جائیگا چاہے جتنے پانی میں ہو تو

ابو الفخر سیماب۔ اکبرآبادی

رباعیاتِ فراق

مکرمی! میں سورت میں آگیا ہوں۔ دو رباعیاں عید کے دن عید گاہ میں جبکہ خطیب خطبہ پڑھ رہا تھا بیٹھے بیٹھے موزوں ہو گئیں۔ یہ صرف حضرت محبوب الٰہی رح کے دردِ فراق کا نتیجہ ہیں۔ اس لیے پیش کرتا ہوں +

رباعی (۱)

کرنی پڑی ناچار جو گجرات میں عید
جانا کہ عوض دن کے ہوئی رات میں عید
دہلی کا خیال اپنے دل سے نہ گیا
مشغول ہوئی لاکھ مدارات میں عید

رباعی (۲)

فرقت میں فراق عید کیونکر کیجے
غربت میں فراق عید کیونکر کیجے
دہلی میں ہے چاند جیسا اپنا محبوب
سورت میں فراق عید کیونکر کیجے

فقیر ناصر نذیر فراق دہلوی

حلقہ کی کارگزاری

لبیک اے حجاز

دیار حجاز کی یاد نے مجھ خستہ تن کو غریب الوطنی پر آمادہ کر دیا ہے۔ وقت بھی کم ہے صحت بھی خراب ہے۔ اور گرد و پیش کے حالات بھی ایسے دور دراز سفر کے موافق نہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ جن احباب نے اس ارادے کی خبر سن پائی ہے چاروں طرف سے لکھ رہے ہیں کہ ابھی نہیں آیندہ۔ مگر دل لبیک اے حجاز کہہ چکا ہے۔ اسلیئے قصد ملتوی نہیں کر سکتا۔ جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ بمبئی میں جہاز کی کیا حالت ہے۔ اور میں اس دفعہ اس سفر کی صعوبت برداشت کرنیکے قابل ہوں یا نہیں۔ بمبئی پہنچنے کے بعد ٹھیک فیصلہ ہو سکیگا۔ یا تو اسباب ظاہری کی مصلحتوں نے روک لیا اور یا وہ ساعت میسر آگئی۔ جسکے حصول کی مدت سے آرزو ہے +

ناظرین رسالہ و جملہ اہل حلقہ سے رخصت و خدا حافظ!

یہ مہینہ سارا سفر میں بسر ہوا۔ اول مدرسۃ الٰہیات کے جلسہ میں واحدی صاحب اور مولوی حافظ احمد سعید صاحب امام زینت المساجد دہلی کی معیت میں جانا ہوا۔ اسکے بعد لکھنؤ۔ الہ آباد۔ ریواں۔ علیگڈھ ٹھیرتا ہوا دہلی آگیا +

کانپور میں جناب حافظ محمد حلیم صاحب تاجر اعظم شریک حلقہ ہوئے۔ اور مبلغ بیس روپیہ نقد نذر حلقہ کیئے۔ نیز دو روپیہ ماہوار مقرر فرمائے۔ حافظ احمد اللہ صاحب سکرٹری مدرسۃ الٰہیات اور محمد اسمٰعیل صاحب تاجر نے بھی عہدنامہ حلقہ پر دستخط کیئے +

لکھنؤ میں صفی الدولہ حسام الملک نواب سید علی حسن خانصاحب نے کمال درجہ اظہار اخلاص

مجبت کیا۔ اور مبلغ دس روپے نذر حلقہ کئے۔ چودہری شفیق الزمان خانصاحب تعلقدار بھلول گڑھی سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور انہوں نے دلی خلوص کے ساتھ مقاصد حلقہ اور ضروریات زمانہ کے ساتھ اتفاق ظاہر کیا اور اعانت حلقہ کا وعدہ فرمایا۔

سب سے بڑی کامیابی

اس سفر میں یہ ہوئی کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے آنریری سکرٹری مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی اے نے حلقہ کی ممبری منظور کی اور باضابطہ عہدنامہ پر دستخط کر دیئے۔ مولویصاحب موصوف نے عہد شرکت باندھتے وقت اپنا یہ خیال بھی ظاہر کر دیا کہ وہ عرس کی رسم سے اتفاق نہیں کر سکتے ہیں۔ اسی بارہ میں ملک کے مشہور ہونہار نوجوان مسٹر محمد علی آکسن بھی شریک حلقہ ہوتے۔ نیز بدایوں شریف کے ایک رئیس۔ مولوی محفوظ علی صاحب بی اے سابق جج بڑودہ نے بھی عہدنامہ پر دستخط کیئے۔

دوسرے دن اسکے قریب ایک کامیابی یہ ہوئی کہ مولوی عبد الحلیم صاحب شرر جیسے نامور اور شہرۂ آفاق اہل قلم نے عہدنامہ پر دستخط کر دیئے۔

الہ آباد میں آنریبل نواب مولوی عبد المجید صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اور انہوں نے اغراض حلقہ سے اتفاق ظاہر کرکے ہر طرح اعانت کا وعدہ کیا۔

ریواں میں پانچ چھ روز اہل حلقہ کے خوب جلسے رہے۔ ہندو مسلمان یکساں شریک ہوتے تھے۔ گزشتہ سال وہاں ایک سولہ برس کے لڑکے سپہدار خاں کو اُسکے والدین نے حلقہ کی نذر کیا تھا۔ اسکے اور تین بچوں نے جو سپہدار کے ہم سبق اور ہم سن ہیں جنکے نام طیب۔ شہزاد۔ اور حسن لال ہیں خدمات حلقہ کیلئے تیاری اور فدایت کا وعدہ کیا۔ یہ تینوں اسکول میں انگریزی پڑھتے ہیں۔ دینی معلومات درست ہونیکے لیئے اُنکو مختلف ہدایتیں کی گئیں۔ امید ہے کہ بڑے ہوکر یہ بچے

اپنے علاقہ میں دین و تصوف کی بہت سی خدمات بجا لائینگے ۔

الٰہ آباد میں چند روز توقف کرنے اور حلقہ کا کام وسعت سے انجام دینے کا ارادہ تھا۔ مگر افسوس کہ میرے میزبان اور حلقہ کے خاص ہمدرد خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب پنشنر جج کی اہلیہ صاحبہ نے ناگہاں رحلت کی جس سے جناب اکبر ہی کی زندگی درہم برہم نہیں ہوئی حلقہ کے کام کلج بھی یوں ہی ملتوی رکھنے پڑے

ان دو مہینوں میں کارگزاری کی رفتار دھیمی رہی ۔ تاہم تبلیغ و اشاعت اغراض اور تعمیل کی ترغیب کا سلسلہ جاری رہا ۔

جگہ جگہ حلقہ کے اشتہارات تقسیم کرائے گئے ۔ اور مشائخ کو موجودہ ضروریات سے آگاہ کیا گیا ۔ اگرچہ مجھے اقرار ہے کہ جس اسلوب سے کام ہونا چاہیئے وہ ابتک ناپید ہے ۔ لیکن بالفعل یہی بہت بڑی ضرورت ہے کہ تمام ملک کے مشائخ میں ایک تحریک پیدا ہو جائے اور وہ حلقہ کے اغراض سے واقف ہو کر نیک بد پر غور کرنے لگیں ۔

ٹریکٹ کے سلسلہ میں چاروں طرف خاموشی ہے ۔ کسی نے اسکی اعانت میں حصہ نہیں لیا ۔ ایسی حالت میں اتنا بڑا کام کیونکر جاری رہ سکتا ہے ۔

آمد و خرچ حسب ذیل ہے

ستمبر کے مہینے میں خزانہ حلقہ کا سرمایہ للعہ تھا۔	للعہ ۳/
اکتوبر کے مہینے میں حسب ذیل آمدنی درج رسالہ کی گئی تھی۔	
ازجناب راجہ نوشاد علیخاں صاحب	صہ/
چودھری محمد الدین صاحب ای۔اے۔سی مہتمم بندوبست مالیرکوٹلہ۔	عہ
مولوی سید عبدالرحمن صاحب بی اے	صہ/
خواجہ عثمان علی شاہ صاحب	عہ/

ایڈیٹر صاحب صوفی عہ ر

محمد نجم الدین صاحب عہ ر

میزان کل مع تقایا ستمبر ۱۹۱۱ء ما یسہ ۵

خرچ اکتوبر کا یہ ہے

کرایہ مکان سے ر

فرش برائے منزلگاہ سے ر

چلمن مونڈھے برائے منزلگاہ ۱۲ ر

خط و کتابت ۶ ر

میزان خرچ اکتوبر مہ ۵ باقی للعہ ۵

آمدنی ماہ نومبر ۱۹۱۱ء حسب ذیل ہے

جناب حافظ محمد حلیم صاحب تاجر چرم کانپور عہ ۵

جناب حافظ احمد اللہ صاحب سکرٹری مدرسہ الٰہیات کانپور عہ ر

جناب منشی محمد اسمٰعیل صاحب تاجر کانپور عہ ر

جناب صفی الدولہ حسام الملک نواب سید علی حسن خانصاحب عہ ۵

جناب محمد ابراہیم صاحب سنجر پوری صہ ر

جناب خواجہ عثمان علی شاہ صاحب ۸ ر

میزان مع تقایا ما لہ ۵

خرچ ماہ نومبر بابت خط و کتابت صرف ۱۵ ر

باقی کل زر موجودہ خزانہ حلقہ ۳۰ نومبر ۱۹۱۱ء تک ما یسہ ۵ ۱۳۰

ختم سے پہلے یہ امر ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ خدام حلقہ میں کام کرنیکا خیال سرگرمی سے پیدا ہو رہا ہے۔ قصور سے منشی کریم الدین صاحب راجپوت نے حضرت بُلھے شاہ صاحبؒ کے حالات بھیجے ہیں جو انشاءاللہ آئندہ پرچہ میں درج ہونگے۔ ان حالات میں ابھی بہت کچھ اضافہ کی ضرورت ہے۔ عزیزم برنی انگریزی کتابسے ترجمہ کرکے اس سلسلہ کو مکمل کرینگے۔

مکتسر ضلع فیروزپور سے خدابخش صاحب برادر بابو الٰہ بخش صاحب نے جو راقم کے پرانے مخلص محب ہیں حضرت بُلھے شاہؒ کی کافیاں بھیجی ہیں جو حالات کے سلسلے میں درج ہونگی۔

محمد اسلم صاحب جے راجپوری نے ایک کتاب آئینہ تصوف نامی لکھی ہے۔ جس میں اپنی سمجھ کے موافق صوفیہ کرام پر حملے کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے یہ کتاب ایک محب حلقہ کی معرفت ہمکو بھی دستیاب ہوئی ہے اور اہل حلقہ اسکا جواب لکھ رہے ہیں۔

حسن نظامی

حلقۂ نظام المشائخ

عنوان از [illegible]

مجبوبِ خلق کیوں نہو یہ حلقۂ نظام　خواجہ حسن نظامی ہیں ساقیِ فیضِ جام
حلقہ ہے کیا؟ یہ میکدۂ رازِ عشق ہے　رندانِ شوق مست یہاں ہیں صلائے عام
اکثر رسوم بد کو مٹایا اسی نے ہے　اسکی ہے یہ غرض نہ مٹے صوفیوں کا نام
جو صلح کل ہیں اُن کو مسرت کمال ہے　ناراض وہ ہیں زعم میں جو دین کے ہیں امام
حلقہ کا ذکر ابہے ہر اک خانقاہ میں　ہر سلسلے کے شغل کا اسمیں ہے انتظام
شہرہ ہوا ہے دہر میں اب اسکا چارسو　آتے ہیں ہر طرف سے یہاں نامۂ پیام
جو اہل دل ہیں اس کے مددگار ہوگئے　وہ بھیجتے ہیں نثر بھی اور نظم کا کلام
کیا حُسن اتفاق ہے سب متفق ہوئے　بیگانہ جو یگانہ ہے یکرنگ ہیں تمام

[illegible]

ہلالِ عید

(۱) لو روزہ دارو! ہو گیا پورا سوالِ عید — جھک کر کرو سلام وہ نکلا ہلالِ عید
پھر جا بجا گھٹائیں نجوم و ہلالِ عید — دیتے ہیں لطف کیسے وہ ابرو خیالِ عید
رکھتا ہے آسمان پہ گوشہ کلاہ کا — نکلا ہے بانکپن سے سرِ خسروانِ عید
دینے کو ہے اشارۂ ابرو سے کچھ پیام — لایا ہے مژدہ قاصدِ فرخندہ فالِ عید
کہتا ہے روزہ داروں سے روزے ہوئے قبول — بنکر کلیدِ بابِ اجابت ہلالِ عید
ارماں نکالو وصل کے مل ملکے اب گلے — اے طالبانِ دید مبارک وصالِ عید
پورا یونہیں ہو حشر میں ارمانِ دید بھی — پورا ہوا ہے جیسے جہاں میں سوالِ عید
مستانِ معرفت کے لیے آج میکشو — کوثر سے ہی بھرا ہوا جامِ سفالِ عید
بامِ فلک پہ ہوتا ہے ہر سال جلوہ گر — مجرے کو اُسکے جھک کے ادب سے ہلالِ عید
شق القمر ہے معجزہ اک جس کا آشکار — جس کا فروغِ حسن ہے بدرِ کمالِ عید
چشمِ فلک کا سرمہ ہے جسکے قدم کی خاک — وہ خاک ہے جو غازۂ حُسن و جمالِ عید
(۲) لکھ اے قلم وہ مطلعِ برجستہ نعت میں — ہر دائرہ ہو جسکا جوابِ ہلالِ عید
نقشِ قدم اُسیکا ہے بدرِ کمالِ عید — ہے عکس جسکے ناخنِ پا کا ہلالِ عید
پرتو اُسی کے نورِ تجلی سے مہر و ماہ — آئینہ اُس کا حُسنِ رخِ بے مثالِ عید
قربان بدر اُسکے فروغِ جمال پر — اُسکا شہید ابروئے پُرخم ہلالِ عید
ہر دل اُسی کے ذوق میں صرفِ لقائے دید — ہر آنکھ اُسی کے شوق میں محوِ جمالِ عید
ہر جمعۂ سعید سے عید اُس کی ہفتہ وار — اُس سے سعید ساعت ہر ماہ و سالِ عید
اُسکا شہید ناخنِ معجز نما ہے بدر — دیتا ہے ہر برس یہ شہادت ہلالِ عید

زیبا اُسی کے نام پہ ہر جلسے میں سلام　　خطبہ اُسی کی مدح کا زیبِ مقالِ عید
معراج ہر نماز درود اُس کی شان کا　　زینہ اُسی کے قرب کا یوم الوصالِ عید
یارب ہو اُسکے دین کا ڈنکا جہان میں　　جبتک کہ آئے نوبتِ ماہ و سالِ عید
مومن ہوں ایک ایک گلے ملکے شادماں　　جبتک مہِ صیام سے ہو اتصالِ عید
فضل و کرم سے تیرے شفق کو تمام عمر　　ہر روز روزِ جمعہ ہو ہر سال سالِ عید

شفق

عاشقِ رسولؐ کا ترانہ

کیا ہے چشم میگون نبیؐ نے مجکو مستانہ　　رہے پیرِ مغان تجکو مبارک تیرا میخانہ
نبھے گا کس طرح اے قیس میرا تیرا یارانہ　　کہ تو شیدا ہے لیلیٰ کا میں زلف شہ کا دیوانہ
سناؤں میں وہ نغمے گلشن نعتِ محمدؐ میں　　یقیں ہے بلبلِ شیراز بھی ہو سنکے مستانہ
مئے حبِ رسولؐ عرش منزل کا ہوں متوالا　　فلک ہے میرے خمخانہ کا اک چھوٹا سا پیمانہ
خیالِ چشم و زلفِ مصطفےٰ سے کام رہتا ہے　　میں ہشیاروں میں ہوں ہشیار دیوانوں میں دیوانہ
اُنہی شان میں واللیل جسکی تو نے فرمایا　　بنا میرے دلِ صد چاک کو اُس زلف کا شانہ
میں اُسکے سوزِ غم میں جل رہا ہوں ایک مدت سے　　کہ جسکے شمعِ رخ پر ہے دل جبریلؑ پروانہ
شرابِ عشقِ محبوبِ الٰہیؐ پی بھی لے واعظ　　یہ دورِ بادۂ الفت ہے یہ صحبت ہے رندانہ
رولا مجکو گلِ روئے نبیؐ تو صورتِ شبنم　　جلا اے شمعِ روئے مصطفےٰ میں بھی ہوں پروانہ
گدائے شاہِ دیں ہوں تختِ کاوس سکندر کیا　　سمجھتا ہوں میں اپنے بوریے کو تختِ شاہانہ
مکیں روزِ ازل سے ہو گئے ہر کعبۂ دل میں　　خلیل اللہ سے پہلے یہ توڑا تم نے بتخانہ
وہ مقہورِ خدا ہے دشمنِ اسلام بھی وہ ہے　　نبیؐ کے چار یاروںؓ سے نہیں ہے جسکو یارانہ
پرِ پرواز مضمونِ نعت کے ہیں میرے حصے میں　　ہے تسخیرِ سلیمانؑ فکر میری دل پریخانہ
امیر لکھنوی کے فیض کی تاثیر ہے کوکب　　کیا ہے نشۂ صہبائے مینائی نے مستانہ

(خاکسار کوکب)

ایڈیٹوریل

ایران کی حالت میں کشمکش کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ انگریزی گورنمنٹ نے بھی اُسے اسکی انتظامی خرابی کیجانب توجہ دلائی ہے اور تجارت مجبوری اپنی مداخلت کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ مگر امید ہے کہ انگریز اپنی نیت کو اشتباہ اور بدگمانی سے محفوظ رکھینگے۔ اور مسلمانان عالم کی بیچینی ہستی کے سامنے رہزن کی طرح اپنے وجود کو غاصبانہ الزام سے ملوث نہونے دینگے۔ بلکہ محسنانہ برتاؤ دکھا کر اسلامی دنیا کے دلوں کو قبضہ میں کرنے کی

مدرسہ الٰہیات کانپور کا سالانہ جلسہ نہایت خیر و خوبی سے انجام کو پہنچا صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب کی تقریر صدارت معنی خیز تھی عبدیت اور نیابت کے مسئلے کو بڑی قابلیت سے بیان کر کے انہوں نے مسلمانوں کو زندگی کا بہت معقول اور ٹھیک رستہ بتایا۔ مدرسے سے سات طلبہ فارغ ہوئے جنہوں نے جلسہ میں اپنی کارگزاری کا قابل اطمینان ثبوت دیا۔ یہ لوگ بجاشا میں صفائی و روانی سے تقریر کر سکتے ہیں اور غیر مذاہب بالخصوص آریہ اور ہندو مذہب سے انکو اچھی طرح واقف کرایا گیا ہے۔

چونکہ ان طلبہ کی معلومات و لیاقت پر عام رائے کا اعتماد تھا مدرسے نے اشاعت و تبلیغ اسلام کے کام کے لیئے انکو معقول مشاہرہ پر ملازم رکھہ لیا ہے۔ اب یہ لوگ جہاں ضرورت ہوگی اسلامی خدمت انجام دینگے۔

اراکین مدرسہ خصوصاً جناب حافظ محمد حلیم صاحب کی کوشش قابل داد ہے۔ اس جلسہ میں ساڑھے چھ ہزار روپیہ چندہ ہوا۔ الٰہیات کے اس جلسہ میں علاوہ فصیح بلیغ مواعظ کے سب سے نرالی اور پُراثر جدید بات یہ تھی کہ منشی حسن الدین صاحب خاموش ایک بھجن منڈلی ہمراہ لائے تھے۔ جسنے جلسہ میں نعت و توحید کی نظموں کے ساتھ

قومی نظمیں لحن میں سنائیں اور حاضرین کو از خود رفتہ کر دیا۔ ہماری رائے میں یہ طریقہ ہر جگہ جاری کرنا چاہیئے۔ اس سے بڑھکر ہندوستان میں کوئی چیز کارگر اور جلدی اثر کرنے والی نہیں ہے۔ مدرسہ الٰہیات کی کاروائی بہیئت مجموعی تمام قوم کی توجہ کے قابل ہے۔

زیارت کے لیے امسال ہندوستانی مسلمان کثرت سے گئے ہیں۔ آخر وقت تک معلوم ہوا کہ بمبئی میں اطراف ہند سے حجاج چلے آتے ہیں۔ رسالہ نظام المشائخ کے مدیر لسان العصر حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب بھی بہ نیت حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ ۔ ۲ نومبر ۱۹۱۰ء کو بمبئی تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے چلتے وقت کسی سے ملاقات نہیں کی۔ یہاں تک کہ اپنے خاص خدام کو بھی ریل تک پہنچانے کی اجازت نہیں دی اُن کا خیال ہے کہ ایسے متبرک سفر میں احباب کی رخصت شوق کو منتشر کر دیتی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو ساتھ خیر کے لیجائے۔ اور واپس لائے۔ حالات حجاز آپ کی قلم سے سننے کا ہر شخص مشتاق ہے۔

بعض مخالفین حضرت خواجہ حسن نظامی نے اب اظہار عداوت کا یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جگہ جگہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ خواجہ صاحب کا درگاہ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہیؒ سے اب کچھ تعلق نہیں رہا۔ کوئی کہتا ہے کہ خدام درگاہ نے حضرت خواجہ صاحب کو بیدخل کر دیا۔ کوئی بیان کرتا ہے کہ خود حضرت خواجہ صاحب نے تعلقات آستانہ سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اور اب اُنہیں بارگاہ حضرت محبوب الٰہیؒ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ یہ سب خبریں محض غلط اور بے سروپا ہیں۔ نہ حضرت خواجہ صاحب نے درگاہ سے بے تعلقی کی ہے نہ کسی نے اُنکو بے تعلق کیا۔ اور نہ کوئی بے تعلق کرنے کی ازروئے قاعدہ وضابطہ قدرت رکھتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کا اس خانقاہ سے چھ سو برس کا رشتہ ہے جو اسقدر مستحکم ہے کہ کوئی زبردست سے زبردست

ہاتھ بھی اُسکو شکستہ کرنے کی مجال نہیں رکھتا۔ اصل قصہ یہ ہے کہ سلسلہ کے سبب حضرت اکثر اوقات دہلی میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور آٹھویں دن صرف چہار شنبہ کے دن حاضر درگاہ ہوتے ہیں۔ دہلی میں قیام محض ہم جیسے خدام کی محبت کے سبب سے حلقہ میں باشندگان شہر خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ طلبہ کی آمد و رفت رہتی ہے جو امور دین و تصوف سے واقفیت حاصل کرنیکے لیے حضرت سے ملنے آیا کرتے ہیں۔ اِس لیے آپ منزلگاہ میں موجود رہتے ہیں تاکہ حلقہ کی اصل غرض کی تعمیل ہو اور نئی روشنی کے لوگ تصوف اور اہل تصوف سے باخبر ہوجائیں۔ اس خبر حلقہ ہی سے مخالفوں کا یہ فائدہ اُٹھانا اور خلقت میں جھوٹی خبریں پھیلانا نہایت نازیبا بات ہے کئی مہینے سے ہم افواہیں سنتے سنتے تھک گئے تھے ناچار ہوکر غلط فہمی دور کرنے کے لیے یہ سطریں لکھی گئیں ۔

جناب مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر کے نام نامی سے ہندوستان کے تمام اردو خواں لوگ واقف ہیں۔ آپکے ناول اُسوقت سے لیکر جبکہ اُردو میں نئے زمانے کی لہر پیدا ہونی شروع ہوئی تھی۔ آجتک یکساں دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔ سوائے چند تصنیفات کے جنسے جمہور اہل اسلام نے اختلاف کیا۔ باقی تمام کتابیں جناب شرر نے ایسی لکھیں جن میں اسلامی رزم بزم کے ہو بہو نقشے نظر آگئے۔ علی الخصوص سوانح حضرت جنید بغدادی و حضرت ابو بکر شبلی و حضرت خواجہ خواجگان اجمیری رحمتہ اللہ علیہم لکھکر تو مولانا شرر نے تمام گروہ صوفیہ کو زیر بار منت و احسان کر دیا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ خدمت ایسی ہے جس کی قدر ہر فقیر دوست شخص کو کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مذکورہ بالا کتابیں نہایت مستند حوالجات سے لکھی گئی ہیں۔ اور واقعات کی فراہمی میں جذبات و دور جدید کو اس خوبی سے ملحوظ رکھا گیا ہے کہ بے اختیار آفرین کہنے کو جی چاہتا ہے۔ فرداً فرداً اگر ہر کتاب پر ریویو

کیا با ہے تب بھی وہ لطف حاصل نہیں ہو سکتا جو کتاب پڑھنے میں آئیگا۔ اس لیے ہم اس سفارش کو پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ناظرین نظام المشائخ میں سے ہر صاحب کا کتب خانہ اِن کتب سے خالی نہ رہنا چاہیے۔ یہ کتابیں دفتر رسالہ نظام المشائخ سے بھی دستیاب ہو سکتی ہیں۔ جن کی قیمت کی تشریح بہ ذو اشتہارات میں درج ہے۔

فلپانا۔ مولانا شرر کا نیا ناول فلپانا جسکا اصلی اور مناسب نام عہدِ صحابہؓ ہونا چاہیئے۔ عجیب چیز ہے۔ لفظوں میں تیغ اسلام گردش کرتی دکھائی دیتی ہے حجازی کملی والے شہنشاہ کے فدائی میدان کارزار میں کیا کرتے تھے۔ اسکا صحیح نقشہ ناول نویس نے دکھایا ہے۔ ذوق و شوق بھی ہے۔ جوش و خروش بھی ہے حیرت افزا اسرار بھی ہیں۔ کوئی آنکھ بغیر آنسو بہائے اُسکو نہیں پڑھ سکتی۔ دل میں دینی زندگی پیدا کرنی ہو تو اس قسم کے سچے اور پُراثر قصے ضرور پڑھنے چاہئیں۔

افسوس سے معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ سے امسال صرف ایک حاجی آیا ہے۔ اگر اس خبر میں مبالغہ نہیں ہے تو مقام خلافت کے مسلمانوں سے ہندوستان کے مسلمانوں کی دینی الفت لاکھ درجہ بڑھکر ہے۔

انجمن ہدایت الاسلام دہلی کا سالانہ جلسہ ۱۶-۱۷-۱۸- ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ ہجری کو دہلی میں ہونے والا ہے۔ اس انجمن نے عرصہ قلیل میں جو کارنمایاں کیئے ہیں اور تمام ملک میں اسلام کی جیسی خدمت انجام دی ہے وہ اظہر من الشمس ہے علامہ عبدالحق حقانی اور حاجی محمد اسحٰق صاحب کی مساعی کی جسقدر تعریف کیجائے کم ہے امید ہے کہ اس کار خیر کی شرکت و اعانت میں اطراف ہند کے مسلمان خلوص سے حصہ لیں گے۔

دیوبند سے ایک ماہوار رسالہ **القاسم** نامی نکلنا شروع ہوا ہے۔ دینی برادری

میں ایک ہونہار ہمعصر کا نیا اضافہ ہماری دلی مسرت و شادمانی کا موجب ہو۔ خدا تعالیٰ اہل رسالہ کی ہمت میں برکت دے اور وہ اسکو مسلمانوں کے شیرازہ بکھرنے کو مستحکم کرنے میں متوجہ رکھیں۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف دہلی میں نہایت خیر و خوبی سے انجام کو پہنچا۔ امسال بھی عرس میں **ملاقات** نہیں ہوئی۔

ریواں میں حضرت موصوف کا عرس بڑی شان و شوکت سے کیا گیا۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خود اس عرس کی شرکت کو ریواں شریف لے گئے تھے مہاراجہ صاحب والی ریواں نے اپنے درباری ساز و سامان سے محفل عرس کو آراستہ کرایا۔ ریاست کے معززین ہندو و مسلمان دلی شوق سے شریک محفل ہوئے اہل لشکر کو بھی سرکاری اجازت دی گئی کہ اس بابرکت جلسہ میں حصہ لیں۔ ہزاروں ہندو مسلمان عورت مرد جمع تھے۔ اول ختم بسم اللہ شریف کا حلقہ ہوا۔ اور انیس ہزار انیس (۱۹۰۱۹) بار بسم اللہ شریف پڑھی گئی۔ اسکے بعد قرآن خوانی و نیاز کی با ضابطہ مجلس ہوئی سماع و قوال کی خوب گرما گرمی رہی۔

اڈیٹر

رباعیات مہر

کیا عمر عزیز کھو کے پچھتاتا ہے
طاعت کر وقت رائگاں جاتا ہے
پیری ہے اجل کا پیش خیمہ اے مہر
ہشیار کہ لشکر قضا آتا ہے

زیبا ہے صدق حق پسندوں کیلئے
زیبا ہے عشق دردمندوں کیلئے
ذات حق کو ہے کبریائی زیبا
اور زیبا بندگی بندوں کے لئے

سورج نرائن مہر دہلوی

سرسیّد کا اصلی مذہب

آنریبل ڈاکٹر سرسید احمد خاں مرحوم بانیٔ مدرسۃ العلوم علیگڈھ کے عقائد مذہبی کے متعلق آجکل اخباروں میں ایک بڑی دلچسپ بحث چھڑی ہوئی ہو کسی لائل صاحب نے جو اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ افشائے راز کے عنوان سے ایک تحریر چھپوا کر شائع کی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہو کہ "مجھے سرسید سے قریبًا پندرہ سال تک صحبت حاصل رہی۔ خلوت و جلوت میں انکے ارشادات اور پولیٹیکل مصالح سنتا رہا۔ ایک روز صحبت خاص میں مجھسے فرمایا کہ ہماری نیت صرف مسلمانوں کی بہبودی کی تھی محض اسی خیال سے انہیں علوم انگلشیہ کی طرف متوجہ کیا گیا۔ تفسیر میں ہم نے تصرفات عقلی کئے ہیں لیکن اپنے لکچروں میں یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ جن کو خدا اور رسول پر ایمان ہے انکے لیئے یہ تحریر نہیں بلکہ انکے لیئے ہے جو مشکوک ہیں"۔

یہ افشائے راز کی تمہید کا خلاصہ ہے۔ اسکے بعد رازدار صاحب لکھتے ہیں کہ "ان سب باتوں کے بعد سرسید مرحوم نے فرمایا کہ ہم ایک عبارت اپنے عقیدے کے موافق لکھکر خاص تم کو دیتے ہیں تاکہ واشتہ آید بکار۔ جب میں نہ ہوں اور فلسفہ اور سائنس کی تعلیم سے شیفتگی اسدرجہ بڑھ جائے کہ خود مسلمان اپنے عقائد قدیمہ سے منحرف ہوجائیں اور غلبۂ دنیا کے سبب سے دین کو مخلوط اور مندرس کرنے لگیں تو تم یا جو کوئی تمہارے دوستوں میں اسوقت ہو۔ میرے عقائد کو بے تکلف ظاہر کر دے تاکہ ہم نے جس طرح دنیا درست کرنے کی فکر کی ہی عقبیٰ کی درستی بھی پیش نظر رہے"۔

وہ عقائد یہ ہیں

میں خدا کو حاضر ناظر جانکر گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک اور قدیم ہے ساتھ
تمام اپنے اسمار وصفات کے جیسا کہ قرآن اور حدیث اور کتب عقائد میں مذکور
ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ اور انبیا و رسل اُسکے فرستادہ اور برگزیدہ
ہیں جن کے سبب سے ہمکو خدا کی رضامندی اور نارضامندی اور نجات کا رستہ
معلوم ہوا۔ اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں سب بجا
اور درست ہیں۔ تنقیح حدیثوں کے علمائے اُمت نے کردی ہے۔ اور ائمہ مجتہدین
نے فروعات مسائل تحقیق کیئے وہ لوگ سب برحق ہیں۔ اور ہم خلفائے راشدین
کو بترتیب خلافت احق جانتے ہیں۔ اور تمام صحابہ واکابر تابعین اور اولیائے
امت کو مقدس اور پیشوا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اپنے عصر کے علمار اور مشائخ جو حضرت
دہلی میں رونق افروز تھے۔ میں نے آثار الصنادید میں اُن کا ذکر کیا ہے اور مناقب
لکھے ہیں۔ کیا وہ سب تحریر اب میں غلط سمجھتا ہوں۔ نعوذ باللہ۔ اور جس نے
اتنا بڑا آسمان اور زمین اور تمام مادیات ومجردات بنائے کیا اُسکی قدرت بہشت
دوزخ وغیرہ تمام علویات بنانے میں عاجز ہے۔ کیا ہم تمام مخلوق کو بناکر اور یہاں
کی راحتیں اور مصائب دیکر عذاب ثواب آخرت میں نہیں کر سکتا۔ اور جس نے
تمام حشرات الارض اور چرند اور پرند لاکھوں طرح کے بنائے ہیں یہاں تک کہ ہوا
ایسی مخلوق بنائی کہ چھوتی ہے اور نظر نہیں آتی۔ اور تمام لطیف وکثیف در لطف
واکثف بنائے۔ کیا ملائکہ اور قوم جن بنا نہیں سکتا۔ علاوہ اسکے ہزاروں صنائع
بدائع۔ ہم مخلوقات کو عقل اور صفائی ذہن اور جولانی طبع دیکر بنوا ڈالے۔ اور باوجود
کمال مجبوری ہر قسم کے بیشمار اختیارات بھی عطا کیئے۔ کیا وہ ان عطا کردہ اختیارات
سے بڑھکر خود اختیار اعلیٰ سے اعلیٰ نہیں رکھتا۔ اور بہت سے مخلوقات میں اور
عجائب غرائب دنیا میں ایسے موجود ہیں کہ بیشتر مخلوق کی عقل اُنکے سمجھنے سے

قاصر ہے، تو کیا معاملاتِ الٰہی اور عالمِ علویات اور عالمِ آخرت اس کوتاہ بیں عقل سے ہم لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ تو جو کچھ خدا اور رسولِ خدا کے فرمودہ ہیں خواہ ہم سمجھ سکیں یا نہ سمجھیں سب برحق ہیں۔ یہی معجزات کا حال ہو زیادہ تر ضرورت معاملات دنیا میں ہے۔ اور اپنے تعقل اور فہم سے ترقی کی امید ضرور ہے۔ دیکھو فلسفہ اور سائنس نے دنیا کے متعلق کہاں کہاں رسائی کی ہے صرف ان معاملاتِ دنیاوی کیطرف رجوع کرنے کو ہم نے سعی بلیغ کی۔ کالج مہیا کیا تعلیم کا رواج ان ممالک میں جاری کیا۔ مخالف جن امیں تشدد کرتے تھے۔ اُس تشدد کو تقریر تحریر سے دفع کرتے رہے۔ تاکہ ہماری قوم بھی ترقی دنیاوی کرے اور "کاد الفقر ان یکون کفراً" سے محفوظ رہے۔ اللہ بس باقی ہوس" ❊

آخر میں رازدار صاحب نے اپنے نام کے دو حرف لکھ دیئے ہیں بش۔ ن جس سے لوگوں کو خیال ہوا ہو کہ علامہ شبلی نعمانی ہیں۔ مگر وہ اقرار نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی شخص اس مضمون کو انکی طرف منسوب کرتا ہو تو جھنجھلانے لگتے ہیں۔ تاہم بقول مشرق گورکھپور جناب نواب محمد مزمل اللہ خاں صاحب جو اسسٹنٹ سکرٹری مدرسۃ العلوم علیگڈھ نے کھلم کھلا ش۔ ن صاحب کے مضمون کی تائید کی ہو اور فرمایا ہے کہ "مجھ سے بھی اکثر سر سید نے اپنے انہی عقائد کا ذکر کیا ہو" ❊

رازدار صاحب اپنا نام صاف صاف لکھ دیتے تو کوئی مضائقہ نہ تھا بلکہ بات اور پختہ ہو جاتی۔ لیکن اب نواب مزمل اللہ خان صاحب کے بیان سے اس کی زیادہ ضرورت نہیں رہی۔ ہمیں امید ہو کہ معتقدانِ سر سید اُن کے ان اصلی عقائد کو معلوم کرکے ضرور اثر پذیر ہوں گے۔ اور پرانے خیال کے بزرگ بھی حسنِ ظن سے کام لیکر گزشتہ سب جھگڑوں کو نظر انداز کر دینگے۔ اور ایک قوم بن جائینگے جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلم یونیورسٹی بھی قائم ہو جائیگی اور حفاظت و اشاعتِ اسلام کا کام

دعاخانہ

محمد ابراہیم صاحب سنجر پوری بخشا اہلیہ کی صحت کامل کی دعا اہل حلقہ علی الخصوص صدر حلقہ حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب سے چاہتے ہیں۔ پانچ روپیہ پیشگی نذر حلقہ کو بھیج دیئے ہیں ۔

عبدالعزیز صاحب سب اورسیر بر ہما کے ایک کام کے لیئے دعا کی جائے پانچ روپیہ نذر حلقہ کرینگے ۔

خریدار صاحب نظام المشائخ نمبر ۳۷۹۔ اپنے ایک شیعہ دوست کی صحت کے خواستگار ہیں۔ اور اپنے لیئے اولاد نرینہ کے آرزومند ہیں پچیس روپیہ نذر حلقہ کرینگے

بابو محمد سلیم خان صاحب کوہ منصوری سے ارقام فرماتے ہیں کہ اُنکے ایک عزیز کو خدا تعالی صحت دے تو بیس روپیہ حلقہ کی نذر کرینگے۔ نیز اُنکے بھائی کو طحال وغیرہ سے صحت ہو تو بیس روپیہ اور دینگے۔ کل چالیس روپیہ نذر کرینگے ۔

سید محمد مکرم حسین صاحب زمیندار ضلع پلاموں کے مقدمہ کی کامیابی کی دعا ہو۔ پانچ روپیہ نذر حلقہ کرینگے ۔

سعد اسد خانصاحب حج سے بخیریت واپس آئیں تو اُنکے بھائی عبدالرحمن خان صاحب دو روپے نذر حلقہ کرینگے ۔

غلام حیدر صاحب حینا خورد کے صاحبزادہ مرض تشنج میں مبتلا ہیں صحت کے لیئے دعا بھی ہو اور دوا بھی بتائی جائے دس روپیہ نذر حلقہ کرینگے ۔

پریمی شاہ صاحب احمد آباد کو خدا تعالی صحت دے اور حقدار کو حق ملے تو پانچ مشائخ کے نام دو سال تک رسالہ نظام المشائخ مفت جاری کرا دینگے (رسالہ

کے حساب سے حلقہ کو کچھ تعلق نہیں۔ اسلیئے یہ منت پچیس روپے کی رقم کے نام سے محسوب ہوگی۔ روپیہ حلقہ میں جمع کر کے رسالے جاری کر دیئے جائینگے۔ اڈیٹر

محمد سعید صاحب کلرک نہر ضلع گوجرانوالہ کی اہلیہ کو خدا تعالیٰ صحت دے حلقہ کی خدمت کرینگے۔ یہ صاحب بھی حضرت شاہ سلیمان صاحب پھلواروی سے مخصوص دعا کے طالب ہیں ؁

عرض مدعا[۱]

بحضور سلطان الاولیا حضرت نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ

(از جناب مولوی سید محمد حنیف صاحب چشتی صابری مفتی نکودر ضلع جالندھر)

ہے زیارت کی تمنا دل میں اِس درگاہ کی
سرمۂ کحل الجواہر خاک ہے جس راہ کی

میں سمجھکر طور آیا ہوں ترے دربار کو
آرزو دل میں نہاں ہے اب کلیم اللہ کی

دیکھکر روضہ ترا اے فانیِ ذاتِ بقا
پھر گئی صورت میری آنکھوں میں بیت اللہ کی

نور جس دن سے ہے چمکا تیرا ہندوستان میں
روشنی پھیکی پڑی اُس دن سے مہر و ماہ کی

علم و حکمت کی کشش یاں کھینچکر لائی مجھے
کچھ نہیں دل میں ہوس دنیا کے عز و جاہ کی

اے شہِ ہر دو جہاں ہے گو ہر درج فرید
آس پوری کر دے اپنے بندۂ درگاہ کی

آرزوئیں گو بہت ہیں پاس اُن کو نہ مٹا
ہے تری فیاض طبع میرے عالیجاہ کی

تیغ لا سے کر نفیِ ذات خود میں یہ کہوں
آج کھلجائے حقیقت مجھ پہ الا اللہ کی

خاندانِ چشت کی ہے کفش برداری کا فخر
گرچہ کچھ نسبت نہیں ہے کوہ سے اس کاہ کی

محمد حنیف

---

[۱] یہ نظم مولوی صاحب موصوف نے خود دربار حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ میں بموجودگی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب پڑھی تھی ۱۲ اڈیٹر

عید نمبر

الحمد للہ کہ شہید نمبر کی طرح نظام المشائخ کا عید نمبر بھی نہایت مقبول ہوا لوگون نے تعریفون پر تعریفیں لکھیں۔ اخبارات نے تذکرون پر تذکرے کئے معزز ہمعصر ملت نے سب اچھے الفاظ مین خیر مقدم کیا جسکی رائے کا خلاصہ دلی شکریہ کیساتھ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"عیسائی مالکان اخبارات کرسمس کے آخر مین ایک خاص پرچہ نکالا کرتے ہین جسکو کرسمس نمبر کہتے ہین اور اسکو جہانتک ممکن ہوتا ہے دلاویز بنانے کی کوشش کرتے ہین۔ چند سال سے بعض مسلمان مالکان اخبارات نے بھی انکی تقلید مین عید نمبر نکالنے شروع کئے ہیں۔ چنانچہ اسکے پیسہ اخبار۔ ذوالقرنین ہمسکنزٹ اور نظام المشائخ نے عید نمبر خاص اہتمام سے شایع کئے۔ پیسہ اخبار مین عید کے متعلق اشعار درج تھے اور ایک کارٹون مناسب موقع تھا۔ ذوالقرنین نے خاص تکلف سے عید نمبر نکالا اور ایک پرمعنی کارٹون درج کیا اور عید کے متعلق نہایت مفید اور معنی خیز مضامین درج کرکے مسلمانونکی موجودہ یاس انگیز حالت کا فوٹو کھینچا۔ ہمدم گزٹ نے سُرخ روشنائی سے کام نکالا اور حیدرآباد کی اسلامی ریاست مین عید نمبر نکالنے کی عمدہ نظیر قائم کی

مگر

نظام المشائخ کا عید نمبر ہر لحاظ سے لائق تعریف و قابل قدر تھا۔ عید کے متعلق نہایت دلچسپ مضامین درج کیے۔ شاہان اسلام کے عہود مین عید کی تقریب پر جو رسومات ادا ہوتی تھین انکا موثر پیرایہ مین ذکر کیا مختلف ممالک کے مسلمان اس موقعہ پر جس ڈھنگ مین عید مناتے ہین اسکا مختصر سا خاکہ کھینچا۔ عید کے متعلق نظمیں بھی درج کیں۔ حضرت اقبال کی نظم مسلمانون کے عین حسب حال تھی۔ نظامی صاحب کا مضمون تصوف کے رنگ مین خاص ڈھنگ کا تھا۔ اسکے علاوہ عید کے متعلق اخلاقی مضامین سے بھی رسالہ کو مزین کیا گیا تھا اور سچی بات تو یہ ہے کہ بلحاظ مضامین نظام المشائخ کا عید نمبر سب معاصرین سے سبقت لے گیا،،

اب عید نمبر کے بہت تھوڑے پرچے باقی رہگئے ہین۔ شائقین جلد طلب کرین۔
قیمت فی پرچہ عوام سے ۶؍ قیمت فی پرچہ خریداران رسالہ سے ۴؍ پا

محمد الواحدی اڈیٹر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مسلمانون کو مژدہ اور اُنکے لئے ایک نایاب تحفہ یعنی قرآن مجید ترجمہ انگریزی

زبان انگریزی مین آجتک کسی مسلمان کا کیا ہوا ترجمہ قرآن موجود نہیں ہے اور دوسری قومون نے جو ترجمے انگریزی یا دوسری زبانون مین کئے ہین وہ رنگ آمیزی نفس غلطی اور بہتان سے بھرے ہوئے ہین اور اسوجہ اسلام اور اہل اسلام کے حق مین بجائے مفید ہونیکے سخت نقصان رسان ہین۔ باین خیال جناب مولوی مرزا ابوالفضل صاحب نے جنکی عربی اور انگریزی کی قابلیت مسلم اور اعلیٰ درجہ کی ہے جنکی اکثر تصانیف مذہب اسلام پر شایع ہو چکی ہین جو بلاد اسلامیہ کی سیاحت کر چکے ہین اور جو قریب قریب جملہ مذاہب عالم کے اصول و فروع کے عالم ہین۔ کامل دس سال کی جانفشانی محنت مطالعہ اور غور و خوض کے بعد یہ ترجمہ قرآن مرتب فرمایا ہے اور اسطرح اس کمی کو پورا کر کے اپنی قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے ترجمہ مذکور زیر طبع ہے اور اُمید ہے کہ آخر نومبر تک تیار ہو جائیگا۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ اصل متن عربی ٹائپ مین موجود ہے۔ چھپائی نفیس اور اعلیٰ درجہ کی ہے۔ عربی اور انگریزی کے ٹائپ خاص اسی کام کیلئے ولایت سے منگوائے گئے ہین۔ کاغذ اینٹک دیا گیا ہے۔ قیمت درج ذیل ہے:

درجہ اوّل۔ دو جلدون مین۔ کاغذ موٹا اور عمدہ جلدین سنہری۔	عـــہ ۲۰ روپیے
درجہ دوم۔ دو جلدون مین۔ کاغذ اچھا معمولی جلد۔	عـــہ ۱۰ ″
درجہ سوم۔ دو جلدون مین۔ کاغذ باریک۔	صـــہ ″
درجہ چہارم۔ ایک جلد مین۔ کاغذ باریک۔	عاـــہ ″

اپنا نام فوراً رجسٹر کرائیے

جناب مولوی مرزا ابوالفضل صاحب ممدوح کی مندرجہ ذیل کتابین تیار ہین۔ فوراً منگوا کر ملاحظہ فرمائین

سلکشنس فروم دی قران (انتخابات قرآن) درجہ اول مجلد معہ نام کتاب بحروف طلائی	صـــہ روپیہ
ایضاً درجہ دوم	عاـــہ ″
لائف آف محمد (سوانح جناب رسول صلعم)	عـــہ ″
ہندوازم اینڈ اسلام	۲ ″
کرسچینٹی اینڈ اسلام	۲ ″
بدھ ازم اینڈ اسلام	۲ ″
ریفارمران - دی - لائٹ اوف اسلام	۴ ″
لیسنس فروم دی قرآن	۱۲ ″
اسلام - اسکے اصول	۴ ″

جی۔ اے۔ صغر اینڈ کمپنی پبلشرس الہ آباد

مندرجہ ذیل کتابین دوکان غلام نظام الدین تاجر کتب دھلی چاندنی چوک سے طلب کرو

سوانح عمری حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ
مصنفہ مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی عہ ر
سوانح عمری حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ
مصنفہ مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی عہ ر
سوانح عمری حضرت خواجہ معین الدین چشتی
علیہ الرحمۃ مصنفہ مولانا شرر لکھنوی ۶ر
الحکم الرفاعیہ مصنفہ عارف کامل حضرت سید
شیخ احمد صاحب رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ
مولانا شرر لکھنوی کا قیمت ۴ر
نفائس القصص و الحکایات جس میں نہایت سلیس
اردو قرآن مجید کے قصص جمع کیے ہیں۔ ۶ر
مجموعہ قصائد جس میں قصیدہ بردہ قصیدہ غوثیہ
قصیدہ بانت سعاد قصیدہ اویس قرنی دعائے
سریانی دعائے مغنی نود و نہ نام درج ہیں ۴ر
شواہد نظامی یعنی سوانح عمری کلان حضرت
خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ عہ ر
حیات خسرو یعنی سوانح عمری حضرت امیر
خسرو طوطی ہند علیہ الرحمۃ عہ ر
ترجمہ اردو کشف المحجوب مصنفہ حضرت مخدوم
علی ہجویری داتا گنج بخش صاحب ۱۲ر
مخزن الحقیقت ملفوظات معمولات حضرت
مرزا جانجاناں صاحب مظہر شہید رحمۃ ۱۲ر
ترجمہ اردو عوارف المعارف مصنفہ حضرت شیخ
شہاب الدین عمر سہروردی در دو جلد قیمت ۱۲ر
ترجمہ اردو فصوص الحکم مصنفہ حضرت امام
الصوفیہ شیخ محی الدین ابن عربی ۱۲ر
مفلسی کا مجرب علاج۔ از حضرت خواجہ
حسن نظامی صاحب ۱ر

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ مزمل شریف ۱۳۲۹
مع موکلات و طریقہ ہائے زکوۃ جس میں عمل سورہ
شریف اور تین عمل سورہ یوسف شریف عجیب
غریب اور پانچ عمل سورہ واقعہ شریف دربارہ
محبت و عداوت و تسخیر و نشانی رزق و
دعجات و برائے روزگار و حل المشکلات وغیرہ
وغیرہ درج ہیں۔ ۴ر
اعمال مجربہ سورہ یٰسین شریف مع موکلات
جس میں ۴۰ عمل ہر مصیبت و حاجت رفع کرنے کے
لیے مع طریقہ زکوۃ درج ہیں ۲ر
عملیات مجربہ خاندان عزیزیہ جس میں حضرت شاہ
ولی اللہ صاحب شاہ عبد العزیز صاحب شاہ
رفیع الدین صاحب شاہ عبد القادر صاحب وغیرہ ہیں ۴ر
حرز سلیمانی در عملیات و تعویذات ۶ر
تاریخ بغاوت ہند ۱۸۵۷ء جس میں شہر دہلی
کے غدر کا مفصل حال درج ہے۔ ۴ر
آثار الصنادید مصنفہ سر سید احمد خان صاحب
بہادر یہ کتاب دہلی کے حالات میں عجیب و غریب مع
نقشہ جات ہے جس کے تین حصے ہیں ۶ر
تاریخ عالم جس میں زمین آسمان سورج چاند جن
انسان وغیرہ کی پیدائش اور کل انبیائے مرسلین و
خلفائے راشدین نامور سلاطین کے صحیح صحیح حالات
معتبر کتب تاریخ سے لکھے گئے ہیں۔ عہ ر
تاریخ اسپین مصنفہ مولوی سید محمد احمد صاحب
جج سیتاپور برادرزادہ سر سید احمد خان صاحب نہایت
سلیس اردو زبان میں انگریزی سے اردو میں ترجمہ
کیا گیا ہے ۵۰۰ صفحہ باتصویر وزن سوا سیر زائد ۶ر
کلیات حضرت امیر خسرو فارسی عہ ر

کلیات عراقی فارسی ۱۰ر کلیات جامی ۱۲ر مجموعہ قوالی ہشتعہ ۴ر دیوان غوث الاعظم ۲ر دیوان معین الدین چشتی ۳ر

دوکان غلام نظام الدین تاجر کتب دہلی چاندنی چوک سے طلب کرو

۷۸۶

جلد ۳ — قسم

نمبر ۶ — ۱۹۱۲

قیمت سالانہ

نظام المشائخ

مذہب کے تصوف، ادب، تاریخ، تمدن، اخلاق کو شائع کرنے والا اور ہر ملت کے درویشوں کا حامی ماہوار رسالہ

علمی مدیر حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی خواہر زادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمہ اللہ

نائب مدیر خادم الفقرا سید محمد ارتضی واحدی دہلوی *

فہرست مضامین

(دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے)

قیمت سالانہ مع محصول قسم اول پانچ روپیہ فی پرچہ ۸ قسم دوم سالانہ مع محصول ڈاک ... فی پرچہ ۴

محمد الواحدی مالک و اڈیٹر نے خیر گاہ حلقہ نظام المشائخ دہلی

منشی فضل حسین کے ہلالی پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

یہ آپ کیون نہین پڑھتے؟

پڑھیئے اور یاد رکھیے!

رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے اگر آپ اسکے باقاعدہ خریدار ہیں تو دیر سویر کا خیال کرکے ۱۰ تاریخ تک اسکا انتظار کرین۔ اگر اس تاریخ کو بھی نہ پہنچے تو فوراً ہمیں اطلاع دین ہم دوبارہ پرچہ بھیجدینگے۔ ورنہ ۱۰ تاریخ تک شکایت نہ پہنچنے کی حالت مین دوسرا پرچہ قیمتاً ملیگا؛

جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہوا کرے اُنہیں چاہیئے کہ ہمین بھی اسکی خبر دیدیا کرین۔ ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ وار ہونگے دوسرا پرچہ مفت نہیں بھیجا جائیگا۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے اصلی گاؤن یا شہر کے ڈاکخانہ کو دیدینی کافی ہوگی؛

خط وکتابت مین کم از کم اپنا نام و پتہ نہایت صفائی کیساتھ لکھنا چاہیئے اور خریداری کا نمبر ضرور بتانا چاہیئے۔ ورنہ جواب نہ پہنچنے کی شکایت معاف؛

نوٹ (۲) رسالہ کے نمبر ہین جو ڈاکخانہ کی طرف سے لگے ہین۔ انکا لکھنا بیکار ہے خریدار نمبر کے لکھنے کی ہر خریدار سے پتہ کی چٹ پر شروع مین اسطرح ۱۲۳ یا اسطرح (۱۴۱۲) لکھا ہوتا ہے؛

رسالہ کی قیمت ہر حال مین پیشگی لیجاتی ہے؛

نمونہ کے پرچہ کے لئے ۲ کے ٹکٹ بھیجنے چاہئین۔ یا سرکاری وی۔ پی منگانا چاہیئے۔ مفت نہین مل سکیگا؛

المشتہر

محمد الواحدی مالک و اڈیٹر نظام المشائخ دہلی

ایسی بیش بہا چیز

بارہ ۱۲ آنے میں مفت کے برابر ہی۔ اور پھر جب چار آنے میں ملجائے اِسکے تو کیا کہنے ہیں

شہید نمبر

رسالہ نظام المشائخ کا ایک پرچہ ہے جو محرم ۱۳۲۸ھ مین شایع ہوا تھا۔ اسمین مسئلہ شہادت پر درویشانہ پیرایہ مین اعلےٰ درجہ کی تنقید ہی اور موجودات دنیا کے ذرے ذرے مین شہادت کا جلوہ دکھایا گیا ہی۔ نیز اُن تمام شہرۂ آفاق مشائخ کے مستند اور تاریخی تذکرے ہین جو شہید ہوگئے تھے۔ مثلاً حضرت منصورؒ۔ حضرت سرمدؒ۔ حضرت اویس قرنی رح۔

یہ نمبر ہزاروں کی تعداد مین چھپوایا گیا تھا لیکن اپنے مضامین کی اہمیت اور خوبی کیوجہ سے ایسا مقبول ہوا کہ بہت جلد سب فروخت ہو گیا۔ چونکہ اسکا حجم نظام المشائخ کے معمولی حجم سے زیادہ یعنی بجائے ۶۴ صفحے کے ایکسو دو ۱۰۲ صفحے (علاوہ ٹائٹل پیج) تھا اسلیئے اِسکی قیمت قسم اول کے پرچے کی ایک روپیہ اور قسم دوم کے پرچے کی ۸ر رکھی گئی تھی۔ لیکن قسم دوم کا اب کوئی پرچہ نہیں ہی۔ تھوڑے سے قسم اول کے بچ رہے ہین جنکی قیمت بنظر رفاہ عام ایکروپیہ کے بدلے ۱۲ر کر دی ہی اور یہ بھی اُن کے لئے جو رسالہ نظام المشائخ کے خریدار نہیں ہین۔ خریدار صاحبان صرف ۴ر کے ٹکٹ بھیجکر یا ۵ر کی وی پی کی اجازت دیکر طلب کر سکتے ہین۔ آپ اگر رسالہ نظام المشائخ کے خریدار نہیں ہیں تو فوراً درخواست کر کے اُسمیں اپنے نام جاری کرالین۔ کیونکہ یہ رعایت نئے اور پرانے تمام خریداروں کے ساتھ کیجاتی ہی۔ لیکن یاد رہیگا کہ شہید نمبر بہت تھوڑے سے ہین خریدار اسکے حاصل کرنیمین جلدی کرین ورنہ اِس نایاب چیز سے آپ ہمیشہ کے لئے محروم رہ جاینگے ؛

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ دہلی

درویش ایجنسی دہلی

دہلی تجارت کی ایک منڈی ہے۔ یہان نئے زمانہ اور پرانے زمانہ کی عمدہ سے عمدہ چیزین ارزان و بکفایت سے دستیاب ہوسکتی ہین۔ دہلی کی ادویات دہلی کے زیور دہلی کے جوتے دہلی کی دیگر اشیاء و سوغاتین سارے ہندوستان مین پسند کیجاتی ہین۔ مگر بہت لوگ دہلی نہیں آسکتے اور ان نفیس اشیاء سے محروم رہتے ہین۔ ہم نے مخلوق کی فائدہ رسانی اور آسانی کے خیال سے ایک ایجنسی قائم کی ہے جسکا کام یہ ہوگا کہ بیرونجات کی فرمایشون کی ایمانداری اور دیانت سے تعمیل کرے۔

اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا تامل تحریر فرمایئے۔ فوراً تعمیل ہوگی اور آپ کی مرضی کے موافق دیکھہ بہال کے چیز روانہ کیجائیگی۔

جسطرح آپ اپنی تلاش پر بھروسہ رکھتے ہین ویسا ہی ایجنسی پر اعتماد کیجئے کیونکہ وہ آپکے کام کو اپنا سمجھیگی اور آپکو نقصان نہونے دیگی۔

ہر فرمایش کے ساتھہ نصف قیمت آنی چاہیئے کیونکہ بعض حضرات وی۔پی واپس کر دیتے ہیں تو ایجنسی کو خواہ مخواہ کی زیر باری ہوتی ہے۔ جواب طلب امور کے لئے دو پیسے کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔ کمیشن ارنی روپیہ۔

المشتہر

محمد مرتضیٰ کوچہ چیلاں مسجد کالیخاں۔ منیجر درویش ایجنسی دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

ابو حفص عمر بن عبد العزیز

حلقہ نظام المشائخ کے پرجوش۔ عالم فاضل نوجوان خادم جناب مولوی حکیم مقصود علیخان صاحب رشدی نے جن نامور بزرگ خلیفہ کے حالات تحریر فرمائے ہیں وہ اپنے اطوار و اوصاف کے اعتبار سے عارف کامل۔ صوفی تھے۔ ناظرین ان سچے اور پر اثر واقعات کے پڑھنے کے بعد رشدی صاحب کی تلاش و محنت کی داد دیئے بغیر نہ رہیں گے۔

آج ہم ناظرین نظام المشائخ کی خدمت میں اس زبردست اور عادل خلیفہ کے حالات پیش کرتے ہیں جسپر علمائے امت نے اجماع کیا ہو کہ وہ "خلفائے راشدین" میں داخل ہے۔ درحقیقت "خلفائے بنی امیہ" کی تاریخ پڑھنے والا شخص جب عمر بن عبد العزیز کے حالات کو پڑھتا ہے تو وہ دنگ رہجاتا ہے کہ اس قسم کے انسانوں میں یہ عجیب غریب شخص کسطرح پیدا ہوا جو اُن تمام سے عادات خصائل میں سخت مختلف تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے حالات معلوم ہونے سے پیشتر یہ سمجھ لینا

ضروری ہے کہ یہ کسقدر وسیع سلطنت کے مالک تھے۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ جو سلطنت اسلام بلحاظ وسعت اور عظمت کے "ولید بن عبد الملک" کو نصیب ہوئی وہ اُسکے بعد مشکل سے دوسرے کو ملی کیونکہ اُسکے بعد دوسرے مدعیوں نے سلطنت کے ٹکڑے کر دیئے اور کوئی بہ نفس خود اکیلا حکمراں نہ رہا +

"ولید بن عبد الملک" کا انتقال ۹۶ھ ہجری میں ہوا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز سلیمان بن عبد الملک کے بعد ۹۹ھ میں رونق افروز مسند خلافت ہوئے۔ اسلیئے ولید کے بعد زمانہ دراز نہیں گزرا تھا اور سلطنت کے تمام اجزا اپنی حالت پر تھے اسلیئے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ عمر بن عبد العزیز کی سلطنت "دیوار چین" سے لیکے "اندلس" (سرحد فرانس)، اور "بحر احمر" سے لیکے "سندھ" (ہند) تک تھی۔ ایک عجیبات تھی کہ چین سے چلا ہوا حاجی جو مکہ معظمہ چھ ماہ میں پہنچتا تھا۔ اور قرطبہ سے چلا ہوا حاجی جو مکہ معظمہ میں چھ ماہ طے کرکے پہنچتا تھا اور یہ دونوں وہاں باہم مصافحہ اور معانقہ کرتے تھے۔ ایک ہی بادشاہ کی رعیت ہوتے تھے۔ اور اپنے اپنے سفر میں پورے چھ ماہ کسی غیر سلطنت کے شہر سے گزر کر نہیں آتے تھے بلکہ اپنے ہی بادشاہ کے شہروں سے گزر کر دونوں اپنا سفر پورا کر لیتے تھے +

اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز کسقدر عظیم الشان سلطنت کے مالک اور بادشاہ تھے +

نام۔ نسب۔ ولادت تربیت۔ ولی عہدی	حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان بن الحکم ۶۱ھ اور بقول بعضے ۶۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپکی پیدائش "حلوان"

میں جو مصر کے قریب ایک گاؤں تھا ہوئی۔ اُس زمانہ میں آپکے والد مصر پر حاکم تھے۔ آپ کی والدہ "ام عاصم" عاصم بن عمر بن الخطاب کی صاحبزادی یعنی حضرت فاروق اعظم کی پوتی تھیں۔ اسلیئے یقیناً یہ کہنا درست ہے کہ بنی امیہ میں آپ

جیسے خلیفہ کا پیدا ہونا اور پھر اس عجیب غریب حالات کے ساتھ ہونا حضرت فاروق اعظم کی برکت اور آپ کی ہی نسل کا اثر تھا۔ ورنہ بنی امیہ میں یہ بات کہاں کہ ایسے بابرکت انسان پیدا ہوں۔

آپ کو صغر سنی ہی کی حالت میں آپکے والد نے "مدینہ منورہ" علم و ادب سیکھنے کے واسطے روانہ کر دیا تھا۔ وہاں آپنے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اور حضرت عبیداللہ ابن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما۔ کی خدمت بابرکت میں فیوض حاصل کرتے رہے۔ آپکے والد کی وفات کے بعد خلیفہ عبدالملک بن مروان نے آپ کو دمشق میں بلالیا۔ اور اپنی بیٹی "فاطمہ" سے آپ کا نکاح کر دیا۔

سنہ ۸۶ھ میں عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔ اور ولید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا۔ اُسنے آپکو اُسی سال مدینہ منورہ کا حاکم کرکے روانہ کر دیا۔ جہاں آپ سنہ ۹۳ھ تک رہے۔ حضرت اقدس شاہنشاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار مبارک میں رہنے سے آپ میں عجیب عجیب تبدیلیاں ہوئیں۔ اور پھر مدینہ منورہ اُس زمانہ میں علم و فضل کا مرکز تھا۔ وہاں ہزاروں صلحا اور برگزیدہ انسان سکونت رکھتے تھے۔ چونکہ طبیعت نیک تھی۔ لہذا اُنکی صحبت نے وہ اثرات پیدا کیئے جو خلافت کے زمانہ میں بالکل نمایاں ہوگئے۔ سنہ ۹۳ھ میں ولید آپسے ناراض ہو گیا۔ اور آپ کو معزول کر دیا۔ کیونکہ ولید چاہتا تھا کہ اپنے بعد سلیمان عبدالملک کو خلافت سے معزول کر دے اور اپنے بیٹے کو ولیعہد مقرر کرے۔ مگر آپ اسپر اصرار کرتے رہے اور اسقدر اُسکو مجبور کر دیا کہ آخر اُسنے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

ولید بن عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔ اُسکے بعد سلیمان بن عبدالملک تخت خلافت پر بیٹھا۔ اُسکو آپسے نہایت محبت تھی۔ وہ آپ کو بمنزلہ وزیر کے رکھتا تھا اس واسطے اُسکی خلافت کا قلیل زمانہ بھی نہایت امن وامان سے گزر گیا۔

سلیمان نے اپنے آخری وقت میں اپنے دونوں بھائیوں یزید اور ہشام کو محروم کر کے آپ کو اپنا جانشین نامزد کر دیا۔ اور ایک بند فرمان میں یہی حکم لکھ کے لوگوں سے جبراً بیعت لے لی کسی کو معلوم نہ تھا کہ لفافہ کے اندر خلافت کے واسطے کسکا نام لکھا گیا ہے۔ مگر یہ روایت آپکے طبیعت کے حال کو نمایاں کرنے والی ہے کہ اس واقعہ کے بعد ہشام خلیفہ کا بھائی "رجاء بن حیوۃ" کے پاس جو اُس لفافہ کا رازدار تھا آیا اور کہا مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں بھائی نے مجھے محروم نہ کر دیا ہو۔ تم مجھے بتلادو کہ کسکا نام لفافہ میں ہے تاکہ اگر میرا نام نہ ہو تو سلیمان ابھی زندہ ہی ہیں کوشش کر کے اُنکی رائے پلٹ دوں اور اپنا نام لکھوا لوں۔ اسکے بعد رجاء ابن حیوۃ کے پاس حضرت عمر بن عبد العزیز بھی گئے اور کہا مجھے خوف معلوم ہوتا ہی کہ کہیں سلیمان نے میرا نام خلافت کیواسطے نہ لکھدیا ہو تم مجھے نام تبلا دو سلیمان ابھی زندہ ہی اگر وقعی

خلافت

۹۹ ہجری صفر کے مہینے میں جب سلیمان کا انتقال ہوا اور فرمان مُہر توڑ کے پڑھا گیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز کا نام نکلا۔ عبد الملک کی اولاد کو نہایت غصہ آیا۔ مگر یہ دیکھکر کہ آپکے بعد یزید بن الملک کو خلافت کے واسطے نامزد کیا گیا ہے اُنکا جوش سرد پڑ گیا۔ لیکن آپ کی عجیب حالت ہو گئی۔ آپ جیسے بیٹھے تھے بہت دیر فکر کے باعث ویسے ہی بیٹھے رہے۔ اور بہت دیر کے بعد اُٹھ کے خطبۂ خلافت پڑھا۔ خطبہ سے فارغ ہونیکے بعد حسب معمول نہایت تزک واحتشام سے خلیفہ کی سواری لائی گئی۔ مگر آپنے انکار کر دیا اور اپنا خچر منگوا کے اُسپر سوار ہوئے۔ اور تمام گھوڑوں اور اُنکے باتزک ساز و سامان کو فروخت کرنے کا حکم دیدیا۔ اور اُس کی قیمت خدا کی راہ میں تقسیم کر دی۔

خلافت ملنے کے بعد آپکے چہرے سے ہنسی خوشی کا نور ہوئی۔ اور آپ نہایت غمگین رہنے لگے۔ کیونکہ آپ کو محسوس ہونے لگا کہ مجھپر کتنا بڑا بوجھ ڈالا گیا ہے۔ اور ایک

وقت ہوگا جب کہ مجھ سے اسکا رتی رتی حساب طلب کیا جائے گا۔ خلیفہ ہونیکے بعد آپنے تمام حاکموں کے نام حکم روانہ کر دیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے احکامات پر عملدرآمد کریں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اکثر مقامات پر خطبہ میں بُرا بھلا کہا جاتا تھا آپنے نہایت سختی سے اسکی ممانعت فرمائی۔ اور اسکے بجائے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی" الیٰ اٰخرہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ یہ آپ کی ہی سنت ہے جو آجتک خطبہ کے آخر میں ان آیات کو پڑھا جاتا ہے۔

آپنے خلیفہ ہونیکے بعد "مروانیوں" کے تمام زور توڑ ڈالے۔ اُنکے مظالم کو سختی سے روکا۔ آپکے پیشرو جسطرح مروانیوں کو انعام واکرام سے مالامال کرتے تھے۔ آپنے ہاتھ روک لیا۔ خدا کے خوف سے آپ ہر وقت اسکا خیال رکھنے لگے کہ مسلمانوں کا مال ضائع نہ جائے اور بیجا صرف نہو۔

معاشرت آپ کی معاشرت کو دیکھکر سخت حیرت ہوتی ہے۔ آپکا ذاتی خرچ روزانہ کل دو درہم تھا۔ آپ رات کو ایک کمبل اوڑھکر سوتے تھے۔ آپ کا چراغ تین بانسوں پر مٹی کا ایک دیولہ تھا۔ اور وہ بھی اُسوقت تک جلاتے تھے کہ جبتک مسلمانوں کے کاروبار میں مشغول ہوں اور جہاں فارغ ہوئے۔ پھر اپنے ذاتی کاروبار کیواسطے چراغ کو جلتا ہوا نہیں رہنے دیتے تھے بلکہ اُسکو گُل کر دیتے تھے۔

مرض الموت میں جب ارکان دولت آپکی عیادت کو آئے تو آپکے کپڑوں کو میلا دیکھکر آپ کی بیوی فاطمہ سے عرض کیا کہ آپ انکے کپڑے تو بدل دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں مجبور ہوں۔ امیر المومنین کے پاس یہی صرف ایک جوڑا ہے۔ اسی کو دھوکے پہن لیا کرتے تھے۔

آپ جب خلیفہ ہوگئے تو اپنی تمام لونڈیوں کو آزاد کر دیا جس کی وجہ سے وہ رونے لگیں

کیونکہ اُنکو آپکے ساتھ نہایت درجہ محبت تھی۔ اور تو اور آپنے خلیفہ ہونیکے بعد اپنی بیوی سے کہدیا کہ یا تو اپنے جواہرات کا گراں بہا زیور مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کرو ورنہ مجھہ میں اور تم میں جدائی ہو گی۔ مگر اُس پاک بی بی نے جواہرات پر آپ کو قبول کیا۔ اور لاکھوں روپیہ کا قیمتی زیور جو باپنے جہیز میں دیا تھا بیت المال میں داخل کر دیا۔ اور آپکے ساتھ فقر و فاقہ سے رہنا قبول کیا۔ آپکے غلام کو روز مسور کھانے کو ملتے تھے۔ اُس نے ایکدن شکایت کی کہ روز روز کب تک مسور کھایا کروں۔ خلیفہ کا گھر اور روز مسور ملتے ہیں۔ آپکی بیوی نے اُس سے کہا کہ بیٹا! تیرے مولا امیر المؤمنین کا روزانہ کھانا بھی یہی ہے ؞

ایک دن آپ کا دل انگور کھانے کو چاہا۔ آپنے بیوی صاحبہ سے دریافت کیا کہ اگر تمہارے پاس ایک آدھ درہم ہو تو میں انگور خرید لوں۔ اُنھوں نے کہا کہ درہم تو نہیں ہے مگر آپ امیر المؤمنین ہیں کیا آپ کو ایک درہم کی بھی طاقت بیت المال سے لینے کی نہیں ہے۔ آپنے فرمایا کہ یہ طاقت نہونا اچھا ہے مگر یہ اچھا نہیں ہے کہ ایک درہم کے بدلے کل جہنم میں ڈالا جاؤں ؞

آپکے لباس کی حالت یہ تھی کہ لوگوں نے آپ کو عیدگاہ میں خطبہ پڑھاتے دیکھا کہ آپ جو کرتہ پہنے ہوئے تھے اُسمیں پیوند لگے ہوئے ہیں خطبہ سے فارغ ہونیکے بعد جب آپ گھر کو چلے تو ایک شخص نے جرأت کرکے عرض کر دیا کہ حضرت آپ خلیفہ ہیں۔ کیوں نہیں آپ عمدہ لباس پہنتے تو آپ نے فرمایا کہ میانہ روی تونگری کے وقت اور معاف کرنا معاف کرنیکے وقت سب سے بہتر ہوتا ہے ؞

مروانی اکثر آپکے پاس آتے اور شکایت کرتے رہتے تھے کہ پہلے خلفا ہم کو خوب روپیہ و بخشش دیا کرتے تھے۔ آپنے تو بالکل ہاتھ روک لیا ہے۔ آپ اُنکے جواب میں فرمایا کرتے تھے انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم ؞

عبادت اور تورع

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جیسے زبردست صحابی انہوں نے دس برس حضور پُرنور کی خدمت کی ہے آپ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں "ما صلیت وراء امام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ اشبہ صلوٰۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ھذا الفتیٰ"۔

آپ کی بیوی صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ جب حضرت گھر میں آیا کرتے تھے تو برابر روتے رہتے۔ اور دعا کرتے رہتے۔ یہانتک کہ جب ذرا نیند کا غلبہ ہوتا تو پھر جاگ اُٹھتے۔ اور نمازیں پڑھتے۔ اور اسیطرح ساری رات گزار دیتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آنسو آپ کی آنکھوں سے جاری تھے آپ کی بیوی صاحبہ نے آپسے حالت دریافت کی آپنے فرمایا کہ مجکو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حاکم کیا گیا ہے۔ پس میں غور کرتا ہوں کہ اسمیں بھوکے فقیر بھی ہیں اور مریض۔ اور ننگے۔ اور مظلوم۔ غریب۔ قیدی۔ بوڑھے۔ یتیم۔ کثیر العیال۔ اور پھر ایک جگہ نہیں۔ ہزاروں کوس تک پھیلے ہوئے ہیں۔ مجھے خیال ہے کہ میرا خدا قیامت کے روز ان سب کے اور ان کی حالتوں سے۔ مجھسے سوال کریگا پس خدا معلوم کہ میں ٹھیک جواب دیسکوں یا نہیں۔ اسواسطے رو رہا ہوں۔

ایک دن آپ کا سیب کھانے کو جی چاہ رہا تھا۔ اُسی وقت اتفاق سے ایک رشتہ دار نے سیب روانہ کیا۔ آپنے اُنکو دیکھا اور یہ کہکے کہ تمہارا ہدیہ قبول ہوگیا۔ واپس کردیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت ہدیہ ہے واپس نہ کرنا چاہیئے۔ آپنے فرمایا کہ ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تھا اور ہمارے واسطے وہی ہدیہ آج بمنزلہ رشوت ہے۔

عبادت اور خوف خداوندی کی وجہ سے آپکے جسم کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ اگر کوئی شخص آپ کی پسلیوں کو گننا چاہتا تھا تو بغیر چھوئے صرف دیکھنے سے

ـــــــــــــــ

لہ میں نے رسول اکرمؐ کے بعد کسی امام کے پیچھے آپ کی نماز کی جیسی نماز نہیں پڑھی مگر اس جوان یعنی عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے ۱۲

گن سکتا تھا۔

عدل و انصاف

تمام مورخین بالاتفاق اس امر کو لکھتے ہیں کہ آپکے زمانہ میں عدل و انصاف بھرپور تھا۔ یہاں تک کہ مالک بن دینار جیسے باخدا اور سرتاج صوفیا فرماتے تھے کہ عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ ہونیسے بکری چرانے والوں کو تعجب ہے کہ یہ کیسا شخص حاکم ہوا ہے جسنے بھیڑیوں تک کو روکدیا ہے کہ بکریوں کو نہ ہلاک کریں۔

اُن کی معاشرت اور بے لوث و بے ریا زندگی کا تمام حکام پر ایک عجیب ما فوق العادت اثر پڑا تھا۔ جس کی وجہ سے دنیا کے ایک تہائی حصے میں عجیب غریب امن و امان کا دَور دورہ تھا۔

ولید بن عبدالملک نے جامع دمشق جیسی مایۂ ناز مشہور عمارت کی ضرورت کے واسطے قریب کے ایک گرجا کا کچھ حصہ ناجائز قبضہ میں کر کے مسجد کے صحن میں داخل کر لیا تھا۔ عیسائیوں نے واویلا کی۔ مگر دربار خلافت میں شنوائی نہوئی۔ آخر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں۔ جہاں عیسائیوں کو ایوان خلافت کے بجائے ایک چھوٹے سے مکان میں اور غلاموں اور چاکروں کی ہتیاربند صفوف کے ہیبتناک رستہ سے گزرنے کے بجائے محض چھوٹی سی گلی میں گزر کے خلیفہ کے پاس آنا پڑا۔ شکایت کی۔ آپنے فوڑا مسجد کے اُسقدر حصے کو توڑ دینے کا حکم صادر کر دیا۔ اور مسلمانوں کے باوجود ہزار واویلا کرنیکے اپنے حکم کو واپس نہ لیا۔ آخر مسلمانوں نے عیسائیوں کی خوشامد کی۔ اور کئی لاکھ روپیہ چند گز زمین کے بدلے میں دیکے اُن کو راضی کیا۔ اور مسجد ٹوٹنے سے بچی۔ مسلمان بجا فخر کر سکتے ہیں کہ اُن کی تاریخ میں اور صرف اُنھیں کی تاریخ میں ایسا واقعہ موجود ہے کہ دوسری قوم کے حق کیواسطے اپنی عبادت گاہ کو منہدم کرنیکا حکم دیدیا گیا ہو۔

نہ صرف حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں بلکہ مسلمانوں کے سب سے بڑے نامور اور سب سے باہیبت وشوکت خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضہ کے زمانہ میں جب آپ بیت المقدس کی فتح کے واسطے تشریف لیگئے۔ ایسا دلچسپ واقعہ موجود ہے جو دنیا کی تاریخ میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ میں اس واقعہ کو ڈرائمز آف کرسچینٹی کے مصنف کے الفاظ میں بیان کرتا ہوں +

جب بطریق اعظم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ ہمارے گرجا میں اپنی نماز پڑہیں تو آپنے اس بات کو منظور نہ کیا۔ اور کہا کہ اگر میں اسکو منظور کرلوں تو آئندہ زمانہ میں مسلمانوں کو میرے اس فعل کے تتبع کے لباس میں عہد کو توڑنے کی گنجائش نکل سکیگی" +

بات یہ تھی کہ ظہر کی نماز کا وقت آگیا تھا۔ اور عیسائیوں کا لاٹ پادری سیدنا فاروق اعظم رضہ کو اپنے گرجے کی سیر کرا رہا تھا۔ اسی اثنا میں اس غرض سے کہ اگر خلیفہ نماز پڑہنے چلے گئے تو شاید واپس نہ آئیں۔ یہ درخواست کی۔ آپ اگر چاہتے تو پڑھ سکتے تھے۔ لیکن جس نقطہ خیال سے آپنے انکار کردیا۔ وہ سراہنے اور سیدے انتہا سراہنے کے قابل ہے۔ اور اسپر آجتک عیسوی مورخ رطب اللسان ہیں +

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں خراسان کے گورنر نے لکھا کہ یہاں کی رعایا نہایت نافرمانبردار اور خراب ہوگئی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو کوڑے اور تلوار سے انکو ٹھیک کروں۔ آپنے اسکو جواب میں لکھا:۔

تیرا خط پہنچا۔ تیرا یہ لکھنا کہ رعایا خراسان خراب ہورہی ہے اور اب انکو سوائے کوڑے اور تلوار کے اور کوئی ٹھیک نہ کرسکے۔ بالکل ہی جھوٹ ہے بلکہ انکو ٹھیک کرنے والا عدل و انصاف ہی۔ بس عدل و انصاف کو پھیلا۔ والسلام +

امور سیاست مدن کے رموز سے واقف خوب جانتے ہیں کہ خلیفہ کا یہ حکم کسقدر درست تھا۔ یہ سچ ہے کہ رعایا کو مطیع اور فرمانبردار بنانا تلوار سے ناممکن ہے۔ ہاں عدل و انصاف ہی ایسا جوہر ہے جس سے گردنیں خودبخود جھک جاتی ہیں ۔

ایک شاعر (غالباً جریر بن الخطفی) آپکے پاس آیا۔ آپنے سمجھ لیا کہ میری مدح لکھکر لایا ہے۔ آپنے اسکو منع کر دیا۔ لیکن اُس نے عرض کیا کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح لکھکر لایا ہوں۔ تب آپنے بخوشی اجازت دی۔ اور نہایت توجہ سے اُسکے اشعار سُنے۔ لیکن ختم ہونیکے بعد یہ بھی فرمایا کہ میں تجکو کچھ دیتا۔ مگر کتاب اللہ میں شاعروں کو دینے کے متعلق کوئی حکم نہیں ہے۔ اس لئے مجبور ہوں۔ اُسنے عرض کیا کہ امیر المومنین میں مسافر ہوں۔ اور "ابن السبیل" کو دینے کی اجازت آئی ہے تب آپنے اسکو پچاس اشرفیاں عنایت فرمائیں۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز خداوند عالم کے احکامات کی پابندی کا ادنی ادنی باتوں میں لحاظ رکھتے تھے اور ہر وقت خدا تعالی سے خائف رہتے تھے ۔

اُن کی ایک لونڈی نے خواب دیکھا اور آپسے بیان کرنا شروع کیا کہ میں نے دیکھا کہ میدان حشر و نشر برپا ہے۔ اور خداوند جل وجلالہ تخت عدالت پر متمکن ہے حضور پرنور علیہ التحیۃ والتسلیمات بھی تشریف فرما ہیں کہ اتنے میں فرشتے آپکے دادا مروان بن الحکم کو لائے۔ سوال و جواب ہوئے۔ اور حکم ہوا کہ دوزخ میں لیجاؤ۔ عبد الملک تک آخر یہانتک کہ پھر آپ بلائے گئے۔ اتنا سنا تھا کہ آپ خشیت الہی سے کہ نہ معلوم میرے واسطے کیا حکم ہوا بیہوش ہو گئے گر پڑے۔ اب لونڈی ہزار کہتی ہے کہ امیر المومنین آپکے لیئے جنت کا حکم ہوا۔ مگر امیر المومنین کو خبر ہو تو سنیں۔ آخر بہت دیر میں ہوش آیا اور شکرانہ کی نماز ادا کی ۔

آپکے متعلق بزرگان امت کے اقوال۔ حضرت انس بن مالک رض جیسے جلیل القدر صحابی اور حضرت مالک ابن دینار کی رائے پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اب دو تین بزرگانِ امت کے اقوال اور بیان کئے جاتے ہیں *

حضرت سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے کہ خلفا پانچ ہیں۔ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم *

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عمر بن عبدالعزیز بنی امیہ میں نہایت نجیب یعنی شریف ہیں اور وہ قیامت کے روز جیسے اُٹھے گا *

حضرت میمون بن مہران فرماتے تھے کہ علما، عمر بن عبدالعزیز کے شاگرد ہیں انہیں کا یہ مقولہ بھی ہے کہ خدا لوگوں کی خبرگیری پے درپے انبیاء روانہ فرما کے کرتا رہتا تھا۔ اور اب اُس نے ہماری خبرگیری عمر بن عبدالعزیز کو بھیجکر کی ہے *

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اس امت میں اگر کوئی مہدی ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہے *

حضرت ابن سیرین جب آپکا نام لیتے تو "امام المہدی" سے ملقب کرتے تھے *

حضرت مالک بن دینار کا مقولہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ مالک زاہد ہے مگر بڑا زاہد تو عمر بن عبدالعزیز ہے جسکے پاس دنیا آئی۔ اور اُسنے اُسے چھوڑ دیا *

حضرت خواجہ حسن بصری رض نے جب آپکے انتقال کی خبر سنی تو فرمایا خیر الناس کا انتقال ہوگیا *

حضرت خواجہ حسن بصری رض یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر کوئی مہدی ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہے۔ ورنہ سوائے عیسےٰ بن مریم کے اور کوئی مہدی نہیں ہے *

ہمارا دل چاہتا تھا کہ اس مقام پر عمر بن عبدالعزیز کے چند اقوال جو نہایت حکیمانہ ہیں

بیان کریں۔ مگر مضمون طویل ہوگیا ہے۔ اسلیئے چھوڑ دیتے ہیں +

آپ کا انتقال سنہ ۱۰۱ھ میں رجب کی پچیسویں تاریخ کو ہوا۔ ۳۹½ سال
وفات
کی عمر میں بمقام دیر سمعان ہُوا۔ دیر سمعان حمص کے قریب ایک گاؤں ہے۔
بنی امیہ نے آپکو زہر دیا اور افسوس ہے کہ اُنکی اِس پاجیانہ حرکت سے اِس
مقدس خلیفہ کا زمانۂ خلافت کل ۲ برس ۵ ماہ رہا۔ آپ کی حکومت کے قلیل زمانہ
میں فتوحات اگرچہ رُکی رہیں۔ لیکن ملک کی اندرونی اصلاح بے انتہا ہوئی۔ تمام ملک
میں عدل و انصاف کا ڈنکہ بجتا رہا۔ امید تھی کہ اگر خدا آپ کو مہلت دیتا اور آپ اندرونی
اصلاح سے فارغ ہوجاتے تو ملک گیری اور فتوحات کی جانب توجہ فرماتے۔ مگر
معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ملک گیری کی ہوس بالکل نہ تھی اور آپ کو قتل و خون کے بازار
گرم رکھنے سے نفرت تھی۔ کیونکہ اُس زمانہ میں مسلمانوں کے اقبال کا ستارہ افق النہار
پر تھا۔ پس کسی کی مجال نہ تھی کہ مسلمانوں کے مونہہ آئے اور مسلمانوں کو مجبوراً کشت و خون
کا بازار گرم کرنا پڑے +

نتیجہ
یہ کہانی اور قصہ نہیں بیان کیا گیا ہے بلکہ حقیقت میں آپکے واقعات سے اُن لوگوں
کو جو ذراسی دولت پاکے آپے سے باہر ہوجاتے ہیں۔ غور کرنا چاہیئے کہ حضرت
عمر بن عبد العزیز جیسے انسان کی جنکی حکومت آجکل کے شاہنشاہوں سے بڑھکر تھی کیا
حالت رہی۔ اور اُنہوں نے کبھی اِن فانی اشیاء پر فخر نہ کیا اور ہمیشہ خدا سے خوف کرتے
رہے۔ نیز اِس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اُس عرب میں پیدا ہونیوالے اُمی مقدس باعظمت انسان
کا کیا مرتبہ ہے کہ اُسکے ادنی ادنی غلام کیسے کیسے زبردست مرتبوں تک پہنچے کہ دنیا میں اُنکا
مد مقابل کوئی نہ رہا اور خدا کی باجبروت پیشین گوئی "انتم الاعلون"۔ کلمۃ اللہ ھی العلیا
کس صفائی سے پوری ہوئی + پس اِن واقعات سے ہر ایک مسلمان کی روح ذلت اور خشوع سے
جناب باری کی بارگاہ میں جُھک کے حمد و ثنا بجالاتی ہے اور روح پر فتوح حضور شاہنشاہ نبوت

۳۲۲ سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم پر لاکھ لاکھ درود بھیجتی ہے +

منقبت

حسب فرمائش برادر مرحوم احمد سعید خاں صاحب رئیس والوں نوشتہ بودم

سلطان مشائخ پہ دل و جاں سے فدا ہو
وہ خسرو دوراں ہی جو اس در کا گدا ہو

تم دیدۂ ظاہر کی رسائی سے جدا ہو
تمکو کوئی کیا سمجھے۔ کہ محبوب خدا ہو

یکتائے زماں نشۂ وحدت میں ہو سرشار
اللہ میں فانی ہو شہِ ملکِ بقا ہو

کشافِ حقائق ہو ادا فہم حقیقت
تفسیر ولایت ہو زباں دان ملا ہو

ہو عقد فریدی کے عجب گوہر یکتا
روشن گہر ایسے ہو کہ خود نور ہدیٰ ہو

خود قبلہ کا رخ جسکی طرف کو ہی ازل سے
اُس قبلۂ مقصود کے تم قبلہ نما ہو

خالق کی اطاعت میں دل و جاں سے ہو سرگرم
مخلوق کو خالق کی طرف راہنما ہو

اللہ کے پیارے ہو پہ ہو تابع فرماں
راضی ہے خدا تم سے پہ راضی برضا ہو

نیرنگیِ اخلاص کا کچھ رنگ جدا ہے
یہ محو محبت ہو کہ محبوب خدا ہو

سلطان مشائخ کے گدا شاہ جہاں ہیں
سر حسرت بے مایہ کا اس در پہ فدا ہو

جبیب الرحمن حسرت شروانی

سرّ الدعا

جناب پادری سی۔ ایف اینڈروز صاحب مشرقی و مغربی علوم کے شہرہ آفاق فاضل ہیں۔ دنیا کے اخباری منظر پر آپ کا نام نامی اکثر نظر آتا ہے۔ ہمارے حلقہ کے خادم اور اپنے شاگرد رشید ضیاء الدین صاحب برنی کے ذریعہ سے ذیل کی سطریں سرِّ دعا پر نظام المشائخ کو عنایت فرماتے ہیں جو ہر مذہب کے آدمی کو فائدہ بخش ہونگی ٭

دعا کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے ارادے اور مرضی کو اللہ کے ارادے اور مرضی کے ماتحت کر دے۔ کیونکہ اللہ جو کچھ کرتا ہے۔ وہ پاک۔ بہتر اور رحیمانہ ہوتا ہے۔ تمام پاکیزگیاں اور خوبیاں اللہ ہی کے لیئے ہیں۔ انسانی زندگی کی بہتری اور اُسکا تقدس اُسیوقت تک ہی۔ جبتک کہ وہ رضائے الٰہی پر چلتا ہے۔ دعا انسانی روح کی آواز ہے جو صفائی قلب اور نیکی کے حصول کے لیئے خداوند جل و علا کے سامنے آہ و زاری کرتی ہے۔ اور جس نسبت سے یہ برکتیں خدا تعالیٰ کیطرف سے انسانی روح پر نازل ہوتی ہیں۔ اُسی نسبت سے اسمیں وہ روحانی قوت پیدا ہو جاتی ہے جو دوسرے لوگوں کے لیئے دعا کو ممکن اور کارگر بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عابدوں اور زاہدوں کی دعاؤں میں حیرت انگیز اثر دیکھا جاتا ہے۔ سب سے پیشتر اول تو وہ خود تمام بُری خواہشوں اور ناپاکیوں سے پاک ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ باری تعالیٰ سے روحانی قوتوں کے حصول کے طلبگار رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُنکے نفوس دوسرے لوگوں کے واسطے دعا مانگنے کے لائق ہو جاتے ہیں اور ان کی دعائیں مرتبہ قبولیت حاصل کر لیتی ہیں۔ چنانچہ انجیل میں آیا ہے کہ

راستبازی کی دعا جو خشوع و خضوع کے ساتھ کیجائے مستجاب ہوتی ہے +

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا کسی شریر النفس اور جھوٹے شخص کی دعا کو بھی قبول کرتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ نہیں! اسوقت تک اسکی دعا قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اپنے پچھلے گناہوں سے توبہ نہ کرے اور اپنی برائیوں اور بدنفسیوں کو چھوڑنے پر پورے طور سے تیار نہ ہو جائے۔ کیونکہ خدا تعالی کو ایک بدنفس انسان کی دعا میں کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اگر وہ اپنی بدی سے باز آئے اور وہ کام کرنے لگے جو خدا کے نزدیک اچھے اور نیک ہیں تو یقیناً اسکی دعا قبولیت کے قابل ہو جائیگی۔ اور خدا تعالی اسپر اپنی برکتیں نازل فرمائیگا اور اسکی دعا کو قبولیت بخشیگا جو بالیقین اسکے حق میں ہر طرح سے مفید اور فائدہ مند ثابت ہوگی۔

اس لیے اس سے پیشتر کہ ہم عبادت کے لیے خدا کے حضور میں کھڑے ہوں ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور اسکی خوب اچھی طرح سے جانچ پڑتال کرلیں۔ اور نہایت غور و خوض کو کام میں لاکر دیکھیں کہ آیا ہم نے کسی پڑوسی کے ساتھ کسی قسم کی [illegible] ارتکاب کرنے پر اگر ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہم نے برائی کی ہے تو سب سے اول ہمیں اسکی تلافی کرنی چاہیئے اور اس سے معافی مانگنی چاہیئے۔ روایت ہے کہ ایک شخص کو اپنے کسی غریب پڑوسی دوکاندار کے بیس روپے دینے تھے۔ دوکاندار نے اس سے کئی دفعہ اپنے روپیوں کا تقاضا کیا۔ لیکن ہر دفعہ وہ یہی کہکر ٹال دیا کرتا کہ "میاں دوکاندار میں چند یوم میں ادا کردونگا" اسکے روپے نہ دینے کے سبب غریب دوکاندار کو بڑی بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ انہیں دنوں میں مقروض نے بارگاہ ایزدی میں اپنے بیٹے کی صحتیابی کے لیے جو بہت عرصہ سے بیمار تھا۔ دعا مانگی۔ اس نے دعا تو مانگی لیکن پہلے اسکو اس بات پر غور کرنا چاہیئے تھا کہ آیا میرا سلوک اور برتاؤ میرے پڑوسیوں

کے ساتھ اچھا ہے یا نہیں۔ اور اگر وہ سوچتا تو اُسکو اپنا قرض ضرور ہی یاد آجاتا۔ اور اگر وہ اپنا قرض اداکردیتا اور اپنے ہمسایہ کا ہر طرح کا قرض اداکردیتا تو یقینی امر تھاکہ خدا اُسکی عاجزانہ دعاکو قبول فرمالیتا۔ لیکن جیساکہ ظہور میں آیا۔ اُسکی دعا مطلق بارگاہ خداوندی میں باریاب نہ ہوئی۔

کیا خداتعالی ایسے شخص پر جو دوسرے لوگوں کی خطائیں معاف نہیں کرتا اور غریب لوگوں پر در بخشش نہیں کھولتا۔ اپنی برکتیں نازل کرتا ہے؟۔ اور اُسکی دعائیں قبول فرماتا ہے؟ نہیں! کیونکہ خداتعالی ہمارے گناہ نہیں بخشیگا اگر ہم ایک دوسرے کی خطاؤں اور قصوروں کو درگزر نہ کرینگے۔ اور جب خدائے برحق ہی ہمارے گناہوں کو معاف نہیں کریگا تو ہم پر کس طرح اُسکی برکتیں نازل ہوسکتی ہیں۔ اسلیئے اگر ہم خداتعالی سے اُسکے فضل اور بخشش کی دعا مانگیں تو ہمیں چاہیئے کہ اُسکے بندوں سے مہربانی اور عنایت روا رکھیں۔ اور اگر ہمارے دل میں اُنکی طرف سے محبت کی بجائے بغض و عناد بھرا ہوا ہے تو ہم اُنسے مہربانی اور محبت نہیں کرسکتے کہتے ہیں کہ کوئی دو بھائی تھے جو ایک امیر کے پڑوس میں رہتے تھے۔ اتفاق سے ایک بھائی کو امیر سے حسد پیدا ہوا اور اُس نے کوشش شروع کی کہ اسکو تکلیف پہنچائے۔ اور ہمیشہ اُسکی نسبت بُرے الفاظ استعمال کیا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ اُسکی یہ عادتِ بُرائی پختہ ہوگئی۔ اور اگرچہ اُس امیر آدمی نے اُسکو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تھی۔ لیکن وہ اُسکا دشمن ہوگیا۔ اور کوشش کرتا تھاکہ اُسکی دولت کا کچھ حصہ کسیطرح حاصل کرے۔ اِسی اثنا میں اُسنے خدا سے اپنی موجودہ دولت کی زیادتی اور خوشحالی کے لیئے دعا مانگی۔ لیکن بجائے اِسکے کہ اسکی دعا قبول ہوتی اُلٹا اثر ہواکہ دن بدن وہ غریب ہوتا گیا۔ بیشک اُس نے اپنا عزیز وقت اپنے امیر ہمسایہ کی فضول دشمنی میں کھویا۔ اور اُسکے دل میں اتنا غبار (حسد) تھاکہ جب کبھی وہ دعا

مانگتا۔ اُسکی دعائیں قبولیت کے درجہ کو نہ پہنچتیں۔ اب ذرا دوسرے کا حال سنو۔ وہ بڑا مہربان اور رحیم دل تھا۔ اور ہمیشہ اپنے ہمسایوں کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا۔ اسلیئے جب کبھی وہ دعا مانگتا۔ خدا تعالیٰ اُسپر بڑی بڑی برکتیں نازل فرماتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تھوڑے دنوں میں خوش حال ہوگیا۔ اُسکی زمین اور اُسکی دولت میں نمایاں ترقی ہوگئی۔ اور اُس نے مہربانی اور خیرات کے بڑے بڑے کام کیئے۔ اور جس وقت اُسکا انتقال ہوا۔ سب آدمیوں نے اُسکی نیکی اور بھلائی کی تعریف کی۔ اُسکے بیٹے اُسی کے نقش قدم پر چلے۔ اور وہ بھی خوب پھلے پھولے۔ حسن سلوک اور عفو کی خدا تعالیٰ کی نگاہ میں یہ قدر ہے۔

پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم پر اپنی بخشش اور برکتیں نازل فرمائے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم منشائے الٰہی کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔ خدا تعالیٰ رحیم وکریم ہے۔ اسلیئے ہمیں بھی اُسکے بندوں پر رحیم وکریم ہونا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ مقدس اور راستی پسند ہے۔ اسلیئے ہمیں بھی ویسا ہی ہونا چاہیئے۔ اور صرف یہی طریقے ایسے ہیں جن پر عمل کرنے سے ہم خدائی برکتوں اور بخششوں کے مستحق بن سکتے ہیں۔ اور جن سے ہماری دعائیں درجۂ قبولیت حاصل کرسکتی ہیں۔

اسلیئے دعا مانگنے سے پیشتر چاہیئے کہ ہم خدا کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کریں۔ اور اگر ہم نے کسی کے ساتھ برائی کی ہو تو جتنی جلد اور جس طریقہ سے ممکن ہو۔ ہمیں اس برائی کو اچھائی سے بدلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر ہمیں کسی پڑوسی کا کچھ قرضہ دینا ہے تو فوراً ادا کرنا چاہیئے۔ اگر ہمارے دل ناپاک خیالات اور بُری خواہشوں سے بھرے ہوئے ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ اپنے دلوں سے ایسے خیالات کو فوراً نکال دیں۔ اگر ہم کسی شخص سے ناراض

ہیں - اور اسکی طرف سے ہمارے دل میں عناد اور غبار بھرا ہوا ہے تو ہمیں اُسکے پاس جاکر اُس سے معافی مانگنی چاہیئے - اور بالفرض اگر اُس نے ہمارے ساتھ کسی قسم کی برائی کی ہے تو ہمیں اُسکو معاف کردینا چاہیئے - اَور اسیطرح ہم سب دعا کیلئے تیار ہوجائیں - اور نہایت بھروسہ اور اعتقاد کے ساتھ درگاہ خداوندی میں دعا مانگیں - اور اِس بات کا خیال رکھیں کہ خدا تعالیٰ رحیم و فیاض ہے - اور اُن لوگوں پر جو اسپر توکل کرتے ہیں - اور نہایت خلوص اور محبت کے ساتھ اُسکی خدمت کرتے ہیں - اپنا فضل کرتا ہے ٭

سی - ایف اینڈروز

ایک عیسائی درویش کی وفات

روس کے مشہور تارک الدنیا فاضل کونٹ ٹالسٹائی کے انتقال کی خبر آئی ہے - مرنے والے روس کے نامور امیر تھے - جنہوں نے اپنی تمام دولت غربا اور محنت کش انسانوں کو تقسیم کردی تھی اور معمولی فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے وہ اپنے وقت کے سب سے بڑے انشاپرداز اور ناول نویس تھے جن کی آزادانہ وبیباکانہ تحریر کا تمام دنیا میں سکہ چلتا تھا - انکو روس کے موجودہ عیسائی عقائد سے انکار تھا - اور اصلاح کی کوشش کرتے رہتے تھے - اسلئے مذہبی پیشوا اُن سے ناراض تھے - مرحوم دین اسلام کی روش دل سے شیدا تھے - چنانچہ جب حلقہ کے خادم آنریبل عبداللہ المامون السہروردی نے اُنسے ملاقات کی تو انہوں نے اسلامی اصول کی نسبت عمدہ خیالات ظاہر کیے تھے - پس جسطرح ہمارے آقا رسول خدا صلعم نے غائبانہ ایمان رکھنے والے نجاشی شاہ حبش کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی - ہم کو بھی چاہیئے کہ محبان اسلام کونٹ ٹالسٹائی کے لیے غائبانہ دعائے مغفرت کریں ٭

نورِ حق

از جناب مولوی نذر محمد صاحب بی اے۔ اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس حلقہ دہلی

پردہ آنکھوں سے ہٹا نور خدا دیکھا ہے
آنکھیں حیرت زدہ ہیں ہمنے یہ کیا دیکھا ہے

ابتدا سے تھی ہمیں خواہش عرفاں دلمیں
بے نیازی کا تری آج مزا دیکھا ہے

تجکو ڈھونڈے کوئی کیوں کوہ و بیاباں جاکر
نور تیرا تو ہر اک دل میں بھرا دیکھا ہے

واہ رے چرخِ کہن دیکھ لی پیری تیری!
خود کجی جس میں ہو وہ راہنما دیکھا ہے؟

مجکو حاجت نہیں اب خضر مبارک پے کی
غیبی تائید سے اب راہِ صفا دیکھا ہے

رازِ ہستی! تو سماجا میرے دل میں آکر
میں نے سرِّ ازلی تجھ میں آ دیکھا ہے

حضرتِ ناصح کی اب بات سُنی جانے لگی
واہ کیا کہنے ہیں۔ کیا دور پھرا دیکھا ہے

نکہتِ سے ہوئے انوارِ حقیقت ظاہر
کوئے الفت میں عجب راز چھپا دیکھا ہے

مرے مولا تری دنیا بھی عجب ہے رنگیں
میں نے ہر گل کا یہاں رنگ نیا دیکھا ہے

سیرِ دنیا میں ہیں اعجوبے ہزاروں دیکھے
جس جگہ ڈالی نظر گل ہی کھلا دیکھا ہے

واہ رے شوقِ طلب! تونے پھرایا در در
تونے اس بادیہ پیمائی میں کیا دیکھا ہے

نہ فقط قیس ہی دیکھا رخم لیلے میں پھنسا
ہمنے لیلے کو بھی پابندِ بلا دیکھا ہے

تیرہ کا تقوے تھا زمانہ میں سدا سے مشہور
اسکو دل بستۂ طامات وریا دیکھا ہے

غرب سے شرق تلک تیری تجسس میں گئے
کیا کرشمہ تیرا اے بانگِ درا دیکھا ہے

تذر ایشاں بہ نیازے دل و جانم کردند
تنگ کردند من ساحتِ ہر دو عالم

محفلِ شوق ز وابستگیِ شانش برہم
شعرِ حافظ بہ تحیر بزبانم راندم

دوش وقتِ سحر از غصہ نجاتم دادند
اندراں ظلمتِ شب آب حیاتم دادند

جلوۂ حسن سے معمور ہی ساری دنیا　　ہے رواں چاروں طرف نور ازل کا دریا
حسن صورت ہی اگر راحت دو جہان جہاں　　حسن سیرت پہ تو ہوتے ہیں ملائک بھی فدا
حسن ہے دوسرے لفظوں میں ظہور خالق　　مجلۂ خالق کی قسم ہے یہ فقط عکس خدا
خود خداوند کو ہے خوبی عالم منظور　　صورت خوب ہے ہر حال میں مقبول خدا
نہیں مطبوع مجھے دائرۂ تنگ مجاز　　نور پہنائے حقیقت ہی جو دل پر چمکا
کوہ و دریا میں مجھے حسن نظر آتا ہے　　در و دیوار میں ہی نور خدا کا جلوا
چشم امعان سے دیکھے کوئی گر دنیا کو　　ہے بھرا حسن سے فطرت کا مرقع سارا
باوجود اسکے اگر حسن کو ڈھونڈے کوئی　　ایسے انسان کو کیونکر نہ کہیں ہم اندھا
فیلسوفوں میں ہوئی حسن پہ اکدن تکرار　ق　مختلف معنی ہر اک حسن کے بتلاتا تھا
بحث در بحث سے نکلا نہ نتیجہ کچھ بھی　　سبھی حیراں تھے کہ ہو فیصلہ کیونکر اسکا
ایک بت ساز نے اس بات کو سن کر فورا　　بت بنا کر سر بازار یہ دی اسنے صدا
جسکو اچھی لگے جو چیز نشاں اسپہ کرے　　الغرض شام تلک ہو گیا سب بت کالا
دوسرے دن وہی بت صاف شدہ پھر رکھا　　اور اسیطرح سے ساتھ اسکے قلمدان دھرا
شام تک کالا ہوا سارا ہی بت پہلی طرح　　پھر تو سب خوش ہوئے کہنے لگے واہ واہ
حسن کچھ چیز نہیں حسن ہی دل کی چاہت　　دلمیں گر چاہ نہیں اچھے سے اچھا ہی برا
حسن ہی عام نہیں ابیض و اسود ہی میں　　یوسف مصر میں تھا حسن تو لیلیٰ میں بھی تھا
یا خدا مجھپہ کرم کر میں رہوں قید سے دور　　حسن سے پاؤں بھرا ایں رخ فطرت سا
یا خدا تجھکو ہے معلوم میں ہوں مست الست　　درمیاں تیرے میرے ایک ہی حائل پردہ

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہر چہ استاد ازل گفت ہماں میگویم　　(حافظ)

خادم حلقہ نذر محمد عفی عنہ

عید

ہم خان بہادر مولوی مرزا سلطان احمد صاحب بی اے ۔ ایم آر اے ایس ممبر کونسل بہاولپور کی نوازش کے از حد احسان مند اور شکر گزار ہیں کہ انہوں نے عید کی فلاسفی پر یہ بیش بہا مضمون اس زمانہ میں تحریر کیا جبکہ وہ حادثہ عجیب سے مجروح و صاحب فراش تھے ۔

ہمیشہ عید بود در سرائے آں قانع
کہ در نظر لبِ نانے چو ماہِ نو دارد

دنیا کے شروع سے دو حصے چلے آئے ہیں ۔ اور کسی نہ کسی حد تک دونوں میں نسبت بھی ہے ۔

(الف) روحانی حصہ ۔

(ب) جسمانی حصہ ۔

چونکہ دنیا اور دنیا کی تمام موجودات اور کائنات کا شروع ایک تنے سے ہوا تھا ۔ اسی واسطے ان دونوں حصوں یا اُن حصوں کے اجزائے میں کچھ نہ کچھ نسبت اور مشارکت کسی نہ کسی رنگ میں پائی جاتی ہے ۔ روحانی حصہ کی تفریق مختلف مشارب اور مذاہب میں تقسیم کی گئی ہے ۔ گو یہاں ہر مشارب اور مذاہب میں اختلافات بھی ہیں ۔ لیکن باینہمہ بوجہ توحد ابتدائی یا مشارکت بنیادی کے اُن میں باہمی نسبتیں بھی پائی جاتی ہیں ۔ ہر مذہب کی روحانیات میں ایک قسم کی مناسبت موجود ہے اور ایسی مناسبت ثابت کرتی ہے کہ یہ رَو ایک ہی چشمہ سے آ رہی ہے ۔ اسی طرح دنیاوی یا جسمانی حصوں میں بھی باوجود مختلف مغائرتوں اور مبائنتوں کے ایک قسم کا اتحاد اور تشارک پایا جاتا ہے

بے شک تمدن کی کیفیت گونہ مختلف ہے۔ لیکن بہ یہی ہر قدم یا ہر ملک کا تمدن دوسرے ملک کے تمدن یا طرز تمدن سے کچھ نہ کچھ مناسبت ضرور رکھتا ہے +

جو جذبہ یا جو خواہش طبعی اور فطرتی ہے وہ ہر رنگ کے حصہ روحانی اور جسمانی میں اپنی جھلک دیکھاتی ہے۔ خوشی اور فرحت کی خواہش فطرتی اور طبعی ہے۔ اور کل مجموعۂ انسانی میں یہ جذبہ موجود یا مودعہ ہے کوئی قوم اور کوئی نسل اس سے خالی نہیں بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ روحانیات میں یہ جذبہ یا تو بالکل معدوم ہو جاتا ہے یا جان بوجھ کر معدوم کر دیا جاتا ہے۔ میری رائے میں یہ خیال درست اور صحیح نہیں۔ روحانیات کا حصہ اس جذبہ سے کسی حالت میں بھی خالی نہیں ہوتا۔ اور نہ کبھی روحانی بزرگوں کا یہ منشا ہوا ہے کہ روحانی دنیا اس سے محض نا آشنا رہے۔ میری رائے میں روحانی بزرگ اس جذبہ کے سب سے بڑھ کر حامی اور موید ہیں۔ جسمانی دنیا کے لوگ تمام خوشیوں اور تمام مسرتوں کا خاتمہ صرف اس دنیا میں کر دیتے ہیں۔ لیکن روحانی دنیا کے بزرگ دوسری دنیا میں بھی اسکے نشو و نما کے معترف ہیں ؎

حیرت ہر کس دریں عالم بقدر بینش ست ہر کہ بینا تر دریں ہنگامہ حیران بیشتر

یہ کہنا کہ مذاہب میں کوئی خوشی یا کوئی جذبہ فرحت نہیں ہے درست نہیں مذاہب جن مسرتوں اور جن فرحتوں کا انسان کو روحانی رنگ میں وارث بناتا ہے جسمانی قانون اُس کا عشر عشیر بھی نہیں بناتا۔ جسم دم تک ہی ضمانت دیتا ہے۔ لیکن روح اور روحانیت اس سے اعلیٰ درجہ تک بھی وعدہ کرتی ہے۔ دنیا کی منڈیوں میں جسقدر مذہبی رنگ میں تہوار اور خوشی کے دن پائے جاتے ہیں۔ اس قدر جسمانی رنگ میں نہیں ہیں۔ جسمانی رنگ کے لوگ تمام خوشیاں اور تمام مسرتیں یہیں چھوڑ جاتے ہیں۔ لیکن روحانی رنگ کے بزرگ یہ نعمت کسی اور آئندہ وقت پر بھی موقوف رکھتے ہیں ؎

جمعے کہ زیر خاک دلِ پاک مے برند — باخود بہشت را بتہ خاک میبرند

بعض خوشیاں اور بعض فرحتی جذبات صرف روحانی یا صرف جسمانی رنگ میں ہی ہوتے ہیں۔ لیکن بعض روحانی مسرتیں یا روحانی خوشیاں دونوں رنگ میں جلوہ نما ہوتی ہیں۔ اور اُن سے دونوں رنگ میں لوگ مستفیض اور مستفید ہوتے ہیں۔

ہر مذہب اور ہر قوم میں مختلف دن مختلف ناموں سے منائے جاتے ہیں۔ یہود اور عیسائیوں میں بھی چند تہوار ایسے ہیں جنہیں عید یا کسی اور نام سے منایا جاتا ہے۔ انجیل اور توریت سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ یہودیوں میں بھی عید منائی جاتی ہے اور اسکی بنیاد کسی مذہبی حکم یا رسم کے ہی تابع تھی۔ اور عیسائیوں میں بھی اسکا شائبہ کسی نہ کسی رنگ میں پایا جاتا ہے۔

اہلِ ہنود میں بھی اس قسم کے دنوں اور تہواروں کا پتہ ملتا ہے۔ زردشتیوں اور بدھ میں بھی اسکی ضرورت اور اسکی خواہش کسی نہ کسی حد تک تسلیم کی گئی ہے۔

مسلمانوں میں دونوں عید کے تہوار جو مذہبی رنگ میں منائے جاتے ہیں یہ کوئی نوکھے اور نئے دن نہیں ہیں پرانے دن ہیں اور انکی بنیاد طبعی جذبات پر رکھی گئی ہے۔ گو ان میں مذہبی رنگت زیادہ پائی جاتی ہے۔ لیکن روحانی راہوں سے ان جذبات کا ایفا کیا گیا ہے۔ جس کا ہر انسان کسی نہ کسی حد تک خواہشمند ہے۔

سودا بکوہ و دشت صلا میزند مرا — ہر لالہ پیالہ جدا میدہد مرا

مسلمانوں میں عیدیں دو ہیں۔

(الف) روزوں کی عید۔

(ب) قربانی کی عید۔

دونوں عید میں مسلمان خوشی کرتے اور جشن مناتے ہیں۔ بچوں۔ بوڑھوں جوانوں عورتوں۔ مردوں میں ایک قسم کی تحریک اور اُمنگ پیدا ہوتی ہے۔ سب لوگ اپنے

اپنے رنگ میں عید منانے کی کوشش کرتے ہیں ٭

روزوں کی عظمت اگرچہ مذہبی رنگ میں کیسی ہی ہو۔ اُن میں ایک قسم کی کلفت تو ضرور ہوتی ہے۔ شرعی خیالات سے ہٹ کر اگر دیکھیں تو یہ کہنا ہی پڑیگا کہ چھوٹی عید میں بمقابلہ بڑی عید کے اس واسطے بھی بشاشت اور خوشی زیادہ ہوتی ہے کہ اسکے انتظار میں ایک ہی رنگ میں ایک مہینہ برابر گزارنا پڑتا ہے۔ اس ایک مہینہ میں انسان اپنی زندگی کی جسمانی رفتار اور روحانی افتاد ایک خاص طور پر رکھنے اور نبھانے کا عادی ہوتا ہے ٭

جو دن تکلیف کے بعد خوشی کا آتا ہے اور جب اچھا کھانا بُرے اور بدمزہ کھانے کے بعد ملتا ہے اُسمیں ایک خاص جذبہ اور خاص لذت ہوتی ہے۔ اور ایک ایسی فرحت جو انسان کے واسطے ایک خاص حجت رکھتی ہو حاصل ہوتی ہے ٭

نتیجہ یہ نکلا کہ روزوں کی کلفت کی وجہ سے چھوٹی عید میں نسبتاً خوشی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ تو جسمانی رنگ میں ہوا۔ روحانی رنگ میں چھوٹی عید میں انسان اپنے آرام اور آسائش کی گونہ قربانی کرتا ہے۔ اور اپنے تئیں ہر روز مہینہ بھر ایک تکلیف میں ڈالتا ہے۔ گویا بڑی عید میں انسان قربانی دیتا ہے۔ اور اس میں خود اپنی قربانی کرتا ہے ؎

خوشا کسے کہ بخونِ جگر وضو سازد باشک سینۂ خود پاک راز و سازد

دراصل دونوں عیدوں میں اپنے اپنے رنگ کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ کوئی عید بھی دونوں میں سے بلا قربانی کے نہیں منائی جاسکتی ٭

اس سے یہ زندہ اصول نکلا کہ کوئی بھی خوشی اور صادق مسرت سوائے تکلیف میں پڑنے اور قربانی کے حاصل نہیں ہوسکتی اور کوئی راحت بجز اس قربانی کے حاصل ہونا دشوار اور مشکل ہے ؎

بحرف اگرچہ تواں یافت حال ہر کس را لب خموشش بود ترجمانِ درویشی

بعض وقت صوفیائے کرام جو صائم الدہر رہتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی جسمانی قربانی دے کر ہر شام ایک صادق خوشی کی لئے میں روزہ کھولتے ہیں عید قربان میں جو جانوروں کی قربانی دیجاتی ہے دراصل وہ اپنی اُس قربانی کا معاوضہ اور فدیہ ہوتا ہے جو عید رمضان میں جسمانی رنگ میں ایک مہینہ برابر دیجاتی ہے، اور اُس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ ہر سختی اور ہر تکلیف کے بعد خوشی کی نمود ہوتی ہے عید قربان میں جو جانور قربانی دیئے جاتے ہیں وہ صرف ایک صدقہ اور فدیہ ہوتا ہے صدقہ اور فدیہ کا دینا کسی مذہب میں ممنوع نہیں ہو کسی میں نقد کسی میں غلہ کسی میں خام کسی میں پختہ صدقہ اور فدیہ دیا جاتا ہے۔ ہندوؤں مسلمانوں میں جانوروں کا فدیہ یا صدقہ جو شروع کیا گیا ہے یہ اس لحاظ سے نہیں کہ ان مذاہب میں جان کا لینا موجب ثواب ہے بلکہ اس واسطے کہ جو شئے اُن میں مذہبًا جائز قرار دی گئی ہے اُس میں سے وہ فدیہ اور صدقہ دیں۔ چونکہ ان مذاہب میں گوشت کھانا اور ذبح کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس واسطے مشروع جانوروں کی قربانی بھی جائز رکھی گئی ہے۔

دونوں عیدوں کی خوشی گو بظاہر جسمانی رنگ میں ظاہر ہوتی ہے اور اسکا اظہار زیادہ تر لباس اور کھانوں سے کیا جاتا ہے۔ لیکن اصل اظہار اس خوشی کا محبت کے رنگ میں ہوتا ہے۔ دونوں عیدوں میں خوشی ایک تکلیف کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ ایک عید میں خود تکلیف اُٹھائی جاتی ہے۔ اور دوسری میں فدیہ کی صورت میں گوارا کی جاتی ہے۔

تکلیف کے بعد جو محبت اور جو خوشی ہوتی ہے۔ وہ ایک خاص قیمت رکھتی ہے اور اُس کا ایک خاص سماں ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں عیدوں کا اصل مفہوم محبت ہے

یا اظہارِ محبت۔ اور اسی پر روحانی اور جسمانی سلسلہ کی بنیاد ہے۔ ان حالات میں عیدین کیا ہوئیں؟

(۱) اظہارِ محبت۔

(۲) اظہارِ خلوص۔

(۳) اظہارِ عقیدت۔

(۴) اظہارِ الفت۔

(۵) اظہارِ رفاقت۔

عیدین ہمارے واسطے ہر سال کیا تحفہ لاتی ہیں؟

(۱) ایک دوسرے سے محبت کریں۔

(۲) ایک دوسرے سے خلوص رکھیں۔

(۳) ایک دوسرے کو معاف کریں۔

(۴) ایک دوسرے سے معافی چاہیں۔

(۵) بھائی بھائی ہو جائیں۔

عیدوں میں جو ایک دوسرے سے لوگ جوق جوق گلے ملتے اور بغلگیر ہوتے ہیں اس کا مطلب کیا ہے یہ کہ دلوں سے دل ملجائیں اور ایک جان دو قالب ہوجائیں۔

عیدین جماعتوں کو ایک جماعت بناتی اور ایک سٹیج پر لاکر یہ ثابت کرانا چاہتی ہیں ؎

اگر دو یار موافق زباں یکے سازند   فلک بہ یک تن تنہا چہ میتواند کرد

چھوٹی عید میں جو ایک دوسرے کے پاس سویاں اور چاول اور بڑی عید میں قربانی کا گوشت بھیجا جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کوئی معمولی رسم ادا کی جاتی ہے بلکہ اس محبت کا اعلان کیا جاتا ہے جو تکلیفات کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

جسمانی رنگ میں دونوں عیدوں سے یہ مطلب ہے کہ ہر سال کی کدورتیں۔ اور رنجشیں ان مواقعات پر خالصًا دور کر دی جائیں اور رشتۂ اخوت کو سالانہ مضبوط کیا جائے گویا دونوں عیدوں میں میثاقِ محبت کی ایک عمدہ پہلو میں یاد کرائی جاتی ہے۔

دونوں عیدوں کی نمازوں میں جو لوگ یک جا ہو جاتے ہیں۔ اُس سے منشا یہ ہوتا ہے کہ بل سکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے سے مل جل کر دل کی گنجلکیں کھول ڈالیں اور ایک دل ہو کر کام کریں ؏

ہماری عیدوں کا اللہ حافظ کہ اُن میں پہلے سے بھی کہیں زیادہ نفرت اور کدورت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور گلی گلی جدا گانہ جماعتیں نفرت کا مناسبتًا اظہار کرنے میں اخیر تک کوتاہی نہیں کرتی ہیں۔ جنہیں خدا نے کچھ عقل اور کچھ غیرت دی ہے وہ کڑھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ کب ہم میں بھی زمانہ کی رفتار کے مطابق آشتی اور روادری کی روح حلول کرے گی ؏

گرم نہ پیوست باہم رشتۂ جاں ہا چرا ۔۔۔ عمر کوتاہ شد مرا ازپیچ وتابِ کار ما

اسلام نے عیدین دنیاوی رنگ میں صرف اس واسطے رکھی ہیں کہ لوگ سال بھر کی کدورتوں سے نادم ہو کر یکجہتی اور محبت کا اعلان کریں۔ نہ اس واسطے کہ بدستور مخالف کے مخالف ہی رہیں۔ اتفاق کی حالت میں تھوڑی ہی خوشی بھی کہاں درجہ کی خوشی ہے۔ اور نا اتفاقی کی حالت میں بادشاہ کی عید بھی اک وبال جان ہے ؏

عیدِ ماں بہ سیلے روئے خود رانیز خوداشت ۔۔۔ ازچہ باید کرد رنگیں از شراب دیگراں

روحانی رنگ میں دونوں عیدوں کا وجود فلسفی رکھتا ہے کہ جب اسقدر جسمانی تکلیف اور فاقہ کے بعد یہ خوشی اور یہ مسرت حاصل ہوتی ہے تو اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جو لوگ صادقانہ رنگ میں ریاضت ایزدی میں مگن رہکر اپنی

خوشیوں کی قربانی کرتے ہیں۔ اور جن کے پاک ضمائر میں خلوص اور محبت ہی محبت بھری ہے۔ اُنہیں اخیر پر کیسی مسرت اور کیسی خوشی ہو گی" +

روزہ اس واسطے نہیں رکھوایا جاتا کہ انسان مہینہ بھر بھوکا رہکر تکلیف میں پڑے بلکہ اس لیئے کہ وہ ایک تکلیف میں رہکر یہ سیکھے کہ اُسکے بعد جسمانی اور روحانی مسرتوں کا وزن کیا کچھ ہوتا ہے اور یہ کہ ایک کلفت کے بعد قدرت ایک خوشی بھی لاتی ہے اور عملی رنگ میں اسکا نتیجہ محبت اور خلوص ہوتا ہے۔ قربانی اسواسطے نہیں دلائی جاتی کہ لوگوں کو گوشت تقسیم کیا جائے بلکہ اس لیئے کہ "جان دے کر راحت ملتی ہے اور ایک ہستی دوسری ہستی پر قربان ہے۔ شریعت نے عبادت اور ریاضت کا جو حکم دیا ہے۔ وہ عبث اور لغو نہیں۔ وہ ایک تیاری ہے جو اپنے وقت پر اپنا اثر دکھائے گی +

ان دونوں عیدوں کے سوائے ایک محبت کی عید ہے۔ اسلام نے اسپر زیادہ زور دیا ہے۔ اور وہ ان دونوں عیدوں کا خلاصہ ہے۔ عید ملکر ہوتی ہے۔ کیوں ہم ان سالانہ عیدوں کے انتظار میں رہیں۔ کیوں ہر صبح اور ہر شام ایک دوسرے سے محبت نہ ملیں۔ تاکہ ہر صبح روزہ اور ہر شام عید ہو۔ ہر کلفت کے بعد اگر مسرت ہو تو دنیا میں کوئی کلفت بھی کلفت نہیں رہتی۔ جسمانی اور روحانی ضرورتیں دونوں ہمیں محبت کا خوش آیند سبق دیتی ہیں۔ اگر ہمارے دلوں میں محبت نہیں تو دونوں عیدیں فضول ہیں۔ اور اگر دلوں میں خلوص اور محبت ہے تو مصیبت میں بھی عید ہے ؎

زفیض عشق دلہائے مخالف مہرباں گردد
ز آتش رشتہ ہائے شمع باہم یک زباں گردد

سلطان احمد۔ بہاولپور ریاست

حاجیوں کو مژدہ

از جناب مولوی حسن مرتضےٰ صاحب **شفق**

حاجیو! مژدہ کہ پھر حج کا مہینہ آیا پار بیڑا ہوا ساحل پہ سفینہ آیا
لو! سمندر کے کنارے پہ جہاز آپہنچا قافلہ ہند سے پھر سوئے حجاز آپہنچا
ہے سماں اور ہی اب اور ہی عالم دیکھو نظر آنے لگا وہ کوہ **یلملم** دیکھو
حرم پاک کو باندھے ہوئے **احرام** چلو کہکے **لبیک** بڑھاتے ہوئے ہر گام چلو
خضر ہمراہ ہیں ساتھ میں الیاس چلیں چاہ **زمزم** پہ بجھانے کے لیے پیاس چلیں
تہِ **میزاب** ملے چشمۂ رحمت تم کو آبِ حیواں کی نہ باقی رہے حسرت تم کو
رکن حج سے تم ارکان میں داخل ہوجاؤ پورے ارمان ہوں ایمان میں کامل ہوجاؤ
سنگِ اسود سے کرو دور سیاہی دل کی دم میں ہوجائیگی کافور سیاہی دل کی
آئینے سے نہیں کم جلوہ نمائی اُس کی قلعی کھول کے رکھدے گی صفائی اسکی
سرمۂ طور ہے وہ مردمکِ حور ہے وہ آنکھیں ہوں کچھ لو تم پتلیوں میں نور ہے وہ
فیض پا ہی گئے کچھ منہ تو نہ موڑا تم نے بھاری پتھر تھا مگر چوم کے چھوڑا تم نے
منزلوں پر **عرفات** اور **منا** کے پہنچے ایسے بندے تھے کہ تم گھر میں خدا کے پہنچے

ہائے اتنا نہ ہوا ساتھ بلا لو ہم کو چلدیے چھوڑ کے اے قافلے والو ہمکو
پھرتے ہیں ہند میں سرگشتہ و حیراں کیا کیا ٹھوکریں کھاتے ہیں ہم بے سر و ساماں کیا کیا
منہ کے بل گرتے ہیں رہ رہکے اُسی گھر کیطرف سر پٹکتے بھی ہیں گر گر کے اُسی در کی طرف
حاجیو! اور ہے یاں حج کا طریقہ اپنا کعبہ دل کو بنا لیتے ہیں **قبلہ** اپنا
سنگ اسود کی جگہ دل کا سویدا ہی یہاں بھویں محراب ہیں پلکوں کا **مصلا** ہی یہاں

تم لگاتے ہو وہاں آنکھوں سے کعبے کا **غلاف** — پتلیاں آنکھوں میں یاں کرتی ہیں پھر **طواف**

چشم گریاں کا مری اور ہی عالم ہے یہاں — چاہ **زمزم** ہے وہاں دیدۂ پرنم ہی یہاں

کچھ نہ کچھ نالۂ عشاق میں تاثیر تو ہے — ہے جو **لبیک** وہاں یاں دم تکبیر تو ہے

ہیں وہی سوز و گداز اور وہی راز و نیاز — حج کے ارکان سے کچھ کم نہیں ارکان نماز

کیا موحد نہیں؟ کیا بندۂ اسلام نہیں! — ہم نے تحریمے تو باندھے ہیں جو احرام نہیں

تم نے کعبے میں تو ہم نے یہیں سر رکھا ہے — کہیں رکھا ہے اُسی رُخ پہ مگر رکھا ہے

گھر وہ اُسکا ہے یہ کاشانہ کسی اور کا ہے — کعبہ اُسکا ہے تو بُت خانہ کسی اور کا ہے

حاجیو! تم کو قسم حج سے فراغت کرکے — پھر کے آنا تو مدینے کی زیارت کرکے

ہمسر عرش بریں شاہ کا روضا بھی ہے — بُھول جانا نہ کہیں کعبے کا کعبہ بھی ہے

اپنا قبلہ ہے وہی جس نے بسایا کعبہ — جس نے بتخانے سے قبلے کو بنایا کعبہ

قبلۂ جاں ہے وہی کعبۂ ایماں ہے وہی — گنج توحید وہی مخزن عرفاں ہے وہی

معدنِ علمِ **لدنی** ہے خزینہ اُس کا — سارے دفتر کا جواب ایک سفینہ اُسکا

وہ سفینہ کہ رموز ایسے ادق ہیں جسکے — آسماں ساتوں طبق سات ورق ہیں جسکے

سب اُسے عالم اُمی لقبی کہتے ہیں — اور ہم اَنتَ بِاُمّی وَاَبِی کہتے ہیں

حاجیو! **ہند** سے لیجاؤ غریبوں کا پیام — جاکے سرکار میں پہنچاؤ غلاموں کا **سلام**

کہیو۔ اُمت کا سہارا نہیں ٹوٹا مولا — ہاتھ سے آپ کا دامن نہیں چھوٹا مولا

گو ہیں ناکام مگر کام کیے جاتے ہیں — نام لیوا ہیں ترا نام لیے جاتے ہیں

کہیو! اِک بندۂ دلخستہ و ناچار بھی ہے — شرم سے کہہ نہ سکا کچھ کہ گنہگار بھی ہے

چہرہ اُترا ہوا کچھ رنگ بھی فق ہے اُسکا
ہمہ تن درد و قلق نام **شفق** ہے اُسکا

شفق

حضرت پیر مجیب رح

(سلسلہ کے لیئے شعبان کا پرچہ دیکھیئے)

تاج العارفین اُسوقت خلوت میں جلوہ افروز تھے باہر کے قطعہ میں تاج العارفین کے پلے بیٹے صاحبزادے حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قادری پھلواروی قدس سرہ تشریف رکھتے تھے کہ یکایک ایک بزرگ پوست درخت اتبہ کی رنگی ہوئی مرزائی اور ٹوپی پہنے ہوئے تشریف لائے۔ شیخ العالمین نے شاہصاحب کا ظاہری لباس فقر دیکھکر بہت اعزاز اور اکرام کیا اور قیامگاہ پر لے آئے۔ شاہصاحب نے تاج العارفین کے قیام کے متعلق دریافت کیا۔ شیخ العالمین نے خلوت کا پتہ دیکر شاہصاحب کو اپنی جگہ پر چھوڑکر اور خود تاج العارفین کے حضور میں شاہ صاحب کی تشریف آوری کی خبر دینے کے لیئے تشریف لے گئے۔ اُسوقت تاج العارفین ایک ہاتھ میں گاجر اور دوسرے میں چاقو لیئے اُسکی قاشیں بنا بنا کر تناول کر رہے تھے۔ شاہصاحب کی تشریف آوری کی خبر سُنکر سب سے پہلے شیخ العالمین سے اُنکے لباس و پوشاک کو دریافت فرمایا۔ شیخ العالمین نے شاہصاحب کی پوشاک کی موجودہ حالت گزارش کی۔ تاج العارفین فوراً اُسی حالت میں گاجر کی قاشیں تراشتے ہوئے خلوت شریف سے باہر تشریف لائے اور بہت خلوص کے ساتھ شاہصاحب سے ملے۔ اور چند ساعت کے بعد گاجر کھانیکے لیئے مکلف ہوئے شاہصاحب نے تاج العارفین کی مخلصانہ دعوت کو قبول فرمایا۔ تاج العارفین نے شاہ صاحب سے پورب کے سفر کی وجہ اُسکے ساتھ بے سان وگمان پھلواری میں آنے کا حال پوچھا شاہصاحب نے فرمایا کہ میں بقصد سفر بنگال اپنے وطن دیار مغرب سے چند ہمراہیوں کے

ساتھ نکلا ہوں۔ بنگالہ کے اطراف میں میرے ذریعہ سے ہمارے طریقہ کے بہت لوگ ہیں۔ میں اُنسے ملنے کے لیئے جارہا ہوں۔ اسیطرح مختلف دیار وامصار کی سیر کرتا ہوا اس طرف پہنچا۔ جب قریب موضع وانا پور جو دو کے (کہ پھلواری سے دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے) پہنچا تو یکایک کسی سوختہ دل کی بے چین کرنے والی بوئے عشق میرے مشام جان تک پہنچی جسنے کشاں کشاں مجھے اس قصبہ کے نواح تک پہنچایا میں نے اپنے ساتھیوں کو تو اس قصبہ کی سرائے میں چھوڑا اور خود آپکے دیدار کا مشتاق در دولت تک آپہنچا ہوں*

تاج العارفین نے فرمایا کہ جب فقیر کا بے تکلف گھر موجود تھا تو پھر رفقا کو سرائے میں کیوں رخصت فرمایا۔؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ اہل بدعت یعنی قوال بھی ہیں۔ اور جناب والا کو بلحاظ تقوےٰ ونیز قادریہ مسلک ہونے کے سبب سے پرہیز ہوگا اس لیئے اُن کا خانقاہ تک لانا مصلحت نہ سمجھا۔ اور بالا بالا سرائے میں جاکر قیام کی تاکید کی۔ تاج العارفین نے فرمایا کہ جب مہمان عزیز ہے تو اُسکے طفیلی بھی عزیز ہیں۔ بہتر ہے کہ وہ لوگ بھی فقیر ہی کے مہمان رہیں۔ یہ کہکر اُسیوقت آپنے کسی ملازم کو شاہصاحب کے ہمراہیوں کو بلانیکے لیئے روانہ فرمایا کہ مع اسباب سب لوگوں کو اپنے ساتھ لیتا آئے۔ فرستادہ جاکر شاہصاحب کے رفقا کو مع اسباب اپنے ہمراہ لے آیا*

چند روز قیام کے بعد شاہصاحب نے تاج العارفین سے درخواست کی کہ یہ وقت غنیمت ہے اور یہ صحبت قابل قدر۔ اگر اجازت ہو تو قوال کچھ بولے۔ تاج العارفین نے فرمایا کہ مجھے نہ سماع سے انکار ہے اور نہ ضروری سمجھکر سُنتا ہوں آپ بلا تکلف حکم دیں میں بھی آپکے شریک حال رہونگا۔ شاہ صاحب نے اجازت پاکر فوراً مجلس سماع ترتیب دی۔ اُسوقت اِن دونوں مقدس بزرگوں کا مجلس میں جلوہ افروز رہنا عام طور پر تعدی تاثیر

کا باعث تھا۔ اور ہر شخص اپنے مدارج کی حیثیت سے خوش وقت ہو رہا تھا۔ مجلس سماع برخواست ہونیکے بعد شاہ صاحب نے رخصت چاہی۔ اُنکے ساتھ تاج العارفین سے قادریہ طریقہ کی اجازت کے خواستگار ہوئے۔ تاج العارفین نے شاہ صاحب کو قادریہ طریقہ کی اجازت عطا فرمائی۔ اُسکے بعد شاہ صاحب نے تاج العارفین سے فرمایا کہ دریافت سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جناب والا کا طریقہ ایک مدت تک جاری رہیگا۔ اور میرا سلسلہ میرے بعد سے کسی مرید کے ذریعہ سے شائع نہو گا۔ اس لیئے تمنا یہ ہے کہ اپنے کسی مرید یا خلیفہ کو اجازت دیجائے کہ وہ مجھسے ہمارے ابو العلائیہ طریقہ کی اجازت لے لیں۔ تاکہ جناب والا کے دیگر سلاسل کے ساتھ میرا طریقہ بھی جاری رہے اور بزرگان سلسلہ کے ساتھ میں بھی فاتحہ سے یاد کیا جاؤں۔ تاج العارفین نے فرمایا کہ الفقراء کنفس واحد۔ میں خود اجازت لینے کو تیار ہوں۔ آپ بلا تکلف مجھی کو اپنی طرف سے مجاز کریں۔ دوسروں کو اس سعادت کے حصول کے لیئے فہمائش کی ضرورت نہیں ہے شاہ صاحب کو تاج العارفین کے بجاآوری ارشاد میں بخیال ادب تامل ہوا اور تھوڑی دیر تک سوچتے رہے آخر الامر فوق الادب مدنظر رکھکر شجرۂ پیران کی اجازت لکھکر تاج العارفین کے حضور میں پیش کیا۔

شاہ صاحب کے یہاں شجرہ نویسی کا طریقہ یہ تھا کہ بزرگوں کے نام کے پہلے لفظ "از دل فلاں بدل فلاں" لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنا سلسلہ تاج العارفین کو اسی عنوان سے لکھکر دیا۔ لیکن جب اپنا نام لکھنے کی نوبت آئی تو اُسوقت "از دل گنہگار محمد قاسم بدل پاک حضرت شاہ محمد مجیب اللہ قادری" لکھکر ایک خاص شغل کی اجازت دیکر بنگالہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس ملاقات کے بعد سے شاہ صاحب کے دل میں تاج العارفین کی محبت بہت زیادہ پیدا ہو گئی اور ہر لحظہ آپکے جمال جہاں آرا کی زیارت کے لیئے بے چین رہا کرتے تھے۔ لیکن قضا کار یہ ملاقات شاہ صاحب و تاج العارفین کے باہمی

دنیاوی زندگی کے لحاظ سے آخری تھی۔ پھلواری سے روانہ ہونیکے تھوڑے ہی دن کے بعد شاہصاحب کا وصال ہوگیا۔ اور ثانیاً اس زندگی میں ملاقات کی نوبت نہ آئی +

صرف اسقدر ہوا کہ شاہصاحب نے انتقال سے پہلے اپنے مریدوں کو وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ وطن لیجاکر دفن کرنا اور پھلواری ہوتے ہوئے جانا۔ تھوڑی دیر تاج العارفین کی خانقاہ میں میرا جنازہ ضرور رکھنا۔ چنانچہ حسب وصیت جنازہ آپ کا خانقاہ مجیبی میں آیا۔ شیخ العالمین نے اسکی اطلاع تاج العارفین کے حضور میں کی۔ آپ فوراً تشریف لائے۔ اور تابوت کھولکر کفن چہرہ سے جدا کرکے شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا چہرہ ملاحظہ فرمایا۔ اُسوقت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے لب مبارک پر تبسم کی کیفیت نمایاں تھی۔ اُس کے بعد پھر تاج العارفین نے تابوت بند کراکر رخصت فرمایا۔ اس واقعہ کو مولوی معنوی شاہ محمد ابوالحیوٰۃ قدس سرہ پھلواروی نے تذکرۃ الکرام میں لکھا ہے۔ جسکا پورا ترجمہ میں نے اس جگہ پر لکھدیا ہے +

طریقہ امامیہ جلالیہ عتیقیہ۔ اس سلسلہ کی اشاعت و اجرا چونکہ ائمہ اثنا عشر کے مقدس ذات کے ساتھ مخصوص ہے اور ائمہ کا نام مسلسل درج ہے۔ اسلیئے اسکو امامیہ ہی کے نام سے مشہور کیا ہے۔ اس سلسلہ کے سر دفتر حضرت مخدوم جلال الدین بخاری ہیں۔ یہ سلسلہ آپ کو نسبی حیثیت سے پہنچا ہے اور یہ ہی وہ طریقہ ہے جس کو جلال الدین بخاری کے والد نے آپکے دیگر شیوخ سے پہلے عطا فرمایا تھا۔ تاج العارفین کو یہ طریقہ حضرت ملا محمد عتیق محدث بہاری سے پہنچا ہے۔ یہ بزرگ عالم متبحر اور محدث جلیل القدر ہیں۔ سلسلہ حدیث آپکا پانچ واسطوں سے رئیس المحدثین حجۃ اللہ علی الخلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تک پہنچتا ہے۔ ہمارے قصبہ کے ایک عالم ملا محمد وجیہ الحق قادری جعفری زینبی پھلواروی فن حدیث میں آپ ہی کے ارشد تلامذہ سے تھے

(باقی آیندہ)

عید قرباں

از جناب منشی وجاہت حسین صاحب وجاہت صدیقی ایڈیٹر اصلاح سخن لاہور

آج کیا دن ہے ذرا غور مسلمان کریں
عید آئی ہے تو کچھ عید کا سامان کریں

مال والوں سے تو کچھ بحث نہیں ہے ہمکو
ذبح کتنے ہی بہائم کریں حیوان کریں

سور بن جائیں سبھی ڈانٹ نئے رنگیں پوشاک
عید کے روز نمایاں وہ نئی شان کریں

ہیں وہ مختار کہ پھروائیں سفیدی گھر پہ
جشن کے واسطے آراستہ ایوان کریں

بیچکے بٹلہ بزرگوار کی کھالیں اک دو
کسی مسجد کے مؤذن پہ کچھ احسان کریں

اسمیں وہ فائدہ ہے میں نام بھی ہے کام بھی ہے
پورا پھر شوق سے کیوں نہ یہ ارمان کریں

مگر اس عید کو ان باتوں سے نسبت کیا ہے
ٹیپ ٹاپ ایسی نہ بے سود مسلمان کریں

اچھے کپڑوں سے تو اس عید کی رونق ہی نہیں
اچھی پوشاک میں کیوں مال کا نقصان کریں

زندہ کرنی ہے اگر سنت ابراہیمی
اس پہ کچھ غور کریں فکر کریں دھیان کریں

امتحاں گاہ محبت میں نہ گھبرائیں ذرا
بندے اللہ کے سر عشق کا میدان کریں

مال کیا مال ہے دولت کی حقیقت کیا ہے
آج وہ دن ہے کہ خوش ہو کے فدا جان کریں

اپنی اولاد نہیں ہوتی ہے پیاری کس کو
حکم آتا ہے کہ فرزند کو قربان کریں

ہے یہ فرمان بہت سخت بظاہر لیکن
اسمیں پوشیدہ ہے کیا رمز یہ پہچان کریں

ہے رضا دوست کی فرزند کی الفت سے سوا
سر آنکھوں پہ ہے جو کچھ بھی وہ فرمان کریں

کیوں نہ خاصان خدا کا سر تسلیم ہو خم
کیوں نہ خوشنودی مولا کا وہ سامان کریں

چاہیے آج تو کچھ سلسلہ قربانی کا
فرض یہ بات ہے چاہے کسی عنوان کریں

قوم کا حال ہے بیحال خبر لیں اِس کی وقت امداد ہے یہ مشکلیں آسان کریں
دی ہے اللہ نے دولت تو کریں قدر بھی کچھ جو ہیں زردار وہ نعمت کا نہ کفران کریں
قوم پر اپنی ہوں صدقے یہی قربانی ہے مال و اولاد تو کیا اسپہ فدا جان کریں
کیونکہ تھا خالق اکبر کا یہی پہلا حکم سب سے جو چیز ہے پیاری وہی قربان کریں
جان سے بڑھ کے وجاہت نہیں شے کوئی
قوم پر اسکو فدا کیوں نہ ابھی آن کریں

وجاہت، جھنجھانوی

نوٹ) رسول نما نمبر گذشتہ ربیع الاول میں نظام المشائخ کا ۲۰ بلرو نمبر شایع کیا گیا تھا۔ لیکن چونکہ مولود نمبر نکالنے کا خیال عین اسوقت آیا جبکہ رسالہ کی ترتیب لکھائی شروع ہو گئی تہی اسلئے یہ نمبر مرضی کے موافق تیار نہو سکا۔ اور حسرتین دل کی دلمین رہ گئین۔ لہذا اب نو ماہ پہلے سے اعلان کیا جاتا ہے کہ اس دفعہ ربیع الاول کا پرچہ رسول نما نمبر کے نام سے موسوم ہوگا اور ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو ناظرین کے پاس پہنچ جائیگا۔ تاکہ ذکر رسول کی محفلوں میں پڑھا جا سکے۔ اِس رسالہ مین سیرت نبوی صلعم کے وہ تمام حالات ہونگے جنکا معلوم کرنا مسلمانونکو خصوصاً اور دیگر مذاہب کے لوگون کو عموماً مفید اور ضروری ہے۔ اسکی ترتیب مین شہید نمبر سے زیادہ کوشش اور سعی کیجائیگی۔ اور پرچہ کو حقیقتاً رسول نما بنا دیا جائیگا جسمین ذات پاک حضرت سرور کائنات کی تمام ظاہری و باطنی صفات عیان کر کے دکھائی جائیں گی۔ اِس نمبر کی ضخامت معمول سے بہت زیادہ ہوگی۔ مستقل خریداران رسالہ کو یہ نمبر بلا قیمت ملیگا اور عارضی خریدنے والون سے ایکروپیہ قیمت لیجائیگی۔ اسلئے مناسب ہے کہ ناظرین اپنے اُن احباب کو جو رسول نما نمبر کے شایق ہون نظام المشائخ کا مستقل خریدار بنا دیں۔ تاکہ انکو ایک روپیہ مین رسول نما نمبر بھی ملجائے اور سال بھر تک رسالہ بھی جاری رہے۔ امید ہے کہ رسول نما نمبر اردو رسائل میں اپنی شان کا سب سے نرالا اور بے مثل پرچہ ہوگا جسمین انوار ذات رسالتمآب صلعم کا اصلی جلوہ نظر آئیگا ❊

اجازت نامۂ طریقت

ارباب طریقت میں یہ قاعدہ ابتداسے چلا آتا ہے کہ ایک خاندان کا مرید دوسرے سلسلے کے بزرگوں سے فیض حاصل کرسکتا ہے۔ چنانچہ بعض حضرات کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تمام اسلامی دنیا کی سیاحت کرکے کل طرق مروجہ کی سند و اجازت علیحدہ علیحدہ کی۔ اور پیشوایان طریقت نے باوجود یہ جاننے کے کہ طالب کسی دوسرے شیخ کا حلقہ بگوش ہے بلا تامل اجازت عطا فرمائی۔ یہی سبب ہے کہ آج بعض بزرگوں کے سلسلہ میں متعدد خاندانوں کے اجازت نامے موجود ہیں۔ اور انکے ان اجازت ناموں سے وہی فیض حاصل ہوتا ہے جو اصل سلسلہ کے متوسلین کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ نظام المشائخ میں بضمن طریق سہروردی کی تحقیق پر ایک نظر و سلسلۂ مضامین پیر مجیب رح ناظرین نے معلوم کیا ہوگا کہ پھلواری شریف میں کثرت سے دیگر مشائخ سلاسل کی اجازتیں پہنچی ہیں جو اس امر کی دلیل ہے کہ متقدمین میں یہ رسم ہر جگہ جاری تھی۔ راقم الحروف اپنی خوش نصیبی پر جسقدر فخر کرے زیبا ہے کہ باوجود ناکارہ محض ہونیکے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل و کرم سے بعض بزرگوں نے میرے حال پر کمال درجہ شفقت فرمائی۔ اور اپنے خاندانی فیوض و برکات کے دسترخوان پر ایک تشنہ و گرسنہ ہستی کو شریک کرلیا۔ چنانچہ پھلواری شریف کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا حاجی شاہ بدرالدین صاحب چشتی قادری نے اپنے خاص سلسلۂ عالیہ قادریہ و دیگر ان سلاسل کی جن کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے اور جو نہایت مستند طریقوں سے انکو پہنچے ہیں مجکو بدست خاص تحریری اجازت عطا فرمائی ہے۔

یہ ایک ایسی نعمت فضل ربانی سے اِس ذرہ بیمقدار کو نصیب ہوئی ہے جسپر مجکو اور میرے تمام ہی خواہ احباب کو دلی شادمانی ہونی چاہیئے۔ اِس لیئے میں ذرا وضاحت سے اپنی زندگی کے اُن واقعات کو عرض کرنا چاہتا ہوں جن کا تعلق بعیت واجازت سے ہے۔ اور جس کے متعلق اکثر اصحاب استفسار کیا کرتے ہیں +

مَیں حضرت مولانا سید بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی نسل میں ہوں جو حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے داماد اور منظور نظر مرید تھے۔ حضرت مولانا صاحبؒ کے بابا صاحب کی صاحبزادی سے دو فرزند تولد ہوئے تھے جن کو حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رضؓ نے پاک پٹن سے اپنے پاس دہلی میں بلا لیا تہا۔ اور آخر دم تک اپنے پاس رکھا اور تعلیم ظاہر باطن سے سرفراز فرمایا۔ حضرت محبوب الٰہی رضؓ اِن صاحبزادوں سے ایسا برتاو کرتے تھے جس طرح بزرگ اپنے پیروں کی اولاد سے کیا کرتے ہیں۔ حضرت محبوب الٰہی رضؓ کے وصال کے بعد اِن صاحبزادوں اور انکی نسل کی خاص حضرت محبوب الٰہی رضؓ کے خواہر زادوں سے قرابت ہو گئی۔ جسکا سلسلہ آجتک جاری ہے۔ اِس سلسلہ قرابت و موّدت کے سبب ہمارے خاندان کے خانقاہ حضرت محبوب الٰہی مین خاص حقوق پیدا ہو گئے جو اسوقت تک موجود ہیں اور انشاءاللہ تا قیام قیامت قائم رہیں گے +

حضرت محبوب الٰہی رضؓ کا جو خاص التفات ہمارے اجداد کی جانب تہا اُسکی برکت سے آج تک ہمارے خاندان میں علم ظاہر و باطن کا چرچہ رہا۔ لیکن غدر کے بعد سے بسبب انقلاب ایام حضرات پیرزادگان کو درویشی سے ایک طرح کی اجنبیت سی ہو گئی تھی۔ تاہم ہمارے خاندان میں کچھ لوگ اِس طرف بھی

مائل تھے۔ چنانچہ ہمارے بزرگوں میں میرے حقیقی دادا جناب شاہ سید حسین علی صاحب کو حضرت حافظ محرم علی صاحب خیر آبادی چشتی نظامی سلیمانی سے مخصوص فیض حاصل ہوا تھا۔ اِسیطرح ایک دوسرے بزرگ پیرزادہ جناب شاہ سید غلام پیر صاحب مدت دراز تک خانقاہ پھلواری میں مقیم رہے اور وہاں سے اُنکو نعمت باطنی و اجازت سلاسل حاصل ہوئی +

میری عمر شاید ۹-۱۰ برس کی ہوگی کہ میرے والد ماجد جناب حافظ سید عاشق علی صاحب نے فرمایا کہ چل تجکو حضرت خواجہ شاہ الہ بخش صاحب نے تونسہ شریف میں طلب فرمایا ہے۔ میں نے ایک روز عرض کیا تھا کہ اب تو حضور مدت سے دہلی میں نہیں تشریف لائے۔ چاہتا ہوں کہ چھوٹے بندہ زادہ کو غلامی میں پیش کرُں حضرت خواجہ الہ بخش صاحب نے فرمایا کہ اس بچہ کو یہیں لے آؤ۔ خبر نہیں ہمارا دہلی جانا ہوگا یا نہیں +

میرے والد صاحب مجکو اسی عمر میں تونسہ شریف لیگئے۔ حالانکہ اِس دور دراز اور کوہستانی سفر کے میں ہرگز قابل نہ تھا +

جس وقت میں تونسہ شریف پہنچا۔ دن کے بارہ بجے تھے اور پیاس کی شدت سے میری زبان نکلی پڑتی تھی۔ والد صاحب مجکو پہلے حضرت کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت اسوقت چینی کی مسجد میں حوض کے کنارے ایک بوریہ پر تشریف فرما تھے۔ والد نے مجھے بتا دیا تھا کہ دونوں ہاتھ چہرہ پر رکھکر سلام کرنا چاہیئے۔ اسلیئے میں نے دور سے دونوں ہاتھ منہ پر رکھکر گردن جُھکا دی حضرت نے کمال شفقت سے فرمایا آؤ میر صاحب آؤ۔ میں گھبرا کر جوتیوں سمیت بوریہ پر چلا گیا۔ مگر والد کے زجر سے کانپتے ہوئے ہاتھ سے میں نے جوتیاں اُتار دیں۔ اور حضرت کے زانو کو بوسہ دیا۔ حضرت اُسوقت اپنے پوتے

احمد میاں صاحب کو انار کے دانے کھلا رہے تھے۔ ان میں سے آپ نے کچھ دانے مجکو بھی عنایت فرمائے۔ اور پانی طلب فرما کر اپنا اُلش مجکو عطا کیا۔ اِسکے بعد میں بارہا حاضر خدمت ہوتا اور حضرت خاص نوازش کا اظہار فرماتے۔ ایک روز والد نے عرض کیا کہ اسکو بیعت کرنے کی نیت سے لایا ہوں۔ بیعت کر لیجے فرمایا۔ ابھی بہت چھوٹی عمر ہے۔ مگر یہ ہمارا ہی ہے +

حضرت کے اس ارشاد کے سبب سارے میں مشہور ہو گیا کہ حضرت نے مجکو داخل سلسلہ کر لیا۔ اسی طرح چند روز کے بعد میں چاچڑاں شریف میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُنھوں نے بھی بیحد شفقت فرمائی۔ اور دیر تک میرے ہاتھوں کو پکڑکر مراقب رہے۔ اور ایک خاص تسبیح تبرکًا عنایت فرمائی۔ اس واقعہ سے بھی شہرت ہو گئی کہ مجکو حضرت نے بیعت کر لیا حالانکہ اسکی کوئی اصل نہ تھی +

ان واقعات سے پہلے بہت ہی چھوٹی عمر میں ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا تہا کہ ایک بلند ٹیلے پر کھڑا ہوں صبح صادق کا وقت ہے اور چند آدمی بھی وہاں ہیں۔ وسط میں ایک بزرگ کھڑے ہیں۔ جن کے چہرے پر دھوپ آرہی ہے کسی نے کہا کہ یہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ سنکر مجکو ایک جوش پیدا ہوا۔ اور میں نے دوڑ کر دونوں ہاتھوں سے آپکے چہرہ پر سایہ کر لیا۔ اور اُس دھوپ روک لیا۔ یہ دیکھکر حضرت نے تبسم فرمایا۔ اور مجکو نظر محبت سے دیکھنے لگے +

سویرے یہ خواب میں نے اپنے اُستاد سے بیان کیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ تیرے ہاتھ سے کوئی ایسا کام ہوگا جس سے شریعت کا رخنہ دور ہو جائیگا + اس خواب کی یاد آجتک میرے دل کو گرماتی ہے۔ جب میں ان مذکورہ بزرگوں سے

مانا تو باوجود کم سنی اور ناسمجھی کے اس خواب کا خیال وہاں بھی مجھے بار بار آیا۔
اسکے بعد ایک دن میں نے حضرت محبوب الٰہی رح قبلہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ تم کسکے مرید ہو۔ میں نے عرض کیا۔ ابھی کسیکا نہیں آپ فرمائیے کسکا مرید ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ پہلے اپنے آپ کو دیکھو۔ اتنا سُنا تھا کہ آنکھ کھُل گئی۔ ذہن نے تعبیر دی کہ اصلاح نفس کی تعلیم ہے۔ چند روز کے بعد پاکپٹن شریف کے عرس میں حاضر ہوا۔ وہاں حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب تشریف فرما تھے۔ بے اختیار جی چاہا کہ انسے بیعت کرنی چاہئیے۔ چنانچہ وہیں آستانہ حضرت بابا صاحب میں بیعت کی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب پنجاب کے مشہور و معروف بزرگ ہیں۔ گولڑہ ضلع راولپنڈی میں آپ کی خانقاہ ہے۔ نسبتاً آپکا سلسلہ قادری ہے۔ اور خاندان چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ میں آپ کو حضرت مولانا شمس الدین صاحب سیالوی سے بیعت و اجازت ہے۔ گویا میری بیعت اپنے ہی سلسلہ نظامیہ کے ایک ایسے شیخ سے ہوئی جو باعتبار علوم ظاہر پنجاب میں خصوصاً اور ہندوستان میں عموماً بیمثل مانے جاتے ہیں۔ اور طریق درویشی میں آج اُنکے ہم پایہ دیار پنجاب میں کوئی بزرگ موجود نہیں۔

بیعت ہونیکے بعد میرے محسن قدیمی جناب منشی غلام نظام الدین صاحب تاجر کتب تصوف دہلی نے جن کے نیک مشوروں سے میری تمام زندگی زیر بار احسان ہے رائے دی کہ مجکو ایک بار تمام مشائخ ہند کیخدمت میں حاضر ہونا اور استفادہ کی نیت سے حاضر ہونا چاہئیے۔ منشی صاحب موصوف چوبیس برس سے متواتر ہر چہار شنبہ کو ہمارے ہاں درگاہ میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ اور اُنکو پیرزادوں کے مزاج کا اچھی طرح علم ہے کہ اُنکی نظر میں کوئی فقیر یا صاحب کمال نہیں سماتا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ میں بھی انہیں پیرزادوں میں کا ایک فرد ہوں۔ اور میرے دماغ میں بھی خود بینی کا

مادہ بھرا ہوا ہے۔ اس لیئے وہ ہمیشہ جب کہتے تو یہی کہتے کہ دنیا ہو یا دین دونوں ہرگز نہیں حاصل ہو سکتے تا وقتیکہ انسان انجان نہ بنے اور اپنے تئیں نادان نہ سمجھے یعنی اگر کچھ حاصل کرنا ہے تو دل سے یہ خیال دور کر دو کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں اور ہماری شان بڑی ہے۔ کم رتبہ شخص کے آگے ہاتھ کیوں پھیلائیں۔ نہیں جہاں کہیں سے ملے اُسکو لو۔ چھوٹے بنکر لو۔ بڑائی کا خیال چھوڑ دو۔ یہ محرومی کی نشانی ہے۔ قصہ مختصر میں نے منشی صاحب کی صلاح کے موافق ہندوستان کا سفر کیا۔ اور ہندو مسلمان فقراء کی صحبتوں سے مستفیض ہوا اس سفر میں علاوہ دیگر صدہا مفید نعمتوں کے دو ایسے بزرگوں کی زیارت میسر آئی جنکے پاس بیٹھنے سے میرے قلب پر غیر معمولی اثر پڑا۔ اور میں نے مان لیا کہ جن بزرگوں کے تذکرے کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اُن کا نمونہ اگر دنیا میں آجکل ہیں تو یہی حضرات ہیں۔

یہ دونوں بزرگ ایک حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صاحب آسی جون پوری اور دوسرے حضرت مولانا شاہ بدر الدین صاحب پھلواروی تھے جن کی ایک دفعہ کی زیارت نے میرے دل کو اسقدر متاثر کیا۔ کہ دوبارہ حاضری کی کوشش کی اور کامیاب ہوا۔ ان حضرات میں جو مخصوص بات مجکو نظر آئی وہ صرف دو لفظوں سے مرکب ہے۔ یعنی

علم و عمل

آج ہندوستان میں بے شمار مشائخ موجود ہیں مگر جن کو میں نے دیکھا اُن میں یا تو اپنی مرضی کے موافق علم نہ پایا اور یا عمل مفقود دیکھا۔ اور اگر دونوں ہوئے تو خلوص نظر نہ آیا۔ اسی لیئے کسی پر نگاہ نہ ٹھیری۔ اگرچہ منشی غلام نظام الدین صاحب کی نصیحت کے موافق میں بزرگوں کی زیارت انجان اور نادان بنکر کرتا تھا۔ لیکن

فطرتی تقاضے سے مجبور تھا جسنے دو کے سوا اس تمام سفر میں اور کسیکو دل میں جمنے نہ دیا۔

اجمیر شریف اور دہلی کی درگاہیں فقراء کی منڈیاں ہیں۔ یہاں ہر جنس کے درویش نظر آجاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہاں کے رہنے والے پیرزادے کسی فقیر کو چنداں عقیدت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ سوائے تونسوی مشائخ کے جنکے ہاتھ پر درگاہوں کی موجودہ نسل پیرزادگان نے بالاتفاق بیعت کرلی ہے۔ باقی اور کسی درویش کو نہیں دیکھا جسپر عام عقیدہ پیرزادوں کا ہوا ہو۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ حضرات پیرزادگان کا کسی ایک بزرگ کا معتقد ہوجانا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ اور کوئی صاحب کمال درویش نہیں ہے بس یہی ایک صاحب ہیں جن کو پیرزادوں نے مان لیا۔ کیونکہ پیرزادوں کا عقیدہ محض تقلیدی عقیدہ ہوتا ہے۔ انکو اسکے باوجود کہ رات دن بزرگان دین اور اولیاء اللہ حضرات کے مزارات کے قرب میں رہتے ہیں۔ درویشی و فقیری کا بہت کم ادراک اور احساس ہوتا ہے۔ چراغ تلے اندھیرے کی مثل انپر پورے طور پر صادق ہے۔ یہ بیچارے نذر نیاز لینے کی فکر کے سوا اور کسی بات پر متوجہ نہیں ہوتے۔ لہذا اُن کی رائے کو اس معاملہ میں کوئی وقعت نہیں دی جاسکتی۔ اور چونکہ میں بھی انہیں پیرزادوں کا ایک فرد ہوں۔ اس لیئے میری رائے بھی ہر شخص کے تسلیم کرنے یا سند مانے جانے کے قابل نہیں ہے۔ نہ یہ میرا دعوے ہے کہ جسپر میرا عقیدہ جم گیا بس وہی بزرگ ہے اور کوئی نہیں۔ اس تحریر کا حاصل یہ ہے کہ میں نے اپنی سمجھ کے موافق اپنے شیخ طریقت حضرت پیر مہر علیشاہ صاحب کے بعد ان دو بزرگوں کو صاحب اثر پایا۔ جن میں سے ایک بزرگ نے میری اندرونی عقیدت کا بیرونی صلہ اجازت نامہ

مادہ بھرا ہوا ہے۔ اِس لیئے وہ ہمیشہ جب کہتے تو یہی کہتے کہ دنیا ہو یا دین دونوں ہرگز نہیں حاصل ہو سکتے تاوقتیکہ انسان انجان نہ بنے اور اپنے تئیں نادان نہ سمجھے یعنی اگر کچھ حاصل کرنا ہے تو دل سے یہ خیال دور کر دو کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں اور ہماری شان بڑی ہے۔ کم رتبہ شخص کے آگے ہاتھ کیوں پھیلائیں۔ نہیں جہاں کہیں سے ملے اُسکو لو۔ چھوٹے بنکر لو۔ بڑائی کا خیال چھوڑ دو۔ یہ محرومی کی نشانی ہے۔ قصہ مختصر میں نے منشی صاحب کی صلاح کے موافق ہندوستان کا سفر کیا۔ اور ہندو مسلمان فقراء کی صحبتوں سے مستفیض ہوا

اِس سفر میں علاوہ دیگر صدہا مفید نعمتوں کے دو ایسے بزرگوں کی زیارت میسر آئی جنکے پاس بیٹھنے سے میرے قلب پر غیر معمولی اثر پڑا۔ اور میں نے مان لیا کہ جن بزرگوں کے تذکرے کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اُن کا نمونہ اگر دنیا میں آجکل ہیں تو یہی حضرات ہیں *

یہ دونوں بزرگ ایک حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب آسی جونپوری اور دوسرے حضرت مولانا شاہ بدرالدین صاحب پھلواروی تھے جن کی ایک دفعہ کی زیارت نے میرے دل کو اِسقدر متاثر کیا۔ کہ دوبارہ حاضری کی کوشش کی اور کامیاب ہوا۔ اِن حضرات میں جو مخصوص بات مجکو نظر آئی وہ صرف دو لفظوں سے مرکب ہے۔ یعنی

علم و عمل

آج ہندوستان میں بے شمار مشائخ موجود ہیں مگر جن کو میں نے دیکھا اُن میں یا تو اپنی مرضی کے موافق علم نہ پایا اور یا عمل مفقود دیکھا۔ اور اگر دونوں ہوئے تو خلوص نظر نہ آیا۔ اِسی لیئے کسی پر نگاہ نہ ٹھیری۔ اگرچہ منشی غلام نظام الدین صاحب کی نصیحت کے موافق میں بزرگوں کی زیارت انجان اور نادان بنکر کرتا تھا لیکن

فطرتی تقاضے سے مجبور تھا جتنے دودھ کے سوا اس تمام سفر میں اور کسی کو دل میں جمنے نہ دیا۔

اجمیر شریف اور دہلی کی درگاہیں فقرا کی منڈیاں ہیں۔ یہاں ہر جنس کے درویش نظر آجاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہاں کے رہنے والے پیرزادے کسی فقیر کو چنداں عقیدت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ سوائے تونسوی مشائخ کے جنکے ہاتھ پر درگاہوں کی موجودہ نسل پیرزادگان نے بالاتفاق بیعت کر لی ہے۔ باقی اور کسی درویش کو نہیں دیکھا جس پر عام عقیدہ پیرزادوں کا ہوا ہو۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ حضرات پیرزادگان کا کسی ایک بزرگ کا معتقد ہو جانا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ اور کوئی صاحب کمال درویش نہیں ہے۔ بس یہی ایک صاحب ہیں جن کو پیرزادوں نے مان لیا کیونکہ پیرزادوں کا عقیدہ محض تقلیدی عقیدہ ہوتا ہے۔ انکو اسکے باوجود کہ رات دن بزرگان دین اور اولیاء اللہ حضرات کے مزارات کے قرب میں رہتے ہیں۔ درویشی و فقیری کا بہت کم ادراک اور احساس ہوتا ہے۔ چراغ تلے اندھیرے کی مثل انپر پورے طور پر صادق ہے۔ یہ بیچارے نذر نیاز لینے کی فکر کے سوا اور کسی بات پر متوجہ نہیں ہوتے۔ لہذا ان کی رائے کو اس معاملہ میں کوئی وقعت نہیں دی جاسکتی۔ اور چونکہ میں بھی انہیں پیرزادوں کا ایک فرد ہوں۔ اس لیئے میری رائے بھی ہر شخص کے تسلیم کرنے یا سند مانے جانے کے قابل نہیں ہے۔ نہ یہ میرا دعوے ہے کہ جس پر میرا عقیدہ جم گیا بس وہی بزرگ ہے اور اور کوئی نہیں۔ اس تحریر کا حاصل یہ ہے کہ میں نے اپنی سمجھ کے موافق اپنے شیخ طریقت حضرت پیر مہر علیشاہ صاحب کے بعد ان دو بزرگوں کو صاحب اثر پایا۔ جن میں سے ایک بزرگ نے میری اندرونی عقیدت کا بیرونی صلہ اجازت نامہ

طریقت کی صورت میں عطا فرمایا +

اس اجازت نامہ میں جن سلاسل کی تفصیل ہے۔ وہ سب تقریباً اس رسالہ کے ڈیڑھ ڈھائی جزو میں قلمبند ہو سکتے ہیں۔ اسلئے کسی آیندہ اشاعت میں اُن کو درج کیا جائے گا۔ اس جگہ صرف چند نامور سلسلوں کے اقتباس کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اجازت نامہ کی عبارت مع ترجمہ کے پیش کر دی جاتی ہے +

قادریہ سلسلہ کی اجازت ۱۶ طریق سے ہے۔ یعنی قادریہ سلسلہ جن جن مختلف طریقوں اور واسطوں سے حضرت کو پہنچا۔ ان سب کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ چشتیہ سلسلہ ۵ طریقوں سے حضرت کو پہنچا ہے اور پانچوں میں مجکو اجازت عنایت کی گئی ہے۔ ان پانچ میں صابریہ طریق حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی کے ذریعہ سے ہے۔ حضرت شاہ بدرالدین صاحب قبلہ کو خاص حضرت حاجی صاحب سے اجازت ملی تھی +

سلسلہ سہروردیہ فردوسیہ سات طریقوں سے عنایت ہوا ہے اور سلسلہ نقشبندیہ پانچ طریقوں سے اسی طرح قلندریہ۔ طیفوریہ۔ مداریہ امامیہ۔ احمدیہ بدویہ۔ شاذلیہ۔ اویسیہ وغیرہ جمیع سلاسل عالیہ میں اجازت عطا فرمائی گئی ہے +

اجازت نامہ کی نقل یہ ہے

فَاِنِّیْ اَجَزْتُ السَّیِّدَ الْجَلِیْلَ الْمُشْتَغِلَ بِاللّٰہِ الْمُتَوَحِّشَ عَمَّا سِوَاہُ حَبِیْبِیْ فِی اللّٰہِ وَلِلّٰہِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَنِ الْمَوْلَوِیْ شَاہ حَسَنَ الْچِشْتِیَّ النِّظَامِیَّ الدِّهْلَوِیْ فِی الطُّرُقِ الْمَذْکُوْرَۃِ کُلِّھَا۔ وَ اَذْکَارِھَا وَاَفْکَارِھَا۔ وَاَوْرَادِھَا۔ رَزَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَا رَزَقَ لِشُیُوْخِہِ الْکِرَامِ وَاَشْیَاخِنَا الْعِظَامِ مِنَ الْمُشَاھِدَاتِ۔ وَ الْحَالَاتِ السَّنِیَّۃِ۔ وَالْمَقَامَاتِ الرَّفِیْعَۃِ وَاَعْطَاہُ حُسْنَ الْاِخْتِیَارِ

وَصِحَّةَ الْاِعْتِبَارِ وَصِدْقَ الْاِفْتِقَارِ وَاُوْصِيْهِ بِتَقْوَی اللّٰهِ بِالْاِحْسَانِ فِی السِّرِّ وَالْاِعْلَانِ وَبِرِعَایَةِ اَحْوَالِ الْمُسْتَرْشِدِیْنَ نَفَعَ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ وَجَعَلَ فِیْهِ سِرَّ الْاِفَادَةِ وَاَنْ لَّا یَنْسَانِیْ مِنْ صَالِحِ دَعَوَاتِهٖ فِیْ خَلَوَاتِهٖ وَجَلَوَاتِهٖ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَمُتَّبِعِیْهِ وَاَحْبَابِهٖ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا ۔

رقمه ببنانه محمد بدر الدین القادری الفلواروی

خامس رجب یوم الاربعا ۱۳۲۸ھ هجری (مہر)

حاصل مطلب یہ ہے کہ میں نے حسن نظامی کو تمام مذکورہ سلسلوں کی اور اُنکے اذکار و افکار و اوراد کی اجازت دی۔ خدا تعالیٰ اُنکو وہ تمام حالات و مشاہدات و بلند مقامات عطا فرمائے جو اُنکے اور ہمارے شیوخ کو عطا ہوئے تھے میں ان کو ظاہر و باطن تقوے اور احسان اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور وصیت کرتا ہوں کہ مریدین کے احوال سے خبردار رہیں ۔

بدست خاص محمد بدرالدین قادری پھلواروی ۔ چہار شنبہ ۵ ۔ رجب ۱۳۲۸ہجری ۔ (مہر)

یہ امر خاص توجہ کے قابل ہے جسپر میں ہمیشہ فخر کرونگا کہ یہ اجازت نامہ خاص یوم العرس حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا گیا ہے اور دن چہار شنبہ کا ہے جو میرے حضرت محبوب الٰہی رضہ کی پیدائش اور مریدی و اجازت و وفات کا دن تھا ۔

ان سلسلوں کی اجازت سے قطع نظر اُس باطنی برکت کے جسکے حصول کا میں محتاج

ہوں۔ ظاہری نعمت یہ حاصل ہوئی کہ پہلے میرے دل میں صرف سلسلہ چشتیہ اور اسمیں بھی صرف نظامیہ طریق سے لگاؤ تھا۔ باقی سلاسل سے بے تعلقی بلکہ ایک طرح کی علیحدگی اور اجنبیت تھی مگر اس اجازت نامہ نے سب طریقوں سے میرے تعلقات یکساں مستحکم کر دیئے ہیں۔ اور آج میں سب کو اپنے دل میں پاتا ہوں۔ خدا تعالیٰ اِن سلاسل کے سب بزرگوں کی برکت کا حصہ عطا فرمائے اور اُنکے طفیل میرے اور میرے تمام اہل حلقہ و دیگر مسلمانان و موجودات عالم کے مقاصد پورے فرمائے۔ آمین +

حسن نظامی

تصحیح اغلاط متعلق تحریر طریق سہروردیہ کی تحقیق پر ایک نظر مطبوعہ نظام المشائخ

جلد ۳ نمبر ۱۔ جمادی الاخرے ۱۳۲۹ھ۔ جن حضرات کے پاس یہ رسالہ پہنچگیا ہے وہ اسکے مطابق تصحیح کرلیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۲ و ۱۳	علاقہ میں میں طریقہ	علاقہ میں طریقہ
۴	۱۷	حضور لیگئے	حضور میں سے گئے
۵	۹	ناجیتم	ناجیتم الرسول
۶	حاشیہ	یاد نہ رہا ہو	یاد رہا ہو
۷	۵	یقول فی	یقول جلست فی
۷	۱۳	کلہا	کلما
۹	۱۹	واسطے ہوگی	واسطہ سے ہوگی
۱۱	۱۴	عاطفت اپنے	عاطفت میں اپنے
۱۱	۱۸	وہ میں نے	وہ جو میں نے
۱۲	۱	دیں	دیں انہیں
۱۳	۶	یہ اپنے	اُنہوں نے اپنے
۱۴	۱۶	الشیخ	شیخ
۱۴	۲۰	ہاتھ اپنے	ہاتھ سے اپنے
۱۵	۱۴	ولبسہا	ھو لبسہا
۱۸	۹	کر	جو کر

ایضاً متعلق جلد ۳ نمبر ۲ ماہ رجب سنہ مذکور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸	۱	میں یہ سلسلہ	میں سلسلہ
۱۰	۲۱	سجادہ پاس رضو	سجادہ پاس رضو سے
۱۱	۶	سے یوں لکھی	سے لکھی
۱۲	۳	صاحب	صاف
۱۳	۱۱	جاری ہے	جاری رہی ہے
۱۴	۵	پہنچا	پہنچنا
۱۴	۱۴	یہی	اس
۱۴	۱۴	حضرت ام المومنین	حضرت امین
۱۸	۱۷	قلائدۃ الجواہر	قلائد الجواہر
۲۵	۹	علیہ	تعالیٰ

حلقہ نظام المشائخ

ہر طرف ذوقِ غلامی نے دکھایا اپنا جوش ایک عالم آج اس حلقہ کا ہے حلقہ بگوش
پیروی کرتے ہیں اسکی صاحبانِ عقل و ہوش اسکے ممبر ہوگئے ہیں صوفیانِ دلق پوش
نام اسکا ہو رہا ہے ہند سے تا شام و روم
دور دور اسکی ہے شہرت ہر طرف ہے اسکی دھوم

شامیانہ چرخ کا ہے اسکی منزلگاہ پر سایہ رب العلی ہے اسکی منزلگاہ پر
ابرِ رحمت کی گھٹا ہے اسکی منزلگاہ پر بارشِ فضلِ خدا ہے اسکی منزلگاہ پر
منزلِ فرمانِ باری اس کو کہنا چاہیئے
موردِ حکمِ الٰہی اس کو کہنا چاہیئے

اسکو آزادی ہے خوفِ رہزن و راہ گیر سے پابجولاں ہوگیا حلقے کی جو زنجیر سے
کردیا ہر علم اس نے مشتہر تحریر سے سب کو اپنا کرلیا جادو بھری تقریر سے
آج علمِ دین داری ہوگیا اس سے رفیع
دائرہ علمِ تصوف کا ہوا اس سے وسیع

حلقہ آغوش میں اسکے مشائخ ہیں تمام شمس کی مانند اس حلقے کا ہے سب پر نظام
سب مشائخ ایک ہوکر رہے ہیں اسکا کام سب نے اس سے پی لیا ہے باہمی الفت کا جام
خلق کو سکھلا دیا ہے اس نے رسمِ اتحاد
خوب مستحکم کیا ہے اس نے رسمِ اتحاد

اس سے عرسوں خانقاہوں میں تبدل ہوگیا دنیوی آلائشوں سے سب صاف و پاک ہوگیا
بند کیں مذموم رسمیں رد جھگڑوں کو کیا آج یہ حلقہ ہے مرکز حیطۂ اصلاح کا

بن گیا یہ رہنما اُن کا جو تھے گم کردہ راہ
راستے پر اُنکو لے آیا جو تھے گم کردہ راہ

اس کو بنیادی مقاصد پا گئے اس سے نظام اپنے اپنے حق کو پہنچے آج صوفی کرام
اپنے اوپر صوفیوں کا فرض سمجھا اُسنے کام کوششوں کے ساتھ یہ کرتا ہی اُنکا انتظام

دوسروں کے کام کا ہر دم یہ ذمہ دار ہے
سب کے اغراض و مطالب کا یہ پیرِ کار ہے

کوئی فعل اسکا نہیں وصف و ثنا کیواسطے یہ نہیں مرتا ہی اپنی واہ واہ کے واسطے
فکر کچھ اسکو نہیں ہی ماسوا کیواسطے دنیوی اشغال میں ہے یہ خدا کیواسطے

دینداری ہو جہاں میں اسکو یہ منظور ہے
دنیوی ہر کام میں دینی غرض مستور ہے

میں یہ کس مُنہ سے کہوں اسکے خریداروں میں ہوں میں بھی اس حلقے کے ادنیٰ نازبرداروں میں ہوں
جان کرتا ہوں نثار اور گو میں ناداروں میں ہوں گو میں ناکاروں میں ہوں لیکن وفاداروں میں ہوں

آج اس حلقے میں ہوں مثلِ سگِ اصحابِ کہف
میں بھی اِس جلسے میں ہوں مثلِ سگِ اصحابِ کہف

حفظ الکریم حفیظ

ہم حلقہ کے مخلص قدردانی جناب مولانا حبیب الرحمن خان صاحب شیروانی رئیس بھیکم پور ضلع علیگڈھ کی علم دوستی اور مفید فیاضی کی دل سے قدر کرتے ہیں جنہوں نے مثل گزشتہ سال کے اسدفعہ بھی پانچ مشائخ کا سالانہ چندہ اپنے پاس سے دیا۔ نیز راجکوٹ کے فقیر دوست بیرسٹر[1] غلام محمد صاحب منشی بھی اس کار خیر میں حصہ لینے کے سبب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جنہوں نے دو مشائخ کا سالانہ چندہ عنایت فرمایا۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

---

[1] بیرسٹر صاحب نے ہماری تحریر نظام المشائخ میں دیکھکر پانچروپیہ انجمن ہدایت الاسلام کے لئے بھی ہم کو بھیجے تھے جو انجمن کے سکرٹری حاجی محمد اسحق صاحب کو بھیجدیئے گئے۔

عید کشمیر

کشمیر میں اگرچہ مذہبی پابندی اچھی طرح کی جاتی ہے مگر بھر بھی ملکی رسم یہ ملک معرا نہیں ہو سکتا۔ عید کے آنے سے دو دن پہلے یہاں کے باشندے بڑے وسیع پیمانہ پر مشغول تہیہ تعیش ہو جاتے ہیں۔ ان دنوں کو یہاں کے مسلمان باشندوں کی اصطلاح میں دیاَر عرفہ و چھلن عرفہ کہتے ہیں۔ کشمیر میں دستور ہو کہ مالکان کارخانہ صنعت و حرفت اپنے شاگرد پیشوں کو تنخواہ یا اجرت متبرک دنوں کی تقریبوں پر دیا کرتے ہیں۔ اور دیاَر کشمیری زبان میں نقدی کو کہتے ہیں چونکہ یہ نقدی ملنے کا دن ہے اسلئے دیاَر عرفہ سے موسوم ہوا۔ سلخ رمضان و ۹۔ ذی الحجہ کو کپڑے دھو کر تیار رہو بیٹھتے اس لیئے اسکا نام چھلن عرفہ رکھا۔ کیونکہ چھلنا دہونا مترادف ہے۔ بالجملہ عرفہ کی رات کو ہی چار بجے صبح لوگ بستر استراحت سے اٹھکر نہاد ہوکر کپڑے بدلتے ہیں پھر قریب ہی مسجدوں اور خانقاہوں میں جاکر نماز فجر بجماعت ادا کرتے ہیں۔ اور اُسدن شاید ہی کوئی بے نماز رہ جاتا ہے۔ ورنہ ایسا ممکن نہیں۔ مسجد سے نکلکر سیدھا مقام متبرکہ مثل زیارت مخدوم صاحب وغیرہ کا راستہ لیتے ہیں۔ اور چونکہ عام قبرستان اسی سمت میں ہیں۔ زیارت سے فارغ ہوکر اپنے لواحقین ددوست واحباب کی قبروں پر دعائے مغفرت کے لیئے جاتے ہیں۔ زیارات متبرکہ پر مجاوروں کو وظیفہ مقررہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اپنے اپنے خاص قبرستان میں ہر ایک قبیلہ کا علٰحدہ علٰحدہ گورکن ہوتا ہے جو زائرین سے پہلے ہی حاضر ہوتا ہے۔ اور تلاوت قرآن بالجہر خوش الحانی سے کرتا ہے۔ ہر ایک زائر کو حسب توفیق اُسے کچھ نذرانہ دینا ہوتا ہے چونکہ ہر رنگ فقرا و مساکین مخدوم صاحب کی زیارت تک دورویہ فوج سلامی کی طرح بیٹھے ہوئے

ہوتے ہیں۔ اِسلیئے کم از کم ایک میل زائر کو اِن میں سے گزرنا پڑتا ہے اور حسب توفیق دھیلا پیسہ کسی نہ کسی کو دیتا جاتا ہے۔ اس سے اُنکو عید کے خرچ میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مقابر سے واپس آکر اپنے اپنے گھروں میں بال بچوں میں آکر بیٹھتے ہیں۔ اور رات بھر کا کھانا پکا ہوا ناشتا کرتے ہیں۔ دن کے آٹھ نو بجے اسی کھانے پینے اور آؤ بھگت میں خرچ ہو جاتے ہیں۔ اور اسکے بعد عیدگاہ جانے کی تیاری ہوتی ہے۔ سرینگر میں شاہان مغلیہ نے ایک بڑا وسیع پر فضا میدان سرینگر کے شمالی جانب وقف کر رکھا ہے۔ جس میں لاکھا آدمی کی گنجائش ہے۔ اور نواب علی مردان خاں نے اُسکے درمیان ایک بڑی مسجد بنا رکھی ہے جو اسوقت عالی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ اگرچہ مسجد کی ضرورت نہ تھی۔ مگر کشمیر میں بوجہ اختلاف موسم مثل بارش و برف اِسکا ہونا ضروری تھا۔ بالجملہ مختلف طرفوں سے لوگ مختلف سواریوں پر مختلف رستوں سے مختلف لباسوں میں وہاں پہنچتے ہیں۔ کوئی گھوڑے پر سوار ہے۔ کوئی ٹمٹم اور بگھی پر آشکار ہے۔ کوئی کشتیوں میں بیٹھکر وہاں پہنچتا ہے۔ کوئی پا پیادہ تماشا دیکھتا ہوا جاتا ہے۔ غرض اسوقت کی چہل پہل اور بوقلموں نظارہ قابل دید ہوتا ہے

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن ۔ اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے۔

لوگوں کے پہنچنے سے بھی پہلے ہی میر واعظ صاحب و دیگر مشائخ کرام و علمائے علام پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ میر واعظ صاحب آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک اندرون عالی مسجد میں وعظ فرماتے ہیں۔ احکام دین اور آداب روز عید ارشاد کرتے ہیں۔ اور باہر چھوٹے چھوٹے بچے اور آزاد منش کھیل کود اور تماشے میں مشغول ہوتے ہیں۔ کہیں کوئی مداری تماشا کر رہا ہے۔ اور کہیں کسی دوکاندار کی دوکان پر لوگ کھڑے تماشا دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ اس روز ہزارہا دکانیں عیدگاہ اور اُس کے جوانب میں لگ جاتی ہیں۔ مرد تو عیدگاہ میں مشغول نماز ہوتے ہیں۔ جن کا یہ مجمع قریب پچاس ہزار

کے ہوتا ہے۔ اور عورتیں اپنے اپنے محلہ میں جھنڈ کے جھنڈ نفیس پوشاک میں جمع ہوتی ہیں۔ اور گھر کے صحن میں دو فریقوں پر تقسیم ہو کر رُوف شروع کرتی ہیں رووف کشمیری زبان میں ایک خاص گیت کا نام ہے۔ اسکی صورت یوں ہے کہ ایک صحن میں ان عورتوں میں سے ایک فریق نمازکی صف کی طرح کھڑا ہوجاتا ہے۔ اور ایک دوسرے کی گردن میں بانہیں ڈالے ہوئے ہوتا ہے اور دوسرا اسکے مقابل چند گز کے فاصلے پر فوج کے مارچ کی طرح ایک دوسرے کے مقابل گاتی ہوئی آتی ہیں۔ ایک فریق تو اس گیت کا شعر پڑھتا ہے۔ اور دوسرا فریق جوابی مرثیہ خواں کی طرح اس شعر کو دوہراتا ہے۔ مثلاً

عید آیہ رسہ رسہ عیدگاہ وسہ وائی عید گاہ وسہ وائی

دوسرا فریق صرف۔ عیدگاہ وسہ وائی عید گاہ وسہ وائی۔ کی تکرار کرتا ہے۔ وقس علی ہذا۔ بالجملہ عیدگاہ سے آنے جانے کے علیحدہ علیحدہ راستے ہیں تاکہ شرعی حکم کا لحاظ رہے۔ اُمرا اور مالدار لوگ عیدگاہ میں اور آتے جاتے صدقہ فطر اور زکوٰۃ مسکینوں کو دیتے ہیں۔ اور سب سے بڑی خیرات کا حصہ میرواعظ صاحب جمع کرکے غربا میں تقسیم کرتے ہیں۔ وعظ کے بعد نماز شروع ہوتی ہے۔ اور پیش امام وہی ہوتا ہے جو خاندانی امام مسجد جامع الملقب بہ امام ہی ہے۔ عیدگاہ سے واپس آکر اپنے گھر میں رشتہ داروں کے ساتھ چاشت کا کھانا معمول ہے۔ اور اُس دن غریب سے غریب آدمی بھی کھانے میں اتنے تکلف کرتا ہے جو شادی بیاہ میں بھی نہ کرتا ہو۔ ساد امرا کا کیا ذکر۔ وہ تو بڑے وسیع پیمانہ پر دعوتیں کرتے ہیں۔ ہر ایک امیر غریب اپنے رشتہ داروں اور خادموں اور احباب کے ہاں پکا ہوا کھانا بھیجتا ہے اور جن لوگوں میں نسبت ناطہ ہوا ہوتا ہے۔ اُن میں سے لڑکے والے لڑکی کے ہاں کچھ زیور اور نقدی اور مٹھائی بھیجتے ہیں۔ اور اسکا نام اُنکی اصطلاح میں ہٹ دوا ہے

اور اپنے خادموں اور بچوں اور رشتہ داروں و ملازموں کو کچھ نقدی بطور تحفہ یا عیدی دینے کا دستور ہے۔ اسکے بعد لوگ اپنے رشتہ داروں اور یاردوست اور امرا اور رؤسا و مشائخوں کی خدمت میں کچھ تحفہ لیکر حاضر ہوتے ہیں جس کو انکی اصطلاح میں سلامانہ کہتے ہیں۔ چونکہ مشائخ اور دیندار لوگ بعضے سارے مہینے اور بعضے عشرہ آخر میں مساجد میں معتکف ہوتے ہیں۔ انکے پاس بھی کچھ نذر و نیاز لیکر ضرور جاتے ہیں۔ اگر مہاراجہ صاحب سرینگر میں رونق افروز ہوتے ہیں تو اُن کی خدمت میں بھی مشائخ و علما و میر واعظ صاحب حاضر ہوتے ہیں۔ اور وہاں سے خلعت شاہی بطور پشمینہ یا دوشالہ مرحمت ہوتا ہے۔ پھر آپس کی ملاقاتوں کا سلسلہ ایک دو دن تک رہتا ہے۔

فوق۔ از لاہور

اس دفعہ حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی۔ جناب منشی غلام نظام الدین صاحب عرف پریمی شاہ۔ جناب مولوی محمد شریف اعظم صاحب لکھنیانوی جناب بابو صالح محمد صاحب سب اسسٹنٹ سرجن ارنولی۔ جناب مولوی حسن مرتضی صاحب شفق مجیبی عماد پوری نے رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی بلیغ فرمائی اور نئی کئی خریدار عنایت کر کے نیاز مند اڈیٹر کو مرہون منت کیا۔ **لیکن** یہ وہی حضرات ہیں جو ہمیشہ اور ہر مہینے اس قسم کی کوششیں کر کے ہمیں ممنون کرتے رہتے ہیں

اب ضرورت ہے

کہ اور معاونین بھی ان کا اتباع کریں۔ اور عملاً اپنا معاون ہونا ثابت فرمائیں۔ تمام محبان نظام المشائخ اگر کوشش کریں تو بہت تھوڑے عرصہ میں نظام المشائخ کی اشاعت ہزاروں تک پہنچ سکتی ہے۔

اڈیٹر

ایڈیٹوریل

اطلاع - جن حضرات کا دسمبر کے مہینے تک چندہ سالانہ ختم ہوگیا ہو وہ مہربانی فرما کر آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ ورنہ جنوری کا پرچہ وی پی ارسال ہوگا۔ خریداری جاری رکھنی منظور نہ ہو تو ابھی سے اطلاع دینی چاہیئے +

سنہ ۱۹۱۲ء کی جنوری میں ہندوستان کے نئے بادشاہ جارج پنجم ولایت سے دہلی تشریف لائینگے اور اپنی تاجپوشی کا دربار کرینگے۔ اس بادشاہ کے اطوار شہزادگی کے عالم میں نیک نظر آتے تھے۔ امید ہو کہ تخت نشینی کے بعد ان خیالات میں اور ترقی ہوگی۔ اور وہ دہلی جیسے تاریخی شہر میں جشن کرکے یہ بات ذہن نشین کرینگے کہ جس تودۂ خاک پر نیر شہنشاہی تخت بچھایا گیا ہو۔ اسپر اس طرح کے سیکڑوں تخت بچھ چکے ہیں جو گردش ایام سے مٹ گئے۔ اس لیے اپنے شہنشاہ حقیقی سے ہر وقت ڈرنا چاہیئے اور اُسکے بندوں پر عدل و انصاف سے حکومت کرنی چاہیئے +

مشائخ صوفیہ اپنے نیک بادشاہ کی آمد سے بہت خوش ہیں۔ اور جشن کی کامیابی کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں +

ہندوستان کے وائسرائے لارڈ منٹو پانچ برس حکومت کرکے لندن چلے گئے۔ اب اُنکی جگہ لارڈ ہارڈنج۔ وائسرائے مقرر ہو کر آئے ہیں۔ امید ہو کہ دستور کے موافق یہ بھی پانچ برس یہاں حکمرانی کرینگے +

اگرچہ حکومت کا یہ انقلاب نہایت امن امان سے ہوا۔ لیکن محسوس کرنے والے دل کو اس تغیر سے سیکڑوں سبق مل سکتے ہیں۔ ہم کو نئے حاکم کا خوشی سے خیر مقدم کرنا چاہیئے۔ خدا تعالی اس دور کو امن و راحت سے گزارے +

مسلم لیگ نے خواہش کی ہے کہ عنقریب ہونیوالی مردم شماری میں اُن فرقوں

کو ہندو نہ لکھا جائے جو اعلیٰ ذات کے ہندوؤں میں کمین اور اچھوت سمجھے جاتے ہیں اس خواہش نے ہندوؤں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں برہمی اور ناراضی پیدا کردی ہے اور وہ مسلم لیگ کو درشت اور تلخ الفاظ سے خطاب کر رہے ہیں۔ ہم کو اس بحث سے چنداں سروکار نہیں ہے۔ لیکن محض انسانی دردمندی کے تقاضے سے تمام مشائخ ہند سے درخواست کیجاتی ہے کہ وہ اچھوت اور کمین ذاتوں کی اصلاح کے لئے کوشش شروع کریں۔ اور اسلامی مساوات و تہذیب کے آغوش میں لیکر ان بے سہارا ہستیوں کو مغرور لوگوں کی ٹھوکروں سے بچائیں۔ نیز ہم ہندو حضرات کو بھی توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اچھوت ذاتوں کی پاسداری محض پولیٹیکل غرض سے نہ کریں۔ بلکہ واقعی انسانی ہمدردی سے انکی اصلاح کی جانب متوجہ ہوں۔ ہر انسان کا اپنے دوسرے بھائی انسان کی بھلائی میں حصہ لینا ضروری فرض ہے ۔

دہلی میں اخیر نومبر کا ہفتہ گہما گہمی کا ہفتہ تھا۔ جس میں ہدایت اسلام۔ طبیہ کانفرنس۔ مدرسہ امینیہ سنہری مسجد کے شاندار جلسے ہوئے۔ بیرونجات سے بکثرت مہمان آئے تھے ۔ ان علمی جلسوں کے علاوہ انہیں ایام میں عرس ستان شاہ صاحب اور حلقۂ نظام المشائخ کا جلسہ قوالی بھی خوب دہوم سے ہوا ۔

اولڈ بوائے ایک ماہوار رسالہ کا نام ہے جو ابوحامد عترت حسین بی اے کی اڈیٹری اور سید منظر علی کی سب اڈیٹری میں۔ علی گڈھ کالج کے پرانے طلبہ کے درمیان رشتۂ اخوت قائم کرنے اور کالج کی یاد کو بھڑکانے کے لیے بنارس سے نکلا ہے۔ اب تک اسکے دو نمبر نکلے ہیں جنمیں نوخیز اور چلبلے جذبات اور طلبہ میں باہمی الفت پیدا کرنے والے مضامین کے سوا کوئی علمی مضمون نہیں ہے ۔

سرورق پر کالج کا نقشہ دیا گیا ہے جو خوشنما اور اثر انگیز ہے۔ اس نقشہ پر ایک لمبی کھجور سایہ افگن ہے۔ جس کی صورت حجاز کا منظر پیش کرتی ہے۔ جن لوگوں نے

پولیٹیکل خاروں سے ڈر سے دامن دراز لباس ترک کردیا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم دامن ہی نہیں رکھتا جو ایسے خاروامن گیر ہوں۔ اُنکو لمبی کھجور کے نوکدار پتوں سے بھی اندیشہ کرنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ آسمانی برکت اونچی کھجور میں اُلجھ کے رہجائے اور کسیکو شکایت پیدا ہو کہ عرب کے درخت نے آسمانی بادشاہت کے فیض کو اوپر ہی اوپر لوٹ لیا۔ ہم پر تو اِس وحشی درخت کی تصویر نے بہت معنی خیز اثر ڈالا ہے۔ دیکھیئے اولڈبوائی بھی اسکی پُراسرار ہستی تک رسائی پاتے ہیں یا نہیں ؎

یہ پرچہ اِس قابل ہے کہ تمام انگریزی خواں خصوصًا علیگڈہی انگریزی خواں اِسکو پڑہیں۔ اور اسکے مقصد اجرا کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ قیمت تین روپیہ سال۔ قادری بلڈنگ بنارس سے منگایا جائے ؎

روس نہیں مانتا۔ اور فوجیں برابر ایران میں اُتار رہا ہے۔ اب وہ دن قریب آگیا جب روس کے خونخوار سپاہی اُن نشانوں کو مٹا دینگے جہاں سے چشتی، سہروردی نقشبندی سلسلوں کا چشمہ اُبلا جس سرزمین پر تیرہ سو برس سے اسلامی جھنڈا لہرا رہا تھا وہ صلیب کے پنجہ میں گرفتار ہونے والی ہے ؎

اے ہندوستان کی خانقاہوں میں رہنے والے بزرگو! اپنے پروردگار سے عرض کرو کہ وہ ایران کو روس کے دست ستم سے محفوظ رکھے۔ اور معدن تصوف سرزمین منکروں کے ہاتھ میں نہ پڑے ؎

سید غفور شاہ صاحب وارثی حسامی جن کو بنگال میں حلقہ کا کارکن مقرر کیا گیا ہے ایک ماہوار رسالہ بنام الوارث دفتر مشرق گورکھپور سے نکالنا چاہتے ہیں جو تصوفانہ مذاق کی تائید میں حصہ لیگا ؎

خان بہادر شمس العلما منشی ذکاءاللہ صاحب نے وفات پائی۔ مرحوم ہندوستان کے مشہور مصنف تھے۔ انکی زندگی میں اُنکے مذہبی عقائد کی نسبت لوگوں کو بہت کچھ

شکوک تھے کہ وہ خدا کے قائل نہیں۔ اور مذہب کو بیکار چیز سمجھتے ہیں۔ مگر مرنے کے وقت جو باتیں اُن سے سرزد ہوئیں اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کے نیک مسلمان بنکر دنیا سے سدھارے۔ رحلت سے چند روز پہلے اُنھوں نے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے ایک دہلوی درویش سے اشغال خاندان چشت سیکھے اور اُنپر عمل کرنا شروع کیا۔ چنانچہ آخر دم تک اُسی ورد میں رہے۔ کہتے تھے کہ کسی مولوی سے آجتک دلکو تسکین نہ ملی۔ ان فقیروں میں معلوم نہیں کیا ہو کہ ادنے اشارے میں بیڑا پار ہوگیا۔ جناب شہزادہ مرزا محمد اشرف صاحب بی اے۔ کا بیان ہے کہ انسے مرحوم نے خود کہا کہ ساری عمر کبھی میرے دل میں یہ خیال بھی نہیں آیا کہ خدا موجود نہیں ہو۔ اور یہ تو مشہور بات ہو کہ اُنھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

تمام محبان و عاشقان حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس خبر سے اثر پذیر ہوں گے کہ چند روز سے حیدر آباد دکن میں ایک خاص محفل ذکر حضرت رسالت پناہ ماہوار منعقد ہونی شروع ہوئی ہو۔ ہر ماہ کے پہلے پنجشنبہ کو جناب بخشی عبد الغفار خانصاحب صدر تعلقہ دار کمان کے زیر محفل کراتے ہیں۔ حیدر آباد کے مروجہ میلادوں کیطرح یہ جلسہ نہیں ہوتا بلکہ اس مجلس میں خاص اہتمام سے مستند روایات بیان کی جاتی ہیں۔ اور بیان کرنے والے حیدر آباد کے مشہور فضلا میں ہیں۔ نیز ارباب جلسہ بھی عموماً صاحب اہل فضل وکمال بزرگ مثلاً مولوی حاجی انوار اللہ خانصاحب قادری نقشبندی و مولانا مولوی حاجی حافظ سید محمد عمر صاحب قادری الحنبلی جیسے حضرات ہوتے ہیں۔ ہم بخشی عبد الغفار خانصاحب کی نیک نیتی اور الفت رسول کی جسقدر تعریف کریں کم ہو۔ اس پر آشوب زمانہ میں ایسے بابرکت جلسوں کی سخت ضرورت ہو۔

افسانہ قیس۔ مولوی عبد الحلیم صاحب شرر کی خاص محققانہ کتاب ہے۔ جس میں مجنوں اور لیلےٰ کے نہایت دلچسپ اور مستند حالات جمع کیے گئے ہیں۔ لکھنؤ۔ دفتر دلگداز سے دستیاب ہوگی۔

ایڈیٹر

درد دل

معاونین نظام المشائخ سے ڈیڑھ سال کے عرصے میں پہلی اپیل

الفاظ میں کچھ اثر ہے۔ اور بات بات کا قسم کھا کر یا خدا اور رسولؐ کو بیچ میں لاکر یقین دلانا اگر مذہب اخلاق میں لغو اور غیر ضروری ہے تو سادگی سے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ ہمارا مقصد رسالہ نظام المشائخ کے اجراء سے محض اظہار خیالات۔ اشاعت تصوف۔ اور جدید و قدیم طبقے کے مسلمانوں کو اعتدال پر لاکر قوم کی اصلاح کرنا ہے یہ مطلب نہیں کہ اگر رسالہ سے ہمیں مالی منافع ہوگا تو ہم اُسے رد کر دینگے۔ بلکہ وہ ہماری خدمات کا دنیاوی معاوضہ ہوگا۔ اور ہمیں اسکی وجہ سے کام کرنے میں تقویت اور جرأت ہوگی۔ لیکن یہ ہمارے مقصد اصلی کا کوئی جزو نہیں ہے ہمارا مدعا عظیم صرف وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ جو اخبارات و رسالجات ہزاروں کی تعداد میں چھپتے اور شائع ہوتے ہیں۔ اور جن کی آمدنی سیکڑوں روپے ماہوار کی ہے وہ بھی اپنے ناظرین سے اپیل پر اپیل کرتے ہیں۔ اور توسیع اشاعت میں اُنسے مدد مانگتے ہیں لیکن ہم نے بالکل معمولی حالت میں ہی کبھی اپنے معاونین پر اس امر کا زور نہیں دیا۔ اور سوائے ایک آدھ دفعہ کی چھوٹی چھوٹی تحریروں کے کوئی مضمون اس کے متعلق نہیں لکھا مگر

یہ خاموشی کب تک رہ سکتی ہے؟

ترقی اشاعت کے بغیر ہمارا اصلی مطلب بھی تو فوت ہوتا ہے۔ جب تک رسالہ ہزاروں کی تعداد میں نہ شائع ہوگا۔ ہندوستان کے کروڑوں مسلمان اس سے کیونکر مستفید اور مستفیض ہو سکتے ہیں۔ اور ہمارا مشن کسطرح کامیاب ہو سکتا ہے۔

بدقسمتی سے مسلمان اور مسلمانوں میں بالخصوص اہل تصوف ہنوز علمی و اخباری باتوں

ت اسقدر دور ہیں اور ان کا مذاق اسدرجہ پست ہو گیا ہے کہ ان کی طبیعتوں کو بدلنے کے لیئے جان توڑ کوششوں کی ضرورت ہو۔ جنہیں علمی و اخباری شوق ہے وہ مقدرت نہیں رکھتے اور جو مقدرت رکھتے ہیں۔ انہیں شوق و فرصت نہیں۔ جو صوفی اور صوفیوں کے سرگروہ ہیں وہ تو ان باتوں کو لغو کہتے ہیں۔ اور اس ڈر سے کہ مریدین و معتقدین پر سے انکا اثر نہ جاتا رہے الٹی ہماری مخالفت کرتے ہیں اور جو نئی روشنی کے پڑھے لکھے حضرات ہیں وہ انگریزی خیالات انگریزی اخبارات اور انگریزی کتب کی موجودگی میں اردو تحریروں اور اپنے موروثی خیالوں کو پڑھنا اور سننا خلاف شان سمجھتے ہیں۔ **پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟** سوائے اس کے کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی کہ ہر وہ شخص جو نظام المشائخ اور اسکے اغراض سے دلچسپی رکھتا ہو بجائے خود اسکی توسیع اشاعت کے خیال کو اسیطرح اپنے دلمیں جگہ دیدے جس طرح ہم نے دے رکھی ہو۔ جو زبان سے کوشش کر سکتے ہیں یعنی اپنے احباب کو کہہ سنکر انہیں اسکی طرف متوجہ کر سکتے ہیں وہ اس طریقہ سے خدمت کریں۔ جنکا اتنا اثر نہیں وہ دوسرے سربرآوردہ لوگوں کو اس کام پر آمادہ کریں۔ اور جو صاحب مقدرت ہیں وہ اپنے پاس سے چندے دے دیکر مستحقین کو مفت پرچے دلوائیں۔ ہم ڈیڑھ سال سے پونے دو سیئے قریب پرچے بزرگان صوفیہ کی خدمت میں بلا معاوضہ بھیج رہے ہیں۔ جو ہماری بساط اور مقدرت سے بہت بڑھکر ہے۔ لیکن خوشی کی بات ہو کہ اب ان میں سے کچھ حضرات کے دل پسیجے ہیں۔ اور انہوں نے قیمتیں بھیجکر لکھدیا ہو کہ ہمیں آئندہ پرچہ وی پی کردیا کرو اور قیمت وصول کرلیا کرو۔ یہ بہت نیک آثار ہیں جنسے امید بندھتی ہو کہ انشاء اللہ یہ طبقہ ہماری خدمت کی قدر افزائی کرنے لگیگا اور اگر اہل دول بندگان خدا ان حضرات کیخدمتمیں پرچے جاری کرادیں تو ان کا یہ کام رائگاں جاتا نہیں معلوم ہوتا بہت جلد ہی سال دو سال ہی میں یہ لوگ سنبھل جائینگے اور اپنے قدموں پر کھڑے ہونے

بنگیں گے ۔

لہذا اول میں ان لوگوں سے اس تجویز کی اپیل کرتا ہوں کہ یہ اپنے پاس سے جتنے لوگوں کے نام مناسب سمجھیں پرچہ جاری کرائیں ۔ اور پھر دوسرے مخلصین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی اپنے دل کے کسی خانہ کو اس کام کے لئے وقف کردیں اور کوشش کرتے رہیں کہ ان کا نظام المشائخ اشاعت میں ترقی کرتا رہے جس پر اس کی اور ترقیاں منحصر ہیں ۔

محمد انواحمدی

فلک کے اوپر زمیں کے نیچے

نبی کا ثانی خدا کا بندہ فلک کے اوپر زمیں کے نیچے
نہ تھا نہ ہے اور نہ ہوگا اصلاً فلک کے اوپر زمیں کے نیچے

ظہور نور نبی ہے ہر جا فلک کے اوپر زمیں کے نیچے
اسیکا آتا نظر ہے جلوہ فلک کے اوپر زمیں کے نیچے

ادہر زمیں اسکے زیر فرماں ادہر ہے محکوم چرخ گرداں
وہی زمانہ کا کارفرما فلک کے اوپر زمیں کے نیچے

یہ حسن سیرت جمال صورت یہ نور معنی کمال صورت
کہیں کسی نے سنا نہ دیکھا فلک کے اوپر زمیں کے نیچے

ہوا تھا معراج کسکو پہلے ملا تھا یہ تاج کسکو پہلے
رہا یہ پہلے تھا کس نے پایا فلک کے اوپر زمیں کے نیچے

کہیں ہے سورج کہیں قمر ہے کہیں ہے جن اور کہیں بشر ہے
یہ جلوہ ہے نور احمدی کا فلک کے اوپر زمیں کے نیچے

نبی جو ہیں گے خدا کے پیارے فرشتے اور جن و انس سارے
اسی سے رکھنے میں سب تولا فلک کے اوپر زمیں کے نیچے

فلک ہے جبتک زمیں ہے جبتک قیام عرش بریں ہے جبتک
رہیگا حضرت کے دیں کا چرچا فلک کے اوپر زمیں کے نیچے

احد نے احمد کو جب بلایا مکاں سے تا لامکاں دکھایا
رہا نہ حائل تھا کوئی پردہ فلک کے اوپر زمیں کے نیچے

فلک نے خدمت میں سر جھکایا زمیں نے سجدہ میں بار پایا
اثر حکومت کا جبکہ پہنچا فلک کے اوپر زمیں کے نیچے

نبی کی تصویر لوح دل پر جھکا کے سر کیہ سے تو سرور
کہاں تو ڈھونڈیگا زیر و بالا فلک کے اوپر زمیں کے نیچے

منشی غلام سرور

حلقہ کی کارگزاری

دیار حجاز کی حسرت دیدار

جیسے ذوق اور ولولے کے عالم میں سفر حجاز کی تیاری ہوئی تھی ویسی ہی مایوسی نامرادی میں واپسی ہوئی بمبئی جاتے وقت رستہ میں بیمار ہوا اور بمبئی جاکر ایسی الجھن پڑی کہ کسی صورت روانگی کا موقع نہ ملا۔ مجبور ہوکر ناکام دہلی واپس آیا۔ اُس دن سے آجتک علیل ہوں۔ درمیان میں حالت زیادہ خراب ہوگئی تھی۔ مگر اب سوائے ضعف کے اور کچھ شکایت باقی نہیں ہے۔ اگرچہ اس دفعہ دیار حجاز کی حسرت دیدار دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ لیکن امید ہے کہ آئندہ سال خدا تعالی یہ ارمان پورا فرمائیگا

بمبئی میں میرا قیام شاہجہاں محل ہوٹل میں تھا جو ایک فقیر دوست سید صاحب کے اہتمام میں مدت سے جاری ہے۔ یہاں سہسوان کی مشہور خانقاہ اصحاب السیر کے سجادہ نشین صاحب بھی قیام پذیر تھے۔ سو آدمی کا قافلہ ہمراہ تھا۔ یہ بھی عازم حجاز تھے اُنسے حلقہ کے متعلق خوب باتیں ہوئیں۔ بہت ذی ہوش اور صاحب علم بزرگ ہیں حلقہ کی ضرورت کو تسلیم کیا اور امداد کا وعدہ فرمایا ✦

اخبارات میں بمبئی کے ایک چشتی درویش کے مقدمہ کا حال مدت سے چھپ رہا ہے۔ مدعی پارسیوں کے مشہور اخبار جام جمشید کا اڈیٹر مرزبان تھا۔ اور مدعا علیہ چشتی صاحب۔ بنائے مخاصمت اڈیٹر کی لڑکی تیلی بائی تھی۔ مدعی نے دعوی کیا تھا کہ چشتی صاحب تیلی کے عشق کا دم بھرتے اور سر بازار اسکو مطعون کرتے ہیں اس مقدمہ کے حالات بعض فقیروں کے دشمن اخباروں نے بہت بُری طرح شائع کیے تھے۔ جن کے سبب اخبار بیں پبلک اہل حلقہ سے اصلاح کی طلبگار تھی

میں بمبئی گیا تو چشتی صاحب سے ملا۔ وہ نوجوان درویش ہیں سلسلہ چشتیہ نظامیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بمبئی میں اُنکی خاص شہرت ہے۔ بات چیت سے معلوم ہوا کہ چشتی صاحب پر اخبارات نے فضول بہتان اُٹھائے ہیں۔ اور مقدمہ کی بنا کچھ اور ہی تھی اقعات پر سب جاننے چشتی صاحب کی پاکبازی پر حرف نہیں آسکتا ۔

بہرحال اِس مقدمہ کی شہرت کے سبب مجکو ایک روشن خیال درویش سے ملنے کا موقع ملا۔ جو امید ہے کہ آیندہ حلقہ کی تائید و اعانت میں دل سے حصہ لیں گے۔

ترکی حکومت کے جدید انقلاب کے سبب جس قسم کی ناگوار خبریں وہاں کے مشائخ کی نسبت اخباروں میں شائع ہوتیں۔ اُنسے اہل حلقہ ناواقف نہیں ہیں۔ اِس رسالہ میں بارہا ترکی مشائخ کی مظلومیت اور موجودہ حکومت ترکی کی سفا کی پر اشارے کیئے گئے ہیں۔ بمبئی جاکر باوجود علالت میں نے ضروری سمجھا کہ ترکی سفیر مقیم بمبئی سے ملکر ترکی مشائخ کی مظلومیت کے اصل حالات معلوم کروں۔ اور سفیر کو ہندی مشائخ کے خیالات سے آگاہ کرکے درخواست کروں کہ موجودہ حکومت مشائخ صوفیہ کے وقار کو برقرار رکھنے میں کوتاہی نہ کرے۔ چنانچہ میں نے محمود آفندی قائم مقام سفیر ترکی سے خاص ایوان سفارت خانہ میں ملاقات کرکے پورے ایک گھنٹہ مشائخ ترکی اور امورات مذہبی کی نسبت گفتگو کی۔ سفیر صاحب بڑے خلیق اور زبان اردو کے مشتاق ہیں۔ ہر بات کا تشفی بخش جواب دیتے رہے لیکن چند مصالح کے سبب اِس گفتگو کا شائع کرنا مناسب نہیں۔ تجویز ہے کہ حلقہ کی جانب سے براہ راست شیخ الاسلام سلطنت ترکی کو تحفظ مشائخ کی تحریک کیجائیگی۔ اور مذہبی معاملات کے اصل واقعات دریافت کیئے جائینگے۔ وہاں سے جو کچھ جواب ملیگا اُسکا شائع کرنا زیادہ بکار آمد اور مؤثر ہوگا۔

آخر نومبر میں صدر الحلقہ حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی اور اُن کے

صاحبزادے مولانا حسن میاں صاحب دہلی میں تشریف لائے تھے۔ حلقہ کی جانب سے آپ کی تشریف آوری کی یادگار میں ایک خاص جلسہ کیا گیا۔ جسمیں تمام اہل شہر کو مدعو کیا گیا تھا۔ جلسہ خانقاہ حضرت شاہ صابر بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں جو منتر الگاہ حلقہ اور دفتر نظام المشائخ کے متصل واقع ہے کیا گیا تھا۔ خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت شاہ سید امیر حسین صاحب چشتی صابری اور اُنکے پوتے شاہ کرار حسین صاحب نے مہمانان جلسہ کی مدارات میں دل سے حصہ لیا۔ اور نیاز و قوالی میں شریک رہے اہل حلقہ کو شاہ صاحب کی نوازش کا دل سے اعتراف ہے۔ یہ جلسہ دہلی میں اپنی شان کا سب سے نرالا جلسہ تھا جس میں بکثرت ہندو صاحبان مثلاً

جناب پنڈت پربھودیال صاحب عاشق لکھنوی — جناب پنڈت جواہر ناتھ صاحب ساقی

جناب لالہ پیارے لعل صاحب رونق — جناب منشی جنیشر داس صاحب مائل

وغیرہ تشریف لائے اور آخر تک شریک جلسہ رہے ۔

پنڈت جواہر ناتھ صاحب ساقی اور پنڈت پربھودیال صاحب نے خاص اس موقع کے لیئے دلچسپ نظمیں بھی لکھی تھیں۔ جو آیندہ کسی پرچہ میں درج ہونگی۔ مجمع کا یہ عالم تھا کہ خانقاہ کا عظیم الشان محفل خانہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ جگہ نہ ملنے کے باعث اکثر حضرات کو واپس جانا پڑا۔ کئی گھنٹہ خوب محفل سماع و حال وقال گرم رہی۔ دہلی کے فقرا و عمائدین مثلاً۔ جناب شہزادہ مرزا امیر الملک بہادر۔ جناب شاہ عبد اللطیف صاحب متبعی آثار شریف۔ جناب صوبیدار پیر داد خان صاحب۔ و جناب صوبیدار میجر شیر بہادر خان صاحب وغیرہ بھی شریک جلسہ تھے میرٹھ سے حلقہ کے مخلص خدام جناب مولوی احسان الحق صاحب قادری و محمد انوار صاحب خاص اِس جلسہ کی شرکت کے لیئے تشریف لائے تھے ۔

کئی روز تک حضرت صدر الحلقہ کی زیارت کے لیئے باشندگان دہلی جوق جوق

آتے رہتے ہیں +

جلسہ کے دوسرے روز جناب شہزادہ مرزا محمد اشرف صاحب گورگانی بی اے ڈپٹی کمشنر نیچن آباد منزلگاہ میں تشریف لائے۔ اور دیر تک حلقہ کے مختلف کاموں کی نسبت گفتگو فرماتے رہے۔ شہزادہ صاحب کو حلقہ سے خاص لگاؤ اور حاضر و غائب اسکی خدمت گزاری کرتے رہتے ہیں +

حیدرآباد دکن کے ایک لائق و فائق علم دوست اور نیز دوست فاضل مولوی ابو الفیض صاحب چند روز سے منزلگاہ حلقہ میں تشریف فرما ہیں۔ امید ہے کہ انکے فیض علم سے دیگر اہل حلقہ بھی بذریعہ نظام المشائخ سیراب ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے خدمت حلقہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ آجکل وہ کچھ علیل ہیں۔ خدا تعالی انہیں صحت کامل و عاجل عطا فرمائے تاکہ وہ اپنے وعدہ کو ایفا کر سکیں +

اس ماہ میں حسب ذیل آمدنی ہوئی۔

از جناب مولوی سید عبدالرحمن صاحب ای اے سی بابت دو ماہ چندہ ماہواری	عسہ ر
از جناب راجہ نوشاد علیخان صاحب چندہ ماہواری بابت ماہ نومبر ۱۹۱۰ء	صہ ر
از جناب حافظ محمد حلیم صاحب تاجر اعظم کانپور چندہ ماہواری بابت نومبر ۱۹۱۰ء	[illegible]
از جناب اڈیٹر صاحب رسالہ صوفی چندہ ماہواری نومبر ۱۹۱۰ء	عہ ر
از جناب خلیفہ غلام حیدر صاحب نظامی وکیل راجپورہ چندہ یکمشت	صہ ر
از جناب منشی کریم الدین صاحب قصور جو گزشتہ ماہ اندراج سے رہ گئے تھے۔	[illegible]
میزان	[illegible]
بقایا سابقہ	[illegible]
میزان کل	[illegible]

دعاخانہ

جناب سید حسن علی شاہ صاحب پیرزادہ درگاہ حضرت محبوب الٰہی رضہ کی صحت وسلامتی کی دعا کی جائے عہ نذر حلقہ کرینگے۔

مولوی ابوالفیض صاحب حیدرآبادی کے لیئے دعائے صحت کیجائے وہ پانچ روپیہ نذر حلقہ کرینگے۔

محمد تراب علیخاں صاحب حیدرآبادی کو اللہ تعالیٰ حسب منشار ترقی عطا فرمائے تو پچاس روپیہ پیشکش حلقہ کرینگے۔

سب اہل حلقہ اور بزرگان طریقت امیر النساء بیگم صاحبہ بنت منا بیگم صاحبہ ساکنہ دکن والدہ تراب علی صاحب کے حق میں دعا کریں کہ خدا انکو فرزند نرینہ عطا فرمائے پانسو روپیہ نقد نذر حلقہ کریں گی۔

رڑکی کالج سے صمدانی صاحب بی اے حلقہ کے مشہور خادم تحریر فرماتے ہیں کہ کل صوفیائے کرام بالعموم اور حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب و مولانا شاہ سلیمان صاحب قادری پھلواروی بالخصوص دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ ایک مسلمان ڈاکٹر صاحب اور ایک مسلمان اور سیر صاحب کے ہاں اولاد نرینہ عطا فرمائے پچاس روپیہ اول الذکر اور پچیس روپیہ ثانی الذکر کی طرف سے پیشکش ہونگے جس میں سے نصف حضرت محبوب الٰہی رضہ کی خانقاہ کے مصارف کے لیے ہونگے اور نصف مقاصد حلقہ کے لیئے۔

ناسک سے شیر علیشاہ و بہار علیشاہ صاحب چشتی اپنی مراد قلبی کے حصول پر پانچ روپیہ نذر حلقہ کرینگے۔

سید منظور احمد صاحب دہلوی کے لیئے دعا ہو کہ خدا تعالیٰ انکو فرزند عطا فرمائے پانچ روپیہ نذر حلقہ کریں گے۔

مسٹر محمد اسحاق بن مسٹر محمد داؤد ناسکی کی رفع پریشانی اور حصول مدعا کے لیئے دعا کی جائے پچاس روپیہ نذر حلقہ کرینگے۔

خواستگاران دعا کو چاہیے کہ اپنے احوال و اعمال کو بھی درست کریں تاکہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں بزرگان دین کی

۴۸۴۴ سفارش انکے حق میں مقبول ہو۔ ایڈیٹر

فہرست کتب تصوف وغیرہ دکان غلام نظام الدین تاجر کتب دہلی چاندنی چوک

سوانح عمری حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	عمر	ترجمہ اردو اخبار الاخیار مصنفہ شیخ عبد الحق صاحب	
سوانح عمری حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ	عمر	محدث دہلوی رح حالات اولیاء اللہ	عـہ
سوانح عمری خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۶ر	سیر الاولیاء در حالات حضرت نظام الدین اولیا	
سوانح عمری حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ	۸ر	محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز اردو	ے
سوانح عمری بابا فرید گنج شکر المعروف حیات فرید	۳ر	مشاہیر عالم جس میں دنیا کے نامور فلاسفروں	
سوانح عمری کلاں حضرت نظام الدین محبوب الٰہی المعروف		شاعروں حکیموں بادشاہوں مصنفوں اور	
شواہد نظامی	عمر	جرنیلوں دیندار مردوں اور بانیان مذہب وغیرہ	
سوانح عمری مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ	٠ر	کے مختصر سوانح عمریاں درج ہیں۔	٠
سوانح عمری مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رح	۲ر	حدائق الحنفیہ جس میں جناب رسالت مآب	
سوانح عمری صابر صاحب کلیری المعروف تحفہ کبریٰ	۴ر	صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر تیرہویں صدی تک	
سوانح عمری خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ	۸ر	جسقدر فقہا و علماء حنفیہ گزرے ہیں نام بنام سب کے	
سوانح عمری حضرت امیر خسرو المعروف حیات خسرو	عمر	حالات مشرح ولادت و مسکن مختصر سوانح عمری و کیفیت	
سوانح عمری بو علی شاہ قلندر المعروف شرف المناقب	۴ر	تلمذ وغیرہ وغیرہ درج ہیں۔	عـہ
سوانح عمر حضرت مولانا روم المعروف مطلوب الطالبین	۸ر	تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب و الاسلام جس	
سوانح عمری منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ	۴ر	میں حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور انکے خلفائے	
سوانح عمری حضرت غوث الاعظم عبد القادر جیلانی رح	۱۲ر	راشدین و خلفائے بنی امیہ و خلفائے عباسیہ وغیرہ	
المعروف امام اعظم المعروف فضائل غوثیہ	۴ر	کا حال درج ہے۔	ۓ
سوانح عمری حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کلاں	ے	اعمال قرآنی ہر سہ حصہ جس میں تمام قرآن مجید	
سوانح عمری ایضاً خورد	۴ر	کی سورتوں اور آیتوں کے عمل اور ادعیہ شرع شریف	
سوانح عمری حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۲ر	درج ہیں مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی	،
سیرت النعمان مصنفہ مولانا شبلی صاحب		اعمال مجربہ سورہ مزمل شریف با اصول مع طریقہ	
سوانح عمری حضرت فاروق اعظم المعروف الفاروق		زکوۃ وغیرہ جس میں ۱۲۰ عمل برائے محبت۔ عداوت تسخیر	،
مصنفہ مولانا شبلی صاحب	عا	غنا و ترقی عز و جاہ وغیرہ درج ہیں مع ضمیمہ۔	
سوانح عمری عمر فاروق رضہ المشہور فاروق اعظم	۸ر	اعمال مجربہ سورہ یٰسین شریف با اصول مع طریقہ	
سوانح عمری قیس عامری المعروف حیات مجنوں	۱ر	زکوۃ وغیرہ جس میں سو عمل ہر قسم کے مرض و ضرورتوں کے	
سوانح عمری امیر عبد الرحمن خان والی کابل یعنی تذکرۂ امیر	عا	درج ہیں	•
سوانح عمری جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کلاں	۱۲ر	اعمال مجربہ خاندان عزیزیہ جس میں حضرت شاہ ولی اللہ	
سوانح عمری ایڈورڈ ہفتم المعروف شہنشاہ معظم	۳ر	صاحب شاہ عبد العزیز صاحب شاہ عبد القادر صاحب	
سوانح عمری حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم خورد	۲ر	وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کے ہر کام کے واسطے درج ہیں۔	•
ایضاً کلاں المشہور تاریخ حبیب اللہ	۶ر	[illegible] مصنفہ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی	۱